ترجمہ
قلائد الجواہر

مناقب غوث اعظم حضرت شیخ
عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنفہ
محمد یحییٰ تادفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

ترجمہ

قلائد الجواہر

مناقب غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مصنفہ

محمد یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا زبیر افضل عثمانی مرحوم

ترتیب و تزئین ○ تصحیح زبان و بیان

مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی

و

مقدمہ نگار: ادیب شہیر جناب شمس بریلوی

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی محمد علی جناح روڈ کراچی

طبع .... اول

نام کتاب .... قلائد الجواہر (اردو)

سال طباعت ۱۹۷۸ء

مطبوعہ .... مشہور آفسٹ پریس کراچی

تعداد .... ۲ دو ہزار

کتابخانہ محمد ہارون موسیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سقانی الحب کاسات الوصال فقلت لخمرتی نحوی تعالی (حضور غوث اعظمؓ)

ساغر پلائے عشق نے مجھ کو وصال کے لا جس قدر بھی خم ہیں شراب جمال کے (شمس بریلوی)

عرضِ ناشر

الحمدللہ کہ آپ کے اس ادارے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے محبوبِ سُبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی گرانمایہ اور مشہورِ زمانہ تصانیف یعنی غنیۃ الطالبین، الفتح الربانی اور فتوح الغیب کے اردو تراجم حسنِ معنوی اور حُسنِ صوری کے ساتھ شائع کئے اور ہم اس پر نازاں ہیں اور بطورِ تحدیثِ نعمت عرض کر رہے ہیں، غنیۃ الطالبین ترجمہ حضرت شمس بریلوی کو یہ قبولِ عام حاصل ہوا کہ اب تک ہم اس کے متعدد ایڈیشن شائع کر چکے ہیں اسی طرح الفتح الربانی اور فتوح الغیب کے تراجم بھی کئی بار شائع ہو چکے ہیں اور اللہ کا احسان ہے کہ غنیۃ الطالبین کا نیا ایڈیشن شائع ہوتا ہے وہ فوراً طالبانِ حق اور حلقہ بگوشانِ غوثیت کے عقیدت و احترام کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف گران مایہ د

بلند پایہ کے تراجم کی طبع و اشاعت کے سلسلہ میں ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور جیسے ہی ہم کو کسی عظیم و مشہور تصنیف تک رسائی حاصل ہو گی ہم اس کا ترجمہ اپنے قارئین کی خدمت میں انشاءاللہ العزیز پیش کریں گے۔ ہم مدت سے اس بات کے خواہاں تھے کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصانیف کے تراجم کی طرح آپ کی کوئی مبسوط اور جامع سوانح مبارک اردو میں شائع کریں۔ یوں تو غنیۃ الطالبین کے اردو ترجمے میں بضمن مقدمہ اس کے فاضل مترجم جناب شمس بریلوی نے حضرت والا مرتبت کے سوانح حیات بھی ایک اچھوتے انداز میں تحریر کئے ہیں اور حضرت والا کی تصانیف کا تفصیلی تعارف بھی کرایا ہے لیکن پھر بھی حیاتِ مقدسہ کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جن پر سیر حاصل بحث نہیں ہو سکی ہے۔ یہ ضرورت ایک جامع اور مستقل سوانح حیات ہی سے پوری ہو سکتی ہے۔

الحمد للہ کہ ہماری یہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی قدس سرہ کی مبسوط اور جامع سوانح حیات موسوم بہ "قلائد الجواہر" کا اردو ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ "قلائد الجواہر" عربی زبان میں "بہجۃ الاسرار" کے بعد حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک مستند جامع اور سوانح حیات ہے۔ اس کے مولف حضرت شیخ محمد یحییٰ تاذفی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار غوثیت مدار کی پاکیزہ زندگی کے ہر ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کی خصوصاً آپ کی اولاد امجاد کے سلسلہ میں کافی صراحت سے کام لیا ہے اور تمام فرزندان گرامی قدر (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور اُن کے اخلاف گرامی پر کھل کر لکھا ہے۔

جس طرح قلائد الجواہر معنوی خوبیوں سے مالا مال ہے اُسی طرح اس کا یہ اُردو ترجمہ ہر اعتبار سے قابلِ تحسین اور مستحقِ پذیرائی ہے اور اس پر مبسوط و جامع مقدمہ جو سوانح نگاری کی ایک ادبی تاریخ ہے یقیناً قابلِ ستائش ہے۔ قلائد الجواہر کے فاضل مصنف نے اپنے مختصر مقدمے یا وجہ تالیف و تصنیف

کے ضمن میں اس پہلو کو نظر انداز کر دیا تھا۔

اُمید ہے کہ آپ موضوع تصوّف پر ہماری مطبوعات میں اس اضافے کو پسند فرمائیں گے اور اس کو قبولیت کا شرف بخشیں گے کہ آپ کی پسند ہی ہماری کوششوں کا حقیقی صلہ ہے اور دُعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عم محترم جناب حاجی حکیم محمد تقی صاحب دہلوی کو نعمتِ صحت سے سرفراز فرمائے تاکہ ہم ان کی رہنمائی میں نشر و اشاعت کے دُشوار راستہ کو آسانی اور عمدگی کے ساتھ طے کر سکیں۔ والسلام

آپ کے مخلص

حکیم محمد تقی

فریدالدین

محمد مبین

کارپردازان

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

د

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَفَلَتۡ شُمُوۡسُ الۡاَوَّلِیۡنَ وَشَمۡسُنَا　　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الۡعُلٰی لَاتَغۡرُبُ

سیدنا غوث اعظمؒ

ہو گئے اسلاف کے سورج غروب　　　میرے سورج کو نہیں خوفِ زوال

شمس بریلوی

مقدّمہ

از

ادیب شہیر حضرت شمس بریلوی

دوسرے عُلوم کی طرح علم "اسماء الرجال" پر بھی ہمارے اسلاف کرام نے بہت کچھ لکھا ہے اور وہ حضرات اس موضوع پر بھی ایک وقیع اور گراں مایہ سرمایہ اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں اور یہی سرمایہ گرانمایہ ہماری دسترس میں ہے لیکن اسماء الرّجال کا یہ ذخیرہ اور اس موضوع پر مرتب ہونے والی تالیفات، حضرات مفسّرین، محدّثین، رواۃ حدیث اور فقہاء عظام کے بہت ہی مختصر حالات پر مشتمل اور مبنی ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ ایک معمولی ضخامت کی تالیف میں ہزاروں افراد کے تذکروں کو منضبط کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر ایک فرد کے لیے دو دو تین تین سطروں سے اور زیادہ کیا ہو سکتا تھا یعنی نام مع کُنیت (اگر ہے) مولد و منشاء، تاریخ ولادت اور تاریخ وفات اور با اعتبار راوی ان کے ضعیف یا قوی ہونے کا اظہار اور

بس ! اور یہ اسی ضرورت کے تحت کیا گیا جس کا میں اظہار کر چکا ہوں کہ سینکڑوں ہزاروں افراد کے بارے میں اختصار کے ساتھ بھی کچھ لکھا جائے تو وہ ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔ یہاں میں مثال کے طور پر اسماء الرّجال مشکوٰۃ المصابیح کا ذکر کروں گا کہ اس میں مشکوہ شریف کے راویان کرام میں سے ہر ایک کے لیے ایک دو سطر سے زیادہ مخصوص نہیں کی گئی ہے اور اس پر بھی وہ ایک اوسط درجے کی ضخیم کتاب بن گئی ہے اگر ہر ایک راوی کے لیے چند سطروں کے بجائے چند صفحات کیا بلکہ ایک صفحہ بھی مخصوص کر دیا جاتا تو کتاب کتنی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہوتی۔

اسماء الرّجال پر تدوینِ حدیث کے ساتھ ہی ساتھ کام شروع ہو گیا تھا لیکن اس موضوع پر مندرجہ ذیل حضرات کی طبقات معتمد اور معتبر شمار کی جاتی ہیں۔

۱۔ شیخ ابو الولید یوسف بن عبد العزیز و بّاغ	متوفی ۵۴۶ھ
۲۔ حافظ ابن الجوزی	متوفی ۵۹۷ھ
۳۔ شیخ ابن دقیق العبد	متوفی ۷۰۲ھ
۴۔ علّامہ ابو عبد اللہ شمس الدّین محمد ابن احمد ذہبی المعروف بہ علّامہ ذہبی	متوفی ۷۴۸ھ
۵۔ علّامہ حافظ ابو المحاسن محمد بن علی حسینی	متوفی ۷۶۵ھ
۶۔ علّامہ تقی الدین محمد بن ابی فہد مکّی	متوفی ۸۷۱ھ

اِن حضرات کے علاوہ دیگر علمائے کرام نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا میں نے یہاں صرف طبقات المحدثین کے مشہور مولفین کا ذکر کیا ہے، ان مذکورہ علمائے کرام نے اپنی تالیفات میں رواۃ حدیث کو بیان کیا ہے، اس سلسلے میں مزید کچھ عرض کرنا اپنے موضوع سے ہٹنے کے مترادف ہو گا کہ مقدمے کا یہ موضوع نہیں ہے۔ مجھے یہاں صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ اسماء

الرّجال کے سلسلے میں جب سے تدوینِ حدیث پر کام ہوا ہر صدی ہجری میں کچھ نہ کچھ کام ہوا ہے ہر چند کہ آپ اِن کتابوں سے شخصی تفصیلات حاصل نہیں کر سکتے، ہاں مفسرینِ کرام کے حالات پر جو کچھ کام ہوا اس میں آپ کو کچھ تفصیلات ضرور مل جائیں گی کہ یہ مفسرین حضرات رواۃ حدیث کی طرح بیشمار نہیں ہیں اور ان کے شمار کا دائرہ محدود ہے لیکن اس سلسلے میں بھی یہ ہوا کہ چند مفسرین کرام کے حالات پر جو کچھ کام ہوا مرتب کر دی گئی جداگانہ حالات پر اس موضوع پر بھی آپ کو تالیفات نہیں ملیں گی۔ بعض تالیفات میں زیادہ سے زیادہ یہ تخصیص روا رکھی گئی کہ ایک باب اس کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔ "شذرات الذہب" اور طبقات الشافعیہ (از علّامہ تاج الدین سبکیؒ) اسی قبیل کی تالیفات ہیں اور طبقات الشافعیہ میں اس تخصیص پر ایک اور قید ہے یعنی علامہ تاج الدینؒ ابن تقی الدین سبکیؒ نے اپنے عہد یعنی ساتویں صدی ہجری تک کے ان تمام علمائے عظام و مفسرین و محدثین کرام کے تفصیلی حالات منضبط کئے ہیں جن کا مسلک شافعی تھا، اس نکتہ کی مزید صراحت و وضاحت آپ آئندہ اوراق میں کہیں ملاحظہ فرمائیں گے۔ طبقات الشافعیہ، علمائے شافعیہ کی مُستند انسائیکلوپیڈیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ "شذرات الذہب" اور "طبقات الشافعیہ" بعد کے مصنفین و مولفین کے لیے اس موضوع پر بطور مُستند ماخذوں کے کام آتی رہی ہیں اور آج بھی ان سے بہت کچھ استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔

طبقات نگاری کا آغاز اور ارتقاء

پانچویں صدی ہجری میں طبقات نگاری ایک مستقل موضوعِ نگارش بن گیا تھا اور اس تیزی سے اس موضوع کے تحت کام شروع ہوا کہ اگر آج صرف علمِ طبقات

ہی شمار کر لیا جاتے تو ان کتابوں سے اسلامی ادب کا ایک ایسا ذخیرہ بن جائے گا کہ دوسری اقوام کے مجموعی ادبیات کے مقابل میں اس کو رکھا جا سکتا ہے۔ اب میں مختصراً ان طبقات کا آپ سے تعارف کراتا ہوں۔

"طبقات القرا" طبقات المفسرین اور "طبقات المحدثین"، پر متعدد کتابیں مرتب ہونے کے بعد، طبقات نگاری میں جن موضوعات کو اپنایا گیا ان میں سب سے اوّل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ احوال اور ان کے تقدس روز و شب کے سوانح پر مشتمل طبقات تالیف کی گئیں۔ ان "طبقات الصحابہ" میں مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد الزہری متوفی سنہ ۲۳۰ھ طبقات ابن سعد

طبقات ابن سعدؒ تیسری صدی ہجری کے عشرۂ اوّل میں مرتب ہوئی اس میں صحابہ کرامؓ کے حالات تفصیل کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں اور جس قدر حالات لکھے گئے ہیں ان کی صحت پر کافی دقتِ نظر اور تفحص سے کام لیا گیا ہے۔ "طبقات ابن سعد"، اپنے موضوع پر دنیائے اسلام کی بہت ہی مقبول کتاب ہے اور جو مقبولیت اس کو پہلے حاصل تھی وہی آج بھی حاصل ہے۔

۲۔ حافظ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر اندلسی متوفی سنہ ۴۶۳ھ الاستیعاب

طبقات ابن سعد کی طرح صحابہ کرامؓ کے مقدس حالات پر بہت جامع اور مشہور کتاب ہے اور بہت مستند سمجھی جاتی ہے۔

۳۔ علامہ شیخ عز الدین علی بن احمد الجزری المعروف ابن اثیرؒ متوفی سنہ ۶۳۰ھ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہؓ

"اسد الغابہ"، احوالِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر بڑی مشہور کتاب ہے اور اس کی شہرت کا باعث اس کی جامعیت ہے، اس کے اردو تراجم پہلے ہند میں اور پھر پاکستان میں شائع ہوتے رہے جو اپنی ہندی اشاعتوں کی دلپذیر نقلیں ہیں۔ بہر حال یہ اس کتاب کی مقبولیت ہی کا نتیجہ

ہے کہ آج اصل کمیاب ہے اور ترجمہ بآسانی دستیاب ہے۔ اصل کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

۴۔ علامہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ
المعروف بہ ابن حجر عسقلانیؒ الاصابہ فی تمیز الصحابہؓ

"الاصابہ فی تمیز الصحابہ" "الاستیعاب" اور "اسد الغابہ" کا ایک اعتبار سے تکملہ ہے۔ یعنی ان دونوں کتابوں پر بہت سے مفید اضافے ہیں اور ان مفید اضافوں کے باعث اس کو خود بھی ایک انفرادی کتاب کا درجہ حاصل ہوگیا۔ ان مفید اضافوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ "اسد الغابہ" پانچ جلدوں میں ہے اور الاصابہ آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان مندرجہ بالا کتابوں کا موضوع حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مقدس پاکیزہ احوال ہیں اور یہی ان کی قبولیت کا راز ہے، ان ہی میں بعض ارباب علم و صاحبانِ فکر و نظر نے اپنے لیے ایک اور راہ نکالی۔ ان حضرات نے جب یہ دیکھا کہ صحابہ کرام کے حالات و سوانح پر مشتمل بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس طرح لکھا گیا ہے کہ اب اس پر مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے تو پھر انہوں نے اس موضوع کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ اپنے لیے ایک اور راہ نکالی یعنی حضرات تابعین اور تبع تابعینؒ کے حالات و سوانح کو اپنا موضوع بنایا۔ ان طبقات میں مندرجہ ذیل طبقات نے زیادہ شہرت پائی۔ ان میں سے بعض حضرات نے اس موضوع کو کمال کی اس بلندی تک پہنچا دیا کہ اس سے آگے بڑھنا ناممکن ہے۔ ان مولفین طبقات حضرات تابعین و تبع تابعین میں سرآمد روزگار یہ حضرات ہیں۔

۱۔ علامہ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ آپ کے مولفہ و مرتبہ طبقات کا نام طبقات کے روایتی نام پر نہیں ہے بلکہ اس کا نام "تاریخ بغداد" ہے۔ آپ نام سے حیران نہ ہوں۔ میں صراحت کرتا ہوں۔

تاریخ بغداد بہت ہی عظیم اور ضخیم کتاب ہے۔ ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے اور

چونکہ یہ صرف حضرات تابعین اور تبع تابعین کے سوانح اور حالات پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے کہ اس میں علاوہ حضرات تابعین و تبع تابعین کے حالات کے ان بزرگوں اور صاحبانِ علوم و فنون کے حالات و سوانح بھی ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی طور پر بغداد سے رہا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کا مولد و منشا بغداد ہو۔ اسی قبیل کی دوسری کتاب تاریخ بغداد کے ایک سو سال بعد تالیف کی گئی یعنی

۲۔ علامہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر المعروف بہ ابن عساکر — متوفی ۵۷۱ھ — تاریخ ابن عساکر یا تاریخ دمشق

۳۔ امام ہمام شیخ عبداللہ یافعی قدس سرہ — آٹھویں صدی ہجری ۷۵۰ھ کے بعد — مراۃ الجنان

تاریخ ابن عساکر بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس کی تلخیص بھی بارہ جلدوں میں ہے۔ تاریخ ابن عساکر بھی تاریخ خطیب بغدادی کی طرح بہت مشہور ہے اور اس کا نہج و اسلوب بھی تاریخ ابن عساکر سے ملتا جلتا ہے۔ یہ تابعین و تبع تابعین حضرات کے علاوہ ان علما و فضلا و ادبا کے افکار پر مشتمل ہے جن کا بجائے بغداد کے دمشق سے تعلق رہا ہے۔ امام یافعی کی تاریخ جو سال بہ سال کے واقعات اور ہر سال کے اکابر و اعاظم علما و فضلا کے احوال و سوانح کا بہترین اور مستند مجموعہ ہے۔ تاریخ ابن عساکر اور تاریخ خطیب بغدادی کے نہج پر لکھی گئی ہے۔ علمائے کرام کی نظر میں بڑی مستند کتاب ہے اور بعد کے مصنفین کے لئے ایک بہترین ماخذ ہے۔ اسی طرز پر ایک تاریخ حلب بھی ہے اس کے مؤلف احمد المطلبی متوفی ۶۶۰ھ ہیں۔

۴۔ علامہ قاضی احمد بن خلکان — متوفی ۶۸۱ھ — وفیات الاعیان

یہ کتاب حضرات تابعین کے احوال سے شروع کی گئی ہے اور مصنف نے اپنے عہد کے یعنی ساتویں صدی ہجری کے وسط تک جو بزرگ و مقتدر علمائے

صلحار اور ادبا گذرے ہیں ان کے سوانح اور تراجم لکھے ہیں۔ "وفیات الاعیان" ہر دور کے مصنفین کے لئے تراجم احوال کے سلسلے میں ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ طبقات اور سوانح میں یہ بہت ہی معتبر کتاب ہے۔ متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

اس موضوع نے بہت جلد قبولیت حاصل کرلی اور علما و ادبا کی یہ کوشش ہوئی کہ اس کا دائرہ وسیع کیا جائے اور اپنی تالیف کو مقبول اور پسندیدہ بنانے کے لئے موضوع میں کچھ جدت طرازی کی جائے لہٰذا انھوں نے ایک راہ نکالی۔ ایک مصنف نے کسی ایک صدی کو اپنے طبقات کا موضوع بنالیا اور اس مخصوص صدی کے اکابر کے حالات اور سوانح تفصیل کے ساتھ قلم بند کئے اس سے ایک خاص فائدہ یہ ہوا کہ جو حالات پہلی تصانیف یا طبقات میں اختصار کے ساتھ ملتے تھے ان ہی "طبقات صدی" کی بدولت تفصیل سے پائے جانے لگے ان طبقات قرونیہ (قرن وار طبقات) میں مشہور ترین طبقات یہ ہیں:-

۱-	علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی	متوفی ۸۵۲ھ	الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ

یہ کتاب یا طبقات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آٹھویں صدی ہجری کے اکابر و اعیان کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے۔ یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات کس قدر تفصیل سے لکھے گئے ہوں گے۔ اور کتنے ادبا و اکابر کا اس میں ذکر کیا گیا ہوگا۔ یہ کتاب مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

۲-	علامہ حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی	متوفی ۹۰۲ھ	الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع

"الضوء اللامع" نویں صدی ہجری کے علماء و فضلا اور اکابر کے حالات پر مشتمل ہے۔ علامہ سخاوی نے اس کو اپنے استاد علامہ ابن حجر عسقلانی کے طرز پر مرتب کیا ہے۔ یہ بڑی ضخیم کتاب ہے ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ طباعت پذیر ہو چکی ہے۔ بعد کے مصنفین کے لئے تراجم اور سوانح احوال میں بڑی کارآمد

اور مستند کتاب ہے۔

۳۔ علامہ حافظ نجم الدین دمشقی متوفی ۱۰۶۱ھ الکوکب السائرہ فی اعیان المائۃ العاشرہ

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دسویں صدی ہجری کے اکابر و علما و فضلا کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ علامہ سخاوی کی طبقات کی طرح تو ضخیم نہیں پھر بھی دو جلدوں پر مشتمل ہے اور بیروت سے شائع ہو چکی ہے اس کی تصحیح علامہ راغب طباخ نے کی ہے۔

۴۔ علامہ عبدالحیٔ بن العماد الحنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ شذرات الذہب

دنیائے علم و ادب کی مشہور کتاب ہے اور بعد کے مصنفین کے لئے ایک زبردست ماخذ ہے۔ اب تک میں نے جن کتابوں کا ذکر کیا ان میں سے ہر ایک کسی ایک صدی سے مختص تھی۔ یہ کتاب ہزار سالہ ارباب علم و اصحابِ فکر و نظر اور اکابر ملت کا تذکرہ ہے۔ حالات بڑی تحقیق و تجسس و تفحص کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ اس لئے یہ تمام طبقات قرنیہ میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول کتاب ہے۔ شذرات الذہب آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ علامہ محمد ابن المحبی دمشقی متوفی ۱۱۱۱ھ خلاصۃ الاثر فی اعیان الحادی عشر

یہ گیارھویں صدی ہجری کے علما و فضلا کی طبقات ہے یعنی ان کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے اور یہ چاروں جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک عمدہ ماخذ ہے لیکن شذرات الذہب ایسی شہرت اس کو نصیب نہیں ہو سکی۔ کاش اس طرز پر چوتھی یا پانچویں صدی ہجری سے کام شروع ہوتا یعنی قرن وار اکابر و علما کے حالات قلم بند کئے جاتے تو یہ ذخیرہ اور بھی وقیع اور مہتم بالشان ہوتا پھر بھی اس سلسلہ اور طرز پر طبقات نگاری نے کچھ ایسی قبولیت حاصل کی کہ بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے مشاہیر علم اور اکابر ملت کے سوانح حیات پر مشتمل طبقات مرتب ہوئے جس کی صراحت اس طرح ہے

یعنی بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری کے طبقات تراجم یہ ہیں :-

۱- علامہ محمد خلیل المرادی دمشقی متوفی ۱۲۰۵ھ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر

۲- علامہ شیخ عبدالرزاق البیطار دمشقی متوفی ۱۳۳۵ھ حلیۃ البشر فی اعیان القرآن الثالث عشر

یہ بلند پایہ کتاب طبع نہیں ہوسکی۔ علامہ راغب طباخ فرماتے ہیں کہ اس کا قلمی نسخہ خاندان کے افراد کے پاس ہے۔ خیال تو یہی ہے کہ شاید ہی اس کے طبع کرانے کا خیال ان افراد کے دل میں پیدا ہو جب کہ اس موضوع پر بہت سی کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

۳- علامہ راغب طباخ متوفی ۱۳۷۰ھ اعلام النبلا

علامہ راغب طباخ الثقافۃ الاسلامیہ جیسی معرکۃ الآرا اور گراں مایہ کتاب کے مصنف ہیں۔ اس کتاب کی بدولت علامہ مغفور نے بہت شہرت پائی چونکہ آپ کا تعلق حلب کی یونیورسٹی سے تھا اور ثقافت اسلامیہ کے شعبہ سے آپ متعلق تھے چنانچہ آپ نے حلب کے مشہور مصنفین اور اکابر علما و فضلا کا تذکرہ "اعلام النبلا" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ تذکرہ ان اصحاب کے حالات اور سوانح پر مشتمل ہے جن کا تعلق تیرھویں صدی ہجری اور وسط قرن چہاردہم ہجری سے ہے اور حلب اور مضافات حلب سے جن کا تعلق رہا ہے۔ یہ کتاب حلب سے شائع ہو چکی ہے۔

۴- علامہ شیخ جمیل الشطی دمشقی متوفی ۱۳۷۵ھ روض البشر فی اعیان القرن الثالث عشر

یہ تذکرہ تیرھویں صدی ہجری کے اکابر علمار وادبا کے سوانح حیات پر مشتمل اور محتوی ہے۔ دمشق سے شائع ہو چکا ہے۔

۵- علامہ محمود بن عبداللہ شکری الآلوسی متوفی ۱۳۴۲ھ المسک الاذفر

یہ بہت ہی مشہور تذکرہ ہے۔ اس زمانہ کے مصنفین نے اس کو اپنا ماخذ

قرار دیا ہے۔ یہ تیرھویں اور چودھویں صدی کے آخر تک جو اکابر و علماء بغداد میں گزرے ہیں ان کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ یہ بہت ہی مشہور تذکرہ ہے اور مطبوعہ دستیاب ہے۔

تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے اکابر و علماء مصر، شام و عراق اور حجاز کے سوانح حیات پر مشتمل چند اور تالیفات بھی ہوئیں ان میں سے چند مشہور طبقات یا تذکرے یہ ہیں:۔

اشہر مشاہیر الشرق۔ مصنفہ مشہور ادیب جرجی زیدان جو آداب اللغۃ العربیہ کے مشہور مصنف ہیں۔ اسی طرح کے تذکرے ایران میں بھی شائع ہوئے۔ ایران پر شعر و شاعری کا مذاق غالب تھا۔ لہٰذا دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک وہاں طبقات العلماء کے بجائے تذکرۃ الشعراء زیادہ مرتب ہوئے ہیں۔ ان تذکروں کا یہاں ذکر نہیں کروں گا کہ یہ موضوع زیر بحث نہیں ہے۔ صفوی سلطنت کے قیام سے پہلے ہرات میں حضرت جامی کے قلم سے نفحات الانس آخری تذکرۃ الصوفیہ ہے۔ میں اس کی تفصیل حسب موقع پیش کروں گا۔ دورِ صفویہ میں جیسا کہ آپ کے علم میں ہے شیعیت کو بہت فروغ ہوا۔ اور علمائے اہل سنت کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا اس لئے ان حضرات نے سرزمین برصغیر پاک و ہند کا رُخ کیا۔ دورِ صفویہ میں علمائے جعفریہ یا امامیہ کے تذکرے لکھے گئے جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے کہ میں صرف طبقات اہل سنت کا ذکر کر رہا ہوں اسی وجہ سے میں نے طبقات الشعرا یا امامیہ کے تذکرے سے قلم کو روکا ہے۔ تذکرہ بالا طبقات کسی ایک مخصوص طبقہ کے لئے مختص نہیں تھے۔ ان طبقات میں علمائے اہل سنت بھی ہیں اور اکابر ملت بھی ہیں۔ زُہاد، صوفیہ اور اُدبا سب ہی شامل ہیں۔ اس لئے ان طبقات کے ڈانڈے "اصطلاحی طبقات الرجال" سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں۔ ان عمومی طبقات کے ساتھ ہی ساتھ "طبقات الرجال" یعنی ایک موضوع یا صنف

خاص پر قلم اٹھانے یا علم کے ایک مخصوص شعبہ اور فرع سے تعلق رکھنے والے حضرات کے سوانح وتراجم پر بھی کام ہوتا رہا۔ اور یہ کام اس لئے زیادہ مفید اور گراں قدر ہے کہ ایک فن سے تعلق رکھنے والے حضرات پر ایک مبسوط اور ضخیم کتاب میں جو لکھا جائے گا وہ یقیناً زیادہ مفصل ہوگا جو اس اول الذکر تذکرہ سے جو "طبقات اکابر" پر تصنیف کیا گیا ہے۔ شعبہ وار یا صنف وار طبقات کا دائرہ بہت وسیع ہے بے شمار علوم وفنون ہیں اور ان تمام فنون و علوم کے علمائے متبحّر کا احاطہ کرنا اور ان کے سوانح حیات کو ایک کتاب میں جمع کر دینا ایک امر محال ہے۔ بلیسیوں دفتر میں بھی اس وسیع دائرہ کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ارباب قلم اور صاحب تصنیف وتالیف نے ایک ایک فن اور علوم کے ایک ایک شعبہ پر قلم اٹھایا اور اس مخصوص شعبہ کے علمائے متبحرین ومصنّفین کو دنیائے علم میں متعارف کرایا۔

ان طبقات نگار حضرات کا امت پر بڑا احسان ہے کہ ان کی مساعی، تفحّص اور کاوش فکر وقلم سے ان حضرات کے احوال وسوانح اور ان کے علمی آثار تاریخ اسلام میں محفوظ رہ گئے اور بعد میں آنے والے مصنّفین اور مولفین کے لئے یہ یہ ادبی کاوشیں ایسا ماخذ بن گئیں جن پر ان کی تصانیف وتالیف کی خوبی وعمدگی کا حصر ہے۔

اس دور کا مصنّف جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتا ہے خصوصًا ایسے موضوع پر جس کا تعلق ملّتِ اسلامیہ کی تہذیب وثقافت اور علمی کمالات سے ہے تو اس راہ میں پیش آنے والی دشواریاں اور سنگ ہائے گراں اور تاریک گھاٹیاں انہی حضرات کی فکر وکاوش کی شمع کی لَو سے آتنی پُر نور بن جاتی ہیں اور رکاوٹیں اس طرح دُور ہو جاتی ہیں کہ بآسانی راستہ طے کیا جا سکتا ہے۔ ان ہی حضرات کی علمی کاوشیں ان سنگ ہائے گراں کو دور کرنے کے لئے ذہن وفکر کی قوتوں اور بازوئے عمل میں زور پیدا کر دیتی ہیں۔ ان حضرات کی تلاش اور

کاوشِ فکر کے نتیجے جب سامنے آتے ہیں تو یہ پیش آئندہ دشواریاں آسانیوں سے بدل جاتی ہیں! ہاں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب ہمارے بزرگوں نے طبقات نگاری کی طرف توجہ کی تو نوعِ انسانی کا کوئی طبقہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو انھوں نے اپنا موضوع نہ بنایا ہو۔ اگر ان سب حضرات کا میں ایک ایک دو دو سطروں میں ہی تعارف کراؤں تو یہ مقدمہ بجائے خود ایک تاریخ طبقات نگاری بن جائے گا۔ اس لئے میں یہاں صرف ان مشاہیر طبقات نگار حضرات کا ذکر کروں گا جنھوں نے صرف علماء و فضلا اور صوفیہ کرام کی طبقات نگاری کو اپنا موضوع بنایا۔ اور ان حضرات کے تراجم و سوانح پر اپنے طبقات یادگار چھوڑے ہیں اور ان میں سے بھی صرف مشہور اور ضروری طبقات نگار حضرات کا آپ سے تعارف کراؤں گا۔

ادیبوں کے تذکرہ پر مشتمل کتاب "طبقات الادبا" کے نام سے چھٹی صدی ہجری میں تالیف ہوئی اس کے مولف ابو البرکات عبدالرحمٰن الانباری المتوفی ۵۷۷ھ ہیں۔ یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

"طبقات الادبا" سے بھی زیادہ شہرت پانے والی کتاب "طبقات الحفاظ" ہے۔ یہ مشہور زمانہ فاضل جلیل علامہ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی المعروف بہ علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب عام طور پر "طبقات علامہ ذہبی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

قارئین کرام یہاں یہ صراحت ضروری ہے کہ طبقات الحفاظ" حافظانِ قرآن کریم کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ یہ راویانِ احادیث شریفہ کا جامع تذکرہ اور ان حضرات کے سوانح حیات کا مبسوط مجموعہ ہے۔ صاحبان مسانید و معاجم و مجامع صحیح کے لئے یہ "طبقات الحفاظ" ایک ضروری اور مفید ماخذ ہے۔ طبقات الحفاظ مصر و ہند میں شائع ہو چکی ہے اور دستیاب ہے۔

طبقات نگاری کے سلسلے میں بعض اربابِ قلم نے ایک اور موضوع اور شق کو اپنایا یعنی مذاہب اربعہ کے فضلا اور علما کا تذکرہ اپنے اپنے فقہی مسلک کے

لحاظ سے مرتب کیا ان میں اولیت کا شرف "طبقات الحنابلہ" کو حاصل ہے۔ اس میں وسط قرن ششم تک کے حنبلی علماء و فقہا کے تراجم و سوانح حیات کو تحقیق و تنقیح کے بعد جمع کیا گیا ہے۔

"طبقات الحنابلہ کے مؤلف علامہ ابوالحسن محمد ابن احمد حنبلی متوفی ۵۲۶ھ ہیں۔ اس طبقات میں انھوں نے اس دور تک گذرنے والے تمام فقہائے حنبلی کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ طبقات الحنابلہ کی تالیف و اشاعت نے حنفی مصنفین کو اس طرف متوجہ کیا کہ اسی نہج پر حنفی علما و فقہا اور مشہور زمانہ ادبا کا تذکرہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ شیخ جلیل فاضل نبیل عبدالقادر بن محمد القرشی متوفی ۷۷۵ھ نے "الجواہر المضیہ" یا "طبقات الحنفیہ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی۔ اس کتاب کا خلاصہ "الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ" کے نام سے شیخ تقی الدین التیمی متوفی ۱۰۰۵ھ نے مرتب کیا۔ علمائے احناف کے طبقات میں یہ تلخیص بڑی مستند اور مبسوط ہے۔ ابھی تک یہ اُردو زبان میں منتقل نہیں ہوئی ہے۔

اسی نہج اور طرز پر علمائے شافعیہ کا ایک ضخیم تذکرہ "طبقات الشافعیہ" کے نام سے علامہ تاج الدین السبکی ابن تقی الدین السبکی متوفی ۷۷۱ھ نے مرتب کیا۔ یہ تذکرہ بہت ضخیم ہے۔ چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور علمائے شافعیہ کے تراجم کے سلسلے میں ایک اہم اور مستند ماخذ کا کام دیتا ہے۔ اس کتاب نے بڑی شہرت پائی۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اب فقہ اربعہ کے علمائے کرام میں فقہ مالکیہ کے ارباب فضل و کمال رہ جاتے تھے اس کمی کو آٹھویں صدی ہجری میں ایک مشہور مالکی عالم اور مصنف نے پورا کیا یعنی شیخ برہان الدین ابراہیم ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے دیباج المذہب" یا "طبقات المالکیہ" لکھ کر پورا کیا۔ یہ کتاب مصر سے شائع ہو چکی ہے اور علمائے مالکیہ کے تذکرہ میں قابل اعتماد اور مستند سمجھی جاتی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں طبقات کا سلسلہ صرف یہیں تک محدود

نہیں رہا بلکہ ہر فن اور علم کے صاحب فضل وکمال کے سوانح حالات کو منضبط کیا گیا۔ طبقات ادبا، طبقات الشعرار، طبقات الحکمار، طبقات نحاۃ اور متعدد موضوعات اور فن کے لحاظ سے طبقات مرتب ہوئے آپ ان کی تفصیل علامہ راغب طباخ کی مرتبہ گراں قدر تالیف "الثقافۃ الاسلامیہ" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

دوسری صدی ہجری کے اواخر سے اسلام میں ایک اور طبقہ اپنے زہد واتقا خلوص عبادت اور راستی وپاک بینی کے اعتبار سے ابھرنا شروع ہوا یعنی طبقہ صوفیہ۔ شیخ ابو الہاشم دوسری صدی ہجری کے اواخر کی پہلی شخصیت ہیں جو زاہد یا متقی کے نام سے نہیں بلکہ صوفی کے مقدس اور معتبر نام سے موسوم کئے گئے۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں یہ حضرات حجاز، عراق، شام ومصر اور ایران میں ہر طرف پھیل گئے انھوں نے اپنی عبادت اور تزکیۂ نفس کے لئے خلوت نشینی کی خاطر زاویے یا خانقاہیں تعمیر کر وائیں اور دو صدیوں میں یعنی چوتھی صدی ہجری تک ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو گئی۔ اور اس علمی نظریۂ حیات نے ایک باقاعدہ علمی زندگی کے حدود میں قدم رکھا۔ تیسری صدی ہجری سے اس نظریۂ حیات پر باقاعدہ تصنیف وتالیف کا آغاز ہو گیا جس کی تفصیل میں نے "عوارف المعارف" کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں پیش کی ہے۔ یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ تیسری صدی ہجری میں اس مقدس طبقہ نے یہ اہمیت حاصل کر لی تھی کہ اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس طبقہ میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص، علمائے متبحر اور فضلائے نبیل وجزیل شامل تھے۔ ان حضرات میں محدثین بھی تھے اور مفسرین بھی۔ فقہا بھی تھے اور حکما بھی۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان مشاہیر صوفیہ کے تعارف اور تفصیلی احوال پر مبنی طبقات مرتب کئے جائیں! چنانچہ سب سے پہلے اس موضوع پر شیخ الطریقت ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری نے قلم اٹھایا اور آپ نے طبقات الصوفیہ مرتب فرمائی۔ یہ

---

[1] آپ نے نیشاپور میں ۴۱۲ھ میں انتقال فرمایا آپ کی طبقات دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی ہجری کے ارباب تصوف کے تراجم یا سوانح حالات پر مشتمل ہے۔

کتاب پانچ طبقات پر منقسم ہے۔ اس طبقات الصوفیہ کا ہروی زبان میں کچھ اضافوں کے ساتھ شیخ ابو اسمٰعیل عبداللہ ہروی نے املا کرایا۔ اور تکملہ کے بعد اس کا نام بھی "طبقات الصوفیہ" رکھا گیا۔ عجم میں طبقات الصوفیہ پر یہ پہلی کتاب ہے۔ شیخ سلمی نیشاپوری کے قریب العہد ہی محدث عظیم حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ نے طبقات الصوفیہ پر اول الذکر طبقات سے زیادہ ضخیم اور جامع کتاب مرتب فرمائی۔ اس کا نام بھی آپ نے "حلیۃ الاولیا" رکھا۔ یہ چار جلدوں میں ہے اور یہ مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔ محدث ابو نعیم اصبہانی کی طبقات کا دائرہ شیخ سلمی نیشاپوری کی طبقات سے زیادہ وسیع ہے یعنی اس میں صحابہ کرام، حضرات تابعین میں سے کچھ حضرات، تبع تابعین کی ایک جماعت، مشہور ائمہ۔ صوفیہ اور اہل زہد و تقویٰ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ان حضرات کے صرف تراجم و سوانح حالات ہی نہیں بلکہ ان بزرگوں کے اقوال اور پاکیزہ کلمات بھی نقل کئے ہیں۔ اکثر حکایات بھی اور اسناد بھی مذکور ہیں جس کے باعث کتاب کی ضخامت زیادہ ہو گئی ہے۔ بہرحال طبقات پر یہ تیسری صدی ہجری کی ایک جامع اور مبسوط کتاب ہے۔

شیخ ابن الجوزی جو تاریخ میں سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے تصوف پر ایسی تنقید کی ہے جو ارباب صفا کے قدرے خلاف ہے اور "تلبیس ابلیس" کے نام سے اس تنقید کو پیش کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے حافظ محدث ابو نعیم اصبہانی قدس سرہٗ کی ضخیم طبقات موسوم بہ "حلیۃ الاولیا" کی تلخیص ایک جلد میں کی ہے۔ گو انھوں نے اس کا اقرار نہیں کیا ہے کہ میری کتاب "صفوۃ الصفوہ" حافظ ابو نعیم قدس سرہٗ کی تلخیص ہے لیکن مباحث اور عنوانات کی یکرنگی کے باعث علامہ راغب طباخ نے اس کو "حلیۃ الاولیا" کی تلخیص ہی بتایا ہے۔ چنانچہ "الثقافۃ الاسلامیہ" میں تحریر فرماتے ہیں :۔ اسی حلیۃ الاولیا کو ایک اچھے اسلوب اور انداز خوب میں حافظ ابو الفرج عبدالرحمٰن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے مختصر کیا ہے۔ اور اس کو صفوۃ الصفوۃ کے نام سے موسوم کیا ہے اور "حلیۃ الاولیا" کے بعض

نکات پر تنقید بھی کی ہے۔"

یہاں یہ بحث نہیں کہ "صفوۃ الصفوۃ" حلیۃ الاولیاء کی تلخیص ہے یا خود ایک مستقل تصنیف ہے بلکہ اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ محدث عظیم ابونعیم اصبہانی قدس سرہ کی حلیۃ الاولیا کے بعد طبقات الصوفیہ پر ابن الجوزی کی "صفوۃ الصفوۃ" بھی ایک قابلِ ذکر کتاب ہے۔

بعد کے مصنفین "طبقات الصوفیہ" کے لئے حلیۃ الاولیا ایک اساس اور ایک اہم ماخذ بنی رہی۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ محمد بن حسن بن عبداللہ شافعی متوفی ۷۶۰ھ کی مشہور کتاب "مجمع الاخبار فی مناقب الاخیار" اسی حلیۃ الاولیاء کا اختصار ہے لیکن انھوں نے بعض تراجم کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یعنی اپنے عہد تک کے بعض اربابِ تصوف کی سوانح اس میں بیان کی ہیں۔

نفحات الانس[1]:۔ بعض حضرات کا یہ خیال کہ نفحات الانس حضرت جامی قدس سرہ بھی حلیۃ الاولیا کی تلخیص ہے درست نہیں ہے بلکہ یہ شیخ سلمی نیشاپوری کی کتاب طبقات الصوفیہ پر مبنی ہے جس کو کچھ اضافوں کے ساتھ حضرت شیخ ابو اسمٰعیل عبداللہ انصاری ہروی نے ہروی زبان میں املا کرایا تھا۔ حضرت جامی قدس سرہ نے پہلی مرتبہ اسی ہروی زبان کی طبقات الصوفیہ کو فارسی میں متعدد اضافوں کے ساتھ منتقل کیا۔ یہ اضافہ ان بزرگوں کے تراجم اور سوانح حالات کا ہے جو ہروی زبان کی طبقات الصوفیہ میں بیان نہیں کئے گئے تھے۔ حضرت جامی قدس سرہ نے اس پر مزید اضافہ فرمایا۔ البتہ دسویں صدی ہجری میں مشہور زمانہ عالم محدث وفقیہ شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی قدس سرہ متوفی ۹۵۲ھ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "الواقع الانوار فی طبقات السادہ الاخیار" اسی طبقات الصوفیہ (ابونعیم اصبہانی) کو ماخذ بنا کر مرتب فرمائی۔ یہ کتاب حلیۃ الاولیا کی تلخیص کہی جاسکتی ہے۔ مذکورہ بالا طبقات

---

[1] مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کی فرمائش پر راقم السطور شمس بریلوی اس کا ترجمہ کر رہا ہے یہ ایک مبسوط مقدمے کے ساتھ کتابت کے مرحلے میں ہے۔ ان شاء اللہ اس سال کے آخر تک کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گی۔

الصوفیہ کے علاوہ گیارہویں صدی ہجری میں مرتب ہونے والی اس کتاب کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس سے میری مراد "الکواکب الدریہ فی مناقب الصوفیہ" ہے جس کے مؤلف علامہ شیخ محمد بن عبدالرؤف المناوی ہیں جن کا سال وفات ۱۰۳۱ھ ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

بعض اصحاب فکر اور ارباب قلم نے طبقات نگاری میں ایک نئی راہ پیدا کی یعنی بعض مشائخ متقدمین اور صوفیائے عظام قدس اللہ اسرارہم نے موضوع تصوف پر جب قلم اٹھایا اور تصوف کو ایک علمی حیثیت سے پیش کیا تو اپنی تصانیف میں ایک باب تذکرۃ الصوفیہ یا احوال الصوفیہ کے لئے بھی مختص کر دیا۔ ایسے بزرگوں میں حضرت امام طریقت شیخ ابوالقاسم قشیری[1] قدس سرہٗ کو اولیت کا فخر حاصل ہے۔ آپ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف موسوم بہ "رسالہ قشیریہ" میں ایک باب احوال الصوفیہ کے لئے بھی مخصوص رکھا ہے۔ رسالہ قشیریہ ایک اوسط درجہ کے حجم کی تصنیف ہے۔ امام قشیری نے ایک مخصوص باب میں تراسی (۸۳) مشائخ معروف کا تذکرہ لکھا ہے۔ ہر چند کہ یہ سوانح حیات مختصر ہیں لیکن بڑے مستند اور دلپذیر انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۴۶ھ میں مصر سے طبع ہو چکا ہے[2]۔ رسالہ قشیریہ عربی زبان میں ہے۔

اسی زمانے میں برصغیر پاک و ہند کے پہلے شیخ الطریقت جنہوں نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ مبذول فرمائی شیخ الطریقت قدوۃ السالکین حضرت علی بن عثمان جلالی الہجویری الغزنوی قدس سرہٗ المعروف بہ داتا گنج بخش المتوفی ۴۷۰ھ ہیں۔

---

[1] شیخ الطریقت ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری النیشاپوری المعروف بہ استاذ القشیری، امام قشیری متوفی ۴۶۵ھ۔

[2] راقم السطور کے پاس اس کی اس شرح کا جو شیخ طریقت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے لکھی ہے مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔

جنہوں نے لاہور کی سرزمین کو اپنے قیام سے رونق بخشی۔ اور اپنی مشہور زمانہ کتاب "کشف المحجوب" کا یہاں تکملہ کیا۔ "کشف المحجوب الارباب القلوب"، تصوف کے موضوع پر فارسی زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ "کشف المحجوب" کو قرن نجم کی تصوف کے موضوع پر جامع ترین کتاب تسلیم کیا گیا ہے۔ حضرت ہجویری قدس سرہٗ نے "کشف المحجوب" کے کشف (باب ۱۳تا ۱۱) کے ذیل میں پہلی صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک کے مشائخ کرام کے سوانح حالات تحریر فرمائے ہیں۔

طبقات الصوفیہ کے طرز پر فارسی زبان میں "تذکرے" بھی مرتب ہوئے۔ ان تذکروں میں اولیت کا شرف "شیخ الطریقت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ متوفی سنہ ۶۲۰ھ کو حاصل ہے۔ آپ کا مرتب کردہ تذکرہ "تذکرۃ الاولیا" کے نام سے مشہور و معروف اور متداول ہے۔ یہ تذکرہ "رینالڈ آلن نکلسن مشہور برطانوی مستشرق کی کوشش سے دو جلدوں میں کافی تصحیح اور تقابل نسخ کے بعد "لیڈن" سے شائع ہو چکا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اور اردو زبان میں کئی ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں۔

فارسی زبان میں چھٹی صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک صوفیائے کرام کے تذکروں میں ایک خلا موجود ہے۔ اس کے اسباب و علل پر بحث کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس تین سو سال کی مدت میں تصوف کے موضوع پر بڑی بلند پایہ اور گراں قدر تصانیف لکھی گئی ہیں لیکن طبقات الصوفیہ پر قلم نہیں اٹھایا گیا۔ صرف نویں صدی ہجری میں "نفحات الانس" ایک قابل قدر اور گراں مایہ تذکرۃ الصوفیہ ہے جس کی تالیف کا کام سنہ ۸۸۱ھ میں شروع ہوا اور سنہ ۸۸۳ھ میں اس کا تکملہ ہوا۔ "نفحات الانس" میں چھ سو سے زائد بزرگان تصوف اور مشائخ طریقت کا ذکر ہے۔ بعض سوانح بہت مختصر ہیں اور بعض کچھ تفصیل کے ساتھ ہیں۔ اس تذکرہ کا معتدبہ حصہ جیساکہ خود حضرت جامی قدس سرہٗ نے نفحات الانس کے مقدمہ میں اس کی

صراحت کی ہے۔ حضرت شیخ ابو اسمٰعیل ہروی کے طبقات الصوفیہ (بزبان ہروی) پر مبنی ہے۔ املائی ہروی پر مزید اضافے اور دیگر سوانح حالات خود حضرت جامی قدس سرہٗ کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔

"نفحات الانس" کے بعد عرب و عجم میں اس موضوع پر کسی کتاب کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ برصغیر میں اس موضوع پر قلم اٹھایا گیا اور خوب لکھا گیا۔ ان تذکروں میں شیخ امیر خورد چشتی کا تذکرہ "سیر الاولیاء" سلطان ابراہیم لودھی کے استاد شیخ جمالی کا مرتبہ تذکرہ "سیر العارفین" شیخ الہدیہ کا مرتبہ تذکرہ "سیر الاقطاب" شیخ غوثی منڈوی شطاری کا مرتبہ تذکرہ "گلزارِ ابرار" برصغیر پاک و ہند میں لکھے جانے والے قدیم تذکرے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں گیارھویں صدی ہجری میں لکھے جانے والے دو تذکرے اور قابلِ ذکر ہیں جو آج تک مشہور ہیں۔ اور قبول عام کی سند ان کو حاصل ہے۔ ان میں سے ایک محدث عظیم شیخ الطریقت عبدالحق محدث دھلوی قدس سرہٗ المتوفی ۱۶۴۲ء کا تصنیف کردہ تذکرہ "اخبار الاخیار" ہے اس کی زبان فارسی ہے۔ اس تذکرہ کا آغاز تبرکاً و تیمناً حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ سے کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مبنی ہے تذکرۂ صوفیہ ہند پر۔ دوسرا مشہور تذکرہ جو اخبار الاخیار سے قریب العہد ہے۔ وہ "سفینۃ الاولیا" ہے۔ اس کا مرتب شاہزادہ والا قدر داراشکوہ مقتول ہے۔ یہ صرف صوفیہ ہند و پاک پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہے اور مشاہیر صوفیہ عجم و عرب و عراق کا بھی تذکرہ ہے لیکن زیادہ ضخیم نہیں ہے۔ زبان فارسی ہے۔

ان مجموعی تذکروں کے بعد اس نہج پر اس برصغیر میں تذکرے بہت ہی کم لکھے گئے۔ صرف مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے "خزینۃ الاصفیا" کو برصغیر میں صوفیہ کا آخری تذکرہ کہا جا سکتا ہے۔ "خزینۃ الاصفیا" طبع ہو چکا ہے۔ اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ بھی عمومی تذکرہ

کج

الصوفیہ کی مختصر تاریخ :۔ تاریخ تصوف کا مطالعہ کرنے والے حضرات واقف ہیں کہ عرب و عجم میں تصوف کے بہت سے خانوادے ظہور میں آئے ان میں مشہور سلاسل یہ ہیں :۔

۱۔ سلسلۂ محاسبیہ	یہ خانوادہ تصوف یا سلسلہ حضرت شیخ الطریقت شیخ ابو عبداللہ حارث محاسبی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اور آپ اس گروہ کے امام ہیں۔ آپ مشائخ متقدمین میں سے ہیں۔
۲۔ سلسلۂ قصاریہ	اس گروہ کے امام حضرت شیخ ابو صالح بن حمدون بن عمارہ القصار رضی اللہ عنہ ہیں۔
۳۔ سلسلۂ طیفوریہ	یہ سلسلہ شیخ ابو یزید طیفور بن عیسے بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتا ہے اور آپ اس گروہ طیفوریہ کے پیشوا تھے۔
۴۔ سلسلہ جنیدیہ	یہ سلسلہ حضرت سید الطائفہ ابو القاسم جنید بن محمد قدس سرہٗ العزیز سے شروع ہوتا ہے طاؤس الفقرا نے آپ کو امام الائمہ کہا ہے آپ طریقت میں سید الطائفہ کے لقب سے مشہور ہیں۔
۵۔ سلسلہ نوریہ	گروہ صوفیہ نوریہ کا تعلق شیخ الطریقت حضرت ابو الحسن احمد بن نوری المعروف بہ ابو الحسن نوری قدس اللہ سرہ ہیں۔
۶۔ سلسلہ سہلیہ	اس سلسلے کے امام و پیشوا حضرت سہل بن

عبداللہ تستری قدس اللہ سرہٗ ہیں۔ آپ سرخیل اور باب تصوف ہیں۔ تفسیر تستری کے مصنف ہیں۔

۷۔ سلسلہ حکیمیہ: اس سلسلہ کے بانی شیخ الطریقت ابو عبداللہ بن علی الحکیم ترمذی قدس سرہٗ ہیں۔ اپنے وقت کے امام تھے اور تمام علوم ظاہری و باطنی میں فرد تھے۔

۸۔ سلسلہ خفیفیہ: شیخ الطریقت حضرت ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ اس فرقہ یا گروہ کے امام ہیں۔ علم طریقت میں صاحب تصانیف گزرے ہیں۔

۹۔ سلسلہ سیاریہ: اس سلسلہ کے بانی شیخ الطریقت حضرت ابو العباس سیاری ہیں۔ آپ کا تعلق مرو سے تھا۔ تمام علوم میں کامل فرد تھے۔ مرو میں آج بھی آپ کے سلسلہ کے لوگ موجود ہیں۔

لیکن یہ وہ سلاسل اور خانوادے ہیں جو چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک شمار کئے جاتے تھے۔ اس کے بعد انہی سلاسل کے شیوخ یا بعد میں یہ سلاسل ایک دوسرے میں ضم ہو گئے اور قطب الاقطاب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سلسلہ قادریہ شروع ہوا اور عرب و عجم اور سرزمین ہند میں خوب ہی پھولا پھلا اور الحمد للہ کہ آج بھی لاکھوں افراد دامن قادریت سے وابستہ ہیں اور حضرت والا کا یہ شعر اپنی صداقت پر آپ اپنا گواہ ہے ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ٭ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(ہو گئے اسلاف کے سورج غروب ٭ میرے سورج کو نہیں خوفِ زوال شمس)

دوسرا عظیم سلسلہ چشتیہ ہے جس کے سرخیل شیخ الطریقت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ ہیں لیکن اس برصغیر میں خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے انفاس قدسیہ سے اس کو وہ فروغ حاصل ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ چراغ چشتیاں آج بھی ضیا بار ہے۔

تیسرا سلسلہ نقشبندیہ ہے جس کے امام و پیشوا شیخ الطریقت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز ہیں۔ حضرت مولانا جامی اور دوسرے اکابر طریقت کی بدولت عجم میں اور حضرت شاہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور آپ کے خلفاء خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کی پاک تعلیمات کی عطر بیزیوں سے تمام ہند و افغانستان کی فضائیں معطر ہو گئیں اور ان کی خوشبو سے آج بھی مشام جان معطر ہیں اور لاکھوں نفوس اس پاک دامن سے وابستہ ہیں۔

چوتھا سلسلہ سہروردیہ ہے جس کے امام و پیشوا تو شیخ الطریقت حضرت ابو النجیب عبد القاہر سہروردی قدس سرہٗ ہیں لیکن قدرت نے اس کی اشاعت حضرت ابو النجیب کے برادر زادہ اور خلیفہ حضرت شیخ الشیوخ امام السالکین شیخ شہاب الدین عمر قدس سرہٗ کے سپرد کی تھی۔ عجم میں اس کی اشاعت آپ کے انفاس قدسیہ کی رہین منت ہے اور اس برصغیر میں اس کی اشاعت کا شرف حضرت قطب عالم شیخ الطریقت بہاء الدین ذکریا ملتانی کو حاصل ہوا اور یہ سلسلہ پنجاب سے نکل کر بنگال تک پہنچا اور الحمد للہ کہ برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلے کے حلقہ بگوشوں کا شمار لاکھوں سے متجاوز ہے۔

اب یہ امر واضح ہو گیا ہو گا کہ برصغیر پاک ہند اور بیرون ہند جس قدر بھی سلاسل موجود ہیں ان سب کی اصل سلسلہ جنیدیہ، ادھمیہ، طیفوریہ، خفیفیہ، زیدیہ اور سہروردیہ ہیں۔ لیکن بعد میں انہی سلاسل کے مشائخ سے منسوب ہو کر یہ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور کبرویہ کہلانے لگے۔ اس سلسلے میں صاحب سکینۃ الاولیا (شہزادہ دارا شکوہ) کی صراحت

لطف سے خالی نہیں۔ اس لئے میں یہاں اس کو پیش کر رہا ہوں۔!

متن سکینۃ الاولیا

چوں از مشائخ متاخرین حضرت غوث
الثقلین رضی اللہ عنہ و حضرت خواجہ
معین الدین چشتی و حضرت خواجہ
بہار الدین نقشبند و حضرت شیخ
شہاب الدین عمر سہروردی و حضرت شیخ
نجم الدین کبریٰ قدس اللہ اسرارہم بسیار
مشہور و معروف گشتند ایں سلسلہ ہا بنام
ایں عزیزاں شد والا قادریاں، جنیدیاں
اند و چشتیاں ادھمیاں اند و نقشبندیاں
طیفوریاں اند و بہ جنیدیاں ہم نسبتے
دارند و سہروردیاں خفیفیاں اند و بہ
جنیدیاں ہم نسبتے دارند و کبرویاں زیدیانند
بطیفوریاں ہم نسبتے دارند........
ایں بزرگانے کہ مذکور شدند مقبول ہمہ
مومناں اند و، ہیچ کس از خواص و عوام
بے ارادت یکے ازیں سلاسل نیست و
جملہ مشائخ ایں زماں ازیں سلاسل
بیروں نیند و مقتدایاں ایں سلاسل
مذکور جملہ کاملان اند و عارفان و واصلان
ونمائندہ راہ ہدیٰ رسانندۂ مطلب اعلیٰ :-
(سکینۃ الاولیا مطبوعہ تہران ص ۱۵-۱۶)

اردو ترجمہ

متاخرین مشائخ میں چونکہ حضرت غوث
الثقلین رضی اللہ عنہ حضرت خواجہ
معین الدین چشتی حضرت خواجہ بہار الدین
نقشبند حضرت شیخ شہاب الدین عمر
سہروردی اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ
(قدس اللہ اسرارہم) بہت ہی زیادہ
مشہور و معروف ہوئے ہیں لہذا یہ
سلاسل ان حضرات والا کے نام سے
موسوم اور منسوب ہو گئے۔ ورنہ
حقیقت میں قادری حضرات جنیدی
ہیں اور چشتی حضرات ادھمی ہیں اور
نقشبندی حضرات طیفوری ہیں اور
ان کو جنیدیوں سے بھی نسبت ہے
سہروردی حضرات خفیفی (حضرت
عبداللہ خفیف قدس سرہٗ) ہیں۔
اور جنیدیوں سے بھی ان کو نسبت
ہے۔ کبروی زیدی ہیں اور طیفوریوں
سے بھی ان کو نسبت ہے۔
ہم نے جن بزرگوں کا اوپر تذکرہ
کیا ہے یہ حضرات تمام ایمان والوں
میں مقبول ہیں اور خواص و عوام

میں سے کوئی ان سلاسل کی ارادت و
عقیدت سے باہر نہیں ہے اور اس زمانہ
کے تمام مشائخ ان سلاسل سے متعلق ہیں۔
ان سلاسل کے مذکورہ پیشوا حضرات میں
سے ہر ایک کامل، عارف، واصل بخش،
رہنما اور مطلب حقیقی تک پہنچانے والی
بزرگ ہستی ہے۔

یہاں ان سلاسل اور ان کی شاخوں یا شجرہ ہائے طریقت و سلاسل کا بیان تفصیل سے مقصود نہیں ہے بلکہ یہ عرض کرنا اور بتانا تھا کہ عمومی تذکروں کے بعد خانوادہ ہائے طریقت یا صاحب سلسلہ مشائخ کے تذکرے بھی لکھے گئے۔ عجم و عراق میں تو ایسا کم ہوا لیکن برصغیر میں اس سلسلے میں زیادہ کام ہوا۔ مگر متاخرین کے قلم سے۔ چنانچہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ سلاسل میں سے ہر سلسلہ کے اکابر کے حالات تحریر کئے گئے۔

شیخ جمالی کی "سیر العارفین" اس سلسلے میں قابل ذکر ہے۔ انہوں نے اکابر سلسلہ چشتیہ اور سہروردیہ کے چند شیوخ قدس اللہ اسرارھم کے حالات اپنے تذکرہ میں قلم بند کئے ہیں۔ شاہزادہ مظلوم دارا شکوہ کا عمومی تذکرہ "سفینۃ الاولیا" ایک قابل قدر تذکرہ ہے اور اس میں اکثر مشائخ قادریہ کے حالات ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں لیکن اس کے برعکس "سکینۃ الاولیا" ایک خصوصی خانوادہ کا تذکرہ ہے یعنی اس میں انھوں نے حضرت شاہ میاں میر لاہوری اور ان کے تمام خلفاء و اکابر مریدین کا تذکرہ کیا ہے۔

یہ جمالی کے تذکرہ "سیر العارفین" کے بعد دوسرا خصوصی تذکرہ ہے۔ اس کے بعد گیارھویں صدی ہجری میں "حضرات قدس" جس کے مؤلف شیخ بدرالدین سرہندی ہیں لکھا گیا۔ یہ بھی ایک خصوصی تذکرہ ہے جس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ اور آپ کے خلفا اور فرزندان گرامی کے حالات تحریر کئے ہیں۔ حضرت امام الامت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے بھی اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات تحریر

فرمائے ہیں جس کو " انفاس العارفین" سے موسوم کیا ہے۔ یہ بھی ایک خصوصی تذکرہ ہے لیکن انفرادی نہیں ہے یعنی صرف ایک محترم و مقدس شخصیت کے احوال و سوانح پر مشتمل نہیں ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں خانوادہ ہائے تصوف کے اکابر اور سلسلہ کے خلفا پر بہت کچھ لکھا گیا اور چودھویں صدی ہجری میں اس سلسلے میں قرنِ ماسبق سے زیادہ کام ہوا۔ میں یہاں ان تصانیف کی تفصیل اور ان کے تعارف میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے صرف یہ عرض کرنا تھا کہ طبقات نگاری کے طرز پر اس برصغیر پاک و ہند میں بھی بہت کچھ کام ہوا۔ چونکہ مدتوں اور قرنوں تک یہاں کی زبان فارسی رہی اس لئے طبقات نگاری فارسی زبان ہی کی گئی۔ عربی میں اس قبیل کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

شیخ الطریقت کے سوانح اور احوال پر جہاں تک استقصا سے پتہ چلا ہے عربی زبان میں ابتدائی قرنوں میں کچھ کام نہیں ہوا۔ البتہ فارسی زبان میں چھٹی صدی ہجری کے وسط میں شیخ کمال الدین محمد بن ابی لطف اللہ بن ابی سعید (یعنی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ کے پوتے) نے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی جس کا نام " حالات و سخنان شیخ ابوسعید فضل اللہ ابن ابوالخیر المھینی ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور پانچ ابواب پر منقسم ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ باب اول میں حضرت شیخ ابوسعید کی ابتدائی زندگی کے حالات ہیں۔ باب دوم میں آپ کی ریاضت و عبادت کا تذکرہ ہے۔ باب سوم میں شیخ کی کرامات مذکور ہیں باب چہارم میں آپ کی زندگی کی خیر و برکات کا تذکرہ ہے۔ اور باب پنجم آپ کی وصایا اور احوال وفات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ایک روسی مستشرق کی مساعی سے پیٹرزبرگ (حال ماسکو) سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اوسط درجہ کی ضخامت ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک اور کتاب " اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابوسعید" ہے۔ یہ کتاب آپ کے پڑپوتے " محمد بن المنور" نے ۵۷۰ھ میں مرتب کی لیکن اولیت کا شرف اول الذکر سوانح کو حاصل ہے۔ اس کتاب کو "کشف المحجوب" جیسا

تحقیقی کام کرنے والے روسی مستشرق ژدوکوفسکی نے ۱۳۱۶ھ میں پیٹرز برگ سے شائع کیا۔ اس کے بعد یہی نسخہ تہران سے بھی شائع ہوا۔ یہ کتاب صرف تین ابواب پر مشتمل ہے لیکن کمال الدین کی کتاب سے زیادہ مفصل اور جامع ہے۔ ان دونوں کتابوں کے بعد فارسی میں کسی شیخ الطریقت کی سوانح کا پتہ نہیں چلتا۔

مشائخ طریقت میں سے کسی ایک شیخ سلسلے کے احوال و سوانح پر عربی زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب "بہجۃ الاسرار" ہے جو سیدنا حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے سوانح احوال پر مشتمل ہے۔ بہجۃ الاسرار کے مصنف ملاّ نورالدین ابی الحسن علی ابن یوسف الشافعی اللخمی قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ یہ سوانح عربی زبان میں ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔ امام ذہبی قدس سرہٗ نے اپنی "طبقات المقربین" میں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور آپ کی تعریف کی ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کو بڑی عقیدت اور سچی محبت تھی۔ اسی محبت سے سرشار ہو کر آپ نے حضرت غوث الاعظم رض کے حالات و مناقب پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن "بہجۃ الاسرار" ان سب میں زیادہ مشہور ہوئی۔ بہجۃ الاسرار کے سلسلے میں اور کچھ میں کہنا نہیں چاہتا کہ وہ میرے مقدمہ کا موضوع نہیں ہے۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ محدّث علام عاشق رسول واقف رموز شریعت و طریقت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ نے "بہجت الاسرار" کو بہت سراہا ہے۔ اور قادری نسبت رکھنے کے باعث فارسی زبان میں اس کی تلخیص "زبدۃ الآثار" کے نام سے کی ہے۔ اس تلخیص اور اصل کتاب دونوں کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور قبول خاص و عام ہے۔

قارئین کرام! یہ ملحوظ رہے کہ میں جداگانہ سوانح حیات کے سلسلے میں عرض کر رہا ہوں ورنہ چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد کون سی تاریخ اور کون سا تذکرۃ الاولیاء اور مشائخ عظام اور شیوخ طریقت کا وہ کون سا تذکرہ ہے جو محبوب ربانی قطب الاقطاب سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پاک ذکر سے

خالی ہے۔ یہاں تک کہ تصوف کے ناقد علامہ ابن الجوزی نے بھی "صفوۃ الصفوۃ" میں اختصار کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے۔ متاخرین بزرگوں اور مشائخ کبار میں امام اجل عبداللہ یافعی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی تاریخ میں کافی شرح وبسط کے ساتھ آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد کی صدیوں میں جو تذکرۃ المشائخ عظام اور شافعی وحنبلی علمار فقہا اور اولیار کرام پر مرتب ہوئے ان میں آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا کہ آپ سرخیل اولیار، شاہ اصفیا، قدوۃ السالکین قطب الاقطاب، آفتاب ولایت تاجدار قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ہیں۔

بہجۃ الاسرار کے بعد عربی زبان میں آپ کی مبسوط وضخیم سوانح حیات اور پاکیزہ احوال میں لکھی جانے والی کتاب "قلائد الجواہر" ہے جس کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اور یہ مقدمہ اسی کی تقریب تعارف میں تحریر کیا گیا ہے۔ "قلائد الجواہر" دسویں صدی ہجری میں تصنیف کی گئی اگرچہ مقدمہ میں اس قسم کی کوئی صراحت نہیں ہے بلکہ مصنف "قلائد الجواہر" شیخ محمد یحییٰ تادنی نے اس سلسلے میں کسی قسم کی صراحت نہیں کی ہے بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ:۔

"حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے حالات اب تک جن کتابوں میں لکھے گئے تھے وہ بہت ہی مختصر تھے۔ اس اختصار کی میں نے یہ توجیہ کی ہے کہ یا بوجہ کافی شہرت آپ کے حالات تفصیل سے بیان نہیں کئے گئے یا پھر مؤلفین نے ابن الجوزی کی پیروی کی ہے۔

اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ان تمام مناقب کو جو متفرق کتابوں میں مطالعہ سے گزرے تھے یکجا کرنے کی میں نے سعادت حاصل کی ہے۔"

(مختصر مقدمہ یا تعارف ——————
قلائد الجواہر۔ از شیخ محمد یحییٰ تادنی)

فہرست مضامین

قلائد الجواہر

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مجاہدات، عبادات اور محیر العقول کرامتیں

وجہ تالیف زیرِ نظر کتاب قلائد الجواہر کے مصنف علامہ یحیٰی تادفی فرماتے ہیں کہ جب میں نے قاضی القضاۃ مجیر الدین عبدالرحمٰن علیمی کی تصانیف اور دیگر اسلاف کی مرتب کردہ کتب تاریخ وسیرت کا مطالعہ کیا تو مجھے سخت تعجب ہوا کہ انھوں نے ہمارے سردار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب وفضائل بیان کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے لیکن مَیں نے بزعم خود اس کی یہ توجیہہ کی کہ اس اختصار کی وجہ یا تو جناب شیخ کی لامتناہی شہرت ہے یا انھوں نے اپنی تصنیف میں علامہ ابن جوزی کی اقتداء کی ہے۔

اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے مَیں نے یہ ارادہ کیا کہ مَیں حضرت شیخ کے اُن تمام مناقب کو جو مَیں نے متفرق کتابوں میں پڑھے ہیں۔ یکجا کرنے کی سعادت حاصل کر لوں اور اس تالیف میں اس ترتیب کا خیال رکھوں کہ ابتداء میں آپ کا نسب، اخلاق عملی زندگی اور ملفوظات بیان کرنے کے بعد عظمتِ اولیاء کے اعتراف میں آپ کی اولاد

امجاد اور متوسلین کا بھی تذکرہ کروں جو آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے اور طوالت سے اجتناب[1] کرتے ہوئے آپ کی ولادت سے وفات تک کا ذکر کر کے اپنی تصنیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔

چنانچہ میں نے اپنی کتاب کا نام قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادرؒ تجویز کیا ہے۔ اور اس خالقِ کائنات سے جو سب سے بہتر معین و مددگار ہے۔ اس کام کی تکمیل کے لئے استعانت کی ہے جو میرے لئے کافی و وافی ہے۔

آپ کا حسب و نسب

حضرت شیخ اکابر اولیاء مقتداء اور رشد و ہدایت کے علمبردار ہیں۔ منفرد زمانہ اکابر اقطاب کو آپ سے نسبت حاصل رہی ہے۔ آپ کا نامِ نامی عبد القادر۔ لقب محی الدین ابن ابو صالح، جنگی دوست ہے (بعض مورخین نے جگی دوست بھی لکھا ہے) یہ ایک عجمی لفظ ہے جس کے معنی جنگ سے محبت کرنے والے یعنی ”مجاہد“ کے ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ سے گیارہ واسطوں سے ملنے کی وجہ سے بنی ہاشم سے جا ملتا ہے۔

جناب شیخ کے نانا کا تذکرہ

آپ کے نانا کا اسمِ گرامی شیخ عبد اللہ صومعیؒ ہے آپ کا شمار جیلان کے مشائخ اور زہاد کے سرداروں میں تھا۔ آپ کی معرفت کے احوال ظاہر و باہر تھے اور آپ کی کرامات بھی مشہورِ زمانہ تھیں۔ آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اگر کسی پر غصہ آجاتا تو اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے غصہ کی وجہ سے اس پر غضب فرماتا۔ اسی طرح اگر کسی پہ ملاطفت فرماتے اور اس کے لئے کلمۂ خیر فرماتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر اس کو جزاء عطاء فرماتا۔

---

[1] دوسروں سے اختصار کی شکایت اور خود طوالت سے اجتناب؛ ببیں تفاوتِ رہ است از کجا تا بکجا۔

آپ ضعیفی اور کبر سنی کے باوجود بکثرت نوافل پڑھتے۔ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ ذکر میں مشغول رہتے اور احوالِ باطنی کی نگرانی فرماتے۔ آپ کو مستقبل کے واقعات کا اکثر پہلے ہی علم ہو جاتا تھا۔

واقعہ بعض احباب کا بیان ہے کہ ہم ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے سمرقند کے صحرائی علاقے میں ہمیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ اس وقت ہم نے شیخ صومعی سے مدد چاہی اور اُن کا نام لے کر پکارنا شروع کر دیا۔ اچانک نظر اٹھی تو دیکھا کہ آپ ہمارے قریب کھڑے ہوئے یہ کلمات پڑھ رہے ہیں:

"سبوح قدوس ربنا اللہ تفرقی یا خیل عنا"۔	یعنی ہمارا پروردگار پاک اور بے عیب ہے اور اے سوارو ہمارے پاس سے بھاگ کر منتشر ہو جاؤ۔

اِدھر یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے اُدھر وہ قزاق مبہوت ہو کر منتشر ہو گئے اور کچھ آس پاس کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور کچھ جنگل میں بھاگ گئے۔ اس طرح ہم اُن کی دست برد سے محفوظ ہو گئے۔ جب ہمارے ہوش و حواس درست ہوئے تو ہمیں آپ کی عدم موجودگی کا احساس ہوا کہ آپ وہاں سے غائب ہو گئے ہیں۔

جیلان واپسی پر جب ہم نے لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا تو لوگوں نے بقسم کہا کہ اس دن تو شیخ کہیں بھی نہیں گئے تھے۔

شیخ کی والدہ محترمہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ امۃ الجبار لقب اور ام الخیر کنیت تھی۔ آپ حضرت عبداللہ صومعیؒ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ذات سراپا خیر و برکت تھی۔

جنابِ شیخ کی مشہور کرامت

آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ عبدالقادر رضاعت کے دوران رمضان میں دن کے وقت دُودھ کو مُنہ نہیں لگاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ رمضان کا چاند مشتبہ ہو گیا تو لوگوں نے آپ کی والدہ سے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج تو رمضان معلوم ہوتا ہے کیونکہ آج دن میں عبدالقادرؒ نے مجھ سے دُودھ نہیں مانگا ہے۔ بعد میں شہادتوں سے اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ وُہ یکم رمضان تھی۔ چنانچہ شہر جیلان میں اِس واقعہ کی شہرت ہو گئی کہ ابوصالح کے خاندان میں ایک سعید فرزند رمضان میں دن میں دُودھ نہیں پیتے۔

جب آپ صلبِ پدر سے رحمِ مادر میں منتقل ہوئے تو اس وقت اُمّ الخیر فاطمہ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اور یہ بات مشہور ہے کہ قریشی عورت کے علاوہ اس عمر میں دُوسری کوئی عورت حاملہ ہو ہی نہیں سکتی۔ مشہور یہ ہے کہ عرب کی عام عورتوں کو پچاس سال کی عمر تک استقرار حمل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ولادت کے بعد ہی سے حضرت شیخؒ کرامت و توفیق کے ہاتھوں اور رافت و رحمت کی آغوش میں شیرِ نعمت سے پرورش پاتے رہے اور ابتداء سے سفرِ آخرت تک حمایت اور نصرتِ الٰہی آپ کے شاملِ حال رہی۔

آپ ٤٨٨ھ میں اٹھارہ سال کی عمر میں گیلان سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی سال جنابِ تمیمی کا انتقال ہو گیا۔ یہ دَورِ خلیفہ ابوالعباس مستظہر باللہ کا تھا[1]۔

---

[1] جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں مختلف طرق سے مختلف روایات منقول ہیں لیکن متحقق یہ ہے کہ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تمیمی کی وفات کے سال بغداد آئے۔ تمیمی کا سنہ وفات ٤٨٨ھ ہے۔ اس طرح آپ کا سنہ پیدائش ٤٧٠ھ ہوتا ہے۔

سفرِ بغداد اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

امام تقی الدین اپنی تصنیف "روضۃ الابرار" میں لکھتے ہیں کہ جس وقت آپ نے بغداد میں داخلے کا ارادہ فرمایا تو جناب خضر علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ سات سال تک بغداد میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ حسبِ مشورہ آپ سات سال تک دریا کے کنارے مقیم رہے اور سبزیوں سے غذا حاصل کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی گردن سے سبز رنگ جھلکنے لگا تھا۔

ایک شب آپ نے غیبی آواز سنی:

"عبدالقادر اب بغداد میں داخل ہو سکتے ہو۔"

چنانچہ اس آواز کو سننے کے بعد شدید سرد اور تاریک رات میں آپ بغداد میں داخل ہوئے۔ اور شیخ حماد ابنِ مسلم کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے۔ ابھی آپ نے اندر قدم نہ رکھا تھا کہ شیخ مسلم بن دباس نے خادم کو حکم دیا کہ دروازہ بند کر دو اور چراغ گل کر دو۔ خادم کو دروازہ بند کرتے دیکھ کر آپ باہر ہی رک گئے اور خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے جب نیند کا غلبہ ہوا تو اس حالت میں احتلام ہو گیا۔ بیدار ہو کر آپ نے غسل کیا اور سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر احتلام ہوا۔ پھر آپ غسل کر کے سو گئے۔ اس طرح ایک شب میں آپ کو سترہ بار احتلام ہوا۔ اور ہر مرتبہ شدید سردی کے باوجود آپ غسل فرماتے رہے۔

صبح کو جب معمول کے مطابق درگاہ کا دروازہ کھلا تو آپ اندر تشریف لے گئے۔ شیخ حماد نے جب آپ کو دیکھا تو معانقہ کیا اور روتے ہوئے فرمایا:

"اے نورِ نظر عبدالقادر! جو دولت و عزت آج مجھے حاصل ہے وہ کل تمہارے لئے ہو گی اور وہ نعمتیں جب تمہیں حاصل ہو جائیں تو اس بوڑھی دنیا کے ساتھ انصاف سے کام لینا۔"

عراق میں حضرت شیخ کی آمد اور برکتوں کا نزول

شیخ نورالدین ابوالحسن ؒ نے بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے، کہ

شیخ عبدالقادر کے قدموں کی برکت سے سرزمین عراق کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہاں مسلسل رحمت کی بارش ہونے لگی۔ تاریکیاں چھٹ گئیں۔ رشد و ہدایت کے چشمے اُبلنے لگے اور آپ کے انوار سے عراق کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ سرزمینِ عراق ابدال و اوتاد کا مرکز بن گئی اور آپ کی تعریف میں لوگ اس طرح رطب اللسان ہوئے جس کو کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدَمَہٗ اَنْهَلَ السَّحَابُ وَاَعْشَبَ الْعِرَاقُ ‎ ‎ ‎ ‎ وَزَالَ الْغَیُّ وَاتَّضَحَ الرُّشْدُ

آپ کے قدوم نے رحمت کی بدلیاں برسا کر عراق کو تر و تازہ کر دیا، جس سے گمراہی ختم ہوئی اور ہدایت واضح ہو گئی۔

نَعِيْدُ اَنَّہٗ رَنْدٌ وَصَحْرَاۤئُہٗ حِمًی ‎ ‎ ‎ ‎ وَحَصْبَنَائُہٗ دُرًّا وَاَمْوَاهُہٗ شَهْدٌ

وہاں کی لکڑیاں خوشبودار ہو گئیں اور جنگل بھیڑ ہو گیا، وہاں کی کنکریاں موتی ہو گئیں اور وہاں کا پانی شہد ہو گیا۔

يَهِيْسُ بِهٖ صَدْرُ الْعِرَاقِ صِبَابَةً ‎ ‎ ‎ ‎ وَفِیْ قَلْبِ نَجْدٍ مِنْ مَّحَاسِنِهٖ وَجْدٌ

عراق کا سینہ اس کی محبت سے بھر گیا، اور آپ کے محاسن سے نجد کے دل میں وجد پیدا ہو گیا۔

وَفِی الشَّرْقِ بَرْقٌ مِنْ مَّحَاسِنِ نُوْرِهٖ ‎ ‎ ‎ ‎ وَفِی الْغَرْبِ مِنْ ذِكْرٰی جَلَالَتِهٖ رَعْدٌ

مشرق میں آپ کے نورِ ہدایت کی روشنی سے بجلی چمکنے لگی اور مغرب میں آپ کی عظمت کے ذکر سے گرج پیدا ہو گئی۔

حصولِ علم کے مراحل

حضرت شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور حصولِ علم جہل کی تاریکیوں کو دور کر کے نورانیت عطا کرتا ہے اور یہی بیمار دلوں کی دوا، متقین کے لئے واضح راستہ، جنتوں تک پہنچنے کا ذریعہ اور معراجِ یقین کی رفعتوں تک پہنچاکر منتہین کے مدارج کی بلندیوں کا ذریعہ بنتا ہے۔

یہ وہ خیالات تھے جنھوں نے آپ کو حصولِ علم کی طرف متوجہ کیا اور آپ نے ائمہ ومشائخِ وقت کی جانب رجوع کیا سب سے پہلے قرآنِ کریم پڑھا اور اس کے بعد اکابر علماء سے اصول وفروع کی تعلیم حاصل کی۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت حماد ابن مسلم بن دباس کی خدمت میں حاضر رہ کر طریقت وسلوک کی راہیں طے کیں اور خرقہ شریفہ (جو بارگاہِ احدیت سے جناب جبریل علیہ السّلام کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا تھا، اور بارگاہِ رسالت سے حضرت علیؓ کو عطا کیا گیا تھا اور مولائے کائنات کے واسطہ سے علماء اور صلحاءِ امت کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت ابوسعید مخزمی تک پہنچا تھا) حاصل فرمایا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے معلوم کیا کہ آپ نے خدائے عزوجل سے کیا حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا علم وادب۔

شیخ ابوسعید مخزمی کا مدرسہ

خود حضرت ابوسعید مخزمی نے فرمایا کہ میں نے عبدالقادر کو خرقہ پہنایا ہے اور انھوں نے مجھے۔ اس طرح ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کسبِ فیض کیا۔

جب حضرت شیخ جیلانیؒ بغداد پہنچے تو حضرت ابوسعید مخزمی نے اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ وہاں آپ لوگوں کو رشد وہدایت کی تعلیم دیتے تھے اور اسی مدرسہ سے آپ کی کرامتوں کا ظہور شروع ہوا۔ اور آپ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ زائرین کیلئے مدرسہ میں جگہ نہ رہتی۔ لہٰذا لوگ ملحقہ رباطؒ کے دروازہ پر بیٹھ جاتے۔

ل نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة ۲ سرائے۔

اندریں حالات مدرسہ کی توسیع ضروری خیال کرتے ہوئے رباط اور اطراف کے مکانات کو مدرسہ میں شامل کر دیا گیا۔ امراء اور اہلِ دِل حضرات نے اس کی تعمیر د توسیع میں مالی امداد دی تو فقراء نے اپنے جسم وجاں سے تعمیری مراحل مکمل کئے۔

دورانِ تعمیر ایک عورت اپنے کاریگر شوہر کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر میرے مہر کے بیس دینار کا مقروض ہے۔ میں اپنا نصف حق مہر اس شرط پر معاف کر سکتی ہوں کہ یہ نصف مہر کے معاوضہ میں آپ کے مدرسہ کی تعمیر میں خدمات انجام دیں۔ شرائط کی منظوری کے بعد زن و شوہر نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے اور یہ معاہدہ اس عورت نے جناب شیخ کو دے کر کہا کہ جب تک میرا شوہر شرائط کے مطابق خدمات کو مکمل نہ کرلے یہ کاغذ آپ کے پاس رہے گا۔

چنانچہ معاہدہ کے مطابق وہ شخص مدرسہ میں مفت خدمات انجام دینے لگا۔ اس کی غربت کا لحاظ کرتے ہوئے جناب شیخ نے یہ حکم دیا کہ اس کو ایک روز کی اجرت دے جائے اور دُوسرا دن معاہدہ میں محسوب کیا جائے۔ اس طرح جب اس نے ۵ دینار کا کام مکمل کرلیا تو حضرت شیخ نے عہد نامہ اُس کے سپُرد کر کے بقیہ پانچ دینار معاف کر دیئے۔

حضرت شیخ کے خطابات

مدرسہ کی تعمیر کے مراحل ۵۲۸ھ میں مکمل ہوئے۔ اور مدرسہ کو آپ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جہاں آپ درس تدریس فتویٰ نویسی اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی شہرت اطراف واکناف میں پھیلی اور دور دراز سے رجوعات کا سلسلہ شروع ہوا۔ علماء وصلحاء کی ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے علمِ شریعت وطریقت حاصل کیا۔ بہت سوں نے احادیث نبوی کی سماعت بھی کی۔ عراق کے مریدین کی تربیت گاہ بھی یہی مدرسہ بنا۔ عوام وخواص نے آپ کو مختلف القاب سے موسوم کیا۔ کسی نے آپ کو ذی البیانین، کسی نے کریم الجدین والطرفین کے لقب سے یاد کیا۔ کسی نے صاحب البرہانین کہہ کر پکارا

کسی نے امام الفریقین والطریقین کا لقب دیا۔ کسی نے ذی السراجین والمنہاجین کا خطاب دیا۔ یہی وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے اکابر علماء کی ایک بڑی جماعت آپ کی حلقہ بگوش ہوئی۔ یہ مبالغہ نہیں کہ بیشمار مشائخ نے بھی آپ سے علمِ طریقت حاصل کیا۔ اُن میں مشہورِ زمانہ بزرگ ابو عمرو عثمان ابن مرزوق مقیم مصر بھی شامل ہیں۔

جناب شیخ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ایک سال میں اپنے والد ماجد کے ساتھ سفرِ حج میں تھا۔ جب ہم عرفات پہنچے وہاں جناب ابنِ مرزوق اور شیخ ابومدین سے ملاقات ہوئی تو والد محترم نے اِن دونوں حضرات کو اپنے دستِ مبارک سے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور ان دونوں حضرات نے آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے سماعت حدیث کی۔

ابنِ مرزوق کے صاحبزادے سعد ابن عثمان ابن مرزوق کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت شیخ جیلانیؒ کے واقعات اس طرح بیان کرتے تھے کہ جس طرح کوئی روزنامچہ سناتا ہے۔ حضرت شیخ کے واقعات مذکورہ بالا بزرگوں کے علاوہ مشائخ کی ایک بڑی جماعت قاضی ابو یعلیٰ عبدالعزیز بن اخضر وغیرہم سے بھی منقول ہیں۔

حلیہ مبارک اور اخلاق و عادات

شیخ شمس الدین مقدس اپنے چچا شیخ موفق الدین بن قدامہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا رنگ گندمی اور آواز کڑکدار تھی۔ بلند قد و قامت رکھتے تھے۔ سینہ کشادہ، اور داڑھی لمبی تھی لیکن جسم نحیف تھا۔

علامہ ابوالحسن مقری بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے شیخ موفق الدین بن قدامہ سے سنا ہے کہ جب مَیں بغداد میں داخل ہُوا تو وُہ وہ دَور تھا جبکہ شیخ عبدالقادر علم و فضل، حال و قال کی منازل میں منتہائے کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ کسی طالب علم کو دوسرے علماء کے پاس جانے کی احتیاج نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کی ذات سرچشمۂ علوم و فیوض تھی۔ آپ

کا طرزِ عمل طالب علموں کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ آپ صبر و تحمل اور وسیع النظری سے کام لیتے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ اُن اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے کہ آپ کے بعد ایسا کوئی دوسرا شخص میری نظروں سے نہیں گزرا۔ آپ اکثر خاموش رہتے، لیکن جب گفتگو فرماتے تو لوگوں کے ظاہری اور باطنی حالات پر سیر حاصل تبصرہ فرماتے۔ نمازِ جمعہ یا خانقاہ جانے کے علاوہ کبھی مدرسہ کے باہر نہ نکلتے۔ اہلِ بغداد کی بہت بڑی جماعت تائب ہو کر شرفِ بیعت سے ہمکنار ہوئی۔ احبار یہود و نصاریٰ نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

آپ بر سرِ ممبر ظالم امیروں اور اہل کارانِ سلطنت پر تنقید فرماتے۔ چنانچہ عباسی خلیفہ المقتفی بامر اللہ نے ایک ظالم ابوالوفا المعروف بہ ابن مرجم کو گورنر مقرر کیا تو جناب شیخ نے بر سرِ ممبر خلیفہ کو مخاطب کیا:

"آج تو نے جس ظالم کو مسلمانوں کے امور کا والی مقرر کیا ہے کل قیامت کے دن اسی تقرر کے بارے میں کیا جواب دے گا؟"

یہ خطاب سن کر خلیفہ لرز گیا اور فی الفور ابنِ مرجم کی برطرفی کے احکام جاری کئے۔

جناب شیخ کی مہمان نوازی

ابو عبداللہ محمد بن احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب شیخ موفق الدین سے جناب شیخ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی آخر عمر میں شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔ آپ نے ہمیں اپنے مدرسہ میں ٹھہرایا اور دورانِ قیام نہایت شفقت اور توجہ سے پیش آئے۔ اکثر اپنے صاحبزادے کو روشنی اور دوسرے انتظامات کی نگرانی کے لئے بھیجتے۔ اور بسا اوقات ہمارے لئے کھانا گھر سے بھجواتے۔ نمازوں کے اوقات جب آپ باہر تشریف لاتے تو امامت کے فرائض آپ ہی انجام دیتے۔ میں دورانِ قیام آپ سے کتاب "المزنی" اور حافظ عبدالغنی "الہدایۃ" پڑھتے تھے۔

اس وقت آپ کے حلقہ درس میں صرف ہم دو ہی طالب علم تھے۔ مدرسہ میں ہمارے قیام کے ایک ماہ نو دن کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی نمازِ جنازہ رات کے وقت مدرسہ ہی میں ادا کی گئی۔

میں نے جس کثرت سے آپ کی کرامتیں سنیں اور دیکھی ہیں کسی دوسرے شخص کے بارے میں سننے میں بھی نہیں آئیں اور نہ ہم نے دینی معاملات پر عبور رکھنے والی کوئی دوسری عظیم ہستی دیکھی۔

حضرت شیخ اور حنبلی مسلک کا عروج

تاریخِ اسلام میں ہے کہ آپ کی ذات زہاد، عباد، فقہاء اور فقراء کی مقتدا و پیشوا تھی۔ آپ اپنے دور کے ماہر علوم ظاہر و باطن، قطبِ دوراں اور سرچشمۂ علم و فضل تھے۔ آپ سے متواتر اس قدر کرامتیں ظاہر ہوئیں کہ آپ کے بعد کسی دوسرے میں نہیں پائی گئیں۔

"سیرۃ النبلاء" میں ہے کہ شیخ عبدالقادر اولیاء کے سرخیل اور اصفیاء کے سرتاج ہونے کے ساتھ ہی سنت کو زندہ کرنے والے اور بدعات کو مٹانے والے تھے۔ شریف النسب، صاحبِ کرامات و مقامات تھے۔ حنابلہ کی درس گاہ آپ ہی کے ذریعہ قائم ہوئی اور آپ ہی نے حنبلی مسلک کو بامِ عروج تک پہنچایا اور احیاءِ دین فرمایا۔ آپ کے مواعظ سامعین پر بے حد اثر انداز ہوتے۔

ابو سعید عبدالکریم سمعانی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جنابِ شیخ حنابلہ کے امام و شیخِ وقت تھے۔ آپ کو علومِ شرعیہ میں کامل دسترس حاصل تھی۔ آپ رقیق القلب تھے اور ہمیشہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے۔

حضرت شیخ کا علم و فضل اور عمل

محب الدین ابن نجار اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ آپ کا شمار جیلان کے سربرآوردہ زاہدین

میں سے تھا اور علمائے راسخین میں ایسے امام تھے جو اپنے علم پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ آپ سے بیشمار کرامتوں کا ظہور رہا۔ آپ نے بغداد آنے کے بعد علومِ فقہ، اصول و فروع کی تعلیم حاصل کی اور سماعتِ حدیث مکمل کر کے وعظ و نصیحت میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ کے فضائل و کرامات کی شہرت ہوئی تو آپ مخلوق سے علیحدگی اختیار کر کے خانہ نشین ہو گئے۔ مخالفتِ نفس کے سلسلہ میں شدید مجاہدات کئے اور صعوبتوں کو حاصل زلیست بنالیا۔ فقر و فاقہ کی حالت میں بادیہ پیمائی کرتے اور ویرانوں میں اقامت گزیں ہو جاتے۔

حضرت حماد بن دباس سے طریقت کی منازل طے کرنے کے بعد اللہ رب العلمین نے آپ کو مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مرجع خلائق بنا دیا۔ آپ کی عظمت و جلال لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہو گئے اور آپ کی ذات مرجع خاص و عام ہوئی۔

حافظ زین الدین نے اپنی تصنیف "طبقات" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست بن ابی عبداللہ الجیلی ثم بغدادی۔ زاہد شیخ وقت علامہ دہر قدوۃ العارفین۔ سلطان المشائخ اور سردار اہلِ طریقت تھے۔ آپ کو خلق اللہ میں قبولیت عام حاصل ہوئی۔ اہل سنت کو آپ کی ذات سے تقویت حاصل ہوئی اور مبتدعین ذلت اور رسوائی سے ہمکنار ہوئے۔ آپ کے اقوال و افعال کرامت، و مکاشفات زبانزدِ خاص و عام ہوئے۔ اطراف و اکناف سے مسائل شرعی معلوم کرنے کے لئے استفتاء آتے جن کے جوابات دیئے جاتے۔ امراء و وزراء خلیفہ اور عوام سب کے دلوں میں آپ کی عظمت و ہیبت بیٹھ گئی۔

قاضی القضاۃ محب الدین علیمی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنابلہ کے امام اور شیخِ وقت تھے۔ آپ کی دو کتابیں "غنیۃ الطالبین" اور "فتوح

اس کتاب کا ترجمہ ادیب شہیر صاحب تصانیف و تراجم کثیرہ محترمی جناب شمس بریلوی صاحب نے کیا ہے جو اسی ادارہ سے شائع ہو چکا ہے اور مقبولِ عام ہے۔

الغیب، بہت مقبول ہوئیں۔ حافظ عبداللہ برزانی نے اپنی کتاب الشیخۃ البغدادیۃ میں ارشید بن مسلمہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بیک وقت حنبلی اور شافعی مسلک کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ فقہاء و فقراء اور عوام میں آپ کو مقبولیتِ تامہ حاصل تھی۔ گویا کہ آپ اسلام کے ایک اہم ستون سمجھے جاتے تھے جن سے عوام و خواص مستفیض ہوا کرتے تھے۔ آپ کی ذات مستجاب الدعوات، رقیق القلب اور علم دوست تھی۔ آپ کے خلق اور سخاوت کو بھی شہرتِ تامہ حاصل تھی۔ آپ دائم الذکر کریم النفس تھے اکثر عبادت و ریاضت میں منہمک رہتے تھے۔

عام حالاتِ زندگی

ابراہیم بن سعدالدین نے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ علماء کے شایانِ شان لباس پہنتے۔ تخت پر بیٹھ کر روانی کے ساتھ باآواز بلند تقریر فرماتے۔ دورانِ تقریر سامعین نہایت دلجمعی کے ساتھ بیٹھے رہتے۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو لوگ فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کرتے، جب کوئی سخت دل آپ کی مجلس میں آتا تو اس کی سختی ختم ہو کر طبیعت میں نرمی پیدا ہو جاتی تھی۔

حافظ ابنِ کثیر اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ آپ نے بغداد آنے کے بعد حدیث کی سماعت کی۔ پھر فقہ علوم حقائق اور فنِ خطابت میں یدِطولیٰ حاصل کیا۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ اکثر خاموش رہتے اور خلفاء وزراء اور سلاطین و قضاۃ کے علاوہ بھی ہر خاص و عام کو امر بالمعروف فرمایا کرتے۔ آپ کا زہد و تقویٰ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ خوارق، عادات، کرامات و مکاشفات کا اکثر ظہور ہوتا رہتا تھا۔ آپ برسرِ منبر ظالم حکام اور گورنروں کو برا بھلا کہتے اور خدا کی راہ پر عمل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی قطعاً پرواہ نہ کرتے۔ آپ کے حالات مکاشفات مہمان نوازی اور توکل سے پُر تھے۔ آپ ہر شب مہمانوں کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ ضعیف اور کمزور لوگوں

ہمنشینی اختیار کرتے۔ طالب علموں کے ساتھ صبر و ضبط سے پیش آتے۔ اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا ہر فرد یہی محسوس کرتا کہ سب سے زائد شفقتیں آپ کی اسی پر ہیں۔ غیر حاضر لوگوں کے حالات دریافت فرماتے۔ دوستی کی پاسداری کرتے۔ لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیتے[1]۔ اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس شخص نے جھوٹی قسم کھائی ہے اس کی قسم کا یقین کر لیتے۔

آپ کے پاس مباح زرعی زمین کا ایک قطعہ تھا جس میں آپ دیہاتیوں سے کاشت کرواتے اور آپ کے بعض مصاحب غلّہ پیس کر چار پانچ روٹیاں تیار کر دیتے پھر آپ ان روٹیوں میں سے ایک ایک ٹکڑا حاضرینِ مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور جو کچھ باقی بچتا اُس کو اپنے لئے رکھ لیتے۔ روزانہ رات کو آپ کا ایک غلام روٹیوں کا طباق لئے ہوئے دروازہ پر کھڑے ہو کر صدا لگاتا۔ کیا کسی کو روٹی کی ضرورت ہے ؟ کیا کسی کو رات بسر کرنے کے لئے جگہ درکار ہے ؟

حضرت شیخ کے پاس جب کہیں سے ہدیہ آتا تو آپ سب کا سب یا اس کا کچھ حصّہ حاضرینِ مجلس میں ضرور تقسیم فرماتے اور ہدیہ بھیجنے والے کے پاس بطور اظہار تشکر خود بھی ہدیہ ارسال فرماتے ۔ آپ احباب کی نذر بھی قبول فرماتے۔

بہترین عمل علامہ ابنِ نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ جب مَیں نے تمام اعمال کی چھان بین اور جستجو کی تو مجھے معلوم ہُوا کہ سب سے بہتر عمل کھانا کھلانا اور حُسنِ اخلاق سے پیش آنا ہے۔ اور اگر میرے ہاتھ میں پوری دنیا کی دولت بھی دے دی جائے تو مَیں اُس کو بھوکوں کو کھانا کھلانے میں صَرف کر دوں۔ کیونکہ میرے ہاتھ میں سوراخ ہیں جن میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ اور اگر میرے پاس ہزاروں دینار آجائیں تو مَیں رات گزرنے سے قبل ہی خرچ کر ڈالوں۔

---

[1] آیۂ کریمہ والعافین عن الناس پر عامل تھے ۱۲۔

طالب علموں کے ساتھ حضرت شیخ کا صبر و تحمل

احمد بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک عجمی شخص آبی نامی آپ سے تعلیم حاصل کرتا تھا لیکن وہ اس درجہ کند ذہن اور غبی تھا کہ بہت مشکل سے اُس کی سمجھ میں کوئی بات آتی تھی۔ اس کے باوجود حضرت شیخ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ اس کو درس دیا کرتے تھے۔

ایک دن دورانِ درس ابنِ سمول آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے اس صبر و تحمل پر حضرت شیخ سے اظہارِ حیرت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مشقّت میرے لئے صرف ایک ہفتہ کی ہے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ اس مشقّت کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ مَیں نے ایک ایک دن شمار کرنا شروع کر دیا۔ حتّٰی کہ ہفتہ کے آخری دن اُس کا انتقال ہو گیا اور مَیں اُس کے جنازے میں شریک ہوا۔ لیکن مجھے اُس پر بہت تعجب رہا کہ حضرت شیخ کو ایک ہفتہ قبل ہی اُس کے انتقال کی اطلاع مِل چکی تھی[1]۔

حضرت شیخ کی پھوپھی کی کرامت

ابو العباس احمد ابو صالح مطبقی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جیلان میں قحط پڑ گیا اور کسی کی دعائے استسقاء قبول نہ ہوئی۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت کی پھوپھی عائشہ (جن کی کنیت ام محمد تھی) کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائے استسقاء کی درخواست کی۔ تو آپ نے وہاں سے اُٹھ کر مکان کے ایک گوشہ میں جھاڑو دے کر فرمایا کہ

"اے رب جھاڑو تو مَیں نے دے دی اب چھڑکاؤ تو کر دے"۔

اِدھر یہ الفاظ اُن کی زبان سے نکلے اُدھر بارش شروع ہو گئی اور تمام لوگ بھیگتے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے۔

---

[1] اولیاء کرام کو مستقبل کے واقعات کا علم ہوتا تھا۔ انبیاء کے وسعت علم کا اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

راست گوئی اور ڈاکوؤں کی توبہ

شیخ محمد بن قائد الاوانی کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے مسائل کی بنیاد کس چیز پر قائم کی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ "صدق پر" حتیٰ کہ مکتب کی تعلیم کے زمانہ میں بھی مَیں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

پھر آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ بچپن میں ایک مرتبہ تو ذوالحجہ کو میں ایک دیہات کی جانب جانکلا۔ راستہ میں ہل میں جوتے جانے والے ایک بیل نے میرا پیچھا کر کے کہا۔

"اے عبد القادر! کہاں جاتا ہے؟"

یہ سنتے ہی مَیں گھبرا کر بھاگ پڑا اور ایک مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دیکھا کہ لوگ میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے ہیں۔ چھت سے اتر کر مَیں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے حصولِ علم کے واسطے بغداد جانے کی اجازت دے دیں۔ والدہ نے مجھ سے اچانک تبدیلی کا سبب دریافت کیا تو مَیں نے پورا واقعہ اُن کے گوش گزار کر دیا جس کو سن کر وہ روتی ہوئی کھڑی ہو گئیں اور اسّی دینار نکال کر فرمایا کہ تمھارے والد نے یہ ورثہ چھوڑا ہے جس میں سے چالیس دینار تمھارے بھائی کے حصّہ کے ہیں۔ اُنھوں نے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیئے۔ اور رخصت کرتے وقت مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ مَیں کسی حالت میں بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ پھر فرمایا کہ جاؤ اب روزِ قیامت ہی تم سے ملاقات ہوگی۔

اِس کے بعد مَیں ایک قافلہ کے ہمراہ بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور جس وقت ہم لوگ ہمدان سے نکل کر وادیٔ ربیک میں پہنچے تو ساٹھ ڈاکوؤں نے ہمارے قافلے کو گھیر لیا اور قافلہ والوں کا مال و اسباب لوٹ لیا لیکن مجھ سے تعارض نہیں کیا۔ ایک ڈاکو نے مجھ سے پوچھا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ مَیں نے جواب دیا چالیس دینار

یہ سن کر اُس کو یقین نہ آیا تو اُس نے پوچھا کہاں ہیں؟ مَیں نے کہا میری گدڑی میں بغل کے نیچے سِلے ہوئے ہیں۔ مگر وُہ میری بات کو مذاق سمجھ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر دوسرے ڈاکو نے مجھ سے سوال کیا۔ مَیں نے اس کو بھی وہی جواب دیا۔ یہ ڈاکو مجھ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ جو ایک ٹیلہ پر کھڑا مالِ غنیمت تقسیم کر رہا تھا۔ اُس نے جب میری تلاشی لی تو چالیس دینار میرے پاس نِکلے۔

یہ دیکھ کر سردار نے پوچھا کہ تجھے سچ بولنے اور رقم کا اظہار کرنے پر کس شے نے مجبور کیا؟ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں نے اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا عہد کیا ہے، اور مَیں اس عہد کی کسی طرح بھی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر سردار نے روتے ہوئے کہا کہ آپ تو اپنی والدہ کے عہد میں خیانت نہیں کر سکتے اور مَیں آج تک خدا کے عہد میں خیانت کرتا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے اور اُس کے تمام ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کر کے تمام لوگوں کا مال واپس کر دیا۔ اس طرح یہ سب سے پہلی جماعت تھی جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت شیخ کے ہمراہ ملائکہ کا قیام

حضرت شیخ سے معلوم کیا گیا کہ آپ کو اپنی ولایت کا کب احساس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دس سال کی عمر میں جب میں مکتب جا رہا تھا تو مَیں نے دیکھا کہ ملائکہ میرے ہمراہ چل رہے ہیں۔ جب مَیں مکتب میں داخل ہوا تو مَیں نے یہ آواز سُنی کہ

"ولی اللہ کے لئے راستہ صاف کر دو۔"

پھر ایک دن یہ واقعہ ہوا کہ میرے ہمراہ ایک ایسا شخص چلنے لگا جس سے مَیں قطعاً واقف نہ تھا۔ اس وقت مَیں نے سُنا کہ ملائکہ ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں:

"جانتے ہو یہ بچہ کون ہے؟"

اُن میں سے ایک نے جواب دیا:

"یہ نہایت معزز گھرانے کا فرد ہے ۔ اور عنقریب اس کو وُہ عظمت حاصل ہو گی کہ جس میں کوئی مزاحمت نہ کر سکے گا ۔ اور اُس کو ایسا قرب حاصل ہو گا کہ اس کو کوئی فریب نہ دے سکے گا۔"

پھر چالیس سال بعد مجھے معلوم ہوا کہ میرے ہمراہ چلنے والا فرد "ابدالین" میں سے تھا ۔

اِسی طرح جب مَیں بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کا قصد کرتا تو کسی منادی غیب کی آواز سنتا "اے فرزند سعادت مند" یہ سُن کر مَیں خوفزدہ ہو کر والدہ کی آغوش میں جا چھپتا ۔ لیکن اس کے بعد وُہ آواز آج بھی اپنی خلوتوں میں سنتا ہوں ۔

مسلسل بیّس یوم تک فاقہ

شیخ طلحہ بن مظفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ قیامِ بغداد کے دوران مجھے بیّس یوم تک کھانے پینے کے لئے کوئی مباح شے میسّر نہ آئی تو مَیں ایوانِ کسریٰ کی جانب چل پڑا وہاں دیکھا کہ چالیس اولیاء اللہ اسی جستجو میں مجھ سے بھی پہلے وہاں پہنچے ہوتے ہیں ۔ یہ دیکھ کر مَیں اُن کے درمیان مزاحم ہونے کی بجائے بغداد کی طرف واپس لوٹ گیا ۔ لیکن راستہ میں مجھے میرا ایک ہم وطن مِل گیا جس سے مَیں قطعاً واقف نہیں تھا ۔ اُس نے مجھے کچھ رقم دے کر بتایا کہ یہ آپ کی والدہ نے بھجوائی ہے ۔ لہٰذا مَیں وُہ رقم لے کر پھر ایوانِ کسریٰ واپس آیا ۔ اور اس رقم سے کچھ حِصّہ اپنے اخراجات کے لئے رکھ کر باقی رقم اُن اولیاء اللہ میں تقسیم کر دی جو وہاں حصولِ رزق کے لئے کھڑے ہوئے تھے ۔ اور انھیں یہ بھی بتا دیا کہ یہ رقم میری والدہ نے بھیجی ہے اسوقت مَیں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ سب رقم اپنی ذات کیلئے مخصوص کر لوں ۔

پھر مَیں نے بغداد واپس آ کر باقی ماندہ رقم سے کھانا خریدا اور فقراء کو جمع کر کے اُن کے ہمراہ کھایا ۔

شدّت بھوک کا ایک اور واقعہ

ابو بکر تمیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ قیامِ بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گزرا کہ مَیں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا۔ حتیٰ کہ شدّت بھوک سے ایک دن دریا کے کنارے آیا تاکہ گری پڑی گھاس پھوس سے ہی بھوک کا ازالہ کروں لیکن جس جگہ پہنچا وہاں مجھ سے بھی پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ مَیں نے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی درویشوں کی جماعت ہے لہٰذا اُن سے مزاحمت کو نامناسب خیال کر کے واپس ہو گیا اور اسی کیفیت میں شہر کی ایک مسجد کے اندر پہنچا جو ریحانین کے بازار میں تھی۔ اُس وقت مَیں بھوک سے نڈھال تھا۔ اور دستِ سوال دراز کرنا محال۔ اور قریب تھا کہ میری موت واقع ہو جائے۔ اُس وقت ایک عجمی نوجوان روٹی اور بھنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔ اُس کو دیکھ کر بھوک کی شدّت سے میرا منہ بار بار کھل جاتا تھا حتیٰ کہ مَیں نے خود کو ملامت کر کے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے، ربّ العالمین میرے حال سے واقف ہے، اور زیادہ سے زیادہ موت ہی تو واقع ہو سکتی ہے۔ یکایک نوجوان نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا " آئیے بسم اللہ کیجئے "۔ لیکن مَیں نے انکار کر دیا۔ پھر جب اُس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا۔

اُس نوجوان نے پوچھا آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ مَیں نے کہا کہ علمِ فقہ حاصل کر رہا ہوں۔

جب مَیں نے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا تو اُس نے بتایا کہ مَیں جیلان کا باشندہ ہوں اور عبد القادر کی تلاش میں آیا ہوں۔ مَیں نے اُس کو بتایا کہ مَیں ہی عبد القادر ہوں تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اُس نے کہا کہ خدا کی قسم جس وقت مَیں آپ کی تلاش میں بغداد پہنچا ہوں تو میرے پاس صرف تین یوم کا زادِ راہ باقی رہ گیا تھا۔ جب کسی سے بھی آپ کا پتہ معلوم نہ ہو سکا اور میرے اوپر تین یوم ایسے گزر گئے کہ میرے پاس

کھانا خریدنے کو بھی سوائے اس رقم کے جو آپ کے لئے میرے پاس تھی۔ کچھ باقی نہ رہا۔ اور مزید تین یوم گزرنے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ یہاں شریعت مُردار تک کھانے کی اجازت دے دیتی ہے۔ تو میں نے آپ کی رقم میں سے یہ روٹی سالن خرید لیا ہے۔ لہٰذا یہ آپ ہی کا مال ہے۔ خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھائیے اور مجھے اپنا مہمان تصور کر لیجئے اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ کی والدہ نے میرے ذریعہ آٹھ دینار بھجوائے تھے جس سے میں نے یہ روٹی سالن خرید لیا اور اس خیانت کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

عبداللہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھے اپنا ایک واقعہ اس طرح سنایا کہ جس وقت میں شہر کے ایک محلّہ قطبیہ شرقی میں مقیم تھا تو میرے اوپر چند یوم ایسے گزرے کہ نہ تو میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ کچھ خریدنے کی استطاعت۔ اسی حالت میں ایک شخص اچانک میرے ہاتھ میں کاغذ کی بندھی ہوئی پڑیا دے کر چل دیا۔ اور میں اس کے اندر بندھی ہوئی رقم سے حلوہ پراٹھا خرید کر مسجد میں پہنچ گیا اور قبلہ رُو ہو کر اس فکر میں غرق ہو گیا کہ اس کو کھاؤں یا نہ کھاؤں؛ اسی حالت میں مسجد کی دیوار میں رکھے ہوئے کاغذ پر میری نظر پڑی تو میں نے اُٹھ کر اُس کو پڑھا تو اُس میں یہ تحریر تھا کہ

"ہم نے کمزور مومنین کے لئے رزق کی خواہش پیدا کی تاکہ وُہ بندگی کیلئے اس کے ذریعہ قوت حاصل کر سکیں۔"

یہ دیکھ کر میں نے اپنا رومال اُٹھایا اور کھانا وہیں چھوڑ کر دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد سے نکل آیا۔

حضرت شیخ کا صبر و استقلال اور مُجاہدے

شیخ ابوعبداللہ نجار بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے اپنے واقعات اس طرح بیان فرمائے کہ میں جس قدر مشقتیں برداشت کرتا تھا اگر وُہ کسی پہاڑ پر ڈال دی

جائیں تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔ اور جب وہ مشقتیں میری قوت برداشت سے باہر ہو جاتیں تو میں زمین پر لیٹ کر کہتا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

یہ کہہ کر اپنے سر کو زمین سے اٹھا لیتا تو میری کیفیت بدلی ہوتی اور مجھے سکون مل جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں علم فقہ حاصل کر رہا تھا تو شہر کے بجائے صحراؤں اور ویرانوں میں راتیں گزارتا تھا۔ اونی لباس پہن کر ننگے پاؤں کانٹوں پر چلا کرتا تھا اور نہر کے کنارے لگے ہوئے درختوں کے پتوں اور گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا۔

غرضیکہ میرے مجاہدات کی راہ میں کوئی سخت سے سخت چیز بھی حائل نہ ہوتی۔ جس سے میں دہشت زدہ ہو جاتا۔ اس طرح شب و روز میرے اوپر گزرتے اور میں چیخ مار کر منہ کے بل گر پڑتا۔ یہاں تک کہ لوگ مجھے دیوانہ اور مریض سمجھ کر شفاخانوں میں پہنچا دیتے۔ کبھی میری یہ حالت ہوتی جیسے کہ مُردہ ہو گیا ہوں۔ اور نہلانے والے مجھے غسل دینے آ چکے ہیں لیکن پھر یہ کیفیت بھی مجھ سے دُور کر دی جاتی۔

عراق کے بیابانوں میں صحراء نوردی

شیخ ابوالسعود حریمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادرؒ کو یہ کہتے سُنا کہ میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں پچیس سال اس طرح پھرا ہوں کہ نہ تو میں مخلوق کو جانتا تھا اور نہ مخلوق مجھ سے واقف تھی۔ جنات اور رجال الغیب آتے اور میں انھیں سلوک کی تعلیم دیتا تھا۔ عراق میں آتے وقت حضرت خضرؑ میرے رفیق بنے ہوئے تھے۔ باوجودیکہ میں اُن سے واقف نہ تھا۔ اس وقت میرا ان کا یہ معاہدہ ہوا کہ میں ان کے کسی حکم کی مخالفت

---

(۱) انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال الخ اس آیت کی تفسیر اولیاء کی سیرت سے معلوم ہوتی ہے۔

نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ انھوں نے مجھے ایک جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا تو میں تین سال تک اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اور سال میں ایک مرتبہ وُہ مجھ سے آ کر یہ فرماتے کہ یہی تیرا وُہ مقام ہے جہاں تک تجھے پہنچایا گیا ہے اور جب دُنیا پوری آب و تاب سے آراستہ ہو کر میرے سامنے آتی تو اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتا۔ اور جب شیاطین مہیب صورتوں میں مجھ سے مقابلہ کرتے تو بھی نصرتِ الٰہی میرے ساتھ ہوتی۔

غرضیکہ مجاہدات کے ابتدائی دور میں میں نے کسی بھی شے کو قبول نہیں کیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹتے ہوئے عرصۂ دراز تک مدائن کے ویرانوں میں مجاہدات میں مشغول رہا۔ پھر میری یہ کیفیت ہو گئی کہ ایک سال تک تو گری پڑی چیزیں کھا کر گزارا کرتا اور دوسرے سال صِرف پانی پر گزارا کیا اور قطعاً کوئی چیز نہیں کھائی۔ پھر ایک سال اس طرح گزرا کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا اور نہ سوتا۔

ایک مرتبہ شدید سردیوں میں ایوانِ کسریٰ کے کھنڈرات میں سو گیا تو رات بھر میں چالیس مرتبہ احتلام ہوا اور میں نے ہر مرتبہ اُٹھ کر غسل کیا۔ پھر نیند کے خوف سے محل کے اُوپر ایک ویران جگہ چڑھ گیا اور وہاں دو سال تک قیام کیا حتیٰ کہ سردی کے سوا مجھے کھانے کی کوئی شے بھی میسّر نہ آسکی۔ ہر سال ایک بزرگ اُونی جبہ پہنے آتے اور مجھے نصیحت کرتے۔

اس طرح میں نے صدہا طریقوں سے دنیا سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا۔ اور مجھے ہر شخص احمق و دیوانہ تصوّر کرتا رہا۔ راہِ سلوک میں نہ تو میں کسی سے خوفزدہ ہوا نہ میرا نفس مجھ پر غلبہ حاصل کر سکا اور نہ مجھے دنیا کی زیبائش حیرت زدہ کر سکی۔

قربِ الٰہی کا ابتدائی دور

شیخ عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے مجھے بتایا کہ جب میں طریقت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا

تھا تو مجھے اس درجہ قرب حاصل رہتا کہ میں اپنے وجود سے بے خبر ہو جاتا تا آنکہ مجھے کسی شئے کا احساس باقی نہ رہتا لیکن اچانک جب وہ حالت ختم کر دی جاتی تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ میں پہلے جس مقام پر تھا اس سے بہت آگے کی منزل پر پہنچ گیا ہوں اور کبھی کبھی تو میری یہ کیفیت ہوتی کہ میں بغداد کے ویرانوں میں مقیم ہوتا لیکن وہاں سے اچانک مجھے لے جایا جاتا تو میں خود کو بلادِ شستر میں پاتا جس کی مسافت بغداد سے بارہ یوم کی ہے اور بسا اوقات جب میں اپنے احوال میں غلطاں و پیچاں ہوتا تو اچانک ایک عورت[1] آکر کہتی کہ

"تجھے اپنے احوال پر تعجب کیوں ہے، جبکہ تو عبدالقادر ہے۔"

شیاطین سے جنگ

شیخ عثمان سیرفی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت شیخ نے اپنا واقعہ سُنایا کہ جب میں بغداد چھوڑ کر شب و روز ویرانوں میں مقیم رہتا تھا تو شیاطین انسانی شکل میں صف در صف اسلحہ سے آراستہ بھیانک صورتوں میں مجھ سے نبرد آزما ہوتے اور مجھ پر آگ کے شعلے برساتے۔ لیکن میں اپنے قلب میں اس قدر ثبات پاتا جس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں دور سے کسی منادی کی آواز سنتا کہ

"اے عبدالقادر مقابلہ پر ڈٹ جا۔ ہم تجھے ثبات عطا کریں گے۔ ہم تیری اعانت کریں گے۔"

اور جب میں مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو تمام شیاطین دائیں بائیں فرار ہو جاتے لیکن ایک شیطان مجھے دھمکا کر کہتا کہ اس جگہ سے چلے جاؤ، ورنہ میں تمہارا برا حال کر دوں گا۔ پھر میں اُس کے طمانچہ رسید کر دیتا اور لاحول پڑھتا تو وہ میرے سامنے ہی جل کر خاکستر ہو جاتا۔ اس کے بعد ایک نہایت کریہہ المنظر شخص مجھ سے آکر کہتا کہ میں ابلیس

---

[1] عورت سے یہاں مراد دنیا ہے۔

ہوں اور تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے میرے متبعین کو عاجز کر کے رکھ دیا ہے۔"
میں اس کو جواب دیتا کہ تو یہاں سے جلد چلا جا۔ میں تجھ سے کسی طرح مطمئن نہیں ہوں۔
پھر اوپر سے ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہو کر اُس کے سر پر ضرب لگاتا اور اس ضرب سے وُہ زمین کے اندر روپوش ہو جاتا اور وُہ دوبارہ نمودار ہوتا تو اس کے ہاتھوں میں بھڑکتے ہوئے شعلے ہوتے اور وُہ مجھ سے آمادۂ جنگ ہو جاتا لیکن جب ایک نقاب پوش آ کر میرے ہاتھ میں تلوار دے دیتا تو شیطان اُلٹے قدموں واپس لوٹ جاتا۔ پھر میں اس سے کہتا تھا کہ میرے سامنے سے دفع ہو جا۔ میں تجھ سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہو سکتا تو شیطان مجھ سے کہتا کہ یہ شعلے تیرے لئے عذاب کے انگارے ہیں۔

اس طرح وُہ مختلف طریقوں سے مجھے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا۔ اور جب میں پوچھتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو مجھ سے کہتا کہ یہ دنیا کا جال ہے جس کے ذریعہ تجھ جیسے لوگوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ یہ جواب سن کر میں اس کو جھڑک دیتا تو وُہ منہ پھیر کر بھاگ جاتا۔

حتیٰ کہ میں ایک سال تک اپنے انہی حالات پر غور و فکر کرتا رہتا۔ اس کے بعد یہ حالت ختم ہو کر ہر سمت سے مجھ پر مسلسل بہت سے احوال کا انکشاف ہوتا اور جب میں یہ سوال کرتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو مجھے جواب ملتا کہ یہ مخلوق سے اتصال کے اسباب ہیں۔ اس وقت میرے باطن کو کھول دیا جاتا۔

جب میں اپنے قلب کو بہت سے علائق کے ساتھ ملوث پاتا اور سوال کرتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو جواب ملتا کہ یہ تیرے ارادے اور اختیارات ہیں۔ پھر میں مسلسل ایک سال تک انہی حالات کی جانب متوجہ رہتا حتیٰ کہ تمام علائق سے میرے قلب کو رہائی مل جاتی اور جب اس کے بعد میرے نفس کو منکشف کیا جاتا تو اس میں بے شمار امراض و خواہشات اور سرکش شیاطین موجود ملتے۔ جس کے بعد میں پھر مسلسل ایک سال تک

اپنے حالات پر غور کرتا رہتا۔ اس کے بعد میرے نفس کو بھی تمام امراض سے نجات دے کر خواہشات و سرکش شیاطین کی اطاعت سے بری کر دیا جاتا اور میرے تمام امور کو اس طرح خدا کے سپرد کر دیا جاتا کہ میرے باطن میں سوائے وحدت الوجود کے اور کچھ باقی نہ رہتا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے مقصود تک رسائی حاصل نہ کر پاتا۔ اس کے بعد مجھے توکل کے دروازے پر کھینچ لیا جاتا، تاکہ میں اس دروازے سے داخل ہو کر اپنے مطلوب تک رسائی حاصل کر سکوں۔ لیکن میں وہاں ایک جماعت کو مقیم پا کر اور آگے بڑھ جاتا۔ اس طرح مشاہدے کے دروازہ پر بھی ایک جماعت کو دیکھ کر آگے بڑھ جاتا۔

آخر کار مجھے فقر کے دروازہ پر لے جایا گیا تو وہ خالی تھا اور اس میں ایک فرد بھی موجود نہ تھا۔ اس میں داخلے کے بعد میں نے ہر اس شے کو موجود پایا جس کو میں ترک کر چکا تھا۔ اس وقت میرے سامنے گنجہائے گراں مایہ کھول دیئے گئے۔ دائمی غنا اور خالص آزادی عطا کر دی گئی۔ اور پچھلی تمام چیزیں اور صفات منسوخ و محو کر کے دوسری کیفیت پیدا کر دی گئی۔

ندائے غیبی

شیخ ابو محمد عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ میں ایک دن جنگل میں بیٹھا ہوا فقہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا:

"حصولِ علمِ فقہ اور دیگر علوم کی طلب کے لئے کچھ رقم لے کر کام چلا لو۔"

میں نے کہا کہ فقر کی حالت میں کس طرح قرض لے سکتا ہوں، جبکہ میرے سامنے ادائیگی کی کوئی بھی صورت نہیں۔

ہاتف غیبی نے جواب دیا کہ

"تم کہیں سے بھی قرض حاصل کر لو، اس کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں۔"

یہ سُن کر مَیں نے کھانا فروخت کرنے والے[1] سے جاکر کہا کہ مَیں تم سے اس شرط پر مُعاملہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب مجھے خداوند تعالیٰ سہولت عطا فرما دے تو مَیں تمھاری رقم ادا کردُوں گا۔ یہ سُن کر اس نے رو کر کہا کہ میرے آقا مَیں ہر وہ شے پیش کرنے کو تیار ہُوں جو آپ طلب فرمائیں۔ چنانچہ مَیں اُس سے ایک مدّت تک ایک ڈیڑھ روٹی اور کچھ سالن لیتا رہا۔ لیکن مجھے یہ شدید پریشانی ہر وقت لاحق رہتی کہ جب میرے اندر استطاعت ہی نہیں تو مَیں یہ رقم کہاں سے ادا کروں گا۔

اس پریشانی کے عالم میں مجھ سے ہاتف غیبی نے کہا کہ فلاں مقام پر چلے جاؤ، اور وہاں جو کچھ ریت میں پڑا ہوا مل جائے اُس کو لے کر کھانے والے کا قرض ادا کردو۔ اور اپنی ضروریات کی بھی تکمیل کرتے رہو۔

چنانچہ جب مَیں بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو وہاں مجھے ریت پر پڑا ہوا سونے کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ملا جس کو مَیں نے لے کر ہوٹل والے کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

آپ نے ایک اَور واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ فصل کٹنے کے زمانے میں بغداد کے طالبعلموں کی ایک جماعت دیہاتوں میں جاکر غلہ وغیرہ طلب کر لیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ مَیں بھی اُن کے ہمراہ چلا گیا۔ لیکن وہاں یعقوبا نامی ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حق کا قصد کرنے والے اور صالح لوگ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر مجھے سوال کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد مَیں کچھ طلب کرنے نہیں گیا۔

آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک رات جنگل میں میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مَیں چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ اور میری آواز سُن کر علاقہ کے مسلّح ڈاکو گھبرائے ہوئے آئے، میرے پاس کھڑے ہوئے اَور مجھے پہچان کر کہنے لگے:

---

[1] طبّاخ، باورچی یا موجودہ دور میں ہوٹل والا۔

"یہ تو عبدالقادر دیوانہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا فضل فرمائے[1]"

آپ نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ جس وقت بغداد میں فتنہ و فساد پھیلا تو میں وہاں سے نکل جانے کی غرض سے قرآنِ کریم گلے میں ڈال کر باب حلب کی جانب روانہ ہو گیا۔ تاکہ وہاں سے کسی جنگل کی طرف نکل جاؤں۔ لیکن مجھ سے کسی ہاتف غیبی نے کہا۔ "کہاں جاتا ہے؟" یہ کہہ کر مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ میں سینے کے بل گر پڑا۔ پھر مجھ سے کہا "واپس لوٹ جا۔ کیونکہ لوگ تجھ سے نفع حاصل کریں گے، لیکن میں نے جواب دیا کہ "مجھے مخلوق سے کیا غرض! میں تو اپنا دین سلامت رکھنا چاہتا ہوں۔" اس پر اس ہاتف غیبی نے کہا "لوٹ جا تیرا دین سلامت ہے۔"

اس کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پیش آئیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ اللہ تعالےٰ کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو میری مشکلات کو حل کر سکے۔ اور جب میں دوسرے دن مظفریہ کی جانب گزر رہا تھا تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ کھول کر مجھے آواز دی کہ "اے عبدالقادر یہاں آؤ۔"

جب میں اس کے پاس جا کر کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا کہ "کل رات اللہ تعالیٰ سے تم کیا سوال کر رہے تھے؟" اس وقت میری عجیب کیفیت ہوئی اور میں ان کے سوال پر مبہوت ہو گیا اور خاموش رہا۔

میرے سکوت پر اس شخص کو غصہ آ گیا۔ اس نے اتنی زور سے دروازہ بند کیا کہ چوکھٹ کی گرد و غبار میرے چہرے پر پڑی۔ اور کچھ دور چلنے کے بعد مجھے رات کا واقعہ یاد آیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص صالحین اور اولیاء اللہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔

یہ سوچ کر میں پھر اس کے دروازے پر واپس لوٹا مگر وہ دروازہ نہ پہچان سکا۔ جس سے مجھے بے حد پریشانی لاحق ہوئی۔ اور بعد میں جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ شیخ حماد

---

[1] یہ کلمہ انھوں نے اس لئے کہا کہ شیخ کے اس فعل سے انھوں نے بُرا شگون لیا تھا۔

تھے۔ تو میں نے اُن کی صحبت اختیار کی، جس کی وجہ سے میری تمام مشکلات حل ہوگئیں۔ دورانِ تعلیم میں جب بھی شیخ حماد کے پاس ہوتا تو آپ فرماتے:

"اے فقیہہ تو یہاں کیوں آتا ہے؟ فقہاء کے پاس جایا کر۔"

اور جب میں خاموش رہتا تو مجھے زدوکوب کر کے بے حد اذیت پہنچاتے۔ لیکن جب میں دوبارہ اُن کے پاس جاتا تو فرماتے کہ آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں اور فالودہ آیا تھا۔ لیکن ہم نے سب کھالیا، تیرے لئے کچھ نہیں بچایا۔"

میری یہ حالت دیکھ کر شیخ کے وابستگان بھی مجھے تکلیفیں پہنچانے لگے، اور مجھ سے بار بار کہتے کہ

"تم تو فقیہہ ہو، تمھارا ہمارے پاس کیا کام؟ تم یہاں مت آیا کرو۔"

لیکن جب شیخ حماد کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے خدام سے فرمایا کہ

"اے کتّو! تم اس کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو۔ تم میں کسی ایک فرد کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ میں تو محض امتحاناً اس کو اذیت دیتا ہوں، لیکن یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جس میں ذرہ برابر جنبش نہیں ہوتی۔"

پھر حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ میں سوتے جاگتے ہمہ وقت لوگوں کو اوامر و نواہی کی تلقین کیا کرتا تھا۔ اور میرے پاس الفاظ کا اتنا ذخیرہ ہوجاتا کہ اگر میں کسی سے اظہار نہ کرتا تو میرا دم گھٹنے لگتا۔ چنانچہ میری مجلس میں دو تین افراد ایسے ضرور رہتے تھے جو میرا کلام سُن کر دوسروں تک پہنچایا کرتے تھے۔ جس کے بعد لوگوں کا اس درجہ ہجوم ہونے لگا کہ مجھے حلب کی مسجد میں بیٹھنا پڑا۔ اور جب اژدہام کی وجہ سے وہاں بھی تنگی ہوگئی تو میرے منبر کو وہاں لے جایا گیا جہاں تنور وغیرہ لگے ہوئے تھے۔ لیکن وہاں پر بھی لوگ راتوں کو مشعلیں لے کر آنے لگے اور جب وہاں بھی جگہ کی تنگی ہوئی تو منبر شہر سے باہر عیدگاہ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں لوگ گھوڑوں خچروں اور اونٹوں پر سوار ہو کر

پہنچنے لگے۔ جن کی تعداد تقریباً ستر ہزار ہوتی تھی۔

نبی علیہ السّلام اور حضرت علیؓ کا لعابِ دہن حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے منہ میں!

حضرت شیخ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے نمازِ ظہر سے قبل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

"اے میرے بیٹے تم کلام (یعنی تقریر) کیوں نہیں کرتے؟"

مَیں نے عرض کی کہ مَیں ایک عجمی کی حیثیت سے فصحاءِ بغداد کے سامنے لب کشائی کیسے کر سکتا ہوں۔

حضور علیہ السّلام نے فرمایا

"اپنا منہ کھولو۔"

جب مَیں نے مُنہ کھولا تو آپؐ نے سات مرتبہ میرے مُنہ میں لعاب لگایا، اور حکم دیا:

"حکمت و موعظت کے ذریعہ لوگوں کو خدا کے راستہ کی دعوت دیتے رہو۔"

اُس وقت میرے اوپر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نمازِ ظہر سے فارغ ہوا تو میرے اوپر کیفیت طاری ہو گئی اور مَیں نے حضرت علیؓ کو دیکھا۔ وہ فرما رہے ہیں "اپنا منہ کھولو۔" جب مَیں نے مُنہ کھولا تو آپؓ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں لعابِ دہن لگایا تب مَیں نے اُن سے سوال کیا کہ "آپ نے سات مرتبہ لعاب کیوں نہیں لگایا؟" آپ نے جواب دیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نہیں لگایا۔

اس کے بعد وُہ نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تو مَیں نے بحرِ فکر کے غوطہ زن سے کہا کہ قلب میں غوطہ لگا کر علوم کے موتی نکال اور ساحل صدر کی جانب پھینک دے۔ اور

ترجمان اللسان کے دلالوں کو آواز لگا کر کہہ دے کہ حسن طاعت کے گراں مایہ موتی خرید کر خدا کے گھر میں سجا دو۔

بعض کتب میں یہی واقعہ اس طرح منقول ہے کہ کسی ہاتف غیبی نے کہا کہ

"اے عبد القادر بغداد میں داخل ہو کر لوگوں میں تبلیغ کرو۔"

چنانچہ جب میں نے بغداد واپسی کے بعد لوگوں کو پہلی ہی جیسی حالت پر پایا تو پھر واپسی کا قصد کر لیا۔ لیکن ہاتف غیبی نے مجھ سے دوبارہ کہا:

"اے عبد القادر بغداد میں لوگوں کو نصیحت کرو کیونکہ تمھاری ذات سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچنے والا ہے۔"

مگر میں نے جواب دیا کہ مجھے لوگوں سے کیا غرض، میں تو اپنے ایمان کی سلامتی کا خواہاں ہوں۔ اِس پر مجھے جواب ملا کہ

"واپس جا تیرا ایمان سلامت ہے۔"

اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے ستّر عہد لئے جن میں سے دو یہ تھے۔

۱۔ مجھے کبھی مکر میں مبتلا نہ کیا جائے۔

۲۔ میرا کوئی مُرید بغیر توبہ کئے مرنے نہ پائے۔

اِس کے بعد میں نے بغداد واپس آ کر لوگوں کو پند و نصائح شروع کر دیئے۔ جس کے بعد میں نے مشاہدہ کیا کہ حجابات اُٹھے اور انوار میری جانب متوجہ ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ کونسی حالت ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اِن فتوحات پر مبارک باد دینے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ پھر اُن انوار میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا اور مجھ پر خوشی کی کیفیت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور عبد القادر کہہ کر مجھے آواز دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں فرطِ مسرت سے سات قدم ہوا میں اڑتا ہوا آپ کی جانب بڑھا۔ تب آپ نے سات مرتبہ میرے منہ میں لعابِ دہن

لگایا۔ اور آپ کے بعد تین مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لعاب لگایا۔ اور جب میں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ آپ نے حضور علیہ السلام کی طرح کیوں نہیں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ "حضور علیہ السلام کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔"

پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خلعت پہناتے ہوئے فرمایا:

"یہ تیری ولایت کی خلعت ہے جو اولیاء و اقطاب کے لئے مخصوص ہے۔"

اِس کے بعد میرے لئے تقریر کرنا آسان ہو گیا۔ اور مَیں نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔ بعد میں حضرت خضر علیہ السلام میرے امتحان کے لئے تشریف لائے۔ (جیسے کہ وُہ دُوسرے اولیاء کا امتحان لیتے رہے تھے)۔ تو مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں بھی آپ سے ایسے ہی کہوں گا جیسے کہ آپ نے جنابِ موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ کے اندر میرے جیسے صبر و تحمّل کی طاقت نہیں۔ آپ اسرائیلی ہیں اُور مَیں محمدی۔ خبردار ہو جائیں مَیں بھی ہوں اُور آپ بھی۔ یہ گیند ہے اُور یہ میدان۔ یہ محمّدؐ ہیں اور یہ رحمان۔ یہ میرا زین کسا ہوا گھوڑا بھی ہے اُور میری کمان کا چلّہ بھی چڑھا ہوا ہے اور میری کاٹ دینے والی تلوار بھی ہے۔

خصائصِ ولایت حضرت شیخ نے فرمایا کہ کسی بھی شیخ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وُہ مسندِ ولایت کا سجّادہ نشین ہو۔ تا آنکہ اس میں مندرجہ ذیل بارہ خصائل موجود نہ ہوں:

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی دو خصلتیں۔
۲۔ دو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔
۳۔ دو حضرت صدیقِ اکبرؓ کی۔
۴۔ دو حضرت عمرؓ کی۔
۵۔ دو حضرت عثمانؓ کی۔

۶۔ دو حضرت علیؓ کی۔

تشریح خصائص :-

اللہ تعالیٰ کی دو خصلتیں ستار و غفار ہونا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفیق و رفیق ہونا، حضرت صدیقِ اکبرؓ کی صادق و متصدق ہونا[1]، حضرت عمرؓ کی طرح اوامر و نواہی کی پابندی کرانا، حضرت عثمانؓ کی طرح بھوکوں کو کھانا کھلانا اور جب لوگ سو جائیں تو راتوں کو عبادت کرنا۔ اور حضرت علیؓ طرح عالم و شجاع ہونا۔

اس کے بعد حضرت شیخ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے :

اذا لم یکن فی الشیخ خمس فوائد　　　فھو دجال یقود الی الجھل

جب تک کسی شیخ میں پانچ خصائل موجود نہ ہوں، تو وہ دجال ہے اور جہالت کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

علیم باحکام الشریعۃ ظاھرًا　　　ویبحث عن علم الحقیقۃ عن اصل

ظاہر میں احکامِ شریعت سے واقف ہو، اور علم حقیقت کے بنیادی اصول پر بحث کرے۔

ویظھر للوارد بالبشر والقریٰ　　　ویخضع للمسکین بالقول والفعل

آنے والوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور مساکین کے ساتھ قول و فعل میں خضوع اختیار کرے۔

فذاک ھو الشیخ المعظم قدرہ　　　علیم باحکام الحرام من الحل

پس بلند مرتبت شیخ وہی ہے جو حرام و حلال کے احکام سے اچھی طرح واقف ہو۔

یھذب طلاب الطریق ونفسہ　　　مھذبۃ من قبل ذو کرم کل

طالبینِ طریقت اور اپنے نفس کو اتنا مہذب کرے، جیسا کہ گذشتہ تمام اہلِ کرم لوگوں نے مہذب کیا۔

---

[1] تصدیق کرنے والا۔

مُریدین کی تربیّت کا طریقہ

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ راہِ سلوک کے راہروؤں کیلئے علومِ شرعیہ اور اصطلاحات صوفیہ سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ اور اس سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہئے۔ نیز راہِ سلوک طے کرنے والے شیخ کے لئے مرید کو ایسی تربیت دینا ضروری ہے جو صرف خدا کے لئے ہو۔ اور اُس میں اپنی ذاتی غرض قطعاً شامل نہ ہو۔

شیخ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کے ساتھ ناصحانہ طرز اختیار کرے۔ اس کو بہ نظر شفقت دیکھے اور اگر احتمال ہو کہ مُرید ریاضت نہ کر سکے گا تو اُس کے ساتھ مہربانی، اور نرمی کا سلوک کرے۔ اُس کی تربیت اِس طرح کرے جس طرح ماں شیر خوار بچے کی کرتی ہے یا باپ اپنی اولاد کی تربیت شفقت سے کرتا ہے۔ اُس پر اتنا بار ہرگز نہ ڈالے جو اس کی طاقت[1] سے باہر ہو۔

پھر جب مرید یہ عہد کرے کہ مَیں گناہوں سے مجتنب ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ اُس پر اُس وقت سختی کرنا جائز ہے اور حدیث شریف کے مطابق عہد لینا بھی بنیادی شے ہے، کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیعتِ رضوان کے وقت، صحابۂ کرام سے بھی عہد لیا تھا۔

قربِ خداوندی کا راستہ

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ خدا سے قُرب حاصل کرنے کا آسان اور تمام طریقوں سے افضل طریقہ کونسا ہے جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"جب تک رُوئے زمین پر کوئی بھی اللہ کہنے والا موجود ہے۔ اس وقت تک قیامت نہیں آسکتی۔"

---

[1] قرآنِ کریم میں ہے: لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔

ذکر کا طریقہ پھر حضرت علی رضؓ نے سوال کیا کہ میں کس طرح ذکر کیا کروں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"پہلے تین مرتبہ مجھ سے سن لو، پھر تین مرتبہ اسی طرح میرے سامنے

یہ فرما کر حضور علیہ السلام نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور حضرت علیؓ نے بھی اسی طرح ادا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کا طریقہ بھی یہی ہے اور کلمۂ توحید بھی یہی (یہی بزرگانِ دین کا معمول بھی ہے) اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان (مرید) اپنے شیخ و مرشد سے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ بسلسلہ نسبت حاصل ہو، ذکر شریعت کی تعلیم حاصل نہ کرے تو یہ نسبت متصلہ ضرورت یعنی موت کے وقت حاصل ہونا بہت دشوار ہے۔

حضرت علیؓ کے چند اشعار مندرجہ ذیل مفہوم میں ملاحظہ فرمائیے:

ملیحة التکرار والتثنی   لا تخفلین فی الوداع عینی

اے صورتِ زیبا اور اے صورتِ زبان، رخصت کے وقت تو مجھ سے بے اعتنائی نہ کرنا۔

اذا المرء ربی نفسه بمراده   لقد شاء بنیانا علی غیر اسه

جب انسان اپنی ذاتی اغراض کے لئے تربیت کرتا ہے تو اس کی تعمیر بغیر بنیاد کے رہ جاتی ہے۔

ومن تربیة الرجال وتسقه   لبانا لهم قدر من ثدی قدسه

اور اس کی مثال ایسے بچے کی ہے جو سڑک پر پڑا ہوا مل جائے جس کا حسب نسب معلوم نہ ہو۔

فذاك لقیط ماله نسبة الولاء   ولن یتعدی غیر ابناء جنسه

پس یہ وہ گرا پڑا شخص ہو گا جس کا نسب مجہول ہو اور ابناءِ جنس میں جس کا کوئی شمار نہ ہو۔

اذا المرء لم یرتد رداء من التقیٰ! علی ید استاذ خیر بنفسہٖ

جب تک انسان تقویٰ کی چادر نہیں اوڑھتا ایسے استاد (شیخ) کے ہاتھ سے جو اُس کے نفس سے بہتر ہو اور واقف کار ہو۔

یریہ رعونات النفوس وکیدھا ویشھدہ المحجوب عنہ بحسہ

تو وہ نفس کے مکر اور برائیوں کا شکار رہتا ہے اور اس کی حسیات پر پردے پڑے رہتے ہیں۔

ولو یک مجذوبا علی ید قدرۃ وتحفظہ الالطاف من غیر لبسہ

اور اگر کوئی دستِ قدرت کی طرف نسبتاً زکھتا ہو تو الطاف واکرام بعدو اسطہ اُس کی جانب معطف ہوں گے۔

ویبدو الہ المکنون من سر کونہ وتجلی لہ الکاسات فی حال انسہ

اور اس طرح اُس پر کائنات کے اسرار ظاہر ہوں گے اور دُنیا کے اسرار بھی منکشف ہونے لگیں گے۔

ویحسن منہ الخلق والخلق والجنی! ویثمر ہ غناء بانباع غرسہ

جو حسنِ اخلاق کا شاہکار تو خلق اس کی طرف راجع ہوگی اور اُس کا شجرِ آرزو پھلوں سے بھر جائے گا

فذاک لعمری ناقص الحظ عاجز یرید سبیلا وھو یاتی بعکسہ

لیکن باوجود اِس کے زندگی کی قسم اُس کا حصّہ کم ہے اور ایسا عاجز ہے کہ ایک راستہ کا ارادہ کر کے اس کی مخالف سمت چلا جائے۔

تمام علماء و مشائخ جناب شیخ کی خدمت میں نہایت احترام و تعظیم سے مؤدب بیٹھا کرتے تھے۔ آپ کے اُن مُریدین کی تعداد جنھوں نے دین و دنیا کی سعادتیں حاصل کیں بہت زیادہ ہے۔ اِن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کی موت بغیر توبہ کے واقع ہوئی ہو۔

حتیٰ کہ آپ کے ارادتمندوں کے مرید بھی سات سلسلوں تک داخلِ بہشت ہوں گے۔

حضرت شیخ کی داروغۂ جہنّم سے گفتگو

شیخ غزنینی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ نے داروغۂ جہنّم سے دریافت کیا کہ کیا تمھارے پاس میرا کوئی صحبت یافتہ موجود ہے؛ تو اُس نے جواب دیا:

"خدا کی قسم کوئی موجود نہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا کہ میرا ہاتھ مریدین پر اس طرح سایہ فگن ہے جس طرح آسمان زمین پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اگرچہ میرے ارادتمند عالی مرتبت نہیں ہیں لیکن میں تو عالی مرتبت ہُوں۔ خدا کی قسم میرے قدم اُس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک کہ مَیں اُن سب کو لے کر جنّت میں داخل نہ ہو جاؤں۔

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ کا اِس شخص کے متعلّق کیا خیال ہے جس نے نہ تو آپ سے بیعت کی اور نہ آپ سے خرقہ پہنا، لیکن آپ سے نسبت رکھتا ہے؟

آپ نے فرمایا:

"جس کو مجھ سے نسبت حاصل ہے، اس کو کعبۃ اللہ سے بھی وابستگی حاصل ہو جائے گی۔ خواہ اس کے اعمال پسندیدہ ہوں یا وُہ ناپسندیدہ راہوں پر گامزن ہو، پھر بھی میرے ہی صُحبت یافتگان میں شمار ہو گا۔ اور جو شخص میرے مدرسہ کے راستہ سے بھی گزر جائے گا، قیامت کے دِن اُس کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔"

حضرت شیخ کا تصرّف

حضرت شیخ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے والد (مرحوم) نے خواب میں مُجھ سے کہا کہ مجھے عذابِ قبر میں مبتلا کر دیا گیا ہے، لہٰذا تم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس جا کر میرے لئے

دعائے مغفرت کراؤ۔"

حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کیا تمھارے والد کبھی میرے مدرسہ کے سامنے سے گزرے تھے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔

وہ شخص وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ رات کو اُس نے اپنے والد کو خواب میں خوش وخرم دیکھا۔ انھوں نے سبز حلہ زیبِ تن کر رکھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت شیخ کی دعاء سے میرا عذاب ختم کر دیا گیا ہے۔ اور انہی کے فیض سے مجھے یہ حلہ پہنایا گیا ہے۔ لہٰذا تمھیں ہدایت کرتا ہوں کہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری اپنے اوپر لازم کر لو۔

میں نے یہ واقعہ دوبارہ اگر حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو حضرت نے فرمایا:

"خدا کی قسم مجھ سے یہ وعدہ فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی بھی میرے مدرسہ کے سامنے سے گزر جائے گا اُس کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔"

بعض لوگوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ باب الازم کے قبرستان میں کسی مُردے کی چیخ سنائی دیتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ ہماری مجلس میں حاضر ہوا تھا؟ لوگوں نے کہا ہمیں علم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا اُس نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بھی ہمیں علم نہیں۔ یہ سُن کر حضرت شیخ نے سر جھکا لیا۔ اور آپ کے اُوپر ہیبت و وقار کے آثار نمودار ہوئے۔ اور آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا کہ

"مجھے ملائکہ نے بتا دیا ہے کہ اس شخص نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے عقیدت بھی رکھتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو معاف فرما دیا۔"

اُس کے بعد سے پھر وہ چیخ کبھی سنائی نہیں دی۔

حضرت شیخ کی مُریدین کیلیے روزانہ نام بنام دُعاء

شیخ ابونجیب سہروردی بیان کرتے ہیں کہ شیخ حماد کے پاس

سے رات کو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سُنائی دیا کرتی تھی۔ آپ کے مُریدین نے حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی درخواست کی۔ جب جنابِ شیخ جیلانیؒ نے شیخ سہروردی سے کچھ دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ

"میرے بارہ ہزار مریدین ہیں اور مَیں ہر شب نام بنام اُن کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کرتا رہتا ہوں۔ جب میرا کوئی مُرید تصوّرِ گناہ بھی کرتا ہے یا تکمیل گناہ سے قبل ہی خوف زدہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے۔ اسلئے کہ وُہ اپنے قصدِ گناہ پر دیر تک قائم نہیں رہتا"۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد جناب شیخ جیلانیؒ نے فرمایا کہ

"اگر مُجھے قُربِ الٰہی حاصل ہو جائے، تو مَیں اُس سے یہ وعدہ لے لوں کہ تاحشر میرا کوئی مُرید توبہ کے بغیر نہیں مرے گا۔ اور مَیں اُن سب کا ضامن بھی بن جاؤں گا"۔

یہ واقعہ سُن کر شیخ حماد نے فرمایا کہ "مَیں ضمانت دیتا ہوں کہ عنقریب اُنھیں یہ مرتبہ عطا کر دیا جائے گا۔ اور اُن کی وجاہت تمام مُریدین پر سایہ فگن ہو گی"۔ یہ واقعہ ۵۰۰ھ کا ہے۔

حضرت شیخ کا مرتبہ

شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کا ایک شاگرد عمر حلادی بغداد سے باہر چلا گیا۔ اور جب چند سال غائب رہ کر بغداد واپس آیا تو مَیں نے پوچھا کہ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ اُس نے کہا کہ میں مصر و شام اور بلادِ مغرب میں گھومتا پھرا۔ جہاں مَیں نے تین سَو ساٹھ ۳۶۰ مشائخ کرام سے ملاقات کی لیکن اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ ملا جو علم و فضل میں حضرت شیخ کا ہم پلّہ ہو۔ اور سب کو یہی کہتے سُنا کہ حضرت موصوف ہمارے شیخ و پیشوا ہیں۔

ابی نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ مَیں نے تاریخ ابو شجاع میں دیکھا ہے جس زمانے میں بغداد کی شہر پناہ تعمیر ہو رہی تھی تو کوئی واعظ و عالم ایسا باقی نہ رہا جس نے اِس تعمیر میں حصّہ نہ لیا ہو اَور جس دِن باب الازج والوں کا نمبر تھا تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص چوپایہ پر سوار ہے اَور اُس کے سَر پر دو اینٹیں ہیں (یعنی حضرت شیخ نے بھی اِس نوعیت سے تعمیر میں حصّہ لیا)۔ اُس وقت بغداد میں آپ سے بڑا اَور کوئی بزرگ نہیں تھا۔ یہ واقعہ ۵۲۶ھ کا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت غوثِ اعظمؒ شیخ حمادؒ کی خدمت میں مؤدبانہ حاضری دے کر جب رخصت ہوئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم کسی وقت بلند ہو کر تمام اَولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا[1]، اَور اُس کو حکم دیا جائے گا کہ تم کہہ دو:

قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

اَور جب یہ جُملہ اُن کے مُنہ سے نِکلے گا تو تمام عالم کے اولیاء اللہ کی گردنیں پست کر دی جائیں گی۔ اِس کے بعد شیخ حماد نے فرمایا کہ مَیں نے عبدالقادرؒ کے عہدِ شباب میں یہ دیکھا ہے کہ اُس کے سَر پر تحت الثریٰ سے لے کر ملاء اعلیٰ تک دو جھنڈے نصب کئے گئے ہیں۔ اور ایک ہاتف غیبی بیانگِ دہل اس کی عظمت کا اظہار کر رہا ہے۔

حضرت محمود نعال بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا (جناب غوث الاعظم کے عہدِ شباب کا واقعہ ہے) کہ مَیں ایک مرتبہ شیخ حماد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حُسنِ اتفاق کہ اِسی وقت غوث الاعظم بھی تشریف لے آئے تو شیخ حماد نے تعظیماً کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا اور فرمایا

مَرْحَبًا بِالْجَبَلِ الرَّاسِخِ وَالطَّوْدِ — خوش آمدید اَے مستحکم پہاڑ جو اپنی جگہ سے

---

[1] اولیاء اللہ کو مستقبل کے واقعات کا عِلم عطا فرمایا جاتا ہے جیسا کہ شیخ حمادؒ کے فرمانے سے ظاہر ہے۔

اَلْمُنِيْفِ لَايَتَحَرَّكُ ۔ ذرہ برابر بھی جنبش نہیں کرتا۔

پھر انھیں اپنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا کہ

"حدیث و کلام میں کیا فرق ہے؟"

آپ نے جواب دیا کہ

"حدیث تو وہ ہے جو آپ کے دعووں کا جواب دے، اور کلام وہ ہے جو دِل پر اثر انداز ہو۔ کیونکہ بیداری قلب تمام اعمال سے افضل ہے۔"

یہ سُن کر شیخ حماد نے فرمایا کہ "تم اپنے دور میں عارفین کے سردار ہو اور بلا شبہ تمھارا جھنڈا مشرق سے لے کر مغرب تک لہرائے گا۔ اہل زمانہ کی گردنیں تمھارے سامنے جھک جائیں گی اور اپنے ہمعصروں میں تمھارا مرتبہ بلند ہو گا۔"

ابو نجیب سہروردی بیان کرتے ہیں کہ ۵۲۳ھ میں ایک مرتبہ میں شیخ حمادؒ کی خدمت میں حاضر تھا تو اس وقت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی بھی موجود تھے۔ اور شیخ حماد سے بہت ہی عجیب گفتگو کر رہے تھے جس پر شیخ حماد نے فرمایا کہ

"اے عبدالقادرؒ تم تو نہایت عجیب کلام کرتے ہو۔ کیا تمھیں اس کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں مکر میں مبتلا کر دے۔"

یہ سُن کر شیخ عبدالقادرؒ نے اپنا ہاتھ شیخ حماد کے سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ

"اپنی چشمِ باطن سے مشاہدہ فرمایئے کہ میری ہتھیلی میں کیا تحریر ہے؟"

یہ سن کر شیخ حماد پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ اور حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے اُن کے سینہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے تمھاری ہتھیلی پر خدا سے کئے ہوئے ستر معاہدوں کا مشاہدہ کر لیا ہے اور اُن میں سے ایک معاہدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں مکر و فریب میں مبتلا نہیں کرے گا۔" لہٰذا اس وعدہ کے بعد تم چاہے جیسا بھی کلام کرو تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہے مرتبہ عطا کر دے

وہ بڑا فضل والا ہے۔

مُریدوں کیلئے ضمانت طلبی

شیخ ابوسعودؒ، محمد الالوانیؒ اور عمر بزازؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی ضمانت، حاصل کر لی ہے کہ تا حشر اُن کا کوئی مُرید بغیر توبہ کئے وفات نہیں پائے گا۔ حتیٰ کہ آپ کے مُریدوں کے مُرید بھی سات سلسلوں تک جنّت میں داخل کئے جائیں گے کیونکہ وُہ فرما چکے ہیں کہ مَیں اپنے ہر مُرید کا ضامن ہُوں اور حسب احوال و مراتب اُن کی نگہداشت بھی کرتا رہتا ہوں۔ اگر میرے کسی مُرید سے کوئی شرمناک فعل مغرب میں سرزد ہوتا ہے تو مَیں مشرق میں اس کی پردہ پوشی کرتا رہتا ہوں۔ اور خوش نصیب ہیں وُہ لوگ جنھوں نے مجھے دیکھا اور حسرت ہے اُن لوگوں پر جنھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔

حضرت شیخ کا پانی پر چلنا

شیخ سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ اہلِ بغداد کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ تو لوگوں سے کسی ہاتف غیبی نے کہا کہ

"دریائے دجلہ کی جانب آپ کو تلاش کرو"۔

چنانچہ جس وقت لوگ دجلہ پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ پانی کے اُوپر چلتے ہوئے اُن کی جانب بڑھ رہے ہیں اور مچھلیوں کے گروہ در گروہ آپ کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہو رہے ہیں۔ اس وقت لوگ کبھی تو آپ کو دیکھتے کبھی مچھلیوں کو، کہ وُہ آپ کی دست بوسی کر رہی ہیں۔ اِسی اثناء میں نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا تو ایک سبز رنگ کا مصلیٰ لایا گیا۔ جس پر سنہری اور روپہلی کام بنا ہوا تھا، اور مندرجہ ذیل دو سطریں تحریر تھیں:۔

پہلی سطر میں — اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

اور دوسری سطر میں یہ تحریر تھا — سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

پھر مصلیٰ کو زمین و آسمان کے درمیان دریائے دجلہ پر اس طرح بچھایا گیا۔ جس طرح

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بچھتا تھا۔ اور تمام لوگ شیروں کی طرح جھپٹ جھپٹ کر اس طرف حاضر ہو رہے تھے۔

اسی وقت ایک ایسا شخص نمودار ہوا جس کے چہرے پر وقار و تمکنت طمانیت و ہیبت کے آثار ہویدا تھے۔ وہ مصلے کے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس وقت لوگوں پر گریہ وزاری کا عالم طاری تھا اور ان میں کسی قسم کی حس و حرکت نہیں تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں عنانِ قدرت نے پکڑ لیا ہو۔ پھر مصلے پر جا کر جناب غوث الاعظمؒ نے امامت فرمائی اور حاضرین نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ جس وقت حضرت شیخ تکبیر کہتے تھے تو آپ کے ہمراہ حاملینِ عرش بھی تکبیر کہتے۔ اور جب آپ تسبیح کہتے تو تمام لوگ اور آسمان کے فرشتے آپ کے ہمراہ تسبیح کہتے، جس وقت آپ حمد کہتے تو آپ کے دہن مبارک سے ایک سبز نور نکل کر آسمان تک پہنچ جاتا۔ فراغتِ نماز کے بعد جب آپ نے دعاء کیلئے ہاتھ بلند کئے تو اس طرح دُعاء مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِكَ وَخَیْرِكَ مِنْ خَلْقِكَ وَاٰبَائِیْ اَنْ لَّا تَقْبِضَ رُوْحَ مُرِیْدِیْ لَا ذُرِّیَّتِیْ اِلَّا عَلٰی تَوْبَةٍ۔	اے اللہ میں تجھ سے اپنے جدِ امجد، تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے یہ دُعاء[1] کرتا ہوں کہ میرے تمام مریدین اور جو میری پناہ میں آچکے اُن کی روحوں کو اس وقت تک قبض نہ کیا جائے جبتک وہ توبہ نہ کرلیں۔

جناب تستری کہتے ہیں کہ ملائکہ کی ایک جماعت بھی آپ کی دُعاء کے ساتھ آمین کہہ رہی ہے جن کی آواز ہم بھی سُن رہے تھے، ایک ندائے غیبی:

اَبْشِرْ فَاِنِّیْ قَدِ اسْتَجَبْتُ لَكَ۔	تمھارے لئے خوشخبری ہے کہ تمھاری دُعاء مقبول ہوئی۔

---

[1] حضور علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے دعاء کرنا جناب غوثِ اعظمؒ کا معمول تھا

حضرت شیخ کے مُریدین کے مراتب و مدارج

مشائخ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ حضرت شیخ سے دورانِ تقریر دریافت کیا گیا کہ جو لوگ آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ اُن کے فضائل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے تمثیل کے طور پر فرمایا کہ

"ہمارے انڈے کی قیمت تو ایک ہزار مقرر ہے۔ لیکن چوزہ کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی"

شیخ ابوالحسن جوسقی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شیخ علی ھیتی اور شیخ بقا آپ کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

"ہر مشکل وقت میں میری اعانت کے لئے ایک ایسا اونٹ تیار ہے جس کا کوئی مد مقابل نہیں۔ ہر سرزمین پر میرے لئے ایک ایسا گھوڑا ہے جس پر کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ہر لشکر میں ایک ایسا سردار ہے جس کے حکم سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا اور ہر عہدے پر ایک ایسا حکمران متعین ہے جس کو کوئی معزول نہیں کر سکتا۔"

یہ سُن کر اُن دونوں شیوخ نے عرض کیا کہ اے سردار ہم اور ہمارے ساتھی آپ کی غلامی قبول کرتے ہیں۔

پوشیدہ باتوں کا علم

شیخ داؤد بغدادی بیان کرتے ہیں کہ ۵۴۹ھ میں مَیں نے شیخ معروف کرخیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں:

"اے داؤد! اپنا معروضہ پیش کر، تاکہ مَیں اس کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دوں۔"

اس پر مَیں نے عرض کیا کہ کیا میرے شیخ عبدالقادرؒ معزول ہو چکے ہیں؟ انھوں نے فرمایا۔ نہیں خدا کی قسم نہ تو وہ معزول ہوتے ہیں اور نہ دنیا میں کوئی انھیں معزول کر

سکتا ہے۔

پھر مَیں بیدار ہو گیا اور صُبح کے وقت حضرت شیخ کے مدرسہ میں جا کر بابِ داؤد پر اس انتظار میں بیٹھ گیا تا کہ مَیں آپ سے رات کا خواب بیان کروں۔ لیکن اس سے قبل کہ مَیں آپ کو دیکھتا یا کوئی گفتگو کرتا۔ آپ نے مکان کے اندر داخل ہوتے ہوئے آواز دے کر فرمایا:

"تیرا شیخ نہ معزول ہوا ہے اور نہ کوئی اس کو معزول کر سکتا ہے۔ لا اپنا معروضہ پیش کر، تا کہ مَیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دوں۔ خدا کی قسم میرے احباب یا کسی غیر کا کوئی معروضہ ایسا نہیں ہے جو مَیں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا ہو اور وہ رد کر دیا گیا ہو"۔

منصور حلاج کے متعلق حضرتِ شیخ کا فیصلہ محمد بن رافع نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مَیں نے قاہرہ کے دارالحدیث میں ۱۰ ذیقعد ۶۳۹ھ میں ابراہیم ابنِ سعد سے یہ سُنا کہ جب حضرت شیخ جیلانیؒ سے منصور حلاج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"منصور نے اپنی حیثیت سے بلند دعویٰ کیا اور اپنی طاقت سے اونچی اُڑان کی۔ جس کے نتیجہ میں شریعت۔ کی قینچی سے اُن کے پروں کو کاٹ دیا گیا"۔

یہ لغزش اُن سے ایسے وقت میں ہوئی جبکہ انھیں کوئی سنبھالنے والا نہ تھا۔ اگر میں اس وقت ہوتا تو ضرور اُن کو سنبھال لیتا۔ جس طرح میں اس وقت اپنے فیضِ صحبت یافتہ مُرید اور متوسل کی لغزش کرنے والی سواری کو سنبھالتا ہوں اور تا حشر سنبھالتا رہوں گا"۔

اس کے علاوہ جناب شیخ جیلانیؒ نے بہت سی باتیں جناب منصور کے بارے

میں فرمائیں۔ جنھیں ابنِ جوزی نے اپنی تصنیف "دررالجواہر" میں جمع کیا ہے۔ اور امام نورالدین نے اپنی کتاب "البہجت" میں ذکر کیا ہے۔

حضرت علی بن یحییٰ نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کے مریدین کو اتنا سعادت مند نہیں دیکھا جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مُریدین کو۔ ایسا ہی اظہارِ خیال دوسرے مشائخ نے بھی کیا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ جناب شیخ عبدالقادرؒ جیلانی سے اچھے اور بُرے مُریدین کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"نیک لوگ تو میرے لئے ہیں اور میں بُرے لوگوں کے لئے ہوں۔"

شیخ عدی ابن برکات اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میرے چچا عدی بن مسافر ۵۴۵ھ میں پہاڑوں میں جاکر گوشہ نشین ہوگئے۔ اس زمانہ میں وہ سالکانِ راہِ طریقت کو خرقہ، خلافت سے نوازتے رہے لیکن متوسلین شیخ جیلانی کو یہ کہہ کر منع فرمادیتے کہ تم لوگ تو بحرِ رحمت میں غوطہ زن ہو۔ لہٰذا سمندر کو چھوڑ کر نہروں کی طرف توجہ دینا درست نہیں۔

حضرت شیخ کے پیراہن مبارک کی برکت

شیخ علی یعقوبی فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں میں اپنے شیخ علی بن ھیتی کے ہمراہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے شیخ نے شیخ جیلانیؒ سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت یہ میرا غلام ہے۔ اس وقت حضرت شیخ جیلانیؒ نے اپنا پیراہن مبارک مجھے پہنا کر فرمایا:

"اے علی تُو نے عافیت کا لباس پہن لیا ہے۔"

میں پینسٹھ سال تک اِس لباس کو پہنتا رہا۔ اور اس عرصہ میں کبھی مجھ پر کوئی مصیبت نہ آئی۔ اس حاضری سے قبل بھی میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا

تو اس وقت مَیں نے دیکھا تھا کہ جب آپ نے مجھ پر ایک نظر ڈال کر گردن جھکائی تو ایک نور آپ کے جسم سے نکل کر مجھ تک آیا جس کی وجہ سے نہ صرف ماضی کے حالات مجھ پر منکشف ہوئے بلکہ مَیں نے ملائکہ کے مقامات کا بھی مشاہدہ کیا اور مختلف زبانوں میں ملائکہ کی تسبیح کی آوازیں بھی سنیں اور ہر انسان کے نوشتۂ تقدیر کو بھی پڑھا۔ اُس وقت مجھ پر بہت سے امور منکشف ہوئے۔ اُس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے علی! بلا خوف و خطر ان چیزوں کو حاصل کر لو۔ لیکن مَیں نے اپنی کیفیت کو محسوس کر کے یہ عرض کیا کہ اے سردار! اِن مشاہدات کے بعد مُجھے اپنے ہوش و حواس کے زائل ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اُسی وقت مُجھے روحانی سکون حاصل ہو گیا۔ اور ان مشاہدات کی وجہ سے جو خوف مجھ پر مسلط ہوا تھا وہ زائل ہو گیا اور اُس نور کی روشنی میں آج تک عالمِ بالا کی سیر کرتا رہتا ہوں۔

واقعہ نگار نے فرمایا کہ میں جس وقت بغداد میں داخل ہوا تھا اس وقت بغداد میں میرا کوئی واقف نہ تھا اور نہ میرا کوئی ٹھکانہ تھا۔ مَیں اس وقت کشاں کشاں حضرت شیخ کے مدرسہ پہنچا، جہاں اُس وقت کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ اس وقت مَیں نے یہ آواز سُنی کہ

"اے عبدالرزاق جا کر دیکھو مدرسہ میں کون آیا ہے"۔

جناب عبدالرزاق آئے اور مدرسہ میں مجھے دیکھ کر گھر میں جا کر فرمایا کہ وہ تو کوئی دیہاتی شخص معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ بنفسِ نفیس کھانا لیئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ حالانکہ اس سے قبل مَیں نے آپ کو دیکھا نہ تھا۔ لیکن آپؒ کی شخصیت سے متاثر ہو کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا:

"اے علی! تم یہاں کیسے؟"

آپ نے کھانا میرے سامنے رکھ کر فرمایا:

"عنقریب تجھے تین اعزاز ملیں گے"۔

۱۔ تیرا مرتبہ بلند ہوگا۔

۲۔ لوگ تیرے پاس استمداد استعانت کے لئے آئیں گے۔

۳۔ بہت سے لوگ تمھارے فیضِ صحبت سے مستفید ہوں گے۔

لٰہذا آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں یہ تینوں اعزاز مجھے نصیب ہوئے۔

یہود و نصاریٰ کا قبولِ اسلام

حضرت شیخ جیلانی کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہابؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ہفتہ میں تین مرتبہ درس رشد و ہدایت دیا کرتے تھے۔ جس کی تقسیم اس طرح تھی۔ جُمعہ کی صُبح مدرسہ میں۔ منگل کی شام کو خانقاہ میں۔ اور اتوار کے دن علماء، فقہاء اور مشائخ کے مجمع میں۔

یہ سلسلہ ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک چالیس سال جاری رہا۔ اسی طرح ۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک آپ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

میرے بھائی آپ کی مجلس میں بغیر لحن کے قرأت قرآن کیا کرتے تھے۔ اُن کے علاوہ مسعود ہاشمی بھی قرأت کرتے تھے۔ آپ کی اِن مجالس میں دو تین افراد تو ضرور مر جاتے تھے۔ آپ کے ملفوظات نقل کرنے کے لئے پانچ سو جید عالم حاضر رہتے تھے۔ اور آپ اکثر سرِ مجلس پر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے منبر پر تشریف لاتے۔

شیخ عمر کا بیان ہے کہ کوئی مجلس خالی نہیں جاتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ ایمان نہ لاتے ہوں۔ یا قاتل ڈاکو وغیرہ توبہ نہ کرتے ہوں۔ کوئی شخص بھی آپ کا معتقد ہو جانے کے بعد اپنے اعتقاد سے کبھی منحرف نہ ہوتا تھا۔

ایک راہب سنان نامی نے آپ سے عرض کیا کہ مَیں یمنی باشندہ ہوں۔ اور جب میرے قلب میں اسلام قبول کرنے کا خیال پیدا ہوا تو مَیں نے تہیّہ کر لیا کہ یمن میں

جو سب سے بہتر شخص ہوگا۔ اس کے ہاتھ پر ایمان قبول کر دوں گا۔ جب میں اس خیال میں غرق زمین پر بیٹھا ہوا تھا تو میرے اوپر نیند کا غلبہ ہوا، اور میں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جو مجھے حکم دے رہے ہیں کہ بغداد جا کر شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ جو اس وقت خطۂ زمین پر ایک عظیم الشان شخصیت ہیں۔

شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں تیرہ نصاریٰ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور انھوں نے بتایا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں۔ جس وقت ہم نے مسلمان ہونے کا قصد کیا تو ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کس شخص کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں چنانچہ ایک غیبی آواز ہم نے سُنی کہ

"اے فلاح کے طلبگارو! بغداد میں جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ وُہ اس وقت اہلِ زمین کی افضل ترین شخصیت ہیں۔ اور اُن کی برکت سے تمھارے قلوب میں اتنا مستحکم ایمان جاگزین ہو جائے گا کہ یہ بات تمھیں کسی دوسری ہستی میں نہیں ملے گی"۔

حضرتِ شیخ کی ریاضتِ شاقہ

حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے ۵۸۶ھ میں بغداد میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

"میں پچیس سال تک صرف عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں گھومتا پھرا۔ اور چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ ایک مرتبہ جب میں سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا تو میرے دِل میں خیال آیا کہ کچھ دیر سو لینا چاہیے۔ چنانچہ جس جگہ مجھے یہ وسوسہ پیدا ہُوا۔ میں نے اس جگہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر تلاوتِ قرآنِ مجید شروع کر دی۔ اور اسی حالت میں مکمّل قرآن ختم کر لیا"۔

پھر آپ نے بتایا کہ

"مَیں گیارہ سال تک برج میں مقیم رہا اور میرے طویل قیام ہی کی وجہ
سے اس کا نام برج عجمی پڑ گیا۔ اس وقت مَیں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد
کر رکھا تھا کہ جب تک میرے منہ میں خود کوئی لقمہ نہیں دے گا، نہ تو
مَیں کچھ کھاؤں گا نہ پیئوں گا۔ اسی حالت میں مجھ پر یکمل چالیس یوم گزر گئے
چالیس یوم کے بعد ایک شخص نے میرے سامنے روٹی سالن رکھ دیا،
اور واپس چلا گیا۔ گو اس وقت میرا نفس کھانے پر گرا پڑتا تھا۔ لیکن مَیں
نے کہا کہ خدا کی قسم اس عہد کے مطابق یہ میرے لئے حلال نہیں۔ کیونکہ
مَیں نے خدائے تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے۔ لیکن جب دوبارہ میرے
نفس نے بھوک کا اظہار کیا تو مَیں نے اس کی قطعاً پرواہ نہیں کی —
ٹھیک اسی وقت میرے سامنے سے شیخ ابو سعید مخرمی گزرے۔ جن
کو مَیں نے یہ کہتے ہوئے سُنا:

"اے عبد القادر یہ کیا ہے؟"

مَیں نے عرض کیا کہ یہ تو نفس کا وسوسہ ہے۔ لیکن رُوح اپنے مولیٰ کے
ساتھ سکون پذیر ہے۔ یہ سُن کر انھوں نے فرمایا کہ میرے ہمراہ باب
الازج تک چلے آؤ۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اس وقت مَیں
نے اپنے دِل میں کہا کہ مَیں بلا امر ربی یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ اس
وقت حضرت خضرؑ نے آ کر فرمایا:

"اے عبد القادر میرے ہمراہ ابو سعید کے پاس چلو"

جس وقت مَیں وہاں پہنچا تو وُہ اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے
ہوئے میرا انتظار فرما رہے تھے۔ پھر آپ نے پوچھا:

"کیا تمھارے لئے میرا یہ قول کافی نہیں تھا کہ "میرے ہمراہ چلے آؤ"؟

اس کے بعد انھوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے خرقہ پہنایا۔ اور میں نے اس وقت سے آپ کی صحبت اختیار کر لی۔"

شیخ جبائی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر فرمایا کرتے تھے کہ "میری تمنا تو یہی ہے کہ صحراؤں میں زندگی بسر کروں۔ نہ تو کبھی مخلوق کو دیکھوں اور نہ کبھی مخلوق مجھ کو دیکھے۔ لیکن مشیّتِ الٰہی یہ ہے کہ میرے ذریعہ مخلوق کو فیض پہنچائے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ہاتھ پر ہزارہا یہود و نصاریٰ ایمان لا چکے ہیں۔ اور ایک لاکھ سے زائد اسلحہ بند قزاقوں نے توبہ کی ہے۔ اور یہ اعمالِ خیر میرے ہاتھوں انجام پائے ہیں۔"

حضرت شیخ کا وقار و دبدبہ

ابراہیم داری کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی جمعہ کے دن جب جامع مسجد تشریف لے جاتے تو بازار میں لوگ آپ سے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے لئے رُک جاتے۔ کیونکہ آپ کو قبولیّت عامہ اور نہایت درجہ شہرت حاصل تھی۔ باوجود اس کے بلا ضرورت کلام نہ فرماتے۔ اور ضرورت کے وقت بلیغ خطبہ دیتے۔

ایک مرتبہ نمازِ جمعہ کے موقع پر مسجد میں حضرت شیخ کو چھینک آگئی تو تمام لوگوں نے اتنی زور سے یرحمک اللہ کہا کہ جامع مسجد گونج گئی۔ اُس وقت خلیفہ مستنجد باللہ بھی مسجد میں موجود تھا۔ جب اُس نے گونج کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت شیخ کو چھینک آئی ہے اور حاضرین نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔

ابنِ نقطہ صیریفی بیان کرتے ہیں کہ شیخ بقا، شیخ علی بن ھیتی اور شیخ قیلوی جب غوثِ اعظم کے مدرسہ میں جاتے تو ڈیوڑھی میں جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی اجازت کے بغیر کبھی اندر داخل نہیں ہوتے۔ پھر جب اجازت لے کر اندر

داخل ہوتے اور حضرت شیخ بیٹھنے کا حکم دیتے تو سب سے پہلے آپؒ سے امان طلب کرتے اور امان مل جانے کے بعد مؤدّب ہو کر بیٹھ جاتے۔

جس وقت آپ کہیں سواری پر جانے کا قصد فرماتے تو یہ لوگ یا حاضرینِ مجلس آپ کے سامنے ردا (پرچم) اُٹھائے ہوئے چند قدم آپ کی سواری کے ہمراہ چلتے۔ آپ انھیں اس فعل سے منع فرماتے تو وُہ عرض کرتے کہ اس ذریعہ سے تو ہمیں قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

یہی راوی کہتے ہیں کہ عراق کے تمام مشائخ حاضری سے پہلے آپ کی چوکھٹ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق کسی شاعر نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

تزاحم تیجان الملوك ببابه ویکثر فی وقت السلام ازدحامها

اُن کے دروازے پر شاہی تاجوں کا اس طرح ٹکراؤ ہے جیسا کہ سلام کے وقت تاجوں کا ازدحام ہوتا ہے۔

اذا عاينته من بعيد ترجلت وان هي لم تفعل ترجل هامها

اور بادشاہ آپ کو دیکھ کر پیادہ پا ہو جاتے ہیں کیونکہ وُہ اگر ایسا نہ کریں تو کھوپڑیاں نیچے آجائیں۔

حضرت شیخ کا اخلاق

شیخ معمر بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سوا کسی کو اتنا خوش اخلاق، وسیع القلب، کریم النفس مہربان، وعدوں اور دوستی کی پاسداری کرنے والا نہیں دیکھا۔ لیکن اتنے بلند مرتبت اور وسیع العلم ہونے کے باوجود چھوٹوں کو شفقت سے بٹھاتے اور بزرگوں کا احترام کرتے سلام میں ابتدا کرتے اور درویشوں کے ساتھ حلم و تواضع سے پیش آتے۔ کبھی کسی حاکم یا بڑے آدمی کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔ نہ کبھی سلطان و وزیر کے دروازے پر جاتے۔

شیخ ابوالغنائم بطائحی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
کے درِ دولت پر حاضر ہوا تو وہاں چار ایسے افراد کو دیکھا جنھیں اس سے قبل کبھی نہیں
دیکھا تھا۔ مَیں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ جب یہ لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو حضرت شیخ نے مجھے حکم دیا
کہ مَیں ان لوگوں سے اپنے لئے دعائے خَیر کراؤں۔ چنانچہ مَیں نے اُن سے مدرسہ کے
صحن میں دُعاء کے لئے کہا تو اُن میں سے ایک نے فرمایا کہ

"تیرے لئے بشارت ہو۔ تُو ایک ایسی ہستی کا خادم ہے جس کی برکت
سے اللہ تعالیٰ نرم و سخت سرزمین اور بحر و برَ کی حفاظت کرتا ہے، اُس کی
دعاؤں کی برکت سے تمام مخلوق نیک و بَد پر رحم فرماتا ہے۔ اَور ہم تمام
اولیاء اُنہی کے قدموں کی برکت اَور اُنہی کے دائرۂ حکم میں رہنے کی وجہ
سے حفاظت میں ہیں۔"

پھر جب وُہ لوگ واپس چلے گئے تو مَیں تعجب کے عالم میں حضرت شیخ کے پاس
واپس آیا۔ لیکن میرے سوال سے قبل ہی آپ نے فرمایا کہ

"اَے عبداللہ میری زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔"

مَیں نے پوچھا یا سیّدی یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں کے باشندے تھے؟ تو آپ
نے بتایا کہ یہ سب کوہِ قاف کے سردار ہیں اور اب بھی وہیں مقیم ہیں۔

سلاطین اور اُمراء کے ساتھ حضرتِ شیخ کا سلوک

محمد بن خضر اپنے والد سے ایک روایت نقل
کرتے ہیں کہ انھوں نے بتایا کہ مَیں تیرہ سال تک حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہا لیکن
مَیں نے کبھی آپ کا تھوک بلغم وغیرہ نہیں دیکھا۔ اور نہ کبھی آپ کے جسد مبارک پر مکھی
بیٹھتے دیکھا۔ نہ کبھی آپ بستر و فرش پر بیٹھتے نہ کبھی ایک مرتبہ سے زائد کھانا تناول نہ
فرماتے۔ جب سلاطین و اُمراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ اُٹھ کر مکان میں

تشریف لے جاتے۔ اور جب وہ سب آکر بیٹھ چکتے، آپ گھر میں سے باہر تشریف لاتے تاکہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہونا پڑے۔ اُن کے ساتھ پُر وقار طریقہ سے گفتگو کرتے اور سختی سے نصیحتیں فرماتے۔ وہ سب آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دے کر آپ کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے۔

اگر آپ خلیفہ کو خط ارسال فرماتے تو ان الفاظ میں:۔

"یہ مکتوب عبدالقادر کی جانب سے ہے جو تم کو فلاں فلاں باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اُس کا حکم تم پر نافذ ہے اور اُس کی اطاعت تم پر لازم کیونکہ وہ تمہارا مقتدا ہے اور تم پر اُس کی حجّت قائم ہے۔"

جب یہ مکتوب خلیفہ کو پہنچتا تو وہ اس کو چومتا، آنکھوں سے لگاتا اور کہتا کہ حضرت شیخ نے بیشک درست تحریر فرمایا ہے۔

شیخ ابوالحسن فقیہہ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ مقتفی بامر اللہ کے وزیر ابنِ ہبیرہ نے مجھ سے کہا کہ خلیفہ نے مجھ سے شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ شکایت کی ہے کہ وُہ بہت توہین آمیز طریقہ سے میرا ذکر کرتے ہیں۔ اور اُن کی خانقاہ میں جو درخت ہے اُس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ

"اے درخت ظلم سے باز آجا ورنہ مَیں تیرا سَر قلم کر دوں گا۔"

اور اُن کا یہ ارشاد میری طرف ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ جا کر خلوت میں انھیں حُسنِ تدبیر سے سمجھا دیجئے کہ آپ خلیفہ سے اس طرح تعارض نہ کریں۔ جبکہ آپ خلیفہ کے حقوق و منصب سے واقف ہیں۔

شیخ فقیہہ کہتے ہیں کہ جب مَیں وزیر کی طرف سے پیغام لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع کثیر تھا۔ مَیں منتظر رہا کہ جب خلوت ہو تو گفتگو کروں۔ لیکن آپ نے اثنائے گفتگو میں وہی جملہ دُہرایا:

"ہاں مَیں تیرا سَر قلم کر دُوں گا"

مَیں سمجھ گیا کہ یہ میرے سنانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے واپسی پر پورا واقعہ وزیر سے بیان کیا۔ یہ سُن کر وزیر نے روتے ہوئے کہا کہ واقعی حضرت شیخ کے فرمان میں کوئی شُبہ نہیں۔ اور خلیفہ کو قاصد کے جانے اور جناب غوث اعظم کی گفتگو اور سارے حالات سے مطلع کر دیا۔

اس کے بعد وزیر نے خود حضرت شیخ کی خدمت میں آمد و رفت شروع کر دی۔ جب وُہ مؤدبانہ طریقہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ نہایت سختی سے اُس کا مؤاخذہ فرماتے۔ لیکن جب وُہ رونے لگتا تو آپ اس پر مہربان ہو جاتے۔

حضرت شیخ کی فیاضی

مفتی عراق محی الدین ابو عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی پر ہمہ وقت خوف و خشیّت کا غلبہ رہتا اور بہت جلد آپ کی دعائیں قبول ہو جایا کرتی تھیں۔ آپ کے پسینہ میں خوشبو ہوتی۔ آپ برائی سے دُور رہتے۔ آپ مقبول بارگاہِ الٰہی تھے۔ جب کوئی شخص محرمات کا ارتکاب کرتا تو آپ نہایت سختی سے اِس پر گرفت کرتے۔ آپ اپنی ذاتی غرض کیلئے کبھی غصّہ نہ کرتے اور نہ خدا کے احکام کے سوا کسی اَور وجہ سے آپ کے اندر جذبۂ انتقام پیدا ہوتا۔

آپ کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے تہی دست نہ گیا۔ اگر جسم پر دو کپڑے ہوتے تو آپ ایک سائل کی نذر کر دیتے۔ توفیقِ الٰہی آپ کی راہبر تھی۔ قربِ الٰہی آپ کا اتالیق۔ علم آپ کا مربی گنجینۂ معرفت تعویز خطاب آپ کا مشیر لحاظ آپ کا سفیر، اُنس آپ کا ندیم، مکاشفہ آپ کی غذا، مشاہدہ آپ کی شفا، آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف و اسرارِ حقیقت آپ کا باطن تھے۔ اوصافِ حقیقت و آدابِ شریعت کے مفہوم میں حضرت شیخ اکثر مندرجۂ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔

لله انت لقد رحبت جنابا　　وشرفت اصلاً طاهراً او نصابا

تیری خوبی اللہ کے لئے ہے بلا شبہ تیری بارگاہ بہت وسیع ہے اور تو مقام و پاکیزہ نسل کے اعتبار سے بہت شرافت والا ہے۔

وعظمت قدراً شامخاً حتی غدا　　قوس الغمام لاخمصیک رکابا

تو عظمت و مرتبت کے اعتبار سے اس قدر بلند ہے کہ قوسِ قزح تیرے قدموں کی رکاب بن گئی ہیں۔

وبنیت بیتاً فی المعالی اصبحت　　زهر الکواکب حوله اطنابا

بلندی کے اعتبار سے تو نے ایسے مکان کی بنیاد ڈالی ہے کہ ستاروں کے پھول اُس کے اطراف کی طنابیں بن گئے ہیں۔

یا ملبس الدنیا برونق مجده　　بعد المشیب ونظارة وشبابا

اور اے وُہ ہستی جس نے دنیا کو اپنی بزرگی کی رونق سے ڈھانپ لیا اور بڑھاپے کو رونقِ جوانی کا لباس پہنا دیا۔

طلبتك ابکار العلی نجم الهدی　　وهی التی قد اعیت الطلابا

اے ہدایت کے ستارے تجھے ان جدید بلندیوں نے آواز دی جنھوں نے دوسرے طلب کرنے والوں کو عاجز کر دیا ہے۔

لما اتتك حسانها اکفوا لها　　خطبت الیك وردت الخطابا

اور جب تجھے حسین بلندیوں نے اپنا ہمسر پایا تو تجھے پیام دیا اور دُوسرے پیامیوں کو ٹھکرا دیا۔

واتتك مسمحة القیاد مناقب　　کانت علی من عرت صعابا

تیرے پاس مناقب اطاعت گزار بن کر آئے، وُہ مناقب، جو دُوسروں کے لئے بہت دشوار تھے۔

رجل یروقک منظرا وجلالۃ　　ومکارما وخلائقا وخطابا

اور تو ایسی ہستی ہے جو تعجب میں ڈالنے والی ہے، اپنی شخصیت و بزرگی سے اور اخلاق وخطاب سے۔

وتری علیہ من المحاسن ملبسًا　　ومن المہابۃ والعلا جلبابا

دیکھنے والا اس کے اوپر نیکیوں کا لباس دیکھے گا اور اُس کے اُوپر ہیبت اور بلندی کی چادر ہوگی۔

شیطان حضرت شیخ کو فریب نہ دے سکا

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ موسیٰ بیان کرتے ہیں، کہ والدِ محترم نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک سفر میں مَیں لق و دق صحراء میں تھا مجھے کہیں سے پانی میسّر نہ آسکا۔ اور جب شدّت سے پیاس معلوم ہونے لگی تو میرے اُوپر ایک ابر چھا گیا۔ جس میں سے شبنم کی طرح قطرات ٹپکنے لگے۔ اور جب مَیں سیراب ہو گیا تو مَیں نے اُفق پر ایک روشنی اور نور دیکھا جس میں سے ایک شکل نے نمودار ہو کر مجھے آواز دیتے ہوئے کہا کہ

"اَے عبد القادر! مَیں تیرا رب ہوں اور مَیں تیرے اوپر وُہ تمام حرام اشیاء حلال کرتا ہُوں جو کِسی اَور پر حلال نہیں کی گئیں۔"

یہ سنتے ہی مَیں نے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر اُسے دھتکارا پھر اچانک اس نور نے ظلمت میں تبدیل ہو کر دھوئیں کی شکل اختیار کرلی اور کہا کہ

"تو نے اپنے علم اپنے رب کے حکم اور اپنے تفقہ کے منازلِ اعلیٰ کی وجہ سے نجات حاصل کرلی، ورنہ مَیں تو اسی طرح ستر اہلِ طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں۔"

مَیں نے کہا کہ "یہ سب میرے رب کا فضل ہے۔"

پھر جب لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وُہ شیطان

تھا، آپ نے جواب دیا کہ اُس کے اس جواب سے کہ "میں نے تیرے لئے تمام حرام اشیاء کو حلال کر دیا"۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بُری چیزوں کا حکم نہیں دیتا۔

حضرت شیخ کا طریق کار شیخ علی بن ادریس یعقوبی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے شیخ علی بن الہیتی سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے طرزِ عمل کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا:

"اُن کا طرزِ عمل خدا کی موافقت و سپردگی تھا۔ اُن کا طریقہ خالص توحید تھا۔ اور اُن کا باطن حضوری کی وجہ سے مکمل توحید بن چکا تھا۔ اُن کو عبودیت کا وہ مقام حاصل تھا۔ جہاں سوائے خدائے واحد کے اور کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ اُن کی عبودیت پوری طرح ربوبیت سے امانت حاصل کرتی رہتی تھی۔ اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مصاحبت و قرب سے کبھی جدا ہونے کی وجہ سے بہت بلند مراتب حاصل کئے۔ اور اُن کے حصول کی وجہ آدابِ شریعت کو ملحوظ رکھنا تھا۔ آپ قضاء و قدر کے فیصلوں پر قطعاً ساکت رہتے اور قلب و رُوح کو قضاء و قدر کے تحت ہمنوا بنا چکے تھے۔ آپ کے ظاہر و باطن یکساں تھے۔ غلبوبت کا ایسا عالم طاری رہتا کہ نفسانی خواہشات سے جدا ہو کر سود و زیاں اور قرب و بعد سے یکسر بیگانہ ہو چکے تھے۔ آپ کے قول و فعل میں یگانگت تھی۔ اخلاص و تسلیم آپ سے ہمکنار تھے۔ اور خدا کے ساتھ ثابت قدم رہ کر اپنی واردات قلبی اور اپنے احوال کو ہر لمحہ کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھالے رکھتے تھے۔ خدائے تعالیٰ سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ فنا فی اللہ ہو کر رہ گئے تھے۔ بڑے بڑے متقدمین سردارانِ اولیاء آپ کے مقابلہ

---

[۱] کیونکہ تکمیل دین کے بعد اب حلال و حرام کی تبدیلی ممکن نہیں۔ ۱۲۔

میں کمزور معلوم ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تحقیق و تدقیق کے سلسلہ میں آپ کا مقام بہت بلند کر دیا تھا۔"

حضرت شیخ کا کتاب دیکھے بغیر اس کا مضمون بتا دینا

شیخ مظفر بن مبارک واسطی جو حداد کے نام سے مشہور ہیں۔ جوانی کی عمر میں ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضرت شیخ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو اُن کے پاس فلسفہ اور علم روحانیت سے متعلق ایک کتاب تھی۔ حضرت شیخ نے کتاب دیکھے بغیر فرمایا کہ

"یہ کتاب تیری بہت بُری ساتھی ہے۔ جا اور اس کے حروف کو دھو ڈال۔"

مَیں نے طے کیا کہ اس کتاب کو کہیں ایسی جگہ پھینک دُوں جہاں سے حضرت شیخ کے خوف کی وجہ سے پھر نہ اٹھا سکوں۔ کیونکہ یہ کتاب مجھے بہت عزیز تھی۔ اس کو دھو ڈالنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں میرے ذہن و فکر اس کتاب کے مسائل و احکام سے وابستہ ہو چکے تھے۔ جب مَیں کتاب پھینکنے کی نیّت سے اُٹھا تو مَیں نے دیکھا کہ حضرت شیخ نے میری حالت پر متعجّب ہو کر نظر فرمائی کہ مجھ میں اس کیفیت سے اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی اور مَیں مفلوج سا ہو کر رہ گیا۔ اس وقت حضرت شیخ نے فرمایا۔

"لاؤ اپنی کتاب مجھ کو دے دو۔"

مَیں نے کتاب نکالی اور جب میری نظر اُس پر پڑی تو اُس کے تمام حروف اُڑ چکے تھے اور اُس کی حیثیت صرف ایک سادہ کاپی کی رہ گئی تھی۔ لیکن حضرت شیخؒ کے حکم کے مطابق وُہ کتاب مَیں نے اُن کے دست مبارک میں دے دی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اوراق گردانی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابنِ ضریس محمد کی فضائلِ قرآن ہے اور یہ فرما کر کتاب مجھے واپس کر دی تو مَیں نے دیکھا واقعی وُہ فضائلِ قرآن ہے جو نہایت عمدہ خط میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا:

"اپنے ایسے فعل سے توبہ کرلو کہ کوئی بات کبھی تمھارے منہ سے ایسی نہ نکلے جو تمھارے قلب میں نہ ہو۔"

یہ سُن کر میں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا "اب رخصت ہو جاؤ۔" چنانچہ جب مَیں اٹھا ہُوں تو فلسفہ و احکامِ روح وغیرہ علوم کے جو کچھ مسائل مجھے یاد تھے وُہ سب میرے ذہن سے نِکل چکے تھے۔ اور وُہ میرے قلب سے اسی طرح محو کر دیئے گئے جیسے کہ کتاب کے حروف صاف ہو گئے تھے۔

انھوں نے ہی بیان کیا کہ جب مَیں دُوسری مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس دوران کسی نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ جو اس وقت اپنی کرامات، عبادات اور اپنے زہد و تقویٰ میں مشہور ہے۔ وُہ یہ کہتا ہے کہ مَیں تو یونس بن متّیٰ علیہ السلام کے مقام سے بھی تجاوز کر چکا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت شیخ کو غصہ آگیا۔ اور آپ نے سیدھے بیٹھ کر تکیہ ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ

"مَیں نے اس شخص کے قلب پر قبضہ کر لیا ہے۔"

یہ سنتے ہی ہم لوگ فوراً اس شخص کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وُہ اچھا خاصا تھا لیکن کسی مرض کے بغیر مَر گیا۔ پھر جب لوگوں نے خواب میں اس کو بہت اچھی حالت میں دیکھا تو اُس سے پوچھا کہ تمھارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ رہا؟ اُس نے کہا:

"شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شفاعت کی وجہ سے میرا قول حضرت یونس علیہ السلام نے بھی معاف کر دیا[1] اُور خالق اور مالک نے بھی معاف فرما دیا۔ اور مجھے حضرت شیخ کی برکت سے بہت سی بھلائیاں بھی حاصل ہو گئیں۔"

---

[1] ولی مرتبہ میں کتنا ہی بڑا ہو، نبی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ۱۲
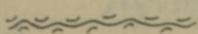
حضرت شیخ کا مقام

عبدالرحمٰن بن حسن بطائحی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوا تو مَیں نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ہر چیز سے بے نیاز قلب مبارک رب سے غیر متعلق اور آپ کا باطن ہر شے سے خالی ہو چکا ہے ۔ یہ دیکھ کر مَیں دہشت زدہ ہو گیا۔ اور جب میں ام عبیدہ کے پاس واپس ہوا تو مَیں نے یہ واقعہ اپنے ماموں شیخ احمد رفاعی کو سُنایا تو انھوں نے بتایا کہ جس مقام تک حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی رسائی ہو چکی ہے ۔ کسی دُوسرے فرد میں اتنی طاقت نہیں کہ اس مقام تک پہنچ سکے ۔

ابو محمد حسن بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے شیخ علی قرشی سے سُنا کہ اگر کِسی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کر لی تو اُس نے ایک ایسے شخص کو دیکھ لیا۔ جس کی قوّت راہِ حق میں سب پر فوقیت لے جا چکی ہے اور جو اہلِ طریقت میں سب سے زیادہ قوی ہے۔ جس نے راہِ توحید کو سختی کے ساتھ وصفاً و حکماً اپنے اوپر لازمی قرار دے لیا ہے ۔ جو عالمِ غیبوبت میں رہنے کے باوجود اپنے رب کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے ۔ جس کے حال و قال میں کِسی قِسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ۔ جس کا قلب غیراللہ سے قطعاً خالی ہو چکا ہے ۔ جس کا قلب گندگی سے محفوظ رہ کر ملکوت اکبرؒ کا مقام حاصل کر چکا ہے اور مَلِکِ اعظم جس کے قدموں کے تحت آ چکا ہے ۔

شیخ محمد شبنکی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے شیخ ابوبکر بن ہوار سے سنا ہے کہ عراق میں آٹھ اوتاد[1] (اولیاء کرام) ہیں ۔

۱۔ حضرت معروف کرخیؒ ۔

۲۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ۔

---

[1] اولیائے کرام کے مدارج میں ولی ، غوث ، قطب ، ابدال اور اوتاد شامل ہیں ۔

۳ - حضرت بشر الحافیؒ ۔

۴ - حضرت منصور بن عمارؒ ۔

۵ - حضرت جنید بغدادیؒ ۔

۶ - حضرت سری سقطیؒ ۔

۷ - حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ ۔

۸ - حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۔

جب مَیں نے پوچھا کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ :

"ایک عجمی شریف النسب جس کا ظہور پانچویں صدی میں بغداد میں ہو گا - یہ شخص اوتاد و صدیقین میں سے ہو گا - اور اعیانِ دنیا نیز اقطابِ دوراں میں منفرد ہستی ہو گا"

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیخ کو خِلعَت عطا فرمانا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغداد میں اس طرح دیکھا کہ مَیں کُرسی پر ہوں اور آپؐ سواری پر - آپؐ کے پہلو میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام بھی ہیں - حضورؐ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے دریافت فرما رہے ہیں کہ

"اے موسیٰ کیا تمھاری امّت میں بھی کوئی ایسا فرد ہے ؟"

انھوں نے نفی میں جواب دیا -

پھر حضورؐ نے مُجھ سے فرمایا اس وقت اے عبدالقادر ! (حضور کی سواری ہوا پر تھی) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے معانقہ کرتے ہوئے وُہ خلعت عطا فرمائی جو آپؐ کے جسدِ اقدس پر تھی اور فرمایا کہ

"یہ خلعتِ قطبیت ہے جو ابدال کو عطا کی جاتی ہے"

پھر آپ نے مجھے تین مرتبہ اپنے لعابِ دہن سے نوازا۔ اور میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھتا ہوا منبر پر واپس آگیا ؎

سَاُشْہِرُہَا فِیْ کُلِّ دَیْرٍ وَبِیْعَۃٍ — وَاُظْہِرُ لِلْعُشَّاقِ دِیْنِیْ وَمَذْہَبِیْ

میں ہر دیر و عبادت گاہ میں شراب پیتا رہوں گا، تاکہ تمام عشاق پر میرا دین و مذہب واضح ہو جائے۔

وَاَضْرِبُ فَوْقَ السَّطْحِ بِالدَّفِّ جَلْوَۃً — لِکَاسَاتِہَا لَا فِی الزَّوَایَاتِ مُخْبَتِیْ

اور میں توحید کا جام بہانگِ دہل پیتا ہوں، نہ کسی گوشہ میں چھپ کر۔

حضرت خضر حسینی موصلی بالواسطہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادرؒ محبّین کے قائد، سالکین کے مقتدا، صدیقین کے امام، عارفین کے لئے رحمت اور مقربین کے صدر الصدور ہیں۔

حضرت غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر

حافظ ابو العز عبد المغیث وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم لوگ حلب کی خانقاہ میں حضرت شیخ عبد القادرؒ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مشائخ عراق کی ایک جماعت آپ کی مجلس میں موجود تھی، جس میں بہت سے مشہور مشائخ بھی تھے۔ آپ اُن سب کے رُوبرُو وعظ فرما رہے تھے۔ دورانِ گفتگو حضرت شیخؒ نے مکاشفہ فرمایا اور پھر فرمایا:

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔ — میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

یہ سنتے ہی شیخ علی بن الہیتی نے منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اور تمام حاضرینِ مجلس کی گردنیں کھنچ کر آپ کے قدم کے نیچے آگئیں۔

شیخ عدی بن برکات کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے پوچھا

کہ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ سوائے شیخ عبدالقادرؒ کے مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں۔

مَیں نے دُوسرا سوال کیا کہ یہ تو بتا دیجئے کہ اس جُملہ کا مفہوم کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ "حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے اپنے دَور میں منفرد مقام حاصل کیا ہے"۔

مَیں نے پھر سوال کِیا کہ کیا ہر دَور میں کوئی نہ کوئی منفرد ہستی ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ یقیناً ہوتی ہے لیکن سوائے حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے یہ حکم کسی کو نہیں دیا گیا کہ وُہ یہ الفاظ کہے:

"میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"

میں نے پُوچھا کہ کیا اُنھیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت شیخ کو یہ حکم دیا گیا تو تمام اولیاءِ کرام کی گردنیں اس حکم کی تعمیل میں جھک گئی تھیں۔ جس طرح ملائکہ نے تعمیلِ حکم ربی کے تحت حضرت آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا تھا۔

شیخ بقا بن بطوؒ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا:

"میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"

تو شیخ ابراہیم کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے میرے ماموں شیخ احمد الرفاعی سے سوال کیا کیا یہ جُملہ حضرت شیخ نے کسی حکم کے تحت فرمایا تھا؟ یا بلا کسی حکم کے انھوں نے جواب دیا۔ بیشک حکم کے تحت فرمایا تھا۔

شیخ ابوبکر بن ہوازؒ سے بالواسطہ مروی ہے کہ اُنھوں نے ایک دن اپنی مجلس میں حاضرین سے فرمایا کہ

"عنقریب ایک عجمی شخص عراق کے شہر بغداد میں ظاہر ہوگا جو اللہ اور اُس کے بندوں کے نزدیک نہایت عالی مرتبت ہوگا، اور اُس کا نام

عبدالقادرؒ ہوگا۔ وُہ یہ کہے گا "قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ"
اوراس دور کے تمام اولیائے کرام اُس کی اطاعت کریں گے۔ کیونکہ
وُہ اپنے عہد میں یکتائے روزگار ہوگا"۔
شیخ الاسلام شہاب الدین احمد عسقلانیؒ سے جس وقت یہ پوچھا گیا، کہ
حضرت شیخ کے اس قول" قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کا مفہوم کیا ہے؟
تو آپ نے کہا کہ
"اس کا ظاہری مفہوم تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے ایسی خارق عادات
کرامتیں ظہور پذیر ہوتی رہیں گی جن کا سوائے معاندین کے اور کوئی
فرد انکار نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ہمارے ائمہ نے کرامتوں کے لئے یہ اصول
بتایا ہے کہ اگر کسی سے مطابقِ شریعت کرامتیں ظاہر ہوں جیسے کہ شیخ
عبدالقادرؒ سے ہوتی رہیں تو وہ مقبول ہیں۔ لیکن اگر مطابقِ شریعت
نہ ہوں تو وُہ مردود ہیں"۔

حضرت شیخ کی کرامتیں اور حقوق العباد

شیخ الاسلام عزالدین فرماتے ہیں کہ اس قدر تواتر کے ساتھ کسی کی
کرامتیں نہیں ملتیں جتنی کہ سلطان الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے ظاہر ہوئیں۔
حضرت شیخ نہایت درجہ حساس تھے اور قوانینِ شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور
اِن کی طرف تمام لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔ مخالفینِ شریعت سے ہمیشہ اظہارِ تنفر
کرتے۔ اپنی تمام تر عبادات، مجاہدات کے باوجود آپ بیوی بچوں کا پورا پورا خیال
رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص حقوق اللہ و حقوق العباد کی راہوں پر گامزن
رہتا ہے، وہ بہ نسبت دوسرے لوگوں کے مکمل اور جامع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی صفت
شارع علیہ السّلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تھی۔ اسی مقام پر پہنچ کر حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا کہ

"میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

کیونکہ اس دور میں اور کوئی فرد آپ کے ہم مرتبہ نہیں تھا جس میں یہ تمام کمالات مجتمع ہوتے۔ اور اس قول سے آپ کی عظمت و تکریم مقصود ہے۔ کیونکہ آپ درحقیقت تعظیم و تکریم کے مستحق بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، صراطِ مستقیم عطا فرماتا ہے۔

بعض حضرات قدم سے مجازی معنی مراد لیتے ہیں اور ادب کے متقاضی بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے جس کا وقوع عام طور پر ممکن ہے لہٰذا قدم سے مراد "طریقہ" بیان کیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "فُلَانٌ عَلٰی قَدَمٍ حَمِیْدٍ" یعنی فلاں عمدہ طریقہ پر ہے، یا فلاں بڑا عبادت گزار ہے، یا ادب اعلیٰ کا حامل ہے۔ یا پھر اس سے مراد طریقت و قربِ الٰہی اور منتہائے مقام ہے۔ اور اگر قدم سے حقیقی قدم مراد لیا جائے تو پھر اس کے مفہوم کا علم اللہ ہی کو ہے۔ غالباً قدم حقیقی شیخ کی مراد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کئی وجوہ کی بناء پر نامناسب معلوم ہوتا ہے۔

اِن میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ان اسلاف کا احترام بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے جس پر اساس طریقت قائم ہے۔ جیسا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے عظیم ذی علم عارف کامل کے کلام کو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نمونہ پر محمول نہ کرنا انصاف کے تقاضہ کے خلاف ہے۔ لہٰذا زیادہ فصیح و دلنشیں مفہوم وہی ہے جو ابتداء میں بیان کیا گیا۔ باقی پوشیدہ مفہوم کا علم تو عالم الغیب حق سبحانہ تعالیٰ کو ہی ہے[1]۔

---

[1] علامہ عسقلانی سے جب اس جملہ کے معنی کے سلسلہ میں رجوع کیا گیا تو موصوف نے فرمایا کہ اس جملے سے کثرت کرامت مراد ہے۔ جنکا معاند کے علاوہ اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخ ابوالوفا کی خدمت میں

شیخ مطرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے شیخ ابوالوفا کی خدمت میں خانقاہ قلمینیا میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

"اے مطر! دروازہ بند کردو اور اگر کوئی عجمی شخص اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے تو اس کو منع کر دینا۔"

اسی وقت کسی نے کھٹکا کیا۔ اور جب میں نے کھڑے ہو کر جھانک کر دیکھا تو وہ شیخ عبدالقادرؒ تھے (یہ دور اُن کی جوانی کا تھا) پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ ابو الوفا سے میری حاضری کی اجازت طلب کرو۔ لیکن اُنھوں نے اجازت نہ دی۔ تو میں نے دیکھا شیخ عبدالقادر مضطربانہ انداز میں ٹہل رہے ہیں۔ بعد میں جب داخلے کی اجازت مل گئی تو شیخ ابوالوفا بذاتِ خود چند قدم بڑھ کر آئے اور بہت دیر تک آپ سے معانقہ کرتے رہے اور فرمایا کہ

"اے عبدالقادر عزت تو خدا ہی کے لئے ہے۔ لیکن میں نے پہلی مرتبہ داخلہ سے اس لئے تمہیں منع کیا تھا کہ میں تمھارے مراتب سے واقف نہ تھا۔ بلکہ تم سے خوفزدہ تھا۔ اور جب مجھ کو یہ علم ہو گیا کہ تمھاری آمد کا مقصد مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے اور کچھ دینا بھی ہے تو میرا خوف زائل ہو گیا۔"

حضرت غوثِ اعظمؒ کے متعلق شیخ ابوالوفا کا ارشاد

شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی بیان فرماتے ہیں کہ جب عہدِ شباب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تاج العارفین ابوالوفاء کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ فوراً خود ہی کھڑے ہو گئے۔ اور اہلِ مجلس کو بھی کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"سب لوگ ولی اللہ کے لئے مودب کھڑے ہو جاؤ"۔
کبھی چند قدم آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کرتے اور کبھی یہ فرماتے کہ
"جو شخص ولی اللہ کے لئے تعظیماً کھڑا نہ ہوا ہو وہ اَب کھڑا ہو جائے"۔
کبھی اپنے احباب سے فرماتے کہ:

"اس جوان کا وہ وقت آنے والا ہے جب ہر خاص و عام کو اس کی احتیاج ہو گی۔ کیونکہ میں اس وقت اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر رہا ہوں کہ یہ شخص بغداد میں کہے گا "قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" (میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) اور یہ اپنے قول میں حق بجانب بھی ہو گا۔ اور اس کے یہ جملہ کہتے ہی تمام اولیاء اللہ و اقطاب کی گردنیں خم کر دی جائیں گی۔ لہٰذا تم میں سے اگر کوئی فرد اس دور میں موجود ہو تو اُس کی اطاعت اور خدمت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لے"۔

شیخ مسلمہ بن نغمہ سروجی نے ایک شخص کے اس سوال کے جواب میں کہ "اس وقت قطبِ دوراں کون ہے؟" فرمایا کہ:

"وہ اِس وقت مکہ معظمہ میں ہیں، جس کو سوائے صالحین کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اُن کا ظہور عراق میں ہو گا۔ وہ عجمی اور شریف النسب ہوں گے، اُن کا نام عبدالقادر ہو گا۔ اُن سے بے شمار خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوں گی۔ وہ اپنے دور کے خطیب و غوث ہوں گے۔ اور تمام لوگوں سے ببانگ دہل کہیں گے:

"قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ۔" میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اور اس دور کے تمام اولیائے کرام اُن کے قدم کے نیچے شمار کئے جائیں گے

اور اُن کے قول کی تصدیق کرنے والوں کو اُن کی کرامتوں کے ذریعہ بیشمار منافع حاصل ہوں گے۔"

شیخ ابُوالوفا کی مجلسِ وعظ کا واقعہ

شیخ علی بن ہیتی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالوفا منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن جب اُن کی مجلس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تشریف لائے تو سلسلہ وعظ روک کر اُن کو باہر جانے کا حکم دیا۔ اُن کے باہر چلے جانے کے بعد پھر وعظ شروع کر دیا۔ اِس کے بعد جب غوثِ اعظم دوبارہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے سلسلۂ وعظ روک کر اُن کو واپس جانے کا حکم دیا۔ لیکن جب تیسری مرتبہ تشریف لائے تو شیخ ابوالوفا نے اُٹھ کر اُن سے معانقہ کیا اور اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ ولی اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

"اے اہلِ بغداد میں اُن کو کسی توہین کی نیت سے نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ تم لوگ اچھی طرح پہچان لو۔ خدا کی قسم ان کے سر پر تاج ہے۔ اُن کا دائرہ مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔"

پھر فرمایا:

"اے عبدالقادر یہ دَور تو ہمارا ہے۔ لیکن عنقریب عراق میں تمھارے مرغ کے سوا تمام مرغ خاموش کر دیئے جائیں گے۔ اور تمھارا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔"

پھر آپ نے اپنا مصلیٰ، اپنی قمیص، اپنی تسبیح، اپنا پیالہ اور اپنا عصا غوث الاعظم کو عطا فرمایا۔ جب تمام لوگوں نے اصرار کیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بیعت لی جائے تو شیخ ابوالوفا نے فرمایا کہ

"اس کی پیشانی پر تو شیخ ابوسعید مخرمی کا نشان ہے۔"

پھر اختتامِ مجلس پر شیخ ابوالوفا منبر پر سے اترنے لگے۔ تو آخری سیڑھی پر بیٹھ کر حضرت عبدالقادر کا ہاتھ پکڑ کر پورے مجمع کو سُنا کر فرمایا کہ

"اے عبدالقادر جب تمہارا دور آجائے تو اِس بوڑھے (خود کیلئے کہا) کو یاد رکھنا۔"

یہ کہہ کر اپنی آنکھیں بند کرلیں (یعنی آپ کی رُوح پُرفتوح پرواز کر گئی)۔

تبرکاتِ شیخ کی کیفیّت

شیخ عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ جو تسبیح شیخ ابوالوفاء نے شیخ عبدالقادر کو عطا کی تھی۔ اُس کا ہر ہر دانہ گردش کرتا رہتا تھا۔ شیخ عبدالقادر کے وصال کے بعد وہ تسبیح شیخ علی بن ہیتی نے لے لی تھی اور جو پیالہ شیخ ابوالوفا نے دیا تھا، اس میں یہ خصوصیت تھی کہ جب کوئی غیر شخص اس کو ہاتھ لگاتا تو کاندھے تک اُس کا ہاتھ لرزش کرنے لگتا۔

شیخ صالح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب مَیں نے شیخ عدی بن مسافرؒ کی زیارت کی۔ تو انھوں نے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" مَیں نے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادرؒ کے متوسلین میں سے ہوں۔"

یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ

"واہ واہ وہ تو رُوئے زمین کے ایسے قطب تھے کہ جس وقت انھوں نے فرمایا تھا:

"قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

تو تین سو اولیاء اللہ اور سات سو رجال الغیب جو زمین پر آباد ہیں، یا ہوا میں پرواز کرتے ہیں۔ اُن سب کی گردنیں خم کر دی گئی تھیں۔"

شیخ صالح کا قول ہے کہ شیخ عدی کی یہ بات مجھے بہت ہی مبالغہ انگیز معلوم ہوئی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب شیخ احمد رفاعی سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے فرمایا

کہ شیخ عدی نے بالکل سچ کہا ہے۔

شیخ ماجد بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" تو روئے زمین پر کوئی ولی ایسا باقی نہیں رہا تھا جس کی گردن خم نہ کردی گئی ہو۔ اور نہ اجنۂ صالحین میں سے کوئی باقی رہ گیا تھا، جس کی گردن نہ جھکادی گئی ہو۔

یہ محض اس لئے تھا کہ تمام اولیاء کرام آپ کے مراتب و مقامات کا اعتراف کر لیں۔ اس وقت کے تمام عالم کے صالح جنات کے وفود نے سلام کے لئے حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس طرح آپ کے آستانے پر ایک اژدہام ہو گیا۔

شیخ مطر بیان کرتے ہیں میں نے حضرت شیخ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ سے سوال کیا کہ جس مجلس میں آپ کے والد ماجد نے "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" فرمایا تھا، کیا آپ اُس مجلس میں موجود تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ

"ہاں میں موجود تھا بلکہ اس وقت پچاس جلیل القدر صاحبِ مراتب شیوخ بھی موجود تھے"

پھر جب حضرت شیخ عبداللہ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور سوائے شیخ مکارم، شیخ محمد اور شیخ عزیز اور کوئی موجود نہ رہا۔ تو باہمی گفتگو میں شیخ مکارم نے فرمایا:

"خدا شاہد ہے جس وقت آپ نے یہ کلمات ادا کئے یعنی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو اس وقت اطرافِ عالم میں قریب یا بعید کوئی ایسا ولی نہیں تھا۔ جس نے قطبیت کے پرچم کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ میں تھا۔ یا اُس تاجِ غوثیت کا معائنہ نہ کیا ہو جو آپ کے سرِ مبارک کو زینت بخش رہا تھا۔ یا اُس خلعتِ فاخرہ کو نہ دیکھا ہو جو آپ زیبِ تن کئے ہوئے تھے۔ اور جو

کہ تصرف نامہ کے ساتھ بارگاہِ الٰہی سے آپ کو عطا ہوا تھا۔ اور اس خلعت کی برکت سے آپ کو یہ اختیارِ کلی دے دیا گیا تھا کہ آپ اپنے دَور کے جس ولی کو چاہیں معزول کر سکتے ہیں۔ آپ کو شریعت و طریقت سے اس طرح سرفراز کر دیا گیا تھا کہ جب آپ نے یہ جملہ فرمایا: "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" تو اسی وقت روئے زمین کے تمام اولیائے کرام نے اپنا سر خم کر دیا اور اپنے قلوب کو آپ کا مطیع بنا دیا تھا۔ حتیٰ کہ اُن میں دس[1] افراد تو ابدال وقت تھے اور باقی تمام اعیان و سلاطین طریقت تھے۔"

حضرت غوثِ اعظمؒ کے قول کا ردِّ عمل

قدوۃ العارفین شیخ ابوسعید قیلویؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" اُس وقت آپ کے قلب پر تجلیاتِ الٰہی کا ظہور ہُوا۔ اور مقربین ملائکہ کے ذریعے آپ کے پاس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ خلعت پہنچی۔ اگلے پچھلے وُہ تمام اَولیاءِ کرام جو زندہ تھے یا مُردہ اپنے ارواح و اجسام کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اُن سب کی موجودگی میں آپ کو وُہ خلعت پہنائی گئی۔ اس وقت آپ کی مجلس میں ملائکہ اور رجال الغیب کا بھی انبوہ کثیر تھا۔ جو فضا میں صف بستہ تھے اور جن کے ہجوم کی وجہ سے افق کی وسعتوں میں گنجائش نہ رہی تھی۔ اور روئے زمین پر کوئی ولی اللہ ایسا نہیں تھا جس نے اپی گردن نہ جھکا دی ہو۔

---

[1] (۱) شیخ بقا بن بطورؒ (۲) شیخ ابوسعید قیلویؒ (۳) شیخ علی بن ہیتیؒ (۴) شیخ عدی بن مسافرؒ (۵) شیخ موسیٰ زولیؒ۔ (۶) شیخ احمد بن رفاعیؒ (۷) شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ (۸) شیخ ابو محمد بصریؒ (۹) شیخ حیات بن قیس حرانیؒ (۱۰) شیخ ابومدین مغربیؒ

حضرت غوثِ اعظمؒ کے قول کی حضور علیہ السلام نے تصدیق فرما دی!

شیخ خلیفۃ الاکبرؒ کا بیان ہے کہ جب مجھے خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو مَیں نے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ کہتے ہیں:

"قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ"

تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"وہ بالکل سچ کہتے ہیں اور کیوں نہ کہیں جبکہ وہ قطبِ دوراں ہیں، اور ہم بذاتِ خود اُن کے نگران ہیں"

ایک شخص نے ۳ رمضان المبارک ۵۹۹ھ کو حران کی جامع مسجد میں حاضر ہو کر شیخ حیات بن قیس حرانیؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تو آپ نے پوچھا کہ

"تمھیں میرے علاوہ کسی اور سے بھی نسبت حاصل ہے؟"

اُس نے جواب دیا کہ

"میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب رہا ہوں۔ لیکن نہ تو مَیں نے اُن سے خرقہ حاصل کیا اور نہ ہی کچھ اور حاصل کر سکا"

یہ سُن کر شیخ حیاتؒ نے فرمایا:

"ہم نے بھی طویل عرصہ تک آپ کے سایہ میں زندگی گزاری ہے۔ اور آپ کے نورِ معرفت سے بہت ہی خوشگوار جام پیئے ہیں۔ آپ جس وقت سانس لیتے تو آپ کے دہنِ مبارک سے ایک شعاع نور نمودار ہوتی۔ جس سے پورا عالم منور ہو جاتا تھا اور تمام اہلِ معرفت کے احوال اُن کے مراتب کے اعتبار سے آپ پر روشن ہو جایا کرتے تھے۔ اور جس وقت آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا کہ "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل

ولی اللہ" تو اللہ تعالیٰ نے تمام اولیاءِ کرام کے قلوب میں انوار کا اضافہ فرمایا۔ اُن کے علوم میں برکت عطا کی۔ اُن کے مراتب میں رفعت بخشی۔ اور انھیں سر جھکا دینے کے صلہ میں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔"

خطۂ زمین پر اولیائے کرام کی تعداد جنھوں نے حضرتِ غوثِ اعظمؒ کے قول پر اپنی گردنیں خم کر دیں!

شیخ لؤلؤ ارمنی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ابوالخیر عطا مصریؒ کے قلب میں میرے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے کسی سے وابستہ ہونا چاہیے تو مَیں نے شیخ عطا کو بتایا کہ میرے شیخ تو عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اور انھوں نے جب یہ فرمایا تھا "قدمی ھٰذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" تو روئے زمین کے تین سو تیرہ[۳۱۳] اولیاء اللہ نے سر خم کر دیے تھے۔ جن میں سترہ حرمین شریفین میں تھے۔ ساٹھ[۶۰] عراق میں، چالیس[۴۰] عجم میں، تیس[۳۰] شام میں، بیس[۲۰] مصر میں، ستائیس[۲۷] مغرب میں، گیارہ[۱۱] حبشہ میں، گیارہ[۱۱] وادی یاجوج و ماجوج میں، سات[۷] سراندیپ میں، سینتالیس[۴۷] کوہِ قاف میں اور چوبیس[۲۴] بحرِ محیط میں[۱]۔

اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے مشائخ نے بتایا ہے کہ شیخ عبدالقادر نے یہ جملہ اللہ کے حکم سے کہا تھا اور اُن کو یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ جو ولی اللہ بھی اس سے مُنکر ہو اُس کو معزول کر دیا جائے۔ اُس وقت مشرق و مغرب کے تمام اولیاء کرام نے گردنیں جھکا دی تھیں۔ اس دَور کے سَر جھکانے والوں میں شیخ عدی بن مسافر

---

[۱] یہ کُل تعداد ۲۹۴ بنتی ہے۔ بقیہ انیس[۱۹] حضرات کے متعلق تفصیل معلوم نہیں ۱۲۔

شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن ہیتی اور شیخ احمد رفاعی جیسے مشائخ کرام بھی شامل تھے۔

شیخ احمد رفاعی نے تو اپنی مجلس میں گردن جھکا کر کہا تھا:

"میری گردن پر۔"

جس پر لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ آپ کیسا بے ربط جملہ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اِس وقت بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے:

"میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

اُس وقت شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ نجیب نے تو اپنا سر اس قدر خم کر دیا تھا کہ زمین سے لگنے کے قریب ہو گیا تھا۔ اور دونوں نے فرمایا تھا:

"ہماری گردن پر بھی۔"

اُس وقت بہت سے مشائخ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ

"اُس شخص کو خوبی حاصل ہوئی جو پاکیزگی کے دریاؤں میں سیراب ہُوا، جو بساطِ معرفت پر بیٹھا، جس نے عظمتِ ربوبیت اور اجلالِ واحدانیت کا مشاہدہ کیا۔ جس نے مقامِ کبریائی میں طُور کو بھی گم کر دیا۔ جو درجہ بدرجہ منازل طے کرتا ہوا مقامِ قرار کی رفعتوں تک پہنچا۔ جس کے لئے روح ازلی کی ہوائیں چلائی گئیں۔ جس نے امتثالِ امر کے ذریعہ انوار کے چشموں سے گفتگو کی۔ جس کو اسرارِ باطنی کے توسل سے مقامِ حضوری حاصل ہوا۔ جس نے حیا پر قائم رہ کر خود کو عالمِ محویت میں غرق کر دیا۔ جس کے ذریعہ ادب کے چشمے پھوٹے۔ جس نے گفتگو میں انکساری سے کام لیا۔ جو مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوا۔ اور جس سے اعزاز کے ساتھ خطاب کیا گیا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تحیۃ و سلام ہو۔"

بعض لوگوں نے جب اِن مشائخ سے پُوچھا کہ کیا اِن تمام اَوصاف کا حامل کوئی فرد ہوا ہے، اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

شیخ ابومدین نے بھی مغرب میں اپنی گردن خم کر کے کہا تھا کہ

"مَیں اُنہی میں سے ہوں۔ اور اے اللہ! مَیں تیرے تمام فرشتوں کو شاہد بنا کر کہتا ہُوں کہ مَیں نے "سُنا" بھی اَور "اطاعت" بھی کی"۔

مشائخ کی ایک عظیم جماعت سے یہ بھی منقول ہے کہ جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے یہ جملہ فرمایا تو حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت پر پوری دُنیا سے ایک جماعت اولیاء کی پرواز کرتی ہوئی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اَور اِن تمام اولیاء کرام نے آپ کو تہنیت پیش کرتے ہوئے یہ خطابات عطا کئے:

سلطانِ زمانہ، امامِ مکان، رحمٰن کے حکم پر چلنے والے، وارث کتاب اللہ، نائبِ رسول اللہؐ۔ وُہ فرد جس کا دستر خوان ارض وسما ہیں۔ جس کی دعاؤں سے بارش ہوتی ہے جس کی برکت سے دُودھ نکلتا ہے، جس کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے بغیر کوئی مقرب نہیں ہو سکتا، جس کے سامنے رجال الغیب کی چالیس صفیں ہوتی ہیں، اور ہر صف میں ستر افراد شامل ہوتے ہیں۔ جس کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ کا یہ وعدہ درج ہے، کہ تیرے ساتھ کوئی مکر نہیں کر سکتا۔ اور جس کے لئے دس سال ہی کی عمر سے فرشتے صف بستہ ہو کر ولایت کی بشارت دیا کرتے تھے۔

حضرت غوث الاعظمؒ نے سیلاب کو روک دیا

ایک مرتبہ جب دریائے دجلہ میں طغیانی آئی۔ اور پانی بغداد تک پہنچ گیا۔ اَور تمام لوگوں کو اپنی غرقابی کا یقین ہو گیا تو وُہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اَور دُعاء کے لئے درخواست کی۔ آپ اپنا عصاء لے کر دریا پر پہنچ گئے۔ اور عصا کو دریا کی اصل حد پر نصب کر کے فرمایا کہ "اسی جگہ ٹھہر جا"۔

چنانچہ فوراً ہی پانی اُترنا شروع ہو گیا۔ اور اصل حد پر آ گیا۔

حضرت شیخ کے عصا کی کرامت

عبداللہ ذیال فرماتے ہیں کہ میں ۵۶۰ھ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ میں مقیم تھا۔ ایک دِن آپ اپنا عصا لئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش مَیں بھی آپ کے عصا کی کوئی کرامت دیکھ سکتا۔

چنانچہ آپ نے میری جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنے عصا کو زمین پر نصب کر دیا۔ جس میں سے ایک نور ہویدا ہو کر آسمان کی جانب چڑھنے لگا۔ اور تمام فضا کو منوّر کر دیا۔ اور جب کچھ دیر کے بعد آپ نے وُہ عصا ہاتھ میں لے لیا تو پھر وُہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ آپ نے بطورِ استفہام مجھ سے فرمایا کہ

"اے ذیال تم یہی تو چاہتے تھے"۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مسلک

شیخ ابو تقی محمد بن ازہر صیر فینیؒ بیان کرتے ہیں کہ مکمل ایک سال میرے اوپر ایسا گزرا کہ مجھے ہر لمحہ یہ تمنا رہتی تھی کہ کسی کی رجال الغیب میں سے زیارت کروں ۔

چنانچہ ایک رات مَیں نے خواب میں حضرت امام حنبلؒ کے مزار کی زیارت کی۔ جہاں ایک اَور شخص بھی موجود تھا۔ اُس وقت مُجھے (خواب ہی میں) یہ خیال آیا کہ یہ ضرور رجال الغیب میں سے ہے۔ لیکن بیداری کے بعد میری یہ خواہش رہی کہ کاش مَیں اس شخص کو عالمِ بیداری میں دیکھ سکتا۔

چنانچہ یہی خواہش لئے ہوئے مَیں امام حنبل کے مزار کی جانب چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر مَیں نے ویسا ہی شخص دیکھا جیسا کہ خواب میں دیکھ چکا تھا۔ لیکن جب مَیں تیزی سے زیارت کے لئے بڑھا تو وُہ میرے سامنے سے نکل گئے۔ اَور جب مَیں دریائے دجلہ تک اُن کا پیچھا کرتے ہوئے پہنچا تو دریائے دجلہ کے دونوں کنارے اتنا قریب کر دیئے

گئے کہ اس میں صرف ایک ہی قدم کا فاصلہ باقی رہ گیا۔ چنانچہ وہ صاحب قدم بڑھا کر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ میں نے اُن کو قسم دے کر کہا کہ ٹھہر کر مجھ سے گفتگو کرتے جائیے۔ جب وہ ٹھہر گئے تو میں نے پوچھا کہ

"آپ کا کیا مسلک ہے؟"

انھوں نے کہا کہ

"میں مشرک نہیں ہوں بلکہ ملّت حنیفہ کا پیرو ہوں۔"

اور جب مجھے اُن کے حنفی ہونے کا علم ہوا تو واپسی پر میں نے یہ طے کیا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کروں گا۔ لیکن میں آپ کے مدرسہ کے دروازے ہی پر پہنچا تھا کہ بغیر دروازے کھولے گھر کے اندر سے ہی آپ نے فرمایا

"اے محمد صبر فینی روئے زمین پر مشرق و مغرب میں اس وقت کوئی ولی اللہ سوائے عبدالقادرؒ کے حنفی مسلک کا نہیں ہے[۱]۔"

قطع مسافت کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ جب حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی منبر پر جلوہ افروز تھے تو نہ آپ نے خطاب فرمایا نہ کسی قاری نے قرأت کی۔ اس کے باوجود حاضرینِ مجلس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور جب بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ آج یہ کیا کیفیت طاری ہو گئی ہے، تو آپ نے اُن کے قلوب کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ

"میرا ایک مُرید بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچ کر میرے ہاتھ پر تائب ہوا ہے۔ چنانچہ اُس کی جانب سے آج تمام اہلِ مجلس کو دعوت ہے۔"

اُس وقت مجھے خیال آیا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچ

۱؎ اکثر اور مشہور روایات کے مطابق جنابِ غوثِ اعظم حنبلی مسلک رکھتے تھے۔

گیا، وُہ توبہ کس لئے کرنے آیا ہے ؛ لیکن اظہارِ خیال سے قبل ہی حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ

"وُہ اس چیز کی توبہ کرنے نہیں آیا کہ اُس نے ہَوا میں قدم کیوں رکھا بلکہ اس کو یہ احتیاج لے کر آئی ہے کہ مَیں شفقت و محبّت کے ساتھ اُس کو طریقت کی تعلیم دُوں۔"

حضرت شیخؒ کا یہ حال تھا کہ حاضرینِ مجلس کے سروں پر ہَوا میں قدم رکھتے ہوئے چلا کرتے تھے۔ اَور فرمایا کرتے کہ اُس وقت تک آفتابِ طلوع نہیں ہو سکتا جب تک مجھے سلام نہ کرلے۔ اِسی طرح ماہ و ایّام، شب و روز بھی مجھے ہر ہر لمحہ کی خبر دیتے رہتے ہیں۔ اور ہر نیک و بد کے احوال میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ میری نگاہیں لوحِ محفوظ پر مرکوز رہتی ہیں۔ اَور مَیں علمِ خداوندی کے دریا میں غوطہ زن ہو کر ذاتِ باری کا مشاہدہ کرتا رہتا ہُوں۔ اور نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے مَیں تمھارے لئے حجّت ہُوں۔ ہر ولی اللہ اپنے نبی کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ اَور مَیں اپنے جدِّ اعلیٰ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر اس طرح گامزن رہتا ہوں کہ سوائے قدمِ نبوّت کے میرا ہر قدم آپ ہی کے قدم پر پڑتا ہے۔ مَیں جنّات اَور ملائکہ کا بھی شیخ ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ

"جب تم خدا سے دُعا مانگو تو میرے وسیلے سے مانگو۔ اَور اے اہلِ شرق و مغرب! آؤ اَور مجھ سے علم حاصل کرو۔ اے اہلِ عراق طریقت کے اقوال میرے پاس اس طرح موجود ہیں جس طرح مکان میں کپڑے لٹکے ہوئے ہوں، اَور جو کپڑا تم چاہو پہن لو۔

اے فرزند! اگر تجھے ایک ہزار سال کا بھی سفر کرنا پڑے تو بھی مُجھ سے آ کر صرف ایک حکم سُن لے تو اس موقع پر تجھے ولایتیں بھی حاصل ہوں گی

اور اعلیٰ مراتب بھی۔ تمھیں چاہیئے کہ سلامتی کی راہ اختیار کرو، ورنہ میں تم پر ایسا لشکر مسلّط کردوں گا، جس کے مقابلہ کی تم میں سکت نہ ہوگی۔ میری مجلس میں جوتے اتار کر داخل ہو، کیونکہ میری مجلس میں کوئی ولی اللہ ایسا نہیں جو حاضر نہ ہوتا ہو۔ جو زندہ ہیں وہ اپنے اجسام کے ساتھ۔ اور جو مر چکے ہیں وہ اپنی ارواح کے ساتھ۔

اے فرزند جب منکر نکیر تیری قبر میں آئیں تو ان سے میرے بارے میں دریافت کر، وہ تجھ کو میرے متعلق سب کچھ بتا دیں گے۔"

حضرت شیخ کے خادم ابو رضا بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخؒ ارواح کے متعلق کچھ بیان فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور بیٹھ کر مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے عہ

رُوْحِیْ اَلِفَتْ بِحُبِّکُمْ فِی الْقِدَمِ ... مِنْ قَبْلِ وُجُوْدِھَا وَھِیَ فِی الْعَدَمِ

میری روح ازل ہی سے اس کے حکم سے مانوس ہو چکی تھی، جبکہ وجود میں آنے سے قبل عدم میں تھی۔

ھَلْ یَجْمُلُ بِیْ مِنْ بَعْدِ عِرْفَانِکُمْ ... اَنْ اَنْقُلَ عَنْ طَرِیْقِ ھَوَاکُمْ قَدَمِیْ

کیا میرے لئے یہ مناسب ہے کہ تمھیں پہچاننے کے بعد تمھاری محبت سے اپنے قدم پیچھے ہٹاؤں۔

حضرت شیخ کی ایک عظیم کرامت

حضرت غوثِ اعظم کے خادم ابو رضا بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ ایثار کے موضوع پر بیان فرما رہے تھے کہ اچانک آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر فرمایا کہ

"میں ایک سو دینار کے معاوضہ کے بغیر کوئی خطاب نہیں کروں گا۔"

اسی وقت متعدد حاضرین نے آپ کی خدمت میں دینار پیش کئے۔ آپ نے ایک

شخص کے دینار قبول فرمائیے۔ اور اپنے ایک خادم ابو رضا سے فرمایا:

"اے ابو رضا! شونیز کے مقبرے میں جاؤ، وہاں تمھیں ایک شخص ملے گا جو بربط سے کھیل رہا ہوگا۔ لہٰذا یہ رقم اُس کو پیش کر کے میرے پاس بلا لاؤ۔"

چنانچہ جب مَیں وہاں پہنچا تو واقعی ایک شخص بربط سے کھیل رہا تھا۔ جب مَیں نے وُہ رقم اُس کو پیش کی تو وُہ چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ اور جب ہوش میں آیا تو مَیں نے کہا کہ تمھیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ وُہ میرے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو منبر پر بٹھا دو۔ چنانچہ وُہ کاندھے پر اپنا بربط لٹکائے ہوئے منبر پر چڑھ گیا۔ اُس وقت حضرت شیخ نے اُس سے پوچھا:

"یہ کیا سلسلہ ہے؟ اپنا پورا واقعہ بیان کرو۔"

اُس نے عرض کیا کہ

"اَے سردار! مَیں بچپن ہی سے بہت عمدہ گاتا تھا۔ جس کی وجہ سے مُجھے بے حد مقبولیّت حاصل ہوئی۔ لیکن جب مَیں بوڑھا ہو گیا تو ہر شخص نے مُجھ سے نگاہیں پھیر لیں۔ اَور مَیں نے بغداد روانہ ہوتے وقت یہ عہد کر لیا کہ اَب اپنا گانا صِرف مُردوں کو سناؤں گا۔ آج جب مَیں تمام قبروں کا چکّر لگا کر ایک قبر کے نزدیک بیٹھ گیا تو وُہ شق ہوئی، اَور اُس میں سے ایک شخص نے گردن باہر نکالی اور کہا:

"اَے شخص تو مُردوں کو اپنا گانا کیوں سُناتا ہے، تجھے تو چاہئیے کہ تُو حی و قیوم کے لئے بھی گانا گائے، پھر تو اُس سے جو طلب کرے گا، وُہ ملے گا۔"

یہ سُن کر مُجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ اور ہوش آنے کے بعد مَیں نے مندرجہ

ذیل اشعار پڑھے : ؎

یَارَبِّ مَالِیْ عُدَّۃٌ یَوْمَ اللِّقَاءِ اِلَّا رَجَا قَلْبِیْ وَ نُطْقُ لِسَانِیْ

اے رب ملاقات کے دن (روزِ قیامت) کے لئے میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ سوائے اس کے کہ میرا قلب، نطق اور میری زبان امیدوار ہے۔

قَدْ اَمَّکَ الرَّاجُوْنَ یَبْغُوْنَ الْمُنٰی وَا خَیْبَتَاہُ اِنْ عُدْتُ بِالْحِرْمَانِیْ

تیرے پاس تمنائیں لے کر حاضر ہونا چاہتا ہوں، اور اگر محروم لوٹا تو بہت ہی خسارے میں رہوں گا۔

اِنْ کَانَ لَا یَرْجُوْکَ اِلَّا مُحْسِنٌ فَبِمَنْ یَلُوْذُ وَیَسْتَجِیْرُ الْجَانِیْ

اگر میں تجھ جیسے محسن سے امید نہ رکھوں تو پھر مجھ خطا کار کو کون پناہ دے گا۔

شَیْبِیْ شَفِیْعٌ یَوْمَ عَرْضِیْ وَاللِّقَاءِ فَعَسَاکَ تُنْقِذُنِیْ مِنَ النِّیْرَانِیْ

میرے بڑھاپے کو پیشی اور ملاقات کے دن (روزِ حساب) رسوائی سے بچا، اور مجھے نارِ جہنم سے نجات عطا کر دے۔

اِن اشعار کو پڑھنے کے بعد آج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور آپ کے خادم نے مجھ کو ایک سو دینار بھی دیئے ہیں۔ آج میں خدا سے توبہ کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنا بربط توڑ دیا اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ اُس وقت حضرت شیخ نے فرمایا کہ

"اے فقراء! جب اس نے لہو و لعب میں صداقت اختیار کی اور اس نے جو کچھ طلب کیا اِس کو مل گیا تو اُس شخص کا کیا حال ہو گا جو اپنے فقر و طریقت اور احوال میں صادق ہے۔ لہٰذا تمھارے اُوپر لازم ہے، صدق و صفا اختیار کرو، جب تک یہ دونوں چیزیں حاصل نہ ہو جائیں، تقرب

الٰہی ملنا محال ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سُنا:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا۔ جب تم کوئی بات کہو تو عدل کے ساتھ (سچی بات) کہو۔

جس وقت حضرت شیخ نے سو دینار طلب کئے تھے تو اس میں چالیس ۴۰ افراد نے حصّہ لینا چاہا تھا۔ لیکن آپ نے صرف ایک ہی شخص سے دینار لے کر بھجوائے تھے مگر مغنی کے تائب ہو جانے کے بعد اُن انتالیس ۳۹ افراد نے بھی اپنے تمام دینار اُسی کو دے دیئے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر اس مجلس میں پانچ افراد جاں بحق ہو گئے۔

جناب غوثِ اعظم کا صبر و استقامت

شیخ کیمیائی، شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہمراہ ۲۷ ذی الحجّہ بروز چہار شنبہ ۵۲۳ھ مقبرہ شونیزیہ میں مزارات کی زیارت کے لئے پہنچے۔ اس وقت آپ کے ساتھ فقہاء و قرّاء کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں آپ شیخ حمّادؒ کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔ حتّیٰ کہ گرمی نے شدت اختیار کر لی۔ لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے ساکت کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت ہی بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب طویل قیام کی وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"مَیں جمعہ ۱۵ شعبان ۴۹۹ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کیلئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ چنانچہ جب ہم لوگ قنطوہ یہود[1] کے قریب پہنچے تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔ مَیں نے بسم اللہ کہہ کر غسل جمعہ کی نیّت کر لی۔ اس وقت میرے جسم

---

[1] قنطوہ۔ پل۔

پر ایک اُونی جُبّہ تھا۔ اور دُوسرا جُبّہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اُٹھا لیا تا کہ بھیگنے سے محفوظ رہ جائے۔ شیخ حمّادؒ مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے۔

چنانچہ مَیں نے پانی سے نکل کر اپنا جُبّہ نچوڑا اور اُن کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں نے رشک کیا تو شیخ حماد نے انھیں جھڑک کر فرمایا کہ مَیں تو محض امتحاناً اس کو نہر میں دھکیلا تھا۔ لیکن یہ (شیخ عبدالقادرؒ) ایسا کوہِ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔"

پھر حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے فرمایا کہ

"آج مَیں نے شیخ حمّاد کو قبر میں ایسی حالت میں دیکھا کہ اُن کے جسم پر جواہرات سے مرصّع ایک حلّہ ہے۔ اور آپ کے سر پر یاقوت کا تاج ہاتھوں میں سونے کے کنگن۔ اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہو گیا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے مَیں نے تجھے پانی میں دھکا دیا تھا، کیا تو مجھے معاف

کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا

چنانچہ مَیں جس وقت میں کھڑا

اپنے مزارات میں میری دُعا

دُعا قبول فرما کر شیخ حمّاد کے

مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح

جب بغداد میں اس واقعہ کی

لگیں۔ تو شیخ حمّادؒ کے متع

دریافت کرنے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ میں جمع ہو گئے۔ لیکن آپ کے رعب و جلال کی وجہ سے کسی میں پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر آپ نے ہی اُن کی خواہش کے مطابق فرمایا کہ

"تم لوگ دو بزرگ افراد کو منتخب کر لو۔ ان کی زبانوں پر خود بخود وہ بات آجائے گی جو تم سننا چاہتے ہو۔"

چنانچہ شیخ ہمدانی جو اُسی دن بغداد آئے تھے۔ اور دُوسرے شیخ عبدالرحمٰن کو جو بغداد ہی میں مقیم تھے منتخب کر لیا گیا۔ یہ دونوں حضرات خدا رسیدہ، صاحبِ کشف اور مدارج علیا کے حامل تھے۔ لہٰذا ان دونوں نے حضرتِ شیخ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو جمعہ تک کی مُہلت دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کے قول کے مطابق ہماری زبانوں سے خود بخود اس واقعہ کا اظہار ہو جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"انشاء اللہ تعالیٰ تم لوگ اُٹھنے بھی نہ پاؤ گے کہ یہ واقعہ تم پر منکشف ہو جائے گا۔"

یہ فرما کر حضرت شیخ نے مُراقبہ فرمایا، اور پوری جماعت بھی مراقب ہو گئی۔ اُسی وقت مدرسہ کے باہر درویشوں میں چیخ پُکار سنائی دی۔ اور اچانک شیخ یوسف ننگے پیر بھاگتے ہوئے مدرسہ میں داخل ہوئے اور عرض کیا کہ

"مَیں خدا کو شاہد بنا کر کہتا ہوں کہ شیخ حمادؒ نے ابھی ابھی مجھ سے یہ فرمایا، کہ عبدالقادرؒ کے مدرسہ میں تمام مشائخ سے کہہ دو کہ عبدالقادرؒ نے جو کچھ کہا ہے وُہ بالکل سچ ہے۔"

ابھی اُن کی بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ شیخ عبدالرحمٰن کووی نے بھی شیخ ہمدانی کی طرح قول نقل کیا۔

پوری جماعت نے معافی مانگی۔ اور سب کے سب حضرت شیخؒ کے حق

میں دُعاء کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

حضرت غوثِ اعظمؒ شاہد بھی اور مشہود بھی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحبزادگان شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ شیخ بقا ابن بطو نے ۵ رجب بروز جمعہ صبح کے وقت ہمارے والد کے مدرسہ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ

"گزشتہ شب حضرت شیخ کے جسم سے ایک نور برآمد ہوا۔ اور اُس وقت کوئی فرشتہ ایسا باقی نہ رہا جس نے زمین پر نازل ہو کر آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو۔ اور آپ کو شاہد و مشہود کے لقب سے موسوم نہ کیا ہو۔"

یہ واقعہ سُن کر جب صاحبزادگان نے والد ماجد سے دریافت کیا کہ آپ نے صلوٰۃِ رغائب پڑھی ہے ؟ تو آپ نے جواب میں مندرجہ ذیل پانچ اشعار پڑھے :عہ

إِذَا نَظَرَتْ عَيْنِي وُجُوهَ حَبَائِبِي — فَتِلْكَ صَلٰوتِي فِي لَيَالِي الرَّغَائِبْ

جب میری آنکھ محبوبوں کا چہرہ دیکھنے لگے تو وہی میری صلوٰۃ رغائب ہے۔

وُجُوهٌ إِذَا مَا سَفَرَتْ عَنْ جَمَالِهَا — أَضَاءَتْ لَهَا الْأَكْوَانُ مِنْ كُلِّ جَانِبِ

جب چہرے اس کے جمال کو ظاہر کرتے ہیں تو ہر سمت سے کون و مکان روشن ہو جاتے ہیں۔

حرمت الرضا لم اکن باذلا دمی — أُزَاحِمُ شُجْعَانَ الْوَغٰى بِالْمَنَاكِبِ

میرے اوپر مقامِ رضا حرام ہے، جب تک میں مزاحمت کر کے سرکش بہادروں کو نہ بھگا دوں۔

أَشُقُّ صُفُوفَ الْعَارِفِينَ بِعَزْمَةٍ — تَعَلّٰى مَجْدِي فَوْقَ تِلْكَ الْمَرَاتِبِ

میں عارفین کی صفوں کو اپنے عزم سے چیر دیتا ہوں اور اس وجہ سے میری بلندی و بزرگی ان کے مراتب سے بالاتر ہو گئی۔

وَمَنْ لَمْ يُوفِ الْحُبَّ مَا يَسْتَحِقُّهُ — فَذَاكَ الَّذِي لَمْ يَأْتِ قَطُّ بِوَاجِبِ

جس نے محبت کا حق کما حقہ پورا نہ کیا اُس نے ایک فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی کی۔

جب آپ سے مقامات ابتداء وانتہاء کے بارے میں معلوم کیا گیا تاکہ دُوسرے بھی اُس کو مشعلِ راہ بنائیں۔ اُس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے ؏

اَنَا رَاغِبٌ فِیْمَنْ تَقَرَّبَ وَصْفُہٗ ۔۔۔ وَمُنَاسِبٌ لِفَتًی بِلَا طِفُ لُطْفُہٗ

میں اُس کی طرف راغب (مائل) ہوں جس کی صفت تقرب ہے۔ اور ہر جوانمرد کو اس جیسی مہربانی کرنی لازم ہے۔

وَمَفَاوِضُ الْعُشَّاقِ فِیْ اَسْرَارِھِمْ ۔۔۔ مِنْ کُلِّ مَعْنًی لَمْ یُسْعِفِیْ کَشْفُہٗ

جو کہ عشاق کا ہمراز اُن کی ہر طرح کی آرزوؤں سے اور وُہ اُن سے واقف ہے جس کے بیان کیلئے زبان گویا نہیں۔

قَدْ کَانَ یَسْکُرُنِیْ مِزَاجُ شَرَابِہٖ ۔۔۔ وَالْیَوْمَ یُصْحِیْنِیْ لَدَیْہِ صَرْفُہٗ

جس شراب محبت کی بو مجھے بدست کر دیتی ہے۔ لیکن آج اس کے پینے کی زیادتی مجھے زیادہ شعور دیتی ہی ہے۔

وَاَغِیْبُ عَنْ رُشْدِیْ بِاَوَّلِ نَظْرَۃٍ ۔۔۔ وَالْیَوْمَ اَسْتَجْلِیْہِ ثُمَّ اَزِفُہٗ

ابتداء میں مجھے پہلی نظر ہی میں بے ہوشی ہو جاتی تھی۔ اب میں اُس کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہوں اور اُس کے سامنے آتا ہوں۔

بعض لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے یہ سوال کیا کہ ہم بھی تو آپ ہی کی طرح صوم وصلوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس میں جدوجہد بھی کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے اوپر کوئی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ

"تم لوگ تو اپنے بہتر اعمال کے لئے زحمتیں برداشت کرتے ہو۔ لیکن ہم نے خود کو سپرد خدا کر دینے کے لئے زحمت برداشت کی ہے۔ حتّٰی کہ ہم نے اُس وقت تک کچھ کھایا پیا نہیں، جب تک ہم سے یہ نہیں کہہ دیا گیا کہ تجھ پر ہمارا حق ہے "کھا اور پی"۔ اور نہ ہم نے اس وقت تک کوئی

کام اپنی مرضی سے کیا جب تک ہمیں اُس کے کرنے کا حکم نہیں دے دیا گیا۔ ہمارے اوپر جب اپنے مجاہدات کے دور میں نیند کا غلبہ ہوتا تو کوئی غیبی آواز سنائی دیتی ہے

"یَا عَبْدُ الْقَادِرِ مَا خَلَقْنَاکَ لِلنَّوْمِ وَقَدْ أَعْطَيْنَاكَ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا فَلَا تَغْفُلُ عَنَّا وَأَنْتَ شَيْءٌ"	اے عبدالقادر ہم نے تجھ کو سونے کیلئے پیدا نہیں کیا۔ ہم نے اس وقت تجھ کو حیا عطا کی۔ جب تو کچھ بھی نہ تھا۔ اور جب تو کچھ ہو گیا تو ہم سے غافل نہ ہو"

اولیاء کا قرض اتارنے کیلئے فرشتہ مامور ہے

حضرت شیخ کے خادم ابوالنجا جو لقب سے زیادہ موسوم تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے شیخ عبدالقادر پر مختلف لوگوں کے ڈھائی سو دینار قرض ہو گئے۔ اس اثناء میں ایک دن ایک غیر معروف شخص آیا اور دیر تک آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ چلتے وقت اُس نے کچھ سونا پیش کر کے عرض کیا کہ آپ اس سے اپنا قرض ادا کر دیں۔

چنانچہ اس کے جانے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تمام رقم قرض خواہوں کو پہنچا دو۔ جب میں نے اس شخص کے متعلق معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"وہ تقدیر کا صراف تھا (صیرفی القدر)"۔

پھر میں نے پوچھا کہ صیرفی القدر سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنے مقروض اولیاء کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اور اُن کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کرتا ہے"۔

آپ کے خادم ابورضا بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپکے خلوت کدہ پر

دستک دی۔ کوئی آواز نہ سنائی دینے پر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ چھت پر سے مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے اُتر کر آ رہے ہیں:

طَافَتْ بِكَعْبَةِ حُسْنِكُمْ اَشْوَاقِيْ — فَسَجَدْتُ شُكْرًا لِلْجَلَالِ الْبَاقِيْ

میرے شوق نے تمھارے کعبۂ حسن کا طواف کیا۔ لہٰذا میں نے باقی رہنے والے ذوالجلال کا شکر ادا کیا۔

وَدَمَيْتُ فِيْ قَلْبِيْ جِمَارَ هَوَاكُمْ — بِيَدِ الْمُنٰى وَبَقِيْتُ فِيْ اَحْرَاقِيْ

میں نے تمناؤں کے ہاتھ سے اپنے قلب میں تمھاری محبت کی چنگاریاں چھپالیں اور اسی میں جلتا رہا۔

سَكْرَانَ عِشْقٍ لَا اَزَالُ مُوَلَّهًا — يَا لَيْتَ شِعْرِيْ مَا سَقَانِي السَّاقِيْ

میں تمھارے عشق میں مست رہتا ہوں۔ کاش مجھے علم ہو سکتا کہ ساقی نے کیا پلادیا ہے۔

شیخ عدی بن برکات اپنے والد اور چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے وعظ کے دوران بارش ہونے لگی اور اہلِ مجلس منتشر ہونے لگے۔ اُس وقت حضرت شیخ نے آسمان کی جانب نظر اُٹھا کر فرمایا کہ

"میں تو تیرے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کر دیتا ہے۔"

چنانچہ اسی وقت آپ کی مجلس پر سے تو بارش بند ہوگئی۔ لیکن مدرسہ سے باہر مسلسل ہوتی رہی۔ پھر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے، ؏

مَا فِي الصَّبَابَةِ مَنْهَلٌ مُسْتَعْذَبٌ — اِلَّا وَلِيْ فِيْهِ الْاَلَذُّ الْاَطْيَبُ

وادیٔ عشق میں کوئی شیریں چشمہ ایسا نہیں، جو کہ تیری نہرِ عشق سے زیادہ لذیذ و شیریں ہو۔

اَوْ فِي الْوِصَالِ مَكَانَةٌ مَخْصُوْصَةٌ — اِلَّا وَمَنْزِلَتِيْ اَعَزُّ وَاَقْرَبُ!

مقامِ وصال میں کوئی ایسی مخصوص جگہ نہیں۔ جو میرے مقامِ وصال سے زیادہ ذی عزت و رفعت و قریب ہو۔

وَهَبَتْ لِیَ الْاَیَّامُ رَوْنَقَ صَفْوِهَا فَحَلَتْ مَنَاهِلُهَا وَطَابَ الْمَشْرَبُ

مجھے زمانہ وادیِ عشق کی رونق اور صفائی کا اس طرح موقع دیا گیا ہے کہ اُس کے چشمے شیریں ہو گئے اور گھاٹ پاکیزہ بن گئے۔

وَغَدَوْتُ مَخْطُوْبًا لِکُلِّ کَرِیْمَةٍ لَا یَهْتَدِیْ فِیْهَا اللَّبِیْبُ فَیَخْطُبُ

مَیں ہر عمدہ خصلت والے مرد وزن کا ایسا مطلوب بن گیا جس کی طرف کسی ہدایت یافتہ دانشمند

اَنَا مِنْ رِجَالٍ لَا یَخَافُ جَلِیْسُهُمْ رَیْبَ الزَّمَانِ وَلَا یَرٰی مَا یَرْهَبُ

مَیں ایسے لوگوں میں سے ہوں جن کا ہمنشین خائف نہیں ہوتا زمانے کی گردش سے، اور نہ کوئی خوفناک چیز دیکھتا ہے۔

قَوْمٌ لَهُمْ فِیْ کُلِّ مَجْدٍ رُتْبَةٌ عُلْوِیَّةٌ وَلِکُلِّ جَیْشٍ مَرْکَبُ

وہ لوگ ایسی جماعت ہیں کہ ہر بزرگی میں اُن کا رتبہ بلند ہے، اور ہر لشکر میں ان کی سواری ہے۔

اَنَا بُلْبُلُ الْاَفْرَاحِ اَمْلَاُ دَوْحَهَا طَرَبًا وَفِی الْعَلْیَاءِ بَازٌ اَشْهَبُ

مَیں فرحتوں کی ایسی بُلبل ہوں کہ جو آپ کے ہرے بھرے درختوں پر نغمگی کی خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور میری مثال باز اشہب کی ہے۔

اَضْحَتْ جُیُوْشُ الْحُبِّ تَحْتَ مَشِیْئَتِیْ طَوْعًا وَمَهْمَا رُمْتُهٗ لَا یَعْزُبُ

ملکِ محبت کے لشکر میری مرضی کے ماتحت ہیں، اور جہاں میں انھیں ڈال دوں وہاں سے ہل نہیں سکتے۔

مَازِلْتُ اَرْتَعُ فِیْ مَیَادِیْنِ الرِّضٰی حَتّٰی وُهِبْتُ مَکَانَةً لَا تُوْهَبُ

مَیں ہمیشہ رضا کی چراگاہوں میں چرتا رہتا ہوں، یہاں تک کہ مجھے وہ مرتبہ عطا کیا گیا ہے جو کسی کو عطا نہیں کیا جاتا۔

أَصْبَحْتُ لَا أَمَلًا وَلَا أُمْنِيَّةً ٭ أَرْجُو وَلَا مَوْعُوْدَةً أَتَرَقَّبُ

میری یہ حالت ہے کہ کوئی امید و آرزو باقی نہیں رہی کہ میں اس کی تمنا کروں اور نہ کوئی ایسا وعدہ جس کا میں انتظار کروں۔

أَنَا مِنْ رِجَالٍ لَا يَخَافُ جَلِيْسُهُمْ ٭ رَعْبُ الزَّمَانِ وَلَا يُرٰى مَا يَرْهَبُ

میں ان لوگوں میں سے ہوں جس کے ہمنشین خوف نہیں کھاتے، زمانہ خوف زدہ ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ خوف کس سے ہے۔

أَضْحَى الزَّمَانُ لِحُلَّةٍ مَرْقُوْمَةٍ ٭ تَزْهُو وَنَحْنُ لَهَا الطِّرَازُ الْمُذْهَبُ

اور زمانہ کی مثال مرصع خلعت کی سی ہے اور ہم اسی خلعت کے زریں نقوش ہیں۔

أَفَلَتْ شُمُوْسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا ٭ أَبَدًا عَلٰى فَلَكِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے لیکن ہمارا سورج ہمیشہ آسمانوں کی بلندیوں پر رہے گا اور کبھی غروب ہونے والا نہیں ہے۔

حضرت شیخؒ کے اقوالِ زرّیں

حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہر پرندہ بولتا تو ضرور ہے، لیکن اس کا کوئی عمل نہیں ہوتا ہے۔ اور شکرہ (باز) بولتا نہیں ہے بلکہ عمل کر کے دکھاتا ہے (عمل سے مراد شکار ہے) یہی وجہ ہے کہ بادشاہوں کا ہاتھ اس کی جگہ ہوتی ہے۔

ابو مظفر بن مبارک نے اس موقع پر مندرجہ ذیل اشعار شیخ کی مدح میں پڑھے:

بِكَ الشُّهُوْرُ تُهَنّٰى وَالْمَوَاقِيْتُ ٭ يَا مَنْ بِأَلْفَاظِهٖ تَغْلُو الْيَوَاقِيْتُ

آپ کو وقت اور مہینے مبارک باد پیش کرتے ہیں، اے وہ ہستی جس کے الفاظ یاقوت کی طرح گراں قیمت ہیں۔

الْبَازُ أَنْتَ فَإِنْ تَفْخَرْ فَلَا عَجَبٌ ٭ وَسَائِرُ النَّاسِ فِيْ عَيْنِيْ فَوَاخِيْتُ

آپ باز ہیں آپ کا فخر کرنا تعجب خیز بات نہیں اور آپ کے مقابلہ میں دوسرے لوگ فاختہ کی طرح ہیں۔

اَشُمُّ مِنْ قَدَمَيكَ الصِّدقَ مُجتَهِداً   لِاَنَّهَا قَدَمٌ مِنْ نَعلِهَا صِيتُ

میں کوشش کر کے آپ کے قدموں کی بُو پالیتا ہوں، کیونکہ ان قدموں کے نیچے عزت و حرمت ہے۔

غرور سے بچنے کی تعلیم

شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے نہایت سادگی سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ

"جب تم یہ مشاہدہ کرنے لگو کہ ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہوتی ہے اور وہی اعمالِ صالح کی توفیق عطا فرماتا ہے جس میں کہ تمہارے نفس کو قطعاً دخل نہیں ہوتا، تو یہ سمجھ لو کہ تم نے خود کو تکبر سے محفوظ کر لیا۔"

حضرتِ شیخ کا کارخانۂ قدرت پر تصرف اور آپ کو پوشیدہ حال کا علم ہونا

شیخ العقوفیہ

حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

"میں عہدِ شباب میں علمِ کلام سے بہت شغف رکھتا تھا اور بہت سی کتابیں مجھے حفظ تھیں۔ اس علم پر مجھ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ اس سلسلہ میں میرے چچا اکثر مجھے بُرا بھلا کہا کرتے۔ لیکن میں کوئی اثر نہ لیتا۔ آخر کار وہ مجھے ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے مجھ سے پوچھا کہ

"اے عمر تُو نے کون کون سی کتابیں از بر یاد کر لی ہیں؟"

میں جب اُن کتابوں کے نام بیان کر چکا تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ میرے ذہن سے اِن کتابوں کا ایک ایک حرف محو ہو گیا اور اُس کی بجائے مجھے ایسا علم لدنی حاصل

ہو گیا کہ آپ کے پاس سے اُٹھنے کے بعد میں نہایت حکیمانہ باتیں کرنے
لگا۔ میرے سینہ پر دستِ شفقت رکھتے وقت حضرت شیخ نے یہ بھی
پیشین گوئی کر دی تھی کہ

"اے عمر! تو عراق کے مشاہیر میں سے ہو گا"

حضرت شیخ فی الواقع اہلِ طریقت کے سلطان تھے، اور کارخانۂ قدرت
پر پوری طرح متصرف بھی"

ابوالفرج بن حمامی کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ کی بہت سی خارق عادات و
کرامات سُن کر اُن کو بعید از قیاس تصور کرتا تھا اور اُن کے وقوع کو ناممکن جانتے ہوئے
اُن کا قائل نہ تھا۔ لیکن بذاتِ خود آپ سے نیاز حاصل کرنے کا مشتاق تھا۔
اتفاقاً کسی ضرورت کے تحت مجھے باب الازج جانا پڑا۔ واپسی پر میں بغرضِ
ملاقات حضرت شیخ کے مدرسہ میں پہنچ گیا۔ اُس وقت مؤذن نماز کے لئے اقامت
کہہ رہا تھا۔ چنانچہ مجھے خیال ہُوا کہ مَیں بھی نمازِ عصر ادا کر کے حضرتِ شیخ سے نیاز حاصل
کرتا چلوں۔ لیکن جلدی میں یہ قطعاً یاد نہیں رہا کہ مَیں باوضو نہیں ہوں۔ لہٰذا نماز اور
دُعا سے فراغت کے بعد حضرت شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ

"اے صاحبزادے اگر تم میرے پاس کوئی حاجت لے کر آتے تو مَیں ضرور
پُوری کر دیتا۔ لیکن تمھاری غفلت کا تو یہ عالم ہے کہ بے وضو ہی نماز
پڑھ لی"

یہ سُن کر مارے دہشت کے میرے ہوش اُڑ گئے اور عالمِ حیرت میں سوچنے لگا
کہ میرے پوشیدہ حال کا علم آپ کو کس طرح ہو گیا۔ بس اس کے بعد ہی سے مَیں نے
آپ کی صحبت اختیار کر لی۔ اور عقیدت و محبت سے خود کو آپ کی خدمت کیلئے وقف
کر دیا اور آپ کی برکت سے میرے اُوپر معرفت کی راہیں کُھل گئیں۔

شیخ جبائی فرماتے ہیں کہ ابنِ ناصر کی کتاب "حلیتہ الاولیاءؒ" کے مطالعہ کے بعد میرا قلب ایسا متاثر ہوا کہ مخلوق سے علیحدگی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے تنہائی میں عبادت کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت شیخ کے پاس حاضر ہو کر اُن کے پیچھے نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

"جب تک تم مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر اچھی طرح ادب حاصل نہ کر لو، اور تمھیں مکمل طور پر تفقہ فی الدین حاصل نہ ہو جائے، اُس وقت تک تمھارے لئے گوشہ نشینی مناسب نہیں۔ کیونکہ اگر تمھیں دینی امور میں کوئی مشکل درپیش ہوئی تو تم گوشہ نشینی ترک کر کے لوگوں سے مسائل دریافت کرتے نکل پڑو گے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ بہتر گوشہ نشین وُہ ہوتا ہے جو شمع کی مانند ہو اور جس کی روشنی سے مخلوق فائدہ اُٹھا سکے"۔

حضرت شیخ کی زر و جواہر سے بے نیازی

شیخ ابو العباس خضر موصلی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت شیخ کے مدرسہ میں موجود تھا۔ خلیفہ مستنجد باللہ سلام کی غرض سے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ

"مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے"۔

یہ کہہ کر آپ کے سامنے زر و جواہر سے لبریز دس تھیلیاں (جن کو غلام اٹھائے ہوئے تھے) پیش کیں۔ لیکن آپ نے بے نیازی سے فرمایا کہ

"مجھے اِس کی حاجت نہیں"۔

اور جب خلیفہ نے قبول کرنے پر بے حد اصرار کیا تو آپ نے دو عمدہ قسم کی تھیلیاں اٹھائیں۔ اور ایک تھیلی داہنے ہاتھ میں اور دُوسری بائیں ہاتھ میں پکڑ لی۔ آپ نے اِن دونوں تھیلوں کو زور سے دبایا تو اُن میں سے خون ٹپکنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

"اے ابو المظفر! کیا تجھے لوگوں کا خون حاصل کر کے خدائے تعالیٰ سے شرم

نہیں آتی۔ اور وُہی خون تو مجھے بھی پیش کرنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی خلیفہ بیہوش ہو گیا۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ

"اگر مجھے اس نسبت کا پاس نہ ہوتا جو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے تو میں اس خون کو تیرے محل تک بہا دیتا۔"

حضرت شیخ کی کرامتیں

شیخ قدوہ ابوالحسن علی قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ۵۵۹ھ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مجلس میں حاضر تھا تو روافضہ کی ایک جماعت سِلے ہوئے مُہر شدہ دو تھیلے لے کر حاضر ہوئی۔ اور حضرت سے سوال کیا کہ اِن دونوں تھیلوں میں کیا چیز ہے؟

آپ نے کرسی پر سے اتر کر اُن میں سے ایک تھیلے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ

"اِس میں ایک اپاہج بچہ ہے۔"

یہ کہہ کر اپنے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کو حکم دیا کہ اِس تھیلے کو کھولو۔ چنانچہ جب اُسے کھولا گیا تو واقعی اُس میں ایک اپاہج بچہ موجود تھا۔ آپ نے اُس پر ہاتھ پھیر کر فرمایا

"خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا۔"

یہ سنتے ہی وہ بچہ کھڑا ہو کر بھاگنے لگا۔ پھر دوسرے تھیلے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ

"اس میں ایک صحت مند بچہ ہے۔"

جب اس کو کھولا گیا تو واقعی اس میں سے ایک بچہ نکل کر بھاگنے لگا۔ لیکن حضرت شیخ نے اس کی پیشانی پکڑ کر فرمایا کہ "بیٹھ جا۔ لہٰذا وہ آپ کا یہ حکم سنتے ہی وہیں بیٹھ گیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر روافضہ کی پوری جماعت ایمان لے آئی۔ مزید براں یہ واقعہ دیکھ کر اسی مجلس میں تین اشخاص کی رُوح پرواز کر گئی۔

شیخ ابوالحسن ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے چند باتوں میں انقباض ہوا۔ اور

مَیں یہ چاہتا تھا کہ انقباض کسی طرح بہت جلد دُور ہو جائے۔ چنانچہ مَیں جس وقت حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے سوال کیا کہ

"تم کیا چاہتے ہو؟"

مَیں نے جب اپنی باطنی دشواری پیش کی تو فرمایا کہ "لے لو"۔ اور اسی وقت وُہ شے مجھ کو حاصل ہو گئی۔ یعنی وُہ سوالات جن کی وجہ سے انقباض ہُوا تھا حل ہو گئے۔

ایک بچھّو نے حضرت شیخ کے ساٹھ مرتبہ کاٹا شیخ ابو صالح عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخؒ منصورہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سے اپنے مدرسہ کی طرف واپس ہوئے، تو اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا۔ اور ایک بچھّو پیشانی پر سے ہاتھ میں پکڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ اور جب وُہ بھاگنے لگا تو فرمایا کہ "خدا کے حکم سے مر جا"۔ چنانچہ وُہ اُسی وقت مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس نے جامع مسجد سے لے کر یہاں تک مجھے ساٹھ مرتبہ کاٹا ہے۔

برکت کا ایک واقعہ شیخ ابو صالح ہی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت بغداد میں قحط پڑا، اور میرے بیوی بچے فاقہ کرنے لگے تو حضرت شیخ میرے یہاں تشریف لائے اور ایک تھیلی گیہوں عطا کر کے فرمایا کہ

"اس تھیلے کا مُنہ اُوپر سے بند کر کے ایک کنارہ کھلا رہنے دو اور اسی میں سے گیہوں نکال کر پسوا لیا کرو۔ مگر اس میں سے کسی کو عاریتاً بھی نہ دینا اور تھیلے کا مُنہ اُوپر سے کھول کر نہ دیکھنا۔"

مَیں اس میں سے پانچ سال تک گیہوں نکال کر کھاتا رہا۔ لیکن جب ایک مرتبہ میری بیوی نے اوپر سے تھیلے کو کھول کر دیکھا تو اُس میں اُسی قدر گیہوں موجود تھے جتنے کہ حضرت شیخ نے عطا فرمائے تھے اور وُہ صرف ایک ہی ہفتہ میں ختم ہو گئے۔

جب مَیں نے یہ واقعہ حضرت شیخؒ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"اگر تم اُس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو تا حیات گیہوں ختم نہ ہوتے۔"[1]

شیخ عمر بن حسین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مَیں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سامنے بیٹھ گیا۔ اس وقت مَیں نے دیکھا کہ شیشے کی قندیل جیسی کوئی چیز آسمان سے نازل ہو کر حضرت کے مُنہ کے قریب آتی ہے اور پھر تیزی سے آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے۔ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ لیکن جب مَیں اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے بیتاب ہوا تو آپ نے جلدی سے فرمایا کہ

"یہ چیزیں مجلس کی امانت ہوا کرتی ہیں۔ میری وفات سے قبل یہ واقعہ کِسی کو نہ سنانا"

اور مَیں نے آپ کی حیات تک اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔

یحییٰ بن جناح ادیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ دیکھوں کہ حضرت شیخ نے دوران وعظ اپنے اونی جُبّہ میں سے کتنے بال توڑتے ہیں۔ چنانچہ مَیں آپ کی مجلس میں ایک دھاگا لے کر پہنچ گیا۔ اور جس وقت حضرت شیخ کوئی بال توڑتے تو مَیں اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے دھاگہ میں ایک گِرہ لگا دیتا۔ پھر جب تمام لوگ رخصت ہو گئے اور صرف مَیں ہی باقی رہ گیا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ

"مَیں تو گرہ کھولتا ہوں اور تو گرہ باندھتا ہے۔"

حضرت شیخ کے لئے زمین کی طنابوں کا کھنچنا

شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ مَیں طالب علمی کے زمانہ میں بہت رات گئے تک بیدار رہ کر یہ انتظار کرتا تاکہ شاید حضرت شیخ کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو میں خدمت کروں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ۵۵۳ھ میں ایک دن حضرت شیخ جس وقت مکان

---

[1] اولیاء کی کرامت انبیاء کے معجزات کا پر تو ہوتی ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام کے ایسے بہت سے معجزات شیخ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمائے ہیں جس کا ترجمہ مدینہ پبلشنگ کمپنی نے شائع کیا ہے۔

کے اندر سے تشریف لائے تو مَیں نے لوٹا پیش کرنا چاہا لیکن آپ نے نہیں لیا۔ اور مدرسہ کے دروازے کی جانب بڑھ گئے تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور آپ کے باہر نکل جانے کے بعد خود بخود بند ہو گیا۔ اس وقت میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ابھی ہم تھوڑی دور بھی نہ چلے ہوں گے کہ ایک شہر میں داخل ہو گئے جس سے مَیں قطعاً واقف نہ تھا۔ آپ ایک خانقاہ نما مکان میں داخل ہو گئے جس میں پہلے ہی سے چھ افراد جمع تھے۔ اُن سب نے آپ کو سلام کیا۔ مَیں ایک ستون کے پیچھے چھُپ کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں مَیں نے کسی کے کراہنے کی آواز سُنی اور وُہ آواز کچھ دیر کے بعد بند ہو گئی۔ اور ایک شخص اس حصّہ کی طرف جاتا نظر آیا، جدھر سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ وُہ شخص ایک دوسرے شخص کو کاندھے پر اٹھائے مکان سے باہر نکل گیا۔ پھر اُس کے جانے کے بعد ایک بہت لمبے بال اور بڑی بڑی مونچھوں والا شخص داخل ہوا۔ اور حضرت شیخ کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ اور آپ نے اُسے مشرف بہ اسلام کیا۔ اور آپ نے دو شہادتیں لے کر اُس کے سَر اور مونچھوں کے بال کاٹ دیئے اور ایک طاقیہ[۱] پہنا کر اُس کا نام محمّد رکھ دیا۔ اور موجود افراد سے فرمایا کہ

"مَیں تمھیں یہ حکم دیتا ہوں کہ مَیں نے اس شخص کو متوفی کا قائم مقام بنایا ہے۔"

انھوں نے کہا بسر و چشم۔

اس گفتگو کے بعد آپ باہر تشریف لائے تو مَیں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا ابھی کچھ زیادہ دور نہیں چلے تھے کہ اچانک بغداد کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اور دروازہ پہلے کی طرح کھُل گیا اور ہم مدرسہ میں جا پہنچے۔

پھر جب مَیں نے اگلے روز آپ سے بقسم اس واقعہ کی وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ:

---

[۱] ایک قسم کا جبّہ

"اس جگہ کا نام نہاوند ہے اور وہ چھ افراد عظیم تر ابدالین میں سے ہیں کہ رہنے والا ساتواں فرد بیمار تھا جس کی موت کا وقت قریب آجانے کی وجہ سے مجھے وہاں بھیجا گیا تھا۔ میں نے قسطنطنیہ کے نصرانی کو اس بیمار کی جگہ مقرر کر کے اُس کو توبہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اُس نے حاضر ہو کر میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آج سے وہ ابدال میں شمار کیا جائے گا۔ اس اثنا میں وہ مریض جاں بحق ہو گیا۔ اور جو شخص اندر سے مُردے کو اُٹھا کر لائے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جنھوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی ہو گی"

یہ وضاحت بیان فرما کر حضرت نے مجھ سے یہ وعدہ لے لیا کہ اُن کی حیات میں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کروں۔

اجنہ بھی حضرت شیخ کے فرمانبردار تھے

ابو سعید عبداللہ بغدادی بیان کرتے ہیں، کہ ۵۳۷ھ میں میری ایک لڑکی فاطمہ چھت پر چڑھی اور وہیں سے غائب ہو گئی۔ چنانچہ میں نے حضرت شیخؒ سے اس حادثے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ

"تم کرخ کے ویرانے میں پانچویں ٹیلے کے نیچے جا کر زمین پر ایک خط کھینچ کر دائرہ بنا لو۔ اور بسم اللہ پڑھ کر یہ نیت کر لو کہ یہ دائرہ میں عبدالقادرؒ کی طرف سے قائم کر رہا ہوں۔ اس کے بعد رات کو تمھارے پاس مختلف صورتوں میں جنات کی ایک جماعت آئے گی۔ لیکن تم خوفزدہ نہ ہونا۔ پھر صبح کے قریب ایک لشکر کے ہمراہ ان کا بادشاہ گزرے گا۔ اور تم سے سوال کرے گا کہ تمھاری کیا حاجت ہے۔ تم کہنا کہ شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد اپنی لڑکی کے غائب ہونے کا واقعہ بیان کر دینا"

چنانچہ جب مَیں نے حضرت شیخ کے حکم پر عمل کیا تو پہلے میرے قریب سے بھیانک صورتوں میں کچھ لوگ گزرے۔ لیکن اُن میں سے نہ تو کوئی میرے قریب آیا نہ میرے دائرے میں داخل ہُوا۔ اُن کے گزر جانے کے بعد گھوڑے پر سوار بادشاہ آیا۔ اُس کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا۔ پھر اُس نے دائرے کے قریب کھڑے ہو کر میری حاجت دریافت کی۔ مَیں نے بتایا کہ مُجھ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

یہ سُنتے ہی وُہ گھوڑے سے اُترا اور زمین کو بوسہ دیتے ہوئے معہ ساتھیوں کے دائرے سے باہر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے دریافت کرنے پر جب مَیں نے اپنا مقصد بیان کیا تو اُس نے اپنے تمام ساتھیوں سے پُوچھا:

"یہ کس کی حرکت ہے؟"

لیکن سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ایک سرکش اُس لڑکی کو اپنے ہمراہ لئے حاضر ہوا۔ جو چین کا باشندہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ

"یہ لڑکی جو ایک قطبِ دوراں کی نگرانی میں ہے اسے کیوں اُٹھا کر لے آیا؟"

اُس نے جواب دیا کہ میرے دِل میں اس کی محبّت نے گھر کر لیا تھا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اُس کو قتل کروا دیا۔ اور میری لڑکی میرے حوالے کر دی۔ یہ واقعہ دیکھ کر مَیں نے بادشاہ سے کہا کہ "آج جس قدر مَیں نے تجھ کو حضرت شیخ کے حُکم کا پابند پایا کبھی کسی دوسرے کو نہیں دیکھا۔" یہ سُن کر اُس نے کہا کہ

"بلاشبہ حضرت شیخ دُور دُور دراز کے مقامات تک سرکشوں کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور تمام سرکش آپ کے خوف سے اپنے ٹھکانوں میں مُنہ چھپائے پھرتے ہیں۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو قطبیت عطا فرماتا ہے تو تمام انس و جنّ پر اُس کو دسترس بھی دے دیتا ہے۔"

یہ واقعہ ۵۳۷ھ کا ہے۔

ایک شخص نے اصفہان سے حاضر ہو کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میری بیوی آسیب زدہ ہے۔ بکثرت دورے پڑتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مَیں بہت پریشان ہوں اور حکماء بھی عاجز آ چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ

"وہ وادی سراندیپ کے سرکشوں میں سے ایک جنّ ہے، جس کا نام خانس ہے۔ لہٰذا اب کی مرتبہ جب تیری بیوی کو دورہ پڑے تو اُس کے کان میں کہہ دینا کہ اے خانس! تجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقیم بغداد نے حکم دیا کہ فوراً چلا جا اور پھر کبھی لوٹ کر مت آنا، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔"

دس سال کے طویل عرصہ کے بعد جب وہ شخص بغداد آیا تو شیخ نے اسکی بیوی کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ جس دن مَیں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اُس دن سے آج تک کبھی دورہ نہیں پڑا۔

بڑے بڑے عاملین کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ کی حیاتِ سعید میں چالیس برس تک بغداد میں کسی کو آسیب کا اثر نہیں ہوا۔ جب آپ وفات پا گئے تو بغداد میں آسیب پھر شروع ہوا۔

حضرت شیخ کا تصرّف

شیخ عبداللہ جمالی کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالحسن علی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مکان پر حاضر ہوئے تو مَیں بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ اُس وقت مَیں نے ایک شخص کو آپ کی چوکھٹ پر چِت پڑا دیکھا۔ اُس نے شیخ ابوالحسن سے استدعا کی کہ آپ حضرت شیخ سے میری سفارش کر دیں۔

چنانچہ جیسے ہی ہم حضرت شیخ کے سامنے پہنچے تو آپ نے بغیر کچھ سُنے فرمایا کہ:

"اے ابوالحسن علی میں اس شخص کو تجھے ہبہ کر دیا۔ یعنی تمھیں اُس کا مختار بنا دیا۔"

جب شیخ ابوالحسن نے باہر آ کر اس شخص کو یہ واقعہ سنایا تو وہ کھڑا ہوا، اور دیوار کے ایک سوراخ سے نکل کر ہوا میں پرواز کر گیا۔ ہم لوگوں نے جب اُس کے بارے میں حضرت شیخ سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ

"اُس شخص نے ہوا میں پرواز کرتے وقت اپنے دل میں یہ خیال کر لیا تھا کہ بغداد میں میرا ہمسر تبہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مَیں نے اس کی قوت کو سلب کر لیا تھا۔ لیکن شیخ ابوالحسن علی کی سفارش پر اُس کو معاف کر دیا۔"

شیخ عبداللہ ہی کا بیان ہے کہ ماہ محرم ۵۵۹ھ میں تقریباً تین سو افراد حلب سے حضرت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے لیکن اسی وقت آپ نے بہت تیزی کے ساتھ مکان سے باہر نکل کر بلند آواز میں پکارنا شروع کر دیا کہ

"اے لوگو جلدی سے باہر میرے قریب آجاؤ۔ جلدی سے آجاؤ۔"

چنانچہ جب تمام لوگ نکل آئے اور برآمدے میں کوئی نہ رہا تو ایک دم برآمدے کی چھت گر پڑی اور تمام لوگ محفوظ رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

"مَیں جس وقت مکان کے اندر تھا تو مجھ سے کہا گیا کہ چھت گرنے والی ہے۔ لہٰذا میں نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے تم سب کو باہر بلا لیا۔"

حضرت شیخ کا ایک طالب علم پر توجہ فرمانا

شیخ ابو محمد الخشاب نحوی بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں جوانی میں علمِ نحو پڑھنے میں مشغول تھا تو لوگوں سے حضرت شیخ کی بہت تعریف سنتا تھا اور اس طرح مجھے آپ کے وعظ سننے کا بڑا اشتیاق پیدا ہوا لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے موقع نہیں ملتا تھا۔

اتفاق سے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ

"ہماری صحبت اختیار کر لو۔ ہم تمھیں سیبویہ (ایک نحوی کا نام ہے) بنا دیں گے۔"

چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔ اس سے مجھے اتنا نفع پہنچا کہ علمِ نحو کے عِلاوہ اور بھی بہت سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل ہو گئے جن سے نہ تو میں پہلے واقف تھا اور نہ کسی سے سُنا تھا۔ صِرف ایک ہی سال کے عرصے میں مجھے وہ سب کچھ حاصل ہو گیا جو گزشتہ مدت العمر میں بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور وہ تمام علوم بھول گیا جو مجھے اس سے قبل یاد تھے۔

حضرت شیخ کی نظر کا اثر

شیخ ابو الحسن علی بن ملاعب القواس (جن کی صداقت مشہورِ زمانہ ہے) فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ حضرت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اس جماعت نے اپنے حالات کے تحت دُعا کرانے کا قصد کیا لیکن ہماری اس بڑی جماعت میں ایک بغیر داڑھی مونچھ کے نوعمر لڑکا بھی شامل تھا، جس کے متعلق ہم سب کو علم تھا کہ اس کے اطوار بہت ہی بُرے ہیں۔ کیونکہ نہ تو پیشاب پاخانہ کر کے یہ استنجا کرتا تھا، نہ غسلِ جنابت کرتا تھا۔

چنانچہ ہم سب نے اپنے احوال بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ سے دُعا کیلئے درخواست کی۔ اور جب میں نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو تمام مخلوق بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑی مگر جب وُہ نوعُمر لڑکا بڑھا تو آپ نے اپنا دستِ مبارک آستین میں چھُپا لیا۔ اور اُس لڑکے پر ایسی نظر ڈالی کہ وُہ بیہوش ہو گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اُس کی داڑھی مونچھیں نکل آئی تھیں۔ اِس کے بعد اُس نے توبہ کی اور پھر آپ نے اُس سے مصافحہ کیا۔ اور آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ہم لوگ واپس

چلے آئے۔

حضرتِ شیخؒ کے مواعظ کا حکمِ الٰہی کے تحت ہونا

ابوالخیر کردمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شیخ ابوالوفا سے اُن کی دورانِ علالت عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیّت فرمادیں کہ میں آپ کے بعد کس ہستی کی پیروی کروں؟ آپ نے فرمایا کہ "حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی"۔ لیکن میں نے یہ تصوّر کیا کہ شائد آپ غلبۂ مرض سے ایسا فرما رہے ہیں۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد میں نے دُوبارہ پوچھا، تو فرمایا کہ

"ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سوائے شیخ عبدالقادرؒ کے کسی کی اقتداء نہیں کی جاسکے گی"۔

چنانچہ اپنے والد شیخ ابوالوفا کے وصال کے بعد جب میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مشائخ کے ایک بڑے مجمع سے جن میں بقا بن بطو شیخ ابوسعید قیلوی اور شیخ علی بن ہیتی جیسے اکابر اولیاء شامل تھے، خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میرا وعظ تم لوگوں جیسا نہیں ہوتا بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں حکمِ الٰہی سے کہتا ہوں۔ میرا وعظ ہوا میں پرواز کرنے والے (رجال الغیب) لوگوں کیلئے ہوتا ہے"۔

یہ فرماکر آپ نے جب اپنا سَر اُٹھا کر اُوپر دیکھا تو میں نے بھی گردن اٹھائی اور اُس نورانی مخلوق کا مشاہدہ کیا جو نورانی گھوڑوں پر سوار تھی۔ اور اُن کے ہجوم کی وجہ سے آسمان تک نظر نہ آتا تھا۔ یہ سب لوگ سر جھکائے ہوئے خاموش تھے۔ اُن میں کچھ آبدیدہ تھے۔ کچھ لرز رہے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جن کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی

ﮯ ابن شیخ المشائخ مطر بازرانی

معلوم ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایسا رعب طاری ہو گیا کہ میں صفوں کو چیرتا پھاڑتا دیوانہ وار حضرت شیخ کی طرف بھاگ کر منبر پر چڑھ گیا۔ آپ نے ازراہِ شفقت میرا کان پکڑ کر مجھ سے فرمایا

"اے کردم! کیا تیرے لئے اپنے باپ کی پہلی ہی وصیّت کافی نہ تھی؟"

اِس کے بعد سے میں نے آپ کی خدمت میں حاضری اپنے لئے لازم کر لی۔

حضرت شیخ کا امتحان

مفرج بن نبہان کا بیان ہے کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شہرت عام ہو گئی تو بغداد کے ایک سو عظیم فقہاء یہ طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم میں سے ہر فرد آپ سے جُدا جُدا علوم کے متعلق ایک ایک مسئلہ دریافت کرے گا تاکہ آپ عاجز آ جائیں۔ لیکن جب ہم آپ کی مجلسِ وعظ میں پہنچے تو مجلس ختم ہونے کے بعد حضرتِ شیخ نے سَر جھکا لیا۔ اُس وقت آپ کے سینہ سے ایک ایسا چمکدار نور ہویدا ہُوا جو صرف باصلاحیت افراد نے دیکھا پھر وُہ نُور اُن ایک سو افراد کے سینوں میں سے (جو آپ سے مباحثہ کرنے آئے تھے) گزرتا ہوا چلا گیا۔ جس کی وجہ سے اُن پر خوف طاری ہُوا، انھوں نے زوردار چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ کر آپ کے منبر پر چڑھ کر قدموں میں سر رکھ دیا۔ اُن کے ساتھ اہلِ مجلس نے بھی ایسی زبردست چیخ ماری کہ پورا بغداد ہل گیا۔ اُس وقت حضرت شیخ نے اُن سے معانقہ کر کے فرمایا

"تم سب کے سوالات یہ یہ تھے اور اُن کا جواب یہ ہے۔"

اس طرح فرداً فرداً ہر شخص کے سوال کا جواب دے دیا۔

اِس واقعہ کے بعد وُہ جماعت واپس آئی تو میں نے اُن سے پوچھا کہ تمھاری کیا حالت ہے؟ انھوں نے بتایا کہ جس وقت ہم مجلس میں پہنچے تو تمام اعتراضات بھول چکے تھے لیکن جس وقت حضرت شیخ نے ہمیں سینہ سے لگایا تو ہم لوگوں کو وُہ تمام مسائل

یاد آ گئے جو ہم نے رات بھر میں تیار کیئے تھے۔ اور سب سوالوں کے حضرت شیخؒ نے ایسے جوابات دیے جو ہمیں بھی معلوم نہیں تھے۔

حضرت شیخ کی کرامتیں مخفی حالات بتانے سے متعلق

شیخ ابوالمجد حامد حرانی خطیب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں بغداد میں حضرت شیخؒ کے مدرسہ میں حاضر ہوا۔ اور آپ ہی کے قریب اپنے مصلے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ نے میری جانب دیکھ کر فرمایا کہ

"اے ابوالمجد تو مسندِ شاہی پر بیٹھے گا۔"

چنانچہ جب مَیں حرّان واپس آیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھے ملازمت کے لئے مجبور کیا اور مجھ پر اتنی نوازش کی کہ اپنی ہی مسند پر بٹھلانے لگا اور محکمہ اوقاف کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اُس وقت مجھے حضرت شیخ کا قول یاد آ گیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وُہ بعینہٖ وقوع پذیر ہوا۔

شیخ زین الدین بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرا ایک ساتھی حج سے واپسی پر پہلی مرتبہ بغداد پہنچے۔ لیکن وہاں ہمارا کوئی شناسا نہ تھا۔ اُس وقت ہمارے پاس ایک چھری کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ ہم نے چھری فروخت کر کے کھانا خرید لیا لیکن وُہ کھانا نہایت بدمزہ تھا، جس کی وجہ سے ہم شکم سیر نہ ہو سکے۔ اس کے بعد ہم حضرت شیخؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے سلسلۂ وعظ منقطع کر کے فرمایا کہ

"دو غریب و مسکین حجاز سے یہاں آئے ہیں جن کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ انھوں نے وُہ چھری فروخت کر کے کھانا خریدا مگر نہ وُہ انھیں اچھا معلوم ہوا اور نہ اُن کا پیٹ بھر سکا۔"

یہ سُن کر ہمیں بہت تعجب ہُوا اور ہم حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ پھر حضرت شیخؒ نے وعظ کے بعد دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ اُس وقت مَیں نے اپنے ساتھی سے پُوچھا

تمھیں کس چیز کی خواہش ہے؛ اُس نے جواب دیا۔ چوزہ کی یخنی۔ اَور مَیں نے اپنے دل میں شہد کی خواہش محسوس کی۔ چنانچہ حضرت نے چوزہ کی یخنی اَور شہد لانے کا حکم دیا۔ اور جب خادم دونوں چیزیں لے آیا تو شہد میرے ساتھی کے سامنے اَور یخنی میرے سامنے رکھ دی۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ "دونوں چیزیں تبدیل کر کے رکھو" یہ سنتے ہی ہم لوگوں نے حواس باختہ ہو کر ایک چیخ ماری۔ اَور لوگوں کے سَروں پر سے پھلانگتے ہوئے حضرت کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت آپ نے مجھ سے فرمایا؛

"اے دیار مصر کے واعظ مرحبا"

مَیں نے عرض کیا کہ مَیں تو سورۂ فاتحہ بھی اچھّی طرح نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"تمھیں یہ بشارت سُنانے کا مجھے حکم ہوا ہے"

چنانچہ آپ کے فرمانے کے بعد مَیں نے بغداد میں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب میں نے حضرت شیخ سے مِصر کی واپسی کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ:

"جس وقت تم دمشق پہنچو گے تو وہاں غازیوں کو مصر فتح کرنے کے لئے جنگ کی تیاریوں میں مصروف پاؤ گے، لیکن اُن سے یہ کہہ دینا کہ اس مرتبہ تمھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی۔ البتہ دوسرے حملے میں کامیاب ہو جاؤ گے"

چنانچہ مَیں نے حسبِ ہدایت غازیوں کو مشورہ دیا۔ مگر اُن لوگوں نے میرا مشورہ قبول نہ کیا اور مصر پر حملہ کر دیا۔ ادھر جب مَیں مصر میں داخل ہوا تو وہاں خلیفہ کو اُن کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف دیکھ کر خلیفہ سے کہا کہ آپ کا اقدام نہایت مناسب ہے۔ اور آپ کو اس جنگ میں یقینی کامیابی حاصل ہوگی۔

چنانچہ جب دمشق کے حملہ آور مصر کی جانب بڑھے تو انھیں شکستِ فاش ہوئی۔ اور خلیفہ نے مجھے اپنا مصاحب بنا کر تمام رازہائے حکومت بتا دیئے۔ اور جب دُوسری مرتبہ دمشقیوں نے مصر پر حملہ کیا تو وُہ مصر پر قابض ہو گئے اور خلیفہ کو شکست ہوئی۔ دمشقیوں نے بھی محض میرے اُس جملہ پر کہ "تمھیں اس مرتبہ نہیں بلکہ دُوسری مرتبہ فتح حاصل ہو گی" بہت ہی انعام واکرام سے نوازا۔ اِس طرح حضرت شیخ رح کی ایک بات میں مجھے دونوں جانب سے ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے۔

سانپ کا حضرتِ شیخ رح سے ہمکلام ہونا

احمد بن صالح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ رح کے مدرسہ میں داخل ہوا تو وہاں بہت سے فقراء وفقہاء کا اجتماع تھا۔ اور حضرت قضاؤ قدر کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ اچانک چھت میں سے ایک بہت بڑا سانپ آپ کی آغوش میں گرا۔ جس کو دیکھ کر تمام لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔ اور حضرت شیخ کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ رہا لیکن اس کے باوجود آپ نے سلسلۂ تقریر جاری رکھا اور وُہ سانپ کپڑوں میں سے رینگتا ہُوا آپ کی گردن میں لپٹا۔ پھر اتر کر دُم کے بل زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک مخصوص آواز میں (جسے کوئی نہیں سمجھ سکا) آپ سے کچھ باتیں کر کے چلا گیا۔ لوگوں نے جب آپ سے پُوچھا کہ سانپ نے کیا کہا، اور آپ نے کیا جواب دیا؟ آپ نے فرمایا کہ

"سانپ نے تو مجھ سے یہ کہا کہ مَیں نے بہت سے اولیاءِ کرام کو اسی طرح آزمایا ہے لیکن آپ جیسی شان کسی میں نہیں پائی۔ اور مَیں نے سانپ سے یہ کہا کہ جس وقت تو چھت میں سے گرا تو مَیں قضاؤ قدر کے مسئلہ پر تقریر کر رہا تھا۔ اور چونکہ تو صرف ایک کیڑا ہے جس کے تمام افعال قضاؤ قدر کے تابع ہیں اس لئے مَیں اپنی جگہ قائم رہا۔ کیونکہ اگر مَیں وہاں سے ہٹ جاتا تو میرے قول وفعل میں تضاد ہو جاتا [1]۔

[1] حاشیہ بر صفحہ ۱۲۴

ایک جنّ کا اژدہا بن کر حضرت شیخ کے سامنے آنا

حضرت شیخ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق بیان فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ایک مرتبہ رات کو مَیں جامعہ منصورہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے چٹائی پر رینگتی ہوئی کوئی شے محسوس ہوئی اور یکایک ایک بڑا اژدہا منہ کھولے ہوئے سجدہ گاہ کے سامنے آ گیا، اور مَیں نے سجدہ کرتے وقت اُسے ہاتھ سے ہٹایا لیکن جب میں قعدہ بیٹھا تو میرے گھٹنوں پر آ گیا۔ اور پھر گردن سے لپٹ گیا، لیکن مَیں نے سلام پھیرا تو وُہ غائب ہو گیا۔

دُوسرے دن جب مَیں جامع مسجد کے ایک ویران گوشے میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص آنکھیں پھاڑے کھڑا ہوا ہے۔ اُس کی آنکھیں عام آنکھوں کے بجائے لمبائی میں ہیں۔ چنانچہ مَیں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ کوئی جنّ ہے۔ تب اُس نے مجھ سے کہا کہ

"مَیں ہی بشکل اژدہا کل شب دورانِ نماز آپ کو دکھائی دیا تھا۔ اسی طرح سے مَیں اکثر اَولیاء کی آزمائش کر چکا ہوں لیکن جو ثابت قدمی آپ میں پائی وُہ کسی میں نہیں دیکھی۔ بعض اولیاء ظاہر میں بعض باطن میں خوفزدہ ہو گئے۔ بعض پر ظاہر و باطن میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ مگر آپ نہ تو ظاہری اعتبار سے خائف ہوئے اور نہ باطنی طور پر۔"

اس کے بعد وُہ میرے ہاتھ پر تائب ہوا اور مَیں نے توبہ کے بعد اُسے بیعت کر لیا۔

حضرت شیخ کا دستِ شفا

شیخ خضر الحسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ مَیں تیرہ[۱۳] سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہا اور بہت سی خارق

حاشیہ صفحہ ۱۲۳ ؎۱ اہل اللہ کی زندگی قرآنِ کریم کی تعلیمات کے مطابق ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے:
لِمَ تقولون مالا تفعلون ۔ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔

عادات کرامات دیکھتا رہا۔ لیکن اِن کرامتوں میں سے ایک عظیم کرامت یہ تھی کہ جب اطباء کسی مریض سے مایوس ہو جاتے تو اُس کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا۔ اور جب آپ اُس کے جسم پر دستِ مبارک پھیر کر دعا فرماتے تو وُہ مریض فوراً شفایاب ہو جاتا اور مرض جڑ سے نکل جاتا۔

چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ مستنجد باللہ کا ایک قریبی عزیز مرض استسقاء میں مبتلا ہو کر آپ کے پاس لایا گیا اس کا پیٹ پانی پیتے پیتے ڈھول بن گیا تھا۔ جب اُس کے پیٹ پر حضرت شیخؒ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا تو وُہ اس طرح دب گیا گویا اس میں کچھ مرض تھا ہی نہیں۔

ایک مرتبہ ابوالمعالی احمد بغدادی نے حضرت سے عرض کیا کہ میرا بچّہ محمّد پندرہ[۱۵] ماہ سے بخار میں مبتلا ہے۔ اور کسی وقت بھی بخار کم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا

"اس کے کان میں جا کر یہ کہہ دو کہ اے اُمّ ملدم! شیخ عبدالقادرؒ نے حکم دیا ہے کہ میرے بچے پر سے حلّہ کی طرف چلا جا"

کچھ دنوں کے بعد جب لوگوں نے میرے بچّے کی حالت پوچھی تو میں نے بتایا کہ جب سے حضرت شیخ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا ہے۔ اس وقت سے کبھی بخار نہیں آیا۔ اور کئی سال تک بغداد میں بخار کی وبا نہیں پھیلی بلکہ اس کا پورا زور (قریہ) حلّہ کی طرف رہا۔

کبوتری کا انڈے دینے لگنا اور قمری کے بولنے کا واقعہ

شیخ ابوالحسن جب بیمار ہوئے تو حضرت شیخ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اُن کے مکان میں ایک کبوتری اور ایک قمری پر آپ کی نظر پڑی۔ یہ دیکھ کر شیخ ابوالحسن نے کہا

"اے سردار نہ تو یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈا دیتی ہے اور نہ ہی یہ قمری کچھ

بولتی ہے"۔

یہ سن کر حضرت شیخ نے کبوتری سے فرمایا "اپنے مالک کو نفع پہنچا" اور قمری کو حکم دیا "اپنے خالق کی تسبیح کر"۔

چنانچہ اسی وقت سے کبوتری بھی تاحیات انڈے دیتی رہی اور قمری بھی بولنے لگی۔ اور اُس کی تسبیح سُننے کے لئے بغداد کے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ کی پیشنگوئیاں

خضر الحسینی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت شیخ نے ۵۶۰ھ میں فرمایا کہ

"موصل کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں قدرت تمھیں اولاد عطا کرے گی۔ پہلے لڑکا ہو گا اُس کا نام محمد رکھنا۔ اُس لڑکے کو ایک عجمی نابینا حافظ قرآن کی تعلیم دے گا جس کا نام علی ہو گا۔ اور تیرا بچہ سات سال کی عمر میں صرف سات ماہ کے اندر قرآن مجید حفظ کرے گا۔ اور تیری عُمر چورانوے سال چھ ماہ اور سات یوم ہوگی۔ اور تیری موت مکمل تندرستی اور بصحتِ بصارت وسماعت باربل کے مقام پر واقع ہوگی"۔

چنانچہ اُن کے صاجزادے ابو عبداللہ محمد نے بتایا کہ ۵۶۱ھ میں میری ولادت موصل میں ہوئی۔ میرے والد خضر الحسینی مجھے حفظ و تعلیم قرآن کیلئے ایک نابینا کو مقرر فرمایا اور جب اُن کا نام اور وطن دریافت کیا گیا تو انھوں نے اپنا نام علی اور وطن بغداد بتایا۔ اس وقت میرے والد کو حضرت شیخ کا فرمان یاد آیا۔ اور اُن کی وفات بھی حضرت شیخ کے قول کے عین مطابق ۹ صفر ۶۲۵ھ باربل کے مقام پر ہی ہوئی۔ اور انتقال کے وقت اُن کے ہوش وحواس وقویٰ بالکل درست تھے۔[1]

---

[1] سنہ کے حساب سے موصوف کی عمر پینسٹھ سال بنتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ لکھنے میں تسامح ہوا ہے۔ ۱۲

حضرت شیخ کی چشمِ باطن چشمِ ظاہر کی طرح مشاہدۂ حق کرتی تھی

عمر بن مسعود بزاز بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ سے زیادہ علومِ باطن میں مہارت رکھنے والا کوئی دوسرا فرد نہیں دیکھا اور جب مجھ سے یہ کہا گیا کہ حضرت شیخ کا ایک مرید یہ کہتا ہے کہ آپ چشمِ ظاہر سے اللہ جل شانہٗ کا دیدار کیا کرتے تھے تو میں نے اس کو بلا کر پوچھا، کہ کیا تم یہ بات کہتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا کہ ہاں میں کہتا ہوں۔ اس وقت میں نے اس کو سختی کے ساتھ منع کیا اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ آئندہ کبھی ایسی بات مُنہ سے نہ نکالنا۔ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ وُہ شخص جو کچھ کہتا ہے وُہ درست ہے یا یہ کہ وُہ غلط بیانی کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وُہ کہتا تو حق بات ہے لیکن اس کے قول میں التباس ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت شیخ کا مشاہدہ تو قلبی ہی تھا لیکن بصیرت اور بصارت مشاہدۂ جمال میں ایسے متصل ہوئے کہ دوئی کی کیفیت ختم ہو گئی۔ جس کو مُرید نے یہ سمجھ لیا کہ یہ مشاہدۂ بصیرت، بصارت سے ہم آہنگ تھا۔ اور جو کچھ بصیرت نے دیکھا وُہ آنکھوں نے بھی دیکھا اور یہی اُس نے نقل کر دیا اور جس کی شہادت قرآن سے بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مرج البحرین یلتقیان بینھما	ہم نے دو دریاؤں کو اس طرح ملا دیا کہ
برزخ لا یبغیان۔ (الرحمٰن)	اُن کے درمیان حدِ فاصل بھی قائم

اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں پر الطاف و انوار اور جلال و جمال کی فراوانی کرتا رہتا ہے جس کو وُہ اس طرح اخذ کر لیتے ہیں جیسے کوئی مادّی صورت سے استفادہ کرے حالانکہ اس کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور درحقیقت یہ ردائے معرفت ہوتی ہے جس سے انحراف کی گنجائش نہیں۔

عمر بن مسعود کی اس تقریر سے لوگ وجد میں آگئے اور آپ کے حسنِ وضاحت

نے انھیں حیرت زدہ کر دیا۔

ایک چوہے کا بار بار چھت سے مٹی گرانا اور ایک چڑیا کا حضرت شیخ پر بیٹ کرنا

شیخ معمر جرادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ کے مکان پر حاضر ہوا تو آپ کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ اچانک چھت میں سے تین مرتبہ مٹی گری اور آپ نے اُس کو جھاڑ دیا۔ لیکن جب چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہاں ایک چوہا مٹی گرا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

"تیرا سَر اُڑ جائے"۔

یہ کہتے ہی اس کا جسم ایک جانب گرا اور سَر دُوسری جانب۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے۔ اور جب میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا:

"مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں میرے قلب کو اذیّت پہنچانے کی وجہ سے کسی مسلمان کو ایسی ہی اذیّت نہ پہنچ جائے جیسی کہ چوہے کو پہنچی"۔

شیخ عمر بن مسعود بزاز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ مدرسہ میں وضو کر رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی۔ اور جب آپ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ چڑیا مُردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔ آپ نے وضو کے بعد جس جگہ بیٹ گری تھی اُس کو دھو کر مجھے حکم دیا کہ

"اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دو۔ کیونکہ اس پرندے کی مَوت کا یہی کفارہ ہے"۔

حضرت شیخ کا لباس

ابو الفضل احمد بن قاسم قرشی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ بہت قیمتی لباس زیبِ تن کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُن کے خادم نے مجھ سے کہا کہ میں ایک ایسا کپڑا خریدنا چاہتا ہوں جس کی قیمت

ایک دینار فی گز ہو۔ نہ اس سے ایک پائی کم ہو نہ زیادہ۔

چنانچہ مَیں نے اُسکو ویسا ہی کپڑا دے کر پوچھا کہ تم یہ کس کے لئے خرید رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ حضرت شیخ کے لئے۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ جب حضرت شیخ اتنا قیمتی لباس پہنیں گے تو پھر خلیفہ کونسا کپڑا خریدے گا؟ ابھی یہ جملہ پُورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے پاؤں میں اس قدر زور سے ایک کیل چبھی کہ مجھے اپنا دم نکلتا ہوا محسوس ہوا۔ میرے ملازم کیل نکالنے جمع ہو گئے لیکن جب وہ کیل کسی سے نہ نکل سکی تو مَیں نے کہا کہ مجھے حضرت شیخ کی خدمت میں لے چلو۔ مَیں جناب شیخ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا:

"اے ابوالفضل یہ کپڑا موت کا کفن ہے۔ اور ایک ہزار موتوں کے بعد موت کا کفن بہت زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔"

یہ فرما کر اپنا دستِ مبارک میرے پاؤں پر لگایا۔ آپ کا ہاتھ لگتے ہی وہ کیل فوراً میرے پاؤں سے نکل گئی اور غائب ہو گئی۔ لیکن مجھے آج تک یہ پتہ نہ چلا کہ وہ کیل کہاں سے آئی تھی اور کہاں غائب ہو گئی۔ جب میں واپسی کے لئے اٹھا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ

"ہم پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے والے کو ایسی ہی کیلوں سے واسطہ پڑتا ہے۔"

لوحِ محفوظ پر حضرت شیخ کی نظر

ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کے ایک خادم کو رات بھر میں کئی مرتبہ احتلام ہُوا اور اُسے ہر مرتبہ خواب میں نئی صورت نظر آئی جن میں بعض سے تو وہ واقف تھا اور بعض سے بالکل ناآشنا۔ اور جب صبح کو حضرت شیخ سے اپنی حالت بیان کرنا چاہی تو اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی حضرت شیخ نے فرمایا کہ

"گذشتہ شب تجھ کو احتلام ہونا کوئی بُری بات نہ تھی، کیونکہ جب میں نے لوحِ محفوظ میں دیکھا تو اُس میں یہ درج تھا کہ تو فلاں فلاں عورت سے زنا کرے گا (اور آپ نے اُن عورتوں کے نام بھی بتائے) تو مَیں نے تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اُس نے اُن عورتوں سے بجائے بیداری میں صحبت کرنے کے اس کو خواب میں تبدیل کر دیا۔"

صلوٰۃ غوثیہ شیخ علی خباز فرماتے ہیں کہ مَیں نے ابوالقاسم سے سُنا کہ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ

"جو شخص اپنی مصیبت میں میری مدد چاہے گا تو اس کی مصیبت رفع کر دی جائے گی۔ اور شدّتِ کرب میں میرا نام لے کر پکارے گا تو اس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور جو دو رکعت نماز اس طرح ادا کریگا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر میرا نام لے کر اپنی حاجت بیان کرے گا وُہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پوری ہوگی۔"

ایک روایت یہ بھی ہے کہ

"میری قبر کی سمت سات یا گیارہ قدم چل کر حاجت بیان کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ وُہ حاجت ضرور پوری ہوگی۔"

الحمد للہ انی فی جوار فتی ۔۔۔ حامی الحقیقۃ نفاع وضرار

اللہ کا شکر ہے کہ میں ایسے جوان صالح کا قرب حاصل کئے ہوئے ہُوں جو حقیقت پرست حق کے لئے نفع رساں اور برائیوں کو دفع فرمانے والے ہیں۔

لا یرفع الطرف الا عند مکرمۃ ۔۔۔ من الحیاء ولا یغفی الا علی عار

وہ اچھائی اور نیکی کے بغیر نظر نہیں اٹھاتے اور ہر وقت حیا دامن گیر رہتی ہے۔ اور برائی کو دیکھ کر آنکھ بند کر لیتے ہیں۔

شیخ علی کا قول ہے کہ یہ عمل بہت مجرّب ثابت ہوا۔

حضرت شیخ کی غربا پروری

حضرت جبائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کے پاس جب کوئی شخص نقد رقم لے کر حاضر ہوتا تو آپ اس کو ہاتھ لگائے بغیر مصلّے کے نیچے رکھنے کا حکم فرماتے اور خادم سے فرماتے کہ یہ سونا (رقم)، سبزی فروش اور نانبائی کو دے آؤ۔ اور جب آپ کے پاس خلیفہ کی طرف سے خلعت آتی تو وہ ابو الفتح آٹے والے کو دینے کا حکم فرما دیتے۔ کیونکہ آپ اس سے فقراء اور مہمانوں کے لئے آٹا قرض لیتے تھے۔ اور یہ سلسلہ تمام سال جاری رہتا۔

حضر الحسینی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دِن جامع مسجد میں کسی تاجر نے عرض کیا کہ مَیں اپنا مال خیرات کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی مستحق نہیں ملتا۔ لہٰذا آپ مجھ کو بتائیں کہ یہ مال کس کو دُوں؟ آپ نے فرمایا

"ہر مستحق و غیر مستحق کو دے دو۔

دِل بدست آور کہ حج اکبر است

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کوئی شکستہ دل فقیر حاضر ہوا تو آپ نے اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا آج مَیں نے دریا پر جاکر ملاح سے کہا کہ مجھے دوسری طرف پہنچا دو۔ لیکن اُس نے میری غربت کو دیکھ کر انکار کر دیا جس کی وجہ سے آج مَیں بہت ہی شکستہ دل ہوں۔ ابھی وُہ اپنی بات پُوری بھی نہ کر پایا تھا کہ ایک شخص حضرت شیخ کی خدمت میں ایک تھیلی لے کر حاضر ہُوا جس میں تیس دینار تھے۔ آپ نے اُس فقیر سے فرمایا کہ:

"یہ رقم لے جاکر ملاح کو دے دو اور اس سے کہہ دینا کہ آیندہ کسی فقیر کے ساتھ یہ سلوک نہ کرے۔"

پھر آپ نے اپنا کرتا اتار کر اس فقیر کی نذر کر دیا۔ اور دوبارہ یہی کُرتا اُس سے بتیس دینار میں خرید لیا۔

شیخ عمر بزاز کا معمول یہ تھا کہ وہ جب بھی شیخ جیلانیؒ کا ذکر فرماتے تو یہ اشعار پڑھتے تھے؛

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی　　　واظلو فی الدنیا وانت نصیری

کیا مَیں تنگدستی کا شکار ہو سکتا ہوں جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔ اور کیا دنیا میں میرے اوپر ظلم ہو سکتا ہے جبکہ آپ میرے پشت پناہ ہیں۔

وعار علی الحمی وھو منجدی　　　اذا ضل فی البید اعقال بعیری

وہ گلہ بان جو میرا معاون و مددگار ہو اُس کے لئے بڑی بات ہے اگر اُس کے جنگل سے میرا اونٹ گم ہو جائے۔

حضرت غوثِ اعظمؒ کی کرامت

ابو الیسر عبدالرحیم بیان کرتے ہیں کہ عبدالصمد بن ہمام بڑا صاحبِ ثروت تھا لیکن حضرت شیخؒ سے بہت زیادہ منحرف تھا اور آپ کی کرامتوں کا انکار کرتا تھا۔

لیکن ایک ایسا دور آیا کہ وہ پابندی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو تعجب ہُوا۔ جب حضرت شیخ کی وفات کے بعد اُس سے اُس کے اس عمل کے متعلق پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ یہ میری بدقسمتی تھی کہ مَیں آپ کی کرامات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ لیکن مَیں ایک دن آپ کے مدرسہ کے سامنے سے گزر رہا تھا تو نماز کے لئے اذان ہو رہی تھی۔ مجھے اس وقت بیت الخلاء جانے کی ضرورت تھی۔ لیکن مَیں نے سوچا کہ اذان تو ہو رہی ہے۔ نماز سے جلد فارغ ہو کر قضاء حاجت

کو جاؤں گا۔

چنانچہ میں مسجد میں اُس خالی منبر کے نزدیک بیٹھ گیا جس پر حضرت تقریر کرتے تھے۔ لیکن مجھے یہ قطعی یاد نہ رہا کہ آج جمعہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کا اتنا اژدہام ہو گیا کہ میرے لئے وہاں سے نکلنا ممکن نہیں رہا اور مجھے پاخانے کی حاجت بڑھتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ جس وقت حضرت شیخ منبر پر تشریف لائے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری جان نکل جائے گی۔ اس حالت کے پیشِ نظر میرے اس بغض میں اور بھی اضافہ ہو گیا جو مجھے حضرت شیخ سے تھا۔ میں اس قدر پریشان ہو گیا کہ قریب تھا کہ کپڑوں میں پاخانہ خطا ہو جائے۔ لیکن مجھے خیال آیا کہ جب بدبو پھیلے گی تو لوگ کیا کہیں گے۔ یہ سوچ کر میرا دم گھٹنے لگا۔ اُس وقت مجھے بس یہی ایک فکر تھی کہ اب کیا کروں؟

اچانک حضرت شیخ نے چند سیڑھیاں اتر کر اپنی عبا میرے اوپر ڈال دی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں ایک سرسبز باغ میں ہوں، جہاں چشمہ جاری ہے۔ وہاں میں نے قضائے حاجت کر کے نماز کے لئے وضو کیا اور دو رکعتیں تحیۃ الوضو ادا کیں۔ اور جب حضرت نے اپنی عبا ہٹائی تو میں اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا لیکن میری حالت درست ہو چکی تھی اور یہ دیکھ کر مجھے بے حد تعجب ہُوا کہ وضو کے اثر سے میرے اعضاء بھیگے ہوئے ہیں۔ اس وقت میری عقل زائل ہونے لگی اور جب سب لوگ چلے گئے تو میں جس جگہ بیٹھا تھا وہاں اپنا گمشدہ رومال اور چابی تلاش کرنے لگا لیکن وُہ مجھے کہیں نہیں ملی۔ اور میں نے گھر پہنچ کر لوہار سے دوسری چابی بنوا کر صندوق کھولا کیونکہ مجھے ایک خاص ضرورت کے تحت عراق جانا تھا اور جب میں بغداد سے تین یوم کی مسافت طے کر چکا تو ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں بہت ہی سرسبز باغ اور چشمہ جاری تھا۔ میرے بعض ساتھیوں نے کہا کہ آگے چل کر پانی نہیں ملے گا۔ اِس لئے اس جگہ نماز بھی ادا کر لیں اور کھانا بھی کھا لیں۔ لیکن مجھے بار بار یہ احساس ہو رہا

تھا جیسے یہ جگہ کچھ عرصہ قبل میں دیکھ چکا ہوں اور جب میں ایک جگہ نماز پڑھنے کھڑا ہُوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ میرا گمشدہ رومال جس میں چابی بندھی ہوئی ہے وہاں پڑا ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر قریب تھا کہ میں دیوانہ ہو جاؤں۔ حضرت شیخؒ کے تصرف نے مجھے متاثر کیا اور میں نے سفر سے واپسی کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری اپنے اوپر لازم کر لی۔ اور یہ واقعہ کسی سے اس خوف کی وجہ سے بیان نہیں کیا کہ سننے والے میری بات کا یقین نہ کریں گے۔ لیکن ابوالیسر نے مجھ سے کہا کہ یہ واقعہ تم لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو۔ تمھیں کوئی اس لئے مطعون نہیں کر سکتا کہ تم خود پہلے حضرت شیخ کے مراتب سے منحرف تھے۔ پھر بھی میں نے اس لئے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ میں تو خود ہی حضرت کی کرامات سے منکر تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بیان کو کچھ لوگ صحیح سمجھیں اور کچھ غلط۔ لیکن اب میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اب میں پہلی حالت پر نہیں مروں گا۔

ولی کیسے بنتا ہے

شیخ محمد آوانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کی خدمت میں ایک عورت نے عرض کیا کہ میرے بچّے کو آپ سے قلبی لگاؤ ہے۔ اس لئے میں اس کے حق سے دستبردار ہو کر اس کو آپ کی اور اللہ کی سپردگی میں دیتی ہوں۔ چنانچہ حضرت شیخ نے اس کی عرضداشت قبول فرمالی اور اُس کو (بچہ کو) اسلاف کے طریقہ پر مجاہدات اور ریاضتیں کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اُس لڑکے کی ماں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو دیکھا کہ اس کا بچّہ بہت لاغر اور زرد ہو گیا ہے اور صرف ایک جو کی ٹکیہ اُس کو غذا میں ملتی ہے۔ جب حضرت کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے برتن میں مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جس کو آپ تناول فرما چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس عورت نے کہا کہ یا شیخ آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور بچّہ کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ اُس وقت

حضرت نے اُن ہڈیوں پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا

قُومِی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ یعنی اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔

اُور مُرغی نے اپنی اصلی حالت میں کھڑے ہو کر کلمۂ طیبہ پڑھا اور کہا والشیخ عبد القادر ولی اللہ ۔ پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ

"جب تیرا بچہ یہ مقام حاصل کرلے گا تو پھر جو جی چاہے کھا سکتا ہے"۔

(اللہ تعالیٰ اُن سے اور تم سے راضی ہو)۔

اولیاء کا تصرّف حیات اور ممات میں یکساں

جماہیر علماء و فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ جو صاحبِ تصرف تام ہوتے ہیں اُور جن کو اللہ تعالیٰ منتخب فرما کر اپنے بندگانِ خاص میں شامل کرتا ہے۔ اُن سے تصرفات خوارق عادات جو حیات میں صادر ہوتے ہیں، وفات کے بعد بھی ظہور میں آتے ہیں۔ اُن میں سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور شیخ الشیوخ مرزمان کرخیؒ۔ شیخ واصل الرامۃ عقیل منبجیؒ۔ شیخ حیات بن قیس الحرانیؒ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ اور چار شیوخ سادات صلحا سے ہیں۔ جو خدا کے حکم سے مردے کو زندہ مادر زاد اندھے کو بینا اور مبروص کو اچھا کر دیتے تھے۔ ان میں غوث الصمدانی شیخ عبد القادر جیلانی، سیدی احمد رفاعیؒ، شیخ علی بن ہیتی اور شیخ بقا بن بطو شامل ہیں۔ اس طرح شیوخ سالکین میں بھی چار حضرات شہرت رکھتے ہیں۔ شیخ کامل موصلی سروجی۔ شیخ حماد دباس شیخ ابوالوفا محمد کاکیس، شیخ عدی بن مسافرؒ۔ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے دنیا و آخرت میں سب کو نفع پہنچاتا ہے ان حضرات کا مختصر تذکرہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

ابلیس اور طریقہ مراقبہ

شیخ علی خبازؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو جب میں اپنی آرام گاہ میں تھا تو دیوار یکایک شق ہوئی اور اس

میں سے ایک مکروہ صورت شخص نمودار ہوا اور جب مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو اُس نے کہا کہ "مَیں ابلیس ہوں اور تجھے نصیحت کرنے آیا ہوں"۔

مَیں نے پوچھا کیا نصیحت کرنا چاہتا ہے؟"

اُس نے جواب دیا کہ "مَیں تجھے مراقبہ میں بیٹھنے کا طریقہ سکھانا چاہتا ہوں"۔

وُہ سرین کے بل آگر بیٹھ گیا۔ پنڈلیوں کو ہاتھوں سے لپیٹ لیا اور سر دونوں گھٹنوں پر رکھا اور کہا کہ یہ نشست مراقبہ ہے۔

پھر صبح کو میں نے یہ واقعہ حضرت شیخ سے بیان کرنا چاہا تو آپ نے میرے کچھ کہے بغیر مصافحہ کے لئے ہاتھ پکڑ کر فرمایا

"اے عمرؓ! شیطان نے تم سے جو کچھ کہا وُہ سچ تھا لیکن وُہ بذاتِ خود بہت جھوٹا ہے۔ اس لئے آئندہ تم اُس کی کوئی بات تسلیم نہ کرنا"۔

شیخ علی فرماتے ہیں کہ جناب شیخ کیمانی نے چالیس سال تک اسی نشست پر مراقبہ فرمایا ہے۔

اظہارِ حال مافی الضمیر!

بدیع الدین بن عیاش الشارعی شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے دور کے امام شافعی المسلک ابو عمرو عثمان سعدی نے مجھے مسند امام حنبل لانے کے لئے بغداد بھیجا۔ مَیں نے بغداد پہنچ کر لوگوں کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تعریف میں رطب اللسان پایا تو مَیں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ جس ہستی کے یہ اوصاف بیان کئے جاتے ہیں اُس کو میرے قلب کا حال ضرور معلوم ہو جائے گا۔

چنانچہ مَیں نے دل میں یہ خیال جمایا کہ جب مَیں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کروں گا تو وُہ سلام کا جواب نہیں دیں گے اور منہ پھیر لیں گے۔ اور اپنے

---

۱ یہاں نام میں اشتباہ ہے۔ رواۃ میں عمر نامی کوئی صاحب نہیں ملتے۔ ممکن ہے کہ شیخ کیمانی کا نام عمر ہو۔

خادم کو حکم دیں گے کہ ایک گچھہ کھجوروں کا اور دو دانگ پیاز لے کر آؤ۔ اس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہونی چاہئے اور جب خادم یہ چیزیں لے آئے گا تو حضرت شیخ ؒ مجھے ایک مخصوص لباس پہنائیں گے اور میرے سوال سے قبل ہی اس کا جواب دیں گے۔

چنانچہ یہ سوچ کر جب میں مدرسہ میں داخل ہوا تو آپ محراب میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ نے کچھ ایسی نظر سے مجھے دیکھا جس سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ پر یقیناً میرے قلب کا حال روشن ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ نے میرے تصوّر کے مطابق سلام کرنے پر منہ پھیر لیا اور خادم سے فرمایا کہ

"جاؤ ایک گچھہ کھجور اور دو دانگ پیاز لے کر آؤ لیکن اس میں ذرہ برابر کمی بیشی نہ ہونی چاہئے"۔

پھر خادم ایک مخصوص لباس جس کو طاقیہ کہتے ہیں لے کر آیا۔ جس میں کھجوروں کا ایک گچھہ بندھا ہوا تھا۔ پھر دو دانگ پیاز بھی لے کر آیا۔ اور جب وہ لباس مجھ کو پہنایا جا چکا تو حضرت شیخ ؒ نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ

"اے صاحبزادے تمہارے دل میں یہی سب کچھ تو تھا"۔

اس واقعہ کے بعد میں نے حضرت کی خدمت ہی اختیار کر لی اور تحصیلِ علم میں مشغول ہو گیا۔ آپ کے علاوہ شیخ بدیع الدین سے بھی سماعتِ حدیث کی۔ اُن کے علاوہ اور علماء و صلحاء سے بھی کسبِ فیض کیا۔

حضرت غوثِ اعظم کا علم اور ابنِ جوزی کا قال سے حال کی طرف رجوع

شیخ حافظ ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور علامہ جمال الدین ابنِ جوزی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قاری ایک آیت کی تلاوت کر رہا تھا اور حضرت شیخ اس کی تفسیر بیان فرما رہے تھے۔ چنانچہ جب میں نے علامہ ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس توجیہہ

کا علم ہے، تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر حضرت شیخ نے دوسری توجیہہ بیان فرمائی۔ مَیں نے پھر علامہ ابنِ جوزی سے سوال کیا تو انھوں نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ اس طرح حضرت شیخ نے دس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہہ پر علامہ ابنِ جوزی نے کہا کہ اس کا تو مجھے بھی علم ہے۔

لیکن جب اس کے بعد حضرت شیخ نے مزید توجیہات بیان فرمائیں تو علامہ ابنِ جوزی نے کہا کہ ان کا مجھے علم نہیں۔ حتیٰ کہ حضرت نے چالیس ۴۰ توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہہ کے ساتھ اُس کے راوی کا نام بھی بیان کرتے گئے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔ لیکن ابنِ جوزی مسلسل یہی کہتے رہے کہ ان توجیہات کا تو مجھے علم نہیں تھا۔ اور انھوں نے حضرت شیخ کی وسعتِ علم پر بے حد تعجب کا اظہار کیا۔ پھر تمام توجیہات بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ

"اب ہم قال سے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں"

یہ کہہ کر جب آپ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو لوگوں میں شدید اضطراب پیدا ہوگیا۔ اور علامہ ابنِ جوزی نے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

غوثِ اعظم کا تبحرِ علمی

محمد بن الحسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تیرہ علوم پر بحث کیا کرتے تھے اور مدرسہ میں دورانِ درس اپنوں اور غیروں پر بے لاگ تبصرہ فرمایا کرتے۔ دن کے ابتدائی حصّہ میں تفسیر اور حدیث و اصول کی تعلیم دیتے اور ظہر کے بعد قرأت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت شیخ کا فتاویٰ پر مکمل عبور

عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے پاس عراق کے مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں فتاوی آیا کرتے تھے۔ لیکن آپ بلا مطالعہ کتب بے ساختہ اتنی جلدی اس کا

جواب دیتے تھے کہ کوئی فتویٰ ایک رات بھی آپ کے پاس نہ رہتا۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ دونوں کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور جب آپ کے فتویٰ کا جواب علمائے عراق کے پاس پہنچتا تو وہ آپ کے اس قدر سرعت سے جواب دینے پر بے حد تعجب کرتے اور جو شخص شرعی علوم حاصل کرنا چاہتا وہ آپ ہی کی جانب رجوع کرنے پر مجبور ہوتا۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلادِ عجم سے بغداد میں ایک فتویٰ آیا، جو تمام علمائے عراق کے سامنے پیش ہوا تھا۔ لیکن کوئی بھی عالم اس کا درست جواب دینے سے قاصر رہا۔

مسئلہ :- علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ ایسی منفرد عبادت کرے گا جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو اُس کی بیوی پر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

چنانچہ جب یہ فتویٰ تمام علماء کے پاس سے ہوتا ہُوا حضرت شیخ کی خدمت میں پیش ہُوا تو آپ نے فی الفور جواب دیا کہ

"کچھ دیر کے لئے مطاف کعبہ خالی کرایا جائے اور مذکورہ شخص اس میں سات مرتبہ طواف کرے۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی"

چنانچہ مسئلہ دریافت کرنے والا اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔

آپ کے سر مبارک پر تین چادروں کی توضیح

محمد بن ابی العباس الخضر الحسینی الموصلی اپنے والد ماجد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۵۵۱ھ میں انھوں نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک بہت وسیع میدان ہے جس میں بحر و بر کے تمام مشائخ جمع ہیں ان کے وسط میں حضرت شیخ جلوہ افروز ہیں تمام مشائخ کے سروں پر عمامے ہیں۔ اُن میں سے کسی کے عمامہ پر تو ایک چادر اور کسی

کے عمامہ پر دو چادریں ہیں۔ لیکن حضرت شیخ کے عمامہ پر تین چادریں ہیں۔ دورانِ خواب یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت شیخ کے عمامہ پر یہ تین چادریں کیسی ہیں؟

نیند سے بیدار ہو کر دیکھا کہ حضرت شیخ سرہانے کھڑے فرما رہے ہیں کہ

"ایک چادر تو شریعت کی ہے دوسری حقیقت کی اور تیسری شرف و عزّت کی۔"

اولیائے وقت کا عہد شیخ ابوالبرکات صخر بن مسافر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کے دَور میں تمام اولیائے کرام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ حضرت شیخ کی اجازت کے بغیر وہ کسی کے ظاہر اور باطنی احوال میں بذاتِ خود تصرّف نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ کو مقامِ قدس میں ہم کلام ہونے کا شرف حاصل تھا اور جس طرح آپ کو زندگی میں تکوینی تصرّف عطا کیا گیا ہے وہی حیثیت وفات کے بعد حاصل رہے گی۔

شیخ علی بن ہیتی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اور شیخ بقا بن بطوؒ کے ہمراہ امام احمد بن حنبلؒ کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا کہ امام حنبلؒ نے قبر سے نکل کر حضرت شیخ جیلانیؒ سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا:

"اے عبدالقادر! تمام لوگ علمِ شریعت و طریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔"

پھر میں حضرت کے ہمراہ شیخ معروف کرخیؒ کے مزار پر گیا وہاں حضرت شیخؒ نے فرمایا:

السلام علیك یا شیخ معروف عبرناك بدرجتین۔	اے شیخ ہم تم سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں۔

انھوں نے قبر میں سے جواب دیا:

وعلیکم السلام یا سید اہل زمانہ۔ زمانہ کے بہترین فرد وعلیکم السلام۔

حضرت شیخ کی مجلسِ وعظ میں جنات کی حاضری

ابونظر بن عمر بغدادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ انھوں نے ایک جن کو طلب کیا تو اس نے خلافِ عادت حاضری میں تاخیر کی اور کچھ دیر کے بعد حاضر ہو کر کہا کہ

"جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خطاب کر رہے ہوں۔ اُس وقت آپ مجھے ہرگز نہ طلب کریں"

جب میں نے وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ ہم سب وہاں حاضر رہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم وہیں تھے؟ اُس نے کہا

"حضرت شیخؒ کی مجلس میں انسانوں سے زیادہ ہم لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ہمارے بہت سے افراد نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے، اور مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں"

ایک بزرگ کے خواب کا واقعہ

ابوالفرح اور بہت سے مشائخ بیان کرتے ہیں، کہ ۵۶۱ھ میں ہم سب لوگ شیخ علی بن ادریس یعقوبی کی خدمت میں حاضر تھے کہ اُن کے پاس شیخ عمر المریدی تشریف لائے۔ اُن سے شیخ علی موصوف نے فرمایا کہ تمام لوگوں کے سامنے اپنا خواب بیان کرو۔

چنانچہ انھوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ قیامت قائم ہے تمام انبیائے کرام مع اپنی اُمتوں کے اپنے اپنے موقف پر پہنچ رہے ہیں۔ اُن میں سے بعض انبیاء کے ہمراہ تو صرف دو آدمی ہیں۔ بعض کے ساتھ صرف ایک ہی۔ سب کے بعد حضور آخرالزمان سید المرسلین شفیع المذنبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ امت کا سیل رواں تھا۔ ان میں وہ مشائخ بھی تھے، جن کے مراتب کے مطابق لوگوں کی تعداد تھی لیکن ایک شخص ایسے بھی تھے جن کے ہمراہ کثیر مخلوق تھی جو تمام مشائخ سے کہیں زیادہ تھی۔ اور جب میں نے اُن بزرگ کے متعلق معلوم کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور اُن کے متبعین ہیں۔ پھر میں نے بڑھ کر آپ سے عرض کیا کہ

"اے سردار میں نے کسی بھی شیخ کو نہ تو آپ سے زیادہ با فضیلت پایا اور نہ کسی شیخ کے متبعین کو آپ کے متبعین سے بہتر دیکھا"

اس کے بعد میں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جو مجھے بیداری کے بعد بھی یاد تھے

إِذَا كَانَ مِنَّا سَيِّدٌ فِي عَشِيرَةٍ عَلَاهَا وَإِنْ ضَاقَ الْخِنَاقُ حَمَاهَا

جب ہمارا کوئی سردار کسی قبیلہ میں ہو تو وہ اس قبیلہ پر غالب رہے گا۔ اگر پھندا تنگ ہو جائے اور کوئی مصیبت آجائے تو وہ سردار اس کی حمایت و اعانت کرے گا۔

وَمَا اخْتُبِرَتْ إِلَّا وَأَصْبَحَ شَيْخُهَا وَلَا افْتَخَرَتْ إِلَّا وَكَانَ فَتَاهَا

ہمارے شیخ کے سوا کسی کو سردار قبیلہ منتخب نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ان سے بہتر کوئی نوجوان ہے جس پر فخر کیا جا سکے۔

وَمَا ضُرِبَتْ بِالْأَبْرَقَيْنِ خِيَامُنَا فَأَصْبَحَ مَأْوَى الطَّارِقِينَ سِوَاهَا

ہمارے خیمے ابرقین میں اس لئے قائم نہیں کئے گئے کہ آنے والوں کا ٹھکانا ہمارے خیموں کے سوا ہو۔

اس مجلس میں شیخ محمد خیاط بھی موجود تھے۔ چنانچہ اُن سے بھی شیخ علی نے اسی مفہوم کے اشعار سنانے کی فرمائش کی۔ اور انھوں نے مندرجہ ذیل چار اشعار سنائے۔

هَنِيئًا لِصَحْبِي إِنَّنِي قَائِدُ الرَّكْبِ أَسِيرُ بِهِمْ قَصْدًا إِلَى مَنْزِلٍ رَحْبِ

میرے ساتھیوں کو مبارک ہو کہ میں ان کا قائد ہوں اور اُن کے ہمراہ میانہ روی سے اعلیٰ منزل

کی طرف چلتا ہوں۔

وَاَكْنُفُهُمْ وَالْكُلُّ فِي شُغُلِ أَمْرِهٖ　　وَأُنْزِلُهُمْ فِي حَضْرَةِ الْقُدْسِ مِنْ رَبِّي

جب سب لوگ کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو میں اُن کی حفاظت کرتا ہوں، اور اُن کو اپنے رب کی بارگاہِ قدس میں پہنچا دیتا ہوں۔

وَلِي مَعْهَدٌ كُلُّ اللَّطَائِفِ دُوْنَهٗ　　وَلِي مَنْهَلٌ عَذْبُ الْمَشَارِبِ كَالشُّرْبِ

نیز میرا مقام وہ ہے کہ لطائف اُس سے نیچے ہیں، اور میرے لئے شیریں چشمہ ہے جس سے پیتا رہتا ہوں۔

وَاَهْلُ الصَّفَا يَسْعَوْنَ خَلْفِيْ وَكُلُّهُمْ　　لَهُمْ هِمَّةٌ اَمْضٰى مِنَ الصَّارِمِ الْعَضْبِ

تمام اہلِ صفا میرے پیچھے چلتے ہیں اور سب کے سب ایسے باہمت ہیں جو کاٹنے والی تلوار سے بھی زیادہ تیز ہیں۔

یہ اشعار سُن کر شیخ علی بن ادریس نے تعریف و تحسین کے کلمات ادا فرمائے۔

مستحقین کی امداد کی تلقین

حافظ ابنِ نجار بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ ابو الفتح احمد نے اپنے دادا (وزیر) ابو المظفر یحییٰ سے حضرت شیخ کی مجلس میں حاضری کی اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت کے ساتھ کچھ سونا دے کر حکم دیا کہ میرا سلام عرض کر کے حضرت شیخ کی خدمت میں یہ سونا پیش کر دینا۔

شیخ ابو الفتح کہتے ہیں کہ میں جب حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا اور اختتامِ مجلس پر حضرت منبر سے نیچے تشریف لائے تو میں نے بھرے مجمع میں آپ کو پیش کرنے کیلئے وہ سونا نکالا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ مجمع عام میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ جب حضرت خانقاہ میں تشریف لے جائیں گے اس وقت پیش کر دوں گا مگر ابھی میں اسی سوچ میں تھا کہ حضرت نے بذاتِ خود میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا:

"جو چیز تم اپنے ہمراہ لے کر آئے ہو اُس کو لوگوں کی پرواہ کئے بغیر پیش

کر دو۔ اور وزیر کو میرا سلام پہنچا دینا۔"

اس واقعہ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا۔

"اپنے دادا ابوالمظفر سے سلام کے بعد کہہ دینا کہ عبدالقادر کو قطعاً اس سونے کی حاجت نہیں اس کو مستحقین پر خرچ کیا کرو۔"

شیخ نجم الدین ابوالعباس فرماتے ہیں کہ میرے بھائی ابراہیم اقرب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محققین کے شیخ، صدیقین کے امام، عارفوں کے لئے حجۃ اللہ اور سالکوں کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا ذریعہ ہیں۔

حضرت ابوالخضر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ چلہ کشی کے دوران ہم لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے اور واپسی پر لوگوں نے احوال دریافت کئے تو آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

ومنذ عنك غبنا ذلك العام انتا ۔۔۔ وردنا علی بحر وساحله مغنی

جب ہم دس سال تک تم سے غائب رہے تو ایسے دریا پر وارد ہوئے کہ اس کا ساحل ہمارا مکان تھا۔

وشمس علی الغنی مطالع نورها ۔۔۔ نغار بها فینا مطلعها مناه

اور سورج کا نور اسی مکان پر طلوع ہوتا تھا اور سورج کا طلوع و غروب بھی ہمارے ہی دم سے تھا۔

ولمست یدا نلجواهر منه رکبت ۔۔۔ لطائفها حتی صفت نتوجهرنا

ہمارے ہاتھوں کو ایسے جواہرات نے مس کیا جن سے ان کے لطائف کو مرکب کیا گیا اور وہ مصفا ہو کر سورج بن گئے۔

وما البحر والمغنی وما الشمس قل لنا ۔۔۔ وما جوهر البحر الذی منه عبرنا

دریا مکان اور سوج کیا شے ہیں! بتائیے؛ اور دریا کا جوہر کیا شے ہے اس کے مقابلہ میں جس کو ہم نے عبور کیا۔

نقل بلسان الغیب لا باشارۃ   اقام بہ او غاب عنا ام ادلجنا

زبانِ غیب سے بیان کر دے نہ کہ اشارے سے، قیام کیا ہم نے اس میں یا غائب رہے یا رات میں سفر کیا۔

فلما اقمنا مال ربع قلوبنا   جدید اعلی مر الزمان وقد شبنا

پھر جب ہم اس میں مقیم ہو گئے تو ہمارے قلوب کی منزل بھی نئی ہو گئی۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ اور ہم خود بوڑھے ہو گئے۔

وان نحن ادلجنا فما لرکابنا   یضیق بنا دسعاد عنہ فما ضقنا

اور اگر ہم نے شب بسری کی تو ہماری سواریوں کا کیا ہوا، ہماری وجہ سے وہاں گنجائش نہ رہی لیکن ہم تنگ نہ ہوئے۔

ترکنا البحار لزاخرات وراءنا   فمن این یدری الناس این توجھنا

ہم نے موجزن دریاؤں کو پیچھے چھوڑ دیا اور لوگوں کو کیا علم کہ ہم کس طرف متوجہ تھے۔

وتم حدیث جل کنہ صفاتہ   عن الوصف ما فھمنا بذلک ولا بحنا

وہ بات ہی پوری ہو گئی جو بیان سے باہر ہے کہ نہ تو ہم صفات کی حقیقت سمجھ سکے، اور نہ ہم نے کسی پر ظاہر کیا۔

شھدنا جمالا ما تجلی لغیرنا   تلاحظہ ارواحنا عنہ ما حدنا

ہم نے ایسے جمال کا مشاہدہ کیا جس کی تجلی دوسروں کے لئے نہیں ہے، لیکن ہماری روحیں اس کو ملاحظہ کرتی ہیں۔

اِن اشعار کے بعد اسی مفہوم کے پانچ اشعار اور پڑھے ؎

اصبحت الطف من مر النسیم سری   علی الریاض وکاد الوھم یؤلمنی

میری روحانیت باطن باغوں پر نسیم صبح سے زیادہ لطیف بن کر چلی اور وہم تکلیف دہ بن گیا۔

من کل معنی لطیف اجتلی قدحاً　　وکل ناطقۃ فی الکون تطربنی

وہ لطیف معانی جو روشن ہو کر ظاہر ہوئے اور کائنات کا ہر پتہ دینے والا مجھے خوش کرتا رہا۔

ولی ندیم کما یاتی وذاک انا　　ان شئت اخبرہ ان شاء یخبرنی

میرا ہمنشین جیسا ہے ویسا ہی میں بھی ہوں، اگر میں چاہوں تو اُسے مطلع کر دوں اور اگر وہ چاہے تو مجھے خبر کر دے۔

وان عزمت علی سر فی فھمہ　　عنی وان شاء ماشاء یفھمنی

اگر میں کسی بھید کے لئے پختہ عزم کر لوں تو وہ سمجھ لیتا ہے اور اگر وہ چاہے تو مجھ کو سمجھا دیتا ہے۔

ولو شربت البحار السبع ما رویت　　بھا عظامی بلا دیاہ تقنعنی

اگر میں سات دریاؤں کا پانی پیتا تب بھی اس سے میری ہڈیاں سیراب نہ ہوتیں، کیونکہ اُس کے دیدار کے بغیر مجھے کوئی شے نہیں بھاتی۔

بندے کا مستقر حافظ ابنِ نجار اپنی تاریخ میں شیخ عبداللہ جبائی کا ایک مکتوب نقل کرتے ہیں جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی فرمایا کرتے تھے:

"دنیا "اشغال" ہے، اور آخرت "احوال" اور بندہ اشغال و احوال کے درمیان سفر کرتا رہتا ہے۔ پھر اُس کا مستقر یا تو جنت ہے یا دوزخ۔"

قلبِ مومن کی کیفیات شیخ عبداللہ جبائی ہی بیان کرتے ہیں کہ بعض مجالس میں حضرت شیخ نے یہ بھی فرمایا:

"قلبِ مومن پر پہلے نجمِ حکمت طلوع ہوتا ہے۔ پھر قمرِ علم اس کے بعد شمسِ معرفت۔ نجمِ حکمت کے ذریعہ وُہ دنیا کو دیکھتا ہے اور قمرِ علم سے وُہ نظارۂ آخرت کرتا ہے اور شمسِ معرفت سے اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے۔"

پھر آپ نے فرمایا:

"اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی نوعروس دلہنوں کی مثل ہیں جن کے احوال محرم کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔"

حضرت شیخ کی ایک جن صحابیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

امام شہاب الدین شافعی اپنی کتاب "نظم الدر فی ہجرت خیر البشر" میں لکھتے ہیں کہ اُن فضیلت مآب اجنہ میں سے جنھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بذاتِ خود قرآن کی سماعت کی تھی اور حضور علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر قبولِ اسلام کیا تھا۔ انہی میں سے ایک جن کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملاقات ہوئی۔

دُعا کے بارے میں حضرت شیخ کی تشریح

حضرت شیخ سے جب دعاء کے سلسلہ میں وضاحت چاہی گئی، تو آپ نے فرمایا کہ

"دُعا کے تین مدارج ہیں۔ اوّل تعریض، دوم تصریح، سوم اشارہ۔

تصریح کی تعریف تو یہ ہے جن میں بذریعہ الفاظ کسی امر کی وضاحت کی گئی ہو۔

تعریض وُہ دُعا جس میں الفاظ بھی مضمر ہوں۔

اشارہ اس دعا کا نام ہے جس میں الفاظ بھی پوشیدہ ہوں۔

تعریض کی مثال تو حضور علیہ السلام کا یہ قول ہے:

لَا تَكِلْنَا إِلَى تَدْبِيرِ أَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ۔ ہمارے نفوس کو ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری تدبیر کے سپرد نہ کر۔

اور تصریح کی مثال جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ۔ اے رب میں تجھے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس میں رویت کی صراحت موجود ہے۔

اور اشارہ کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ہے:

رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ۔ اے رب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

اس میں صرف رویت کی طرف اشارہ ہے۔

مجالسِ وعظ میں حضرت شیخؒ کی دُعائیں

حضرت شیخ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ میرے والد محترم دورانِ وعظ یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے:۔

(۱) اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِوَصْلِكَ مِنْ صَدِّكَ وَبِقُرْبِكَ مِنْ طَرْدِكَ وَبِقَبُوْلِكَ مِنْ رَدِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِ طَاعَتِكَ وَوُدِّكَ وَأَهِّلْنَا لِشُكْرِكَ وَحَمْدِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اے اللہ، ہم تیرے وصل کی تمنا کرتے ہیں تیرے اعراض سے اور تیرے قرب کی، تیرے دھتکارنے سے اور تیرے قبول کرنے کی تیرے رد کرنے سے اور ہم کو اہلِ طاعت اور اپنے دوستوں میں سے بنالے، اور اے ارحم الراحمین ہمیں اپنے شکر اور حمد کرنے کا اہل بنادے۔

اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يَصْلُحُ
لِلْعَرْضِ عَلَيْكَ وَاِيْقَانًا نَقِفُ
بِهٖ فِي الْقِيَامَةِ بَيْنَ يَدَيْكَ
وَعِصْمَةً تُنْقِذُنَا بِهَا مِنْ
وَرَطَاتِ الذُّنُوْبِ وَرَحْمَةً
تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ دَنَسِ الْعُيُوْبِ
وَعِلْمًا نَفْقَهُ بِهٖ اَوَامِرَكَ وَ
نَوَاهِيَكَ وَفَهْمًا نَعْلَمُ بِهٖ
كَيْفَ نُنَاجِيْكَ وَاجْعَلْنَا فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَهْلِ
وَلَايَتِكَ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ
مَعْرِفَتِكَ وَاكْحَلْ عُيُوْنَ
عُقُوْلِنَا بِاِثْمِدِ هِدَايَتِكَ وَ
احْرُسْ اَقْدَامَ اَفْكَارِنَا ۔
مِنْ مَزَالِقِ مَوَاطِئِ الشُّبُهَاتِ
فَامْنَعْ طُيُوْرَ نُفُوْسِنَا مِنَ
الْوُقُوْعِ الشِّبَاكِ مُوْبِقَاتِ
الشَّهَوَاتِ وَاَعِنَّا فِيْ اِقَامَةِ
الصَّلٰوةِ عَلٰى تَرْكِ الشَّهَوَاتِ
وَامْحُ سُطُوْرَ سَيِّاٰتِنَا مِنْ جَرَائِدِ
اَعْمَالِنَا بِاَيْدِي الْحَسَنَاتِ

اے اللہ تجھ سے ایسے ایمان کے طلبگار ہیں
جو تیرے حضور پیش کیا جا سکے اور ایسا ایقان
طلب کرتے ہیں جس کی وجہ سے تیرے سامنے
کھڑے ہو سکیں اور ایسی عصمت چاہتے
ہیں جو ہمیں گناہوں کے غاروں میں گرنے
سے بچا دے اور وہ رحمت طلب کرتے ہیں
جس کے ذریعہ ہم عیوب کی نجاست سے
پاک رہیں اور ایسا علم عطا کر جس کے ذریعہ
تیرے اوامر و نواہی کو سمجھ سکیں۔ اور وہ
فہم عطا کر جس سے ہم مناجات کا طریقہ جان
لیں۔ اور ہمیں دنیا اور آخرت میں اپنی
ولایت کا اہل بنا دے اور ہمارے قلوب
کو اپنے نورِ معرفت سے لبریز کر دے۔ اور
ہماری عقل کی آنکھوں میں ہدایت کا سرمہ
لگا اور ہمارے افکار کے قدموں کو محفوظ
کر دے اور ہمیں شبہات کے گڑھوں میں
گرنے سے اور ہمارے نفوس کے پرندوں
کو جال میں پھنسنے سے بچا لے اور شہوتوں
کی ہلاکت سے اور شہوات کو ترک کر کے اقامت
صلوٰۃ میں ہماری اعانت فرما۔ اور ہمارے
نامہ اعمال سے بداعمالیوں کو نیکیوں کے ہاتھ

وَكُنْ لَنَا حَيْثُ يَنْقَطِعُ الرَّجَاءُ
مِنَّا إِذَا أَعْرَضَ أَهْلِ الْجُوْدِ
بِوُجُوْهِهِمْ عَنَّا حِيْنَ نَحْصُلُ
فِيْ ظُلَمِ اللُّحُوْدِ رَهَائِنَ
أَفْعَالِنَا إِلٰى يَوْمِ الشُّهُوْدِ
وَأَجْزِ عَبْدَكَ الضَّعِيْفَ عَلٰى
مَا أَلَّفَ وَاعْصِمْهُ مِنَ الزَّلَلِ
وَوَفِّقْهُ وَالْحَاضِرِيْنَ لِصَالِحِ
الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَأَجْرِ عَلٰى
لِسَانِهٖ مَا يَنْتَفِعُ بِهٖ
السَّامِعُ وَتَذْرِفُ لَهُ
الْمَدَامِعُ وَيَلِيْنُ الْقَلْبُ
الْخَاشِعُ وَاغْفِرْ لَهُ وَلِلْحَاضِرِيْنَ
وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

سے مٹادے۔ اور ہمیں ایسا بنادے کہ اہل
جود و کرم کے سامنے اپنی آرزوئیں پیش کرنے
کے قابل ہی نہ رہیں اور قبر کے تاریک ماحول
میں ہماری اعانت کر اور ہمارے افعال سے
قیامت کے دن درگذر فرما۔ اور اپنے اس
ضعیف بندے کو اجر عطا کر جس نے لوگوں
کو جمع کیا اور اس کو لغزشوں سے محفوظ کر
دے۔ اور مجھے اور تمام حاضرین کو صالح قول
اور نیک عمل کی توفیق عطا کر اور اس کی
زبان پر وہ چیز جاری کر دے جس سے سامعین
نفع حاصل کر سکیں اور جس کے خضوع سے
آنسو جاری ہو جائیں۔ اور خوف و خشیت
سے قلب نرم ہو جائے وہ عطا فرما اور
عبد ضعیف کی اور حاضرین کی اور تمام
مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جب آپ محفل وعظ ختم فرماتے
تو یہ دُعا پڑھتے:

جعلنا الله وایاکم مما تنبه لخمدته وتنزه عن الدنیا وتذکر
یوم حشره واقتفی آثار الصالحین انه ولی ذلك والقادر
علیه یارب العالمین۔

حضرت شیخ کی ازواج مطہرات

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب "عوارف المعارف" کے اکیسویں باب میں رقمطراز ہیں کہ ہم نے سُنا ہے جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بعض حضرات نے نکاح نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ

"میں اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نکاح کی اجازت نہ دے دیں"

بعض لوگوں سے منقول ہے کہ آپ نے جواب دیا کہ

"بہت عرصہ سے بیوی کا خواہشمند تو ہوں لیکن نامساعد حالات کے تحت نکاح کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ مگر میرے صبر و تحمل کے بعد جب وقت معینہ آ پہنچا تو اللہ نے ایک کے بجائے چار بیویاں عطا فرما دیں۔ اور ان سب نے برضا و رغبت اپنے ہی خرچ پر مجھ سے نکاح کیا"

ابنِ نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق نے بیان کیا کہ میرے والد محترم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اُنچاس اولادیں ہوئیں جن میں ستائیس صاحبزادے اور باقی بائیس صاحبزادیاں تھیں۔

شیخ جبائی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ نے فرمایا:

"جس وقت میرے یہاں لڑکا تولد ہوا۔ اور اُس کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے یہ کہہ کر کہ "یہ بچہ مر جائے گا" اپنے قلب سے اس کا خیال نکال دیا۔ اور جب وہ مر گیا تو اس کی موت سے قطعاً متاثر نہیں ہوا۔ کیونکہ اُس کی ولادت کے دن ہی سے اپنے قلب سے اس کا خیال نکال چکا تھا۔ اور جب میرے یہاں ولادت ہوتی اور

نومولود کو میرے پاس لایا جاتا تو مَیں اس کو گود میں لے کر کہتا کہ یہ تو
مرنے والا (فانی) ہے۔ لہٰذا مَیں اُس کی محبت کو دل سے نکال لیتا
اور جب وُہ نومولود فوت ہو جاتا تو مجھے اس کی مَوت کا بالکل صدمہ
نہ ہوتا تھا۔"

اور اگر مجلس وعظ کی شب میں آپ کی کسی اولاد کے انتقال کی خبر
ملتی تو آپ تقریر کو منسوخ نہ کرتے اور حسبِ معمول منبر پر تشریف لا کر سلسلہ تقریر
شروع فرماتے۔ اور جب غسال میت کو غسل دے کر آپ کو اطلاع دیتا تو آپ منبر
پر سے اتر کر نماز جنازہ پڑھا دیتے ؎
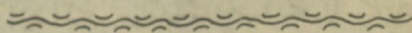
باب اوّل ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

مشتمل بر

تذکرۂ اولاد و احفاد جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

و

ملفوظات و سیرت جناب غوث جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا زبیر افضل عثمانی مرحوم

حضرت غوث اعظمؒ کی اولادِ امجاد

(۱) حضرت شیخ عبدالوہابؒ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا اسمِ گرامی شیخ عبدالوہابؒ تھا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار اور غالب بن بنا سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حدیث کی سماعت فرمائی۔ اور مزید علم حاصل کرنے کے لئے بلادِ عجم تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں انہی کے قائم کردہ مدرسہ میں ۵۴۳ھ سے تدریس میں مشغول رہے۔ والد کے انتقال کے بعد وعظ و افتاء کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

آپ کے شاگردوں میں شریف الحسینی بغدادی اور احمد بن عبدالواسع وغیرہ جیسے حضرات قابلِ ذکر ہیں۔ آپ اپنے والد کی تمام اولاد میں سب سے ممتاز اور بڑے فقیہہ تھے۔ آپ خوش مزاج ہونے کے ساتھ بے حد فہیم و ذکی بھی تھے۔ سخاوت اور مروت آپ کا طرۂ امتیاز تھے۔ آپ کو ۵۸۳ھ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ نے مظلوموں کی دادرسی کے محکمہ کا سربراہ بنایا تھا۔ آپ بہت جلد عوام کی ضروریات کو پورا فرما دیا کرتے تھے۔ حدیث و وعظ اور افتاء و مناظرہ کے ساتھ عدالتی احکام بھی نافذ فرماتے۔ آپ کے ادب و ظرافت سے لوگ بہت متاثر تھے۔ آپ سے دبیثی اور ابنِ خلیل وغیرہ کے علاوہ ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

ابنِ رجب اپنے طبقات میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے ابن الحسینی اور ابن تیا

وغیرہ سے بھی سماعت کی ہے۔ آپ بہترین فقیہہ، زاہد اور عمدہ واعظ تھے۔ اور لوگوں میں اہلِ بغداد آپ کو بہت بڑا بذلہ سنج اور ذہیم سمجھتے تھے۔ آپ کے والدِ محترم کی اولاد میں آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں ہوا۔

ماہ شعبان ۵۲۲ھ میں بغداد میں تولد ہوئے اور ۲۵ رشوال ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔ حلبہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

(۲) شیخ علیسیٰ ؒ

آپ نے علمِ فقہ کے بعد ابوالحسن بن ناصر وغیرہ سے احادیث کی سماعت فرمائی — درس و تدریس وعظ و افتاء کے علاوہ آپ نے تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ علمِ تصوف پر آپ کی کتاب "جواہر الاسرار" اور "لطائف الانوار" بہت مشہور ہیں۔

آپ نے مصر جا کر حدیث و وعظ کا سلسلہ شروع کیا اور بہت سے مشاہیر نے آپ سے علوم حاصل کئے۔ اُن میں سے ابوتراب ربیعہ اور مسافر بن یعمر جیسی ہستیاں بھی ہیں۔

ابنِ نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ اپنے والدِ محترم کے وصال کے بعد بغداد سے شام کی جانب تشریف لے گئے اور ۵۶۲ھ میں ابن المفرج ہلالی سے دمشق میں حدیث کی سماعت فرمائی اس کے بعد مصر واپس آئے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کثرت سے وعظ فرمایا کرتے تھے اور عوام میں آپ کو بے حد مقبولیت حاصل تھی۔

آپ نے ۱۲ رمضان المبارک ۵۷۳ھ میں وفات پائی اور مصر میں ہی آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کو غالباً شاعری کا بھی ذوق تھا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اشعار آپ سے منسوب ہیں۔

تَحَمَّلْ سَلَامِی نَحْوَ اَرْضِی جِبَتِیْ   وَقُلْ لَھُمْ اَنَّ الْغَرِیْبَ مُشَوَّقٌ

زمین پر بسنے والے احباء کو میرا سلام پہنچا دو۔ اور ان سے کہہ دو کہ ایک غریب تمہارا مشتاق ہے۔

فَاِنْ سَئَلُوْ کَیْفَ حَالِی بَعْدَ ھُمْ　　فَقُوْلُوْا بِنِیْرَانِ الْفِرَاقِ حَرِیْقٌ

اگر وہ پوچھیں کہ اُن کے بعد میرا کیا حال ہے، تو کہہ دینا کہ وہ آتشِ فراق میں جلتا رہتا ہے۔

فَلَیْسَ لَہٗ اَلْفٌ یَسِیْرُ بِقُرْبِکُمْ　　وَلَیْسَ لَہٗ نَحْوَ الرُّجُوْعِ طَرِیْقٌ

پھر نہ تو اُسے کسی دوست کا قرب میسر ہے اور نہ تمہاری طرف واپسی کا کوئی امکان ہے

غَرِیْبٌ یُقَاسِیْ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ بَلْدَۃٍ　　وَمَنْ لِغَرِیْبٍ فِی الْبِلَادِ صَدِیْقٌ

وہ غریب ہر دیار میں غم برداشت کرتا رہتا ہے کیونکہ غریب الدیاری میں کون کسی کا دوست ہوتا ہے۔

آپ کے دو اور اشعار بھی ہدیۂ ناظرین ہیں:

اِنِّیْ اَصُوْمُ الدَّھْرَ اِنْ لَمْ اَرَاکُمْ　　وَیَوْمَ اَرَاکُمْ لَا یَحِلُّ صِیَامِیْ

مَیں صائم الدہر ہوں گا اگر تم کو نہ دیکھ سکا اور جس روز کہ مَیں دیکھوں اس روز میرا روزہ نہیں کھلے گا۔

اَلَا اِنَّ قَلْبِیْ قَدْ تَذَمَّمَ فِی الْھَوٰی　　اِلَیْکُمْ فَجَدَّ لِیْ مُتْعِمًا بِذِمَامِیْ

میرے دل نے تمہاری محبت میں مجھے شرم دلائی ہے، بس اس نے زخموں کی طرح احسان کر کے مجھ پر بڑا سلوک کیا ہے۔

(۳) شیخ ابوبکر عبدالعزیزؒ آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور ابن منصور وغیرہ سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ حصولِ علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ آپ سے بہت لوگوں نے علوم حاصل کئے۔ آپ بے حد متواضع تھے۔ ۵۰۸ھ میں جبال تشریف لے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے

اور موجودہ دور تک آپ کی اولاد وہاں موجود ہے۔

آپ ماہ شوال ۵۳۲ھ میں تولد ہوئے اور ماہ ربیع الاوّل ۶۰۲ھ بروز چہارشنبہ وفات پاکر جبال ہی میں مدفون ہوئے۔

(۴) شیخ عبدالجبارؒ آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور ابو منصور وغیرہ سے علمِ حدیث وفقہ حاصل کیا اور تصوّف کے موضوع پر سالکانِ راہِ طریقت کے لئے بہترین کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے بھائی شیخ عبدالرزاق نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ آپ نے تصوّف کی راہ اختیار کرنے کے بعد اہلِ بصیرت اور فقراء کے ساتھ ہی رابطہ قائم رکھا۔ آپ نہایت عمدہ خطّاط بھی تھے۔

اپنے بھائی شیخ عبدالرزاق سے اٹھائیس ۲۸ سال قبل عین عالمِ شباب میں ہی ۱۹ رذی الحجہ ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد میں حلبہ کے قبرستان میں ہے۔

(۵) شیخ عبدالرزاق حلبیؒ آپ نے بھی اپنے والد محترم اور ابوالحسن ضرباد وغیرہ سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا اور لوگوں کو احادیث سنائیں اور لکھوائیں۔ نیز آپ کے حلقۂ درس سے بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے آپ کو افتاء ومناظرہ میں بھی درک حاصل تھا۔

علامہ ابنِ نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے لڑکپن ہی میں اپنے والد محترم سے احادیث کی سماعت فرمائی تھی۔ اور اُن کے علاوہ بھی ایک بڑی جماعت سے احادیث کی سماعت کرتے رہے۔ اور اپنی ذاتی صلاحیتوں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ گو آپ تحریر میں خوشخط نہ تھے۔ پھر بھی عوام کے لئے بہت کچھ لکھا۔ آپ بہت عمدہ حافظ وقاری اور بہت ہی صادق وثقہ لوگوں میں سے تھے۔ بہت ہی متدیّن

زاہد و متقی تھے۔ جمعہ کے علاوہ لوگوں سے کنارہ کش رہتے اور مکان ہی میں وقت گزارتے تھے۔ باوجود تنگ دستی کے بہت متواضع اور سخی تھے۔ طالبان علم کا بہت احترام فرماتے اور اُن سے نہایت مروت سے پیش آتے۔ جفاکشی کے ساتھ اپنے فقر پر صابر رہ کر اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے اور اپنی پاکیزگی نفس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

حافظ ذہبی اپنی کتاب "تاریخِ اسلام" میں لکھتے ہیں کہ آپ محدث و حافظ ہونے کے علاوہ زاہد اور ثقہ بھی تھے۔ سماعت حدیث کے سلسلے میں ہر ہر جزو کے طلب میں بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کو حلبی کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ آپ بغداد کے مشرقی حصّہ کے محلہ حلبہ میں قیام پذیر رہے ہیں۔

آپ کے متعلق "الروض الظاہر" کے مصنّف ابو شامہ کی تاریخ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ عابد و زاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی قانع تھے۔

حافظ ابن رجب اپنی طبقات میں رقمطراز ہیں کہ آپ کو علمِ معرفت میں مہارت حاصل تھی لیکن عِلم حدیث کی طرف توجہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ آپکا حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حیا کی وجہ سے تیس سال تک آسمان کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

آپ پیر ۱۸ ذیقعدہ ۵۲۶ھ رات کے وقت تولد ہوئے اور ۲۸ شوال ۶۰۳ھ ہفتہ کی شب میں وفات پائی اور بغداد میں ہی باب حرب کے قریب مدفون ہوئے۔

ابن نجار کا قول ہے کہ جب اگلے دن بغداد کے محلوں میں آپ کی نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا تو بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ بیرونِ شہر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی پھر وہاں سے عوام آپ کے جنازہ کو کاندھوں پر رصافہ کی جامع مسجد میں لائے۔ اور

وہاں بھی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ پھر تربت خلفاء کے مقام پر نماز ہوئی۔ اس کے بعد دریائے دجلہ پر خضر بین کے مقام پر نماز ادا کی گئی۔ اس کے بعد علاقہ بابِ حریم پہ نماز ہوئی۔ پھر غربیہ کے مقام پر نماز ہوئی۔ اس کے بعد امام حنبلؒ کے مزار کے قریب نماز ادا کی گئی۔ اور وہیں دفن کر دیا گیا۔

(۶) شیخ ابراہیمؒ آپ نے بھی اپنے والد محترم سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی اور واسط کی جانب کوچ کر گئے۔ ۵۹۲ھ میں وفات پائی اور آپ کا مزار واسط ہی میں ہے۔

(۷) شیخ محمدؒ آپ نے بھی اپنے والد محترم اور سعید بن النباء وغیرہ سے علمِ حدیث و فقہ حاصل کیا اور آپ سے احادیث کی روایت بھی ثابت ہے۔ ۲۵ ذیقعدہ ۶۰۰ھ میں بغداد کے مقام پر آپ نے وفات پائی اور اسی دن حلبیہ کے مقام پر مدفون ہوئے۔

(۸) شیخ عبداللہؒ آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور سعید بن النباء وغیرہ سے حدیث و فقہ کی سماعت کی۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ آپ کی وفات ۱۸ صفر ۵۸۰ھ میں ہوئی۔ اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ ۵۷۷ھ میں وصال ہوا۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمام بھائیوں میں آپ کی عمر سب سے زیادہ ہوئی[۱]۔

(۹) شیخ یحیٰیؒ آپ نے اپنے والد محترم اور محمد بن عبدالباقی سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اہلِ مصر کو آپ سے بے حد نفع پہنچا۔ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی سب سے چھوٹی اولاد ہیں۔ اپنے والد محترم کی وفات سے گیارہ سال قبل ۵۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور قیام بغداد کے دوران ۶۰۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کے جنازے میں بے شمار لوگ شریک ہوئے۔ اور اپنے بھائی شیخ عبدالوہابؒ

---

[۱] یہ روایت کہ غوثِ پاک کے فرزندوں میں آپ کی عمر سب سے زیادہ ہوئی قابلِ توجہ ہے ۱۲۔

کے قریب ہی حلبہ میں اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حبشی النسل تھیں۔

شیخ عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ جس وقت انکے والد محترم شدید بیمار ہوئے۔ اور قریب المرگ ہوئے اور ان پر غشی طاری ہوئی تو اس وقت ہم سب آپ کے گرد جمع ہو کر رونے لگے۔ آپ نے ہوش میں آنے کے بعد فرمایا

"گریہ وزاری نہ کرو، ابھی میں زندہ رہوں گا اور میری پشت سے ایک لڑکا تولد ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا"

شیخ عبدالوہاب بیان فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ گفتگو ہماری سمجھ میں نہ آئی، اور ہمیں یہ خیال ہوا کہ شائد آپ غلبۂ مرض کی وجہ سے ایسے کلمات ادا فرما رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد آپ روبصحت ہو گئے اور ایک حبشی باندی سے شادی کی جس کے بطن سے آپ کے یہ آخری صاحبزادے شیخ یحییٰ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخؒ ان کی ولادت کے بعد عرصۂ دراز تک بقید حیات رہے۔

(۱۰) شیخ موسیٰ آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار اور سعید بن البناء وغیرہ سے حدیث و فقہ پڑھا اور دمشق کو وطن بنا کر تا حیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے اہل دمشق کو بہت نفع پہنچا۔ ایک مرتبہ مصر بھی تشریف لے گئے تھے لیکن بعد میں پھر دمشق واپس آ گئے۔

آپ اخیر ربیع الاول ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الآخر ۶۱۸ھ میں دمشق میں محلہ عقیبہ میں وفات پا کر قاسیوں کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

(جناب شیخؒ کے ستائیس فرزندوں میں سے صرف دس کے حالاتِ زندگی دستیاب ہوئے ہیں)

حضرت غوثِ اعظمؒ کے پوتوں کے حالات

شیخ سلیمان بن عبدالوہابؒ

آپ نے بہت سے محدثین سے حدیث کی سماعت کی لیکن آپ سے حدیث بیان کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ آپ ۵۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ رجمادی الآخر بروز چہار شنبہ ۶۱۱ھ میں اپنے بھائی عبدالسلام سے تقریباً بیس یوم قبل وفات پاکر اپنے والد کے قریب حلبہ کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے شیخ داؤد بن سلیمان بن عبدالوہاب نے اپنے جدّ امجد سے حدیث کی سماعت کی اور خود بھی حدیث بیان کرتے تھے۔ ۱۸ ربیع الاوّل بروز چہار شنبہ ۶۱۱ھ بغداد میں وفات پائی۔ اور دوسرے دن اپنے والد کے قریب حلبہ کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

شیخ شریف عزالدین کا قول ہے کہ آپ نہایت درجہ متقی و زاہد تھے اور آج بھی آپ کی ذرّیات حماہ کے مقام پر داؤدیہ کے نام سے مقیم ہے۔

آپ کے صاحبزادہ داؤد نے تفقہ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا اور سماعت حدیث اپنے دادا جناب عبدالوہاب سے کی۔

حافظ محمد بن رافع نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ شیخ داؤد بن سلیمان بن عبدالوہابؒ نے سماعت حدیث اپنے دادا شیخ عبدالوہاب سے کی۔ اور اُن سے حافظ دمیاطی سے بغداد میں سماعتِ حدیث کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ سکونت کے لئے دیباط تشریف لے گئے تھے

شیخ عبدالسلام بن عبدالوہابؒ

آپ نے اپنے دادا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ حنبلی مسلک کے پیرو تھے۔ درس و افتاء کے علاوہ آپ غلافِ کعبہ کے نگران اور حرمین شریفین کے متولی بھی رہے۔

۸ ذی الحجہ ۵۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۳ رجب ۶۱۱ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ آپ کو آخر عمر میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کا مزار بھی حلبہ کے قبرستان میں ہے۔

شیخ محمد بن عبدالعزیزؒ

آپ نے بہت سے لوگوں سے احادیث کی سماعت کی۔ اور جہال کو اپنا وطن بنالیا۔ وہیں آپ کا مزار بھی ہے آپ کی ہمشیرہ کا نام زہرہ تھا اور انھوں نے بھی حدیث کی سماعت کی تھی اور احادیث بیان بھی کیں اور ان کا انتقال بھی بغداد میں ہوا۔ ولادت و وفات کی تاریخ کا علم نہیں۔

شیخ ابو صالح نصر بن شیخ عبدالرزاق

آپ نے اپنے عم بزرگوار شیخ عبدالوہابؒ سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ آپ کو فتاوی اور علم مناظرہ میں بھی درک حاصل تھا۔ مدینۃ السلام میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر حنبلی مسلک پر فتویٰ دیتے رہے۔ آپ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی اولاد میں پہلے فرد ہیں۔ جو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کو ۶۲۲ھ میں خلیفہ ظاہر بامر اللہ نے اس عہدے پر فائز کر کے خلعت و سواری عطا کی۔ مدینۃ السلام کی تینوں جامع مسجدوں میں آپ کا نام خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیکر تھے۔ آپ اپنی مجلس میں لوگوں کو احادیث سناتے

اور لکھواتے تھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد تک پاپیادہ تشریف لے جاتے۔ دربارِ خلافت میں خلیفہ کے حکم سے فیصلے صادر کرتے اور اپنے اخلاق و سیرت پر اسی طرح قائم رہے جس طرح اس عہدے پر فائز ہونے سے قبل تھے۔ خلیفہ کی پوری زندگی میں آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔ اور جب مستنصر باللہ خلیفہ ہوا۔ تو آپ صرف چار ماہ اپنے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد ۲۳ ذیقعدہ ۶۲۳ھ میں آپ کو معزول کر دیا گیا۔

آپ نے بچپن ہی میں اپنے والد سے احادیث کی سماعت کی۔ آپ بے حد ثقہ۔ صاحب شرف و فکر اور بہت بڑے محقق تھے۔ آپ کو علمِ معرفت اور فقہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ بہت ہی متواضع۔ شریف الطبع شگفتہ طبیعت کے حامل اور بہت ہی ذی فہم تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے تھے۔

آپ اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں وزیر عیشی کے مکان پر حکومت کے نظم و نسق کے سلسلہ میں کچھ تحریر کر رہا تھا اور وہاں محمد بن منتخب محدث ابنِ زہیر منصف۔ اور ابن مروزی بھی موجود تھے۔ اچانک ایک ذی وقار شخص عمدہ لباس پہنے مکان میں داخل ہوا۔ اور پوری جماعت اس کو سلام کر کے اس کی خدمت میں مصروف ہو گئی۔ میں نے بھی یہ تصور کر کے کہ یہ بہت بڑا فقیہ ہے ان لوگوں کا اتباع کیا۔ لیکن جب میں نے لوگوں سے اُن کے متعلق معلوم کیا، تو انھوں نے بتایا کہ یہ تو ابنِ کرم یہودی ہے۔ جو ٹکسال کا گورنر ہے اور دربارِ خلافت میں اس کا بڑا عمل دخل ہے۔ پھر جب وہ لوگوں کے پاس سے گزر کر میرے مقابل چبوترے پر بیٹھ گیا تو میں نے اُس سے کہا کہ اس جگہ سے کھڑا ہو جا۔ اور جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے کہا کہ

"ہلاکت تیرا مقدر ہو، تُو جب داخل ہُوا تو مَیں تجھے ایک مسلمان فقیہ سمجھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا تھا۔ حالانکہ فقیہ ہونا تو در کنار تُو مسلمان بھی نہیں ہے۔

یہ جملہ مَیں نے اُس سے کئی مرتبہ کہا۔ جس کو وہ کھڑا ہوا سنتا رہا اور کہنے لگا کہ

"اللہ تیری حفاظت کرے اور تجھے باقی رکھے۔"

پھر مَیں نے اُس سے کہا کہ میرے سامنے سے دفع ہو جا۔ یہ سُن کر وُہ خاموشی سے چلا گیا۔

دربارِ خلافت سے میرا کچھ وظیفہ مقرر ہوا تھا جو مَیں بدریہ کے مقام پر جا کر وصول کرتا تھا۔ لیکن ایک سال اتفاقاً ایسا ہو گیا کہ مَیں مقررہ دن کو امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر چلا گیا۔ واپسی میں دیکھا کہ ہر شخص اپنا وظیفہ وصول کر رہا ہے۔ جب مَیں نے وظیفہ وصول کرنا چاہا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کا وظیفہ تو ابنِ کرم یہودی کے پاس ہے وہاں سے جا کر وصول کر لیں۔ لیکن مَیں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایک کافر سے اپنا وظیفہ طلب کرنے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ پھر اللہ کے بھروسہ پر مندرجہ ذیل اشعار پڑھتا ہوا گھر آ گیا ؎

نفسی ما عن دیننا من بدل   فدع الدنیا دخلی جدل!

اے نفس! ہمارے دین کا کوئی بدل نہیں۔ تمام جھگڑوں سے چھٹکارا پانے کے لئے دُنیا کو چھوڑ دے۔

ما یساوی انما نمضی الی   مشرک اذذاک عین الزلل

ہماری یہ شان نہیں کہ ہم کسی مشرک کے پاس جائیں۔ کیونکہ یہ انتہائی غلط کام ہے۔

ان یکن دینا علینا فلنا خالق یقضیہ ھذا املی

ہم اپنے دین پر قائم ہیں۔ اور ہمارا خالق ہماری تمام حاجتیں پوری کرتا ہے۔

اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہ تو آپ اس یہودی کے پاس جاتے۔ اور نہ وُہ آپ کے پاس رقم بھیجتا۔ حتیٰ کہ وُہ ملعون ختم کر دیا گیا۔ اس وقت آپ نے (خزانہ سے) جاکر رقم وصول کی۔

ابن رجب اپنی "طبقات" میں لکھتے ہیں کہ آپ نے بچپن ہی میں فن قرأت حاصل کر کے اپنے والد اور عم بزرگوار شیخ عبدالوہابؒ سے حدیث کی سماعت کی۔ اور علمِ مناظرہ بھی سیکھا۔ زُہد و تقویٰ میں کمال حاصل کر کے قطبِ وقت ہو گئے۔ اور ابوالعلی ہمدانی سے حدیث بیان کرنے کی سند حاصل کی۔ آپ انتہائی فصیح و بلیغ گفتگو فرماتے۔ آپ کی انشاء پردازی اور فتاویٰ نویسی میں ندرت ہوتی تھی آپ اپنے جدِّ امجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ کے متولی بھی رہے۔

خلیفہ ناصر کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا ظاہر مسندِ خلافت پر بیٹھا جو بہترین سیرت کا حامل دیانت و صلاح اور عدل میں ممتاز تھا۔ وُہ مظالم کے دفیعہ اور احکامِ شرعیہ کے نفاذ کے لئے ہمیشہ سعی کرتا رہتا تھا۔ ابن کثیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یہ بنو عباس میں عمر بن عبدالعزیز کا مماثل تھا۔ صادق القول ہونے کے ساتھ ساتھ امورِ مملکت میں اصلاح کی کوشش بھی کرتا رہتا تھا۔

چنانچہ اُس نے محکمہ قضا کی ذمہ داری پھر شیخ ابوصالح کو سپرد کر دی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"جب تک تم ذوی الارحام کو وراثت میں شامل نہیں کرو گے، میں ہرگز یہ عُہدہ قبول نہیں کروں گا"

چنانچہ خلیفہ نے حکم جاری کر دیا کہ ہر حقدار کو اُس کا حق پہنچایا جائے۔ اور

اس بارے میں خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اور ایک تحریر لکھ کر آپ کے حوالہ کر دی۔ اور دس ہزار دینار آپ کے پاس روانہ کر کے آپ کو ہدایت کی کہ جو غریب لوگ عدم ادائے قرض کی وجہ سزایاب ہوئے ہیں، اُن کے قرض ادا کر کے انھیں رہائی دلائی جائے۔ اس کے علاوہ تمام مساجد و مدارس بشمول مدرسہ نظامیہؒ اور اوقاف کا انتظام بھی آپ کے سپرد کر دیا۔ اور جب ظاہر کے بعد اس کا بیٹا مستنصر باللہ خلیفہ ہوا تو اُس نے آپ سے اس لئے اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی کہ ہر شخص پر اُس کی وکالت ثابت ہو جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"تمہارے والد خلیفہ ظاہر نے مجھے اس لئے نگران مقرر نہیں کیا تھا۔"

یہ سُن کر اُس نے بھی آپ کی نظامت کی توثیق کر دی۔

آپ کے دورِ قضاۃ میں باب العدل پر اذان ہوتی اور باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز کے لئے ہمیشہ پاپیادہ تشریف لے جاتے۔ رُوئی کا لباس پہنتے۔ اور مقدموں پر غور و خوض کے بعد فیصلہ دیتے۔ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے اور شدت سے حق پر قائم رہتے۔ اور جب مستنصر باللہ نے آپ کو معزول کیا تو آپ نے مندرجہ ذیل شعر کہے ؎

حَمِدْتُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا ۔۔۔ قَضٰی لِیْ بِالْخَلَاصِ عَنِ الْقَضَاۗءِ

میں خدائے عز و جل کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے مجھے قضاء کے عہدے سے رہائی عطا کر دی۔

وَلِلْمُسْتَنْصِرِ الْمَنْصُوْرِ شُکْرٌ ۔۔۔ وَاَدْعُوْا فَوْقَ مُعْتَادِ الدُّعَاۗءِ

۱؎ بغداد کی ایک عظیم درسگاہ۔

میں مستنصر کا بھی شکر گزار ہوں۔ اور اُس کے لئے تمام دُعا کرنے والوں سے زیادہ دُعا گو ہوں۔

مصنّف کہتے ہیں کہ ہمیں یہ علم نہیں کہ آپ سے قبل بھی ہمارے اکابر میں کوئی صاحب قاضی القضاۃ کے لقب سے ملقب ہوئے ہوں یا مستقل طور پر اس منصب پر مامور رہے ہوں۔

معزولی کے بعد آپ نے اپنے مدرسہ میں درس و افتاء کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بڑی بڑی مجلسیں آپ کے یہاں ہونے لگیں۔ پھر مستنصر نے آپ کو روم کے کلیسا کا (جس کو اُس نے خانقاہ میں تبدیل کر دیا تھا) صدر بنا دیا۔ وہاں آپ کو بے حد تکریم و تعظیم حاصل ہوئی۔ عوام الناس بہت بڑی بڑی رقمیں آپ کی خدمت میں اس اختیار کے ساتھ روزانہ کرتے کہ آپ جہاں چاہیں اس رقم کو خرچ کر سکتے ہیں۔

آپ نے ایک کتاب علمِ فقہ میں "ارشاد المبتدئین" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علمِ فقہ سیکھا اور فوائد حاصل کئے۔ یہ مختصر حالات حافظ ابنِ رجب نے لکھے ہیں۔

آپ بروز ہفتہ ۱۴ ربیع الآخر ۵۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔ اور اتوار کی شب ۱۶ شوال ۶۳۳ھ بغداد میں وفات پا کر امام احمد بن حنبلؒ کے مزار سے متصل قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ؎

أَنَا فِي الْقَبْرِ مُفْرَدٌ وَرَهِيْنٌ غَارِمٌ مُفْلِسٌ عَلَى دُيُوْنٍ!

میں قبر میں تنہا اور رہن شدہ ہوں، کیونکہ قرضوں کے بار کی وجہ سے میں مفلس ہو گیا ہوں

قَدْ أَنَخْتُ الرِّكَابَ عِنْدَ كَرِيْمٍ عِتْقُ مِثْلِي عَلَى الْكَرِيْمِ يَهُوْنُ

میں نے اپنی سواری کو ایسے کریم کے پاس بٹھا دیا ہے کہ مجھ جیسے کی آزادی کریم کیلئے آسان ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ام الکرم تاج النساء تھا جو فضائل ترکینی کی صاحبزادی تھیں انھوں نے احادیث کی سماعت بھی کی اور صلاح و خیر کا وافر حصہ بھی حاصل کیا۔ بغداد ہی میں وفات پائی اور باب حرب میں مدفون ہوئیں۔

شیخ عبدالرحیمؒ بن شیخ عبدالرزاقؒ

آپ نے خدیجہ بنت احمد نہروانی اور ابری کے حلقہ درس کے حاضرین سے حدیث کی سماعت کی۔ آپ ۱۴ ذیقعدہ بروز چہار شنبہ ۵۶۰ھ کو پیدا ہوئے۔ اور ۷ ربیع الاول بروز پنجشنبہ ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ بابِ حرب کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

شیخ اسماعیلؒ بن شیخ عبدالرزاقؒ

آپ نے بہت سے لوگوں سے علوم حدیث و فقہ حاصل کئے۔ بغداد میں انتقال ہوا اور امام حنبل کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش و وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

ابوالمحاسن شیخ فضل اللہ ابنِ شیخ عبدالرزاق

آپ نے اپنے والد اور عم بزرگوار شیخ عبدالوہاب سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ تاتاریوں کے ہاتھوں ۶۵۶ھ میں شہید ہوئے۔ آپ کی ایک ہمشیرہ کا نام سعادت تھا۔ انھوں نے محدث عبدالحق وغیرہ سے سماعت حدیث کی اور بغداد ہی میں وفات پائی۔ آپ کی نمازِ جنازہ شیخ ابوصالح نصر نے پڑھائی۔ دوسری ہمشیرہ کا نام عائشہ تھا۔ انھوں نے بھی محدث عبدالحق وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی اور خود حدیث بیان کرنے کی مجاز ہوئیں۔ یہ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ آپ کا انتقال بھی بغداد ہی میں ہوا۔ اور دوسرے دن بابِ حرب کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔

حالات اولاد ابو صالح نصر بن شیخ عبدالرزاق

حافظ ابو موسیٰ یحییٰ بن ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی شرف الدین دمیاطی اپنی "معجم" میں لکھتے ہیں کہ آپ بلند پایہ خطیب و واعظ تھے۔ آپ نے اپنے والد اور دوسروں سے علم فقہ حاصل کیا۔ احادیث کی سماعت کی۔ اور حدیث بیان کرنے کے مجاز ہوئے۔ آپ کے مواعظ و اقوال اہلِ حق کی زبانوں پر رہتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے اشعار بھی اثر انگیز تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل چار شعر ملاحظہ ہوں ؎

یَسْقِیْ وَیَشْرَبُ لَا تُلْهِیْهِ سَکْرَتُهٗ ‏ عَنِ النَّدِیْمِ وَلَا یَلْهُوْ عَنِ الْکَاسِ

وہ شراب پیتا اور پلاتا ہے۔ اس کا نشہ نہ تو ندیم سے غافل کرتا ہے اور نہ جام سے۔

اَطَاعَهٗ سُکْرُهٗ حَتّٰی تَحَکَّمَ فِیْ ‏ حَالِ الصَّحَاةِ وَذَا مِنْ اَعْجَبِ النَّاسِ

اس کا نشہ افاقہ کی حالت کی طرح اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ عجیب لوگوں میں سے ہے۔

وَیَشْرَبُ ثُمَّ یَسْقِیْهَا النَّدَامٰی ‏ وَلَا یُلْهِیْهِ کَاسٌ عَنْ نَدِیْمٖ

وہ شراب پیتا ہے اور ندیموں کو بھی پلاتا ہے، لیکن جام شراب ندیم اور جام سے غافل نہیں کرتا۔

لَهٗ مَعْ سُکْرِهٖ تَایِیْدُ صَاحٍ ‏ وَنَشْوَةُ شَارِبٍ وَنَدٰی کَرِیْمٖ

اس کا نشہ غیر نشہ والوں کی طرح قبضہ میں رہتا ہے اور وہ عجیب ترین لوگوں میں سے ہے۔

آپ کی والدہ کا نام زینب تھا۔ غوثِ اعظم کی نسل سے تھیں۔ انھوں نے زید بن یحییٰ سے احادیث کی سماعت کی اور شیخ القراء حرمین شریفین برہان الدین ابراہیم سے حدیث بیان کرنے کی اجازت حاصل کی۔ یہی روضۃ الزہرا کے مصنّف نے بھی بیان کیا ہے۔ لیکن آپ کی پیدائش اور وفات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

ابونصر محمد بن ابوصالح نصر بن عبدالرزاق بن عبدالقادر جیلانیؒ

آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں اپنے والد اور دوسرے حضرات سے علوم حدیث و فقہ حاصل کیئے۔ آپ اپنے جدّ امجد غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بہت ہی مشابہ تھے۔

حافظ ابنِ رجب اپنی طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد اور حسن بن علی بن مرتضٰی العلوی اور ابو اسحٰق وغیرہ سے احادیث کی سماعت کی۔ آپؒ نہایت جلیل القدر عالم وزاہد اور متورع تھے۔ اپنے جدامجد کے مدرسہ میں درس و تدریس میں مشغول رہتے اور تاحیات علمی مشاغل سے وابستہ رہے۔ جس وقت آپ کے والد قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے تو آپ کو بھی دارالخلافہ میں مسندِ عدالت پر سرفراز کیا گیا، لیکن آپ صرف ایک ہی مرتبہ عدالت میں بیٹھے اس کے بعد استعفیٰ دے کر باب الازج کے مدرسہ میں درس دینے لگے۔ پھر تقویٰ کے پیشِ نظر کبھی عہدۂ قضاء قبول نہیں فرمایا۔ آپ سے حافظ دمیاطی وغیرہ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔

۱۲ر شوال بروز دوشنبہ ۶۵۶ھ میں وفات پاکر اپنے پردادا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

شیخ ابو نصر محمد کی اولاد

شیخ ابو نصر محمد نے اپنی وفات کے بعد تین فرزند چھوڑے:

شیخ عبدالقادر ثانی، شیخ عبداللہ، شیخ ظہیر الدین ابو مسعود احمد۔

شیخ ظہیر الدین بغداد ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ بہت فصیح و بلیغ گفتگو فرماتے تھے۔ جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ دینے کے علاوہ اپنے دادا کے مدرسہ ہی میں درس دیتے تھے۔

شیخ عز الدین تحریر کرتے ہیں کہ آپ فاضل اور واعظ تھے، اور سقری سے احادیث کی سماعت کی۔

۲۷ ربیع الاوّل بروز سہ شنبہ ۶۸۱ھ میں لاپتہ ہو گئے۔ اور بعد میں آپ کی نعش ایک کنویں سے برآمد ہوئی۔

شیخ عبدالقادر ثانی کی اولاد

شیخ عبدالسلام آپ نے اپنے چچا شیخ عبداللہ سے احادیث کی سماعت کی اور آپ اپنے خاندان کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔ معرف کے شہروں میں اکثر آتے جاتے اور امراء سے بہت میل جول رکھتے۔ آپ کی دربارِ سلطانی میں بھی آمد و رفت تھی۔

۲۰ رجمادی الاوّل بروز دوشنبہ ۶۷۳ھ میں صبح کے وقت تاسیون میں انتقال ہوا۔ اور ظہر کے وقت نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اور جامع مظفری میں شیخ ابراہیم ارموی کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ لیکن آپ کے والد شیخ عبدالقادر ثانی اور چچا شیخ عبداللہ کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

شیخ ظہیر الدین ابو مسعود احمد کی اولاد

شیخ سیف الدین یحیٰی مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ بہت ہی عابد و زاہد اور بہت وجیہ و شکیل تھے۔ حماہ کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور وہیں ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ کے غائب ہو جانے پر مندرجہ ذیل شعر بھی کہے:

بَدَا اَحْبَنَا اللَّیْلِ اَطْلَعَ نَجْرَہٗ   وَمَا ذَاکَ اِلَّا نُوْرُہٗ حِیْنَ اَسْفَرَا

رات کی تاریکی کے بعد جو فجر کی روشنی ظاہر ہوئی۔ وہ دراصل اس کے چمکنے والے نور کا پرتو ہے۔

وَاَدْخَلْنَا مِنْ ذٰلِکَ الْحُسْنِ ھَیْبَۃً   وَعَتْبُنَا عَنَّا فَلَمْ نَدْرِ مَاجَرٰی

ہمارے قلوب میں اس کے حسن کی ہیبت موجود ہے۔ اگرچہ ہم اس کے غائب ہونے کی وجہ نہیں جانتے۔

شیخ شمس الدین محمد بن شیخ سیف الدین یحیٰی آپ عظیم المرتبت شیخ و عالم تھے۔ اور آپ سے بیت المقدس کی ایک بہت بڑی جماعت نے حدیث کی سماعت کی لیکن آپ کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شیخ عبد القادرؒ، اور شیخ علاؤ الدین علیؒ۔

شیخ عبد القادرؒ بن شیخ شمس الدین محمد بن یحیٰی علامہ ابو الصدق اپنی تاریخ کے ضمیمہ مرتبہ ۸۰۱ھ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کا پورا نام محی الدین ابو محمد عبد القادر ہے۔ آپ ۷۸۶ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور تقریباً بیس سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔ آپؒ

بہت بڑے دیندار عابد و زاہد تھے۔ اور طلب دنیا سے بے نیاز رہ کر بہت ہی قلیل اشیاء پر اکتفاء کرتے تھے۔ لیکن امام تقی الدین اپنی تصنیف "دار العقود" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے حج سے واپسی کے بعد تقریباً بیس سال کی عمر میں ۷۹۳ھ میں وفات پائی اور قاہرہ میں مدفون ہوئے۔

شیخ علاؤ الدین علی بن شمس الدین محمد بن یحییٰ

آپ کا منگل ۲۴ جمادی الآخر ۷۹۳ھ کو قاہرہ میں انتقال ہوا۔

آپ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علاؤ الدین علیؒ جن کی وفات حماہ کے مقام پر ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

دوسرے صاحبزادے شیخ بدر الدین حسن بن علاؤ الدین علی تھے۔ ان کا انتقال بھی حماہ ہی میں ہوا اور اپنے باپ دادا کے قریب دفن ہوئے۔

تیسرے صاحبزادے بدر الدین حسین بن علاؤ الدین علی تھے۔ آپ کا انتقال بھی حماہ ہی میں ہوا اور بھائی کے قریب دفن ہیں۔

شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علاؤ الدین علی کی اولاد

آپ کے چار فرزند تھے

پہلے شیخ صالح محی الدین عبد القادر۔ آپ بہت دیندار، بارعب، کریم النفس ذی فہم، متواضع، حلیم اور خوبصورت تھے۔ لطیف الطبع اور بہت ہی شگفتہ طبیعت رکھتے تھے۔ لیکن حصولِ معاش کے لئے آخر عمر میں حماہ آگئے تھے۔ حلب و دمشق میں آپ کو بہت عظمت اور مرتبت حاصل تھی۔ اور وہاں سے وظیفہ بھی جاری تھا۔ آپ کی والدہ کا نام سیدۃ الملوک تھا۔ جو حسین بن علاؤ الدین کی صاحبزادی اور شیخ یحییٰ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کا انتقال ماہ ربیع الاول ۹۲۳ھ میں حماہ ہی کے مقام پر ہوا۔

باب ناعورہ کے باہر مدفون ہوئے آپ کی عمر ساٹھ سال کی ہوئی۔

دوسرے[۲] شیخ شمس الدین محمد حماہ میں تولد ہوئے۔ اور وہیں وفات پائی۔ اور تربت المخلصیہ میں اپنے بزرگوں کے ساتھ مدفون ہوئے۔ آپ عابد و زاہد تھے اور تمام دنیاوی مخصوں سے بالکل کنارہ کش رہتے تھے۔

تیسرے[۳] الشیخ الصالح محی الدین عبدالقادر بن علاؤ الدین علیؒ۔ آپ خلیق، وجیہ، متواضع، حلیم، متین اور کریم النفس تھے۔ حکام کے دلوں میں آپ کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ حلب چلے گئے تھے، وہاں شادی بھی کی۔ مگر پھر حماہ واپس آگئے۔ ۹۳۰ سنہ کو وفات پاکر باب، ناعورہ میں مدفون ہوئے۔

چہارم[۴] شیخ صالح مبارک یحیٰی بن شیخ شمس الدین محمد بن علاؤ الدین علیؒ۔ آپ کا سنہ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

اولاد شیخ صالح محی الدین عبدالقادر ثانی بن محمد بن علی

شیخ[۱] درویش محمد آپ حماہ میں پیدا ہوئے۔ اور بہت ہی ظریف و عفیف ہونے کے ساتھ بطریق احسن عبادت میں مشغول رہتے۔ اپنے والد سے قبل وفات پائی۔ اور اپنے دادا اور نانا کے قریب حماہ میں دفن ہوئے۔ سنہ ولادت و وفات معلوم نہ ہو سکا۔

شیخ شرف[۲] الدین عبداللہ بن محی الدین عبدالقادر بن محمد بن علیؒ۔ آپ بہت خوبصورت نوجوان تھے۔ کریم النفس و متواضع اور بہت ہی صاحبِ مروت اور شگفتہ طبیعت کے حامل تھے۔ نہ تو آپ کے پاس کوئی دنیاوی مال و متاع تھا۔ اور نہ خوفِ الٰہی کی وجہ سے حصولِ دنیا کی تمنا۔ آپ نے علم تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مصر، دمشق اور حلب کے سفر کے بعد حماہ میں مقیم ہو گئے۔ آپ ۹۲۲ سنہ حلب کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اور بہت ہی پاکیزہ زندگی بسر فرمائی۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

عفیف الدین حسین۔ حلب میں پیدا ہوئے اور بہت ہی متورع تھے۔ تعلیمِ قرآن کے بعد حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۹۵۰ھ میں مصنف کتاب سے سماعت بھی کی۔ آپ اس کتاب کی تصنیف کے وقت تک یعنی ۹۵۰ھ تک بقیدِ حیات تھے، اور حماہ کے ایک محلے میں قیام پذیر رہے۔ لوگ آپ سے بے حد عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ کے بکثرت مریدین تھے۔ اور آپ کو حکومت اور عوام میں بے حد عزت حاصل تھی۔

آپ بہت خوبصورت اور دانش مند تھے، عمدہ کھاتے پیتے اور باوقار زندگی بسر کرتے۔ کریم النفس تھے اور فصیح و بلیغ گفتگو کرتے تھے۔ سکون اور بردباری داخلِ فطرت تھی۔ دُور دُور سے لوگ اصلاحِ نفس کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ سماع[1] کے دوران خشوع طاری ہوتا۔ مصر اور طرابلس وغیرہ کے سفر بھی کئے۔ عوام و خواص میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ دمشق پہنچ کر فقراء و مشائخ قاضیوں اور بڑے بڑے سرداروں سے ملاقات کرنے آپ کے پاس سردارانِ قوم اور نائبینِ حکومت بھی آتے تھے۔ امیر الامراء عیسیٰ پاشا ابن ابراہیم ادہم پاشا کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ وہ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے خرقہ قادریہ حاصل۔ نمازِ جمعہ کے بعد جامع مسجد میں آپ حلقۂ ذکر بھی منعقد فرماتے تھے۔ جس میں عوام و مشائخ علماء مفتیانِ شرع سب ہی شریک ہوتے۔ اسلافِ صالحین کی برکتیں شاملِ حال تھیں۔ اور آپ کی محبت میں سرشار تھے۔

آپ ۹۲۶ھ حلب میں پیدا ہوئے، اور حماہ میں وفات پائی۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے قریب مدفون ہوئے۔ تاریخِ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

لہ ۱ سلسلۂ قادریہ اور سماع میں اشتغال بالنفس سماع کے لحاظ کر رہے۔

اولادِ شیخ بدرالدین حسن بن علاءالدین علی بن محمد بن یحییٰ آپ کے دو فرزند تھے:۔

(۱) شمس الدین محمد۔ آپ بہت زاہد و عابد تھے۔ حماہ میں آپ کا انتقال ہُوا اور وہیں مدفون ہُوئے۔

(۲) شیخ صالح اصیل احمد۔ آپ بھی بہت صالح دیندار تھے اور ان کا مزار بھی حماۃ میں والد اور دادا کے قریب ہے۔

شیخ عبدالرزاق بن شمس الدین محمد بن شیخ بدرالدین حسنؒ آپ سلسلہ قادریہ کے بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ شام کے تمام شہروں میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل رہی۔ عوام و خواص کے علاوہ حکام وقت بھی آپ کی بات مانتے تھے۔ آپ اخلاقِ حمیدہ کے حامل اور باوقار ہستیوں میں شمار ہوتے تھے۔ علم و پاکیزگی کا مجسمہ تھے۔ اگر دولت آجاتی تو رات گزرنے سے قبل ہی خرچ کر ڈالتے۔ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی غریب اور بھوکا خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ اگر آپ کے پاس اُس وقت ایک کپڑا ہی ہوتا تو وہی دے دیتے تھے۔ آپ کے بکثرت مُرید تھے اور آپ ہمہ وقت اُن کے احوال کی جستجو کرتے رہتے تھے۔ جب کہیں سے ہدیہ آتا تو فوراً حاضرین میں تقسیم کر دیتے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا کہ آپ کے دسترخوان پہ کوئی مہمان نہ ہوتا۔ ہر سمت سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہو کر حسنِ عقیدت کے ساتھ اپنی اصلاح کیا کرتے۔ آپ بہت ہی شگفتہ طبیعت رکھتے تھے۔ نہایت دانشمند اور متواضع تھے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اور لوگوں کے علاوہ میرے والد قاضی القضاۃ نظام الدین

ابوالمکارم نے بھی آپ سے خرقہ قادریہ حاصل کیا۔ آپ کا انتقال ۶ صفر ۹۱۰ھ میں ہوا اور اپنے دادا شیخ حسن کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام ابوالنجا بن احمد تھا جن کا انتقال ۹۱۰ھ میں نہر عاص میں غرق ہو کر ہوا۔

اولادِ شیخ حسین بن علاؤ الدین علیؒ

محی الدین یحییٰ بن علیؒ۔ آپ مشائخ قادریہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور حماہ و بلادِ شام میں آپ کو بہت قدر و منزلت حاصل رہی۔ آپ بہت متواضع اور ذی فہم تھے۔ اہلِ علم کے ساتھ بڑے اخلاق و محبّت سے پیش آتے۔ اسّی سال سے زائد عمر پائی۔ حماہ میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے صاحبزادے کا نام شرف الدین بن قاسم بن یحییٰ تھا۔ یہ بھی مشائخ قادریہ کے سرداروں میں گزرے ہیں۔ حماہ کے علاوہ بلادِ شام میں آپ کو عظمت و مرتبت حاصل رہی۔ مریدین کی بہترین تربیّت فرمائی۔ ظاہری و باطنی اعتبار سے بہت صدقات و حسنات کیا کرتے۔ کبھی تلاوتِ قرآن ترک نہیں ہوئی۔ آپ کے اقوالِ زریں زبان زدِ خاص و عام تھے۔

مصنّف کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے والد کے ہمراہ ۹۱۰ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی۔

شمس الدین محمّد بن قاسم

آپ قاسم بن یحییٰ کی اولاد میں سے ہیں۔ ساداتِ قادریہ کے شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔ قصبہ حماہ سے تعلّق تھا۔ خوبصورت اور صاحبِ ذوق تھے۔ ہنس مکھ و متواضع اور بہت احسان کرنے والوں میں سے تھے۔ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی لیکن آپ کے پاس سے کبھی کوئی نامراد واپس نہ جاتا۔ جو کچھ بھی میسّر ہوتا اس کی ضرورت پوری فرما دیتے۔ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر قائم رہے۔ اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو اس کا بدلہ بھی چکاتے۔ اور اس ہدیہ کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیتے بلکہ نقدی وغیرہ جو کچھ

ملتا، وہ بھی تقسیم فرما دیتے۔ آپ کی جائے پیدائش، سنہ ولادت و وفات نہیں معلوم ہو سکی۔

شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قاسم کی اولاد

عبداللہ بن قیم۔ آپ بہت خلیق، کریم، متواضع، بامروت، اور تزکیہ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۹۲۶ھ حماہ کے مقام پر پیدا ہوئے اور اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زائد عمر پائی۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ تھا جو شیخ محی الدین عبدالقادر ثانی کی صاحبزادی تھیں۔ جن کا اس سے قبل ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس اعتبار سے آپ نجیب الطرفین تھے۔

شمس الدین محمد بن قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ تاج العارفین ہیں۔ آپ ایسے صالح نوجوان تھے جس کی نشو و نما اللہ تعالیٰ خیر و صلاح کے ساتھ کرتا ہے آپ بہت ہی کریم النفس، ذی وجاہت اور شگفتہ طبیعت رکھتے تھے۔ عوام و خواص میں آپ کو بہت عظمت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ لوگوں کے قلوب میں آپ کی ہیبت ہیبت تھی اور حکام بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں بھی کئی مرتبہ حماہ اور حلب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ جب آپ اوقاف کی تفتیش کے سلسلہ میں حلب تشریف لائے تو میرے ہی مکان پر قیام فرمایا۔ میرے اہل خانہ کے علاوہ تمام اہل شہر آپ کی خدمت میں مصروف رہتا۔ میرے والد و چچا بھی اصلاح نفس کے لئے آپ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ جب آپ حجاز تشریف لے جا رہے تھے، تو میں نے قاہرہ میں بھی آپ سے ملاقات کی۔ میں آپ کے بھائیوں شیخ عبدالقادر ثانی اور شیخ ابوالوفاؒ کی خدمت میں بھی رہا۔ آپ ایک مصری سوار کے ہمراہ حجاز تشریف لے گئے اور وہاں سے بخیریت حماہ واپس تشریف لائے۔

۱۶ رمضان بروز پنجشنبہ ۸۸۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور رجب ۹۳۶ھ حماہ میں وفات پاکر وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد میں شیخ عدنان اور شیخ شہاب الدین تھے، جن کے حالاتِ زندگی کہیں نہیں ملتے۔

آپ کے ایک بھائی شیخ عبدالقادر بن قاسم بہت شگفتہ طبیعت رکھتے تھے بامروّت اور سخی النفس ہونے کے علاوہ اہلِ علم سے بہت محبت کرتے تھے آپ کے اکثر و بیشتر اوقات عبادتِ الٰہی میں گزرتے۔ پنجشنبہ ۴ محرم ۸۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے کا نام شیخ شمس الدین محمد تھا، جو حماہ میں ۹۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور حدیث و فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔

شیخ تاج العارفین کے تیسرے بھائی کا نام برکات بن قاسم ہے۔ آپ بھی بہت متواضع و متورّع تھے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے اور اکثر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ میں نے جب آپ کے بھائی شیخ عبدالقادر سے تاریخ ولادت معلوم کی، تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کرکے فرمایا کہ وہ مجھ سے پانچ سال چھوٹے تھے[1]۔

چوتھے بھائی کا نام محمد ابوالوفا بن قاسم تھا۔ آپ بھی بڑے عالم و زاہد اور جلیل القدر محدث تھے۔ ساداتِ قادریہ کے شیوخ میں سب سے ارفع و اعلیٰ تھے۔ فطانت و ذہانت کے حامل ہونے کے ساتھ بہت ہی متواضع اور ظریف الطبع بھی تھے۔ قراتِ قرآن کے بعد حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مصر و شام اور حجاز و حلب کا سفر کرکے مشائخ کرام سے بہت کچھ حاصل کیا۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت ہے۔ اور عوام و خواص میں آپ کو بہت عزت و شہرت حاصل رہی۔ گو آپ اپنے والدین کی سب سے چھوٹی اولاد تھے۔ لیکن وقار و مرتبت کے اعتبار سے سب سے زیادہ

---

[1] یہاں عبارت میں تسامح ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ میں اُن سے پانچ سال چھوٹا ہوں۔

بلند و بالا تھے۔ آپ کے علوم سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بے حد نفع پہنچایا۔

شیخ علاؤالدین کی اولاد میں سے آج بھی کچھ لوگ حماہ میں مقیم ہیں۔ اور جب میں نے اُن کے مکتوبات وغیرہ سے شجرۂ نسب مرتب کیا تو اُن کے جدِّ امجد حضرت شیخ ابو نصر محمد پر سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمیں اس کا سبب معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ بعض مؤرّخین نے اتنا ذکر کیا ہے کہ آپ اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح سے بہت ہی مشابہ تھے۔ لیکن حقیقتِ حال ظاہر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد شیخ محمد بن ابو بکر عبد العزیز بن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شرشیق بن محمد بن عبد العزیز رح۔ آپ چوبیس سال کی عمر میں ۶۵۲ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام شمس الدین محمد الکحل بن شرشیق ہے اور دوسرے کا نام شمس الدین ابو الکرم محمد ہے۔

یہ ۶۱۵ھ ماہ رمضان قریہ جبال میں پیدا ہوئے اور بغداد دمشق میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ کئی مرتبہ حج بھی کیا۔ آپ کی اولاد میں حسام عبد العزیز، بدر الحسن اور شمس الدین بن سعد وغیرہ ہیں۔ آپ بہت ہی عابد و زاہد تھے۔ اور وجاہت و مرتبت کے اعتبار سے آپ کو اطراف و اکناف کے شہروں میں بہت عزت و شہرت حاصل تھی۔ بہت سے لوگ آپ کے فضل و عظمت خاندان کی وجہ سے زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ متواضع ہونے کے ساتھ آپ صائم الدہر بھی تھے ۷۳۹ھ میں وفات پا کر اپنے والد کے قریب دفن ہوئے۔

شیخ شمس الدین ابراہیم مؤرّخ اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ شمس الدین بن شرشیق وسط رمضان ۷۲۳ھ میں دمشق تشریف لائے اور خانقاہ سلادیہ میں مقیم ہوئے۔ پھر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ ماہ رمضان ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور

آپ نے یہ بھی بتایا کہ میرے والد اور دادا کے مزارات بھی یہیں جبال میں ہیں ۔
پھر جب آپ نے دُوسرا حج کیا تو فرمایا کہ
"میرے والد کا نام خواب میں شرشیق بتایا گیا ہے ۔ اور صرف چار
ماہ میں میرے والد نے اس دیار میں بہت عزت و شہرت حاصل کی"۔
اراکین سلطنت اور عوام سب ہی آپ کی تعظیم کرتے تھے اور بہت سے لوگوں نے آپ سے خرقہ قادریہ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث کی سماعت بھی کی ۔ اور بہت خلیق اور عابد و زاہد تھے ۔ لوگ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے ۔ آپ کبھی سیم و زر اپنے ہاتھ میں نہ لیتے ۔ لوگوں پر بہت احسانات کرتے ۔
محمد بن شرشیق کے صاحبزادے کا نام بدرالحسن ہے ۔ اور آپ نے اپنے والد سے سماعت حدیث کی اور بغداد کے بعد دمشق تشریف لے گئے ۔ وہاں سے ۷۱۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے ۔ حج سے واپسی کے بعد جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو بہترین اخلاق کا نمونہ پایا ۔ آپ ہی نے مجھے حدیث بیان کرنے کی اجازت دی ۔ یہ قول تو محمد بن رافع کا ہے ۔
اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول یہ ہے کہ آپ کو بہت قدر و منزلت حاصل تھی ۔ اور ۷۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی ۔
علاؤالدین علی بن شمس الدّین محمد ۔ آپ نے اور آپ کی اولاد نے مصر کو اپنا وطن بنالیا ۔
روض الزاہر کے مصنّف کہتے ہیں کہ شیخ علاؤالدین علی بہت ذی وقار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے ۔ دیارِ مصر میں سلسلۂ قادریہ کے عظیم المرتبت فرد اور اُن کے سردار تھے ۔ دو مرتبہ حج ادا کیا ۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا ۔ اور آپ

شیخ حیدر کی صاحبزادی تھیں۔

شیخ علاؤ الدین کی وفات ماہ صفر ۸۵۳ھ میں مرض طاعون میں ہوئی۔ آپ کا مزار شیخ عدی بن مسافر کے قریب قاہرہ میں ہے اور اسی جگہ آپ کی اولاد بھی مدفون ہے۔

آپ کے چچازاد بھائی کا نام محمد بن نورالدین ہے۔ آپ کے صاحبزادوں کا نام شرف الدین موسیٰ اور بدرالدین ہیں۔ یہ دونوں صاحبزادے بھی مرضِ طاعون ہی میں شہید ہوئے۔ لیکن شیخ علاؤالدین اس وقت تک حیات تھے۔ اور تصنیفِ کتاب کے وقت تک شیخ عبدالعزیز کی ذریات کی ایک بڑی تعداد جبال میں موجود ہے۔ انہی میں ایک شیخ حسام الدین ہیں۔ جو بہت کریم النفس اور صاحبِ اخلاق ہیں۔ آپ کو ان اطراف میں بہت شہرت حاصل ہے۔ حکام بھی آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے خرقۂ قادریہ بھی حاصل کیا ہے۔

حلب میں ایک قریہ یاموکے نام سے موسوم ہے، وہاں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بہت سی اولاد آباد ہے، اور ان کو شیخ یاموکے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عوام میں انھیں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ ان کو شیخ عیسیٰ کی ذریات سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

انہی میں ایک شیخ عبدالعزیز بھی ہیں جو نہایت کریم النفس اور صاحبِ اخلاق ہیں۔ آپ نے کبھی دنیا کی حرص نہیں کی۔ اور قریۂ یاموں میں وفات پاکر مدفون ہوئے۔

آپ کے دوسرے بھائی شیخ احمد بھی بہت دیندار اور کریم النفس اور صاحبِ اخلاق تھے، اور آج تک اسی قریہ میں مقیم ہیں۔

شیخ عبدالعزیز کی اولاد میں شیخ عثمان تھے۔ آپ بھی بہت صاحبِ اخلاق و متواضع تھے، اور مخلوق سے کنارہ کش رہ کر اپنے چچا کے ہمراہ مقیم رہے، اور اپنے والد

کی وفات سے قبل ہی انتقال کر گئے۔

اُن کے دُوسرے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق بہت خوبصورت، خوب سیرت اور شگفتہ مزاج تھے۔ عوام میں آپ کو بہت عزت و شہرت حاصل رہی، اور حکام بھی آپ کی بات مانتے تھے۔ آپ نے بھی اپنے والد سے قبل ہی وفات پائی۔ اور اسی بستی میں آپ کا مزار ہے۔

شیخ زین الدین عمر بھی اہلِ فضل میں سے تھے۔ دمشق میں وفات پا کر وہیں دفن ہوئے۔ اُن کی اولاد آج تک قاہرہ میں موجود ہے۔ اِن دو بھائیوں میں سے ایک کا نام سید عبدالقادر ہے اور دوسرے کا نام سید احمد ہے۔ سید عبدالقادر تو اوقاف وغیرہ کے متولّی ہیں اور بغداد میں آپ کی بہت اولاد پھیلی ہوئی ہے جس کو عوام و خاص میں بہت عزت و شہرت حاصل ہے۔

جس وقت سلطان العجم شاہ اسمٰعیل بغداد پر قابض ہوا اور خانقاہ کو مسمار کرایا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد مختلف مقامات پر منتشر ہو گئی اور کچھ لوگ حلب جا کر آباد ہو گئے۔ اِن میں سے شیخ علاؤالدین علی، اُن کی اولاد اور اُن کے بھائی محی الدین و زین الدین وغیرہ بہت بڑے شیوخ میں سے تھے۔ آپ کے بھائی عرصۂ دراز تک وہیں مقیم رہ کر قاہرہ تشریف لے گئے۔ عوام و خواص میں اِن سب کو وُہ عزت حاصل ہوئی کہ اگر ان سے کوئی بدظن ہوتا تو اس کو منجانب اللہ ضرور سزا مل جاتی۔

چنانچہ اس دَور میں بذاتِ خود مَیں نے یہ مشاہدہ کیا کہ حماہ کے نائب نصوح نامی شخص نے شیخ احمد بن قاسم مرحوم کو بُرے الفاظ سے یاد کیا تو بہت ہی قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے اُس سے اِس طرح بدلہ لیا کہ اُس کی ذرّیت میں سے ایک فرد بھی باقی نہ رہا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جب ابنِ یونس وزیر الناصر لدین اللہ نے حضرت شیخ کی اولاد کے ساتھ برائی کا قصد کیا اور انھیں واسط کی طرف نکالا تو اللہ نے اس کو سخت سزا دی۔ اور وہ ان بزرگوں کو ستانے کی وجہ سے عبرتناک موت مرا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن بزرگوں کی تقلید کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مترجم)

شجرہ ختم ہوا
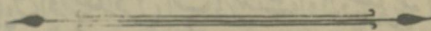
غوثِ اعظم کی حیاتِ طیّبہ کی جھلکیاں

حضرتِ شیخ کا مشاہدہ

شیخ ابوالبقا عسکری کہتے ہیں کہ مَیں ایک دن حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوا جبکہ نہ تو میں اس سے قبل کبھی آپ سے ملا تھا اور نہ کبھی آپ کے متعلق کچھ سنا تھا۔ اچانک میرے دِل میں خیال آیا کہ چلو اس عجمی کا وعظ بھی سن لیں اور جب مَیں مدرسہ میں داخل ہوا تو آپ وعظ فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی وعظ منقطع کر کے فرمایا:

"اے چشم و قلب کے اندھے اس عجمی کا کلام سُنکر کیا کرو گے۔"

یہ سُنتے ہی مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا اور مَیں نے منبر پر چڑھ کر سر کھول کر عرض کیا کہ مجھے خرقہ پہنا دیجئے۔ چنانچہ آپ نے خرقہ پہناتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ کے بندے اگر تیری عاقبت سے مجھے اللہ مطلع نہ کر دیتا تو یقیناً تو ہلاک ہو جاتا لیکن اب تو ہماری جماعت میں داخل ہو کر ہم میں شامل ہو گیا۔"

شیخ ابو عبداللہ قزدینی وغیرہ کا قول ہے کہ جس وقت تمام شہروں میں آپ کی شہرت ہوئی تو مشائخ جیلان میں سے تین حضرات نے آپ کی زیارت کا قصد کیا لیکن بغداد پہنچ کر جب آپ کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو اس وقت حضرت شیخ کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی اور آپ کا لوٹا قبلہ کی سمت کے خلاف رکھا ہوا تھا، اور ایک خادم بھی آپ کے سامنے کھڑا تھا۔ چنانچہ

ان ملاقاتیوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے لوٹے کو ایسی حالت میں اور خادم کو غیر متوجہ پا کر اظہارِ ناپسندیدگی کیا۔ ٹھیک اسی وقت حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کتاب رکھ کر جب ایک نظر خادم پر ڈالی تو وہ اسی وقت مر گیا۔ اور جب لوٹے پر نظر پڑی تو لوٹا گھوم گیا۔

آپ کا لقب محی الدّین ہونے کی وجہ

بعض حضرات نے جب حضرت شیخ کے لقب "محی الدین" کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ

"مَیں ۵۱۱ھ میں جمعہ کے دن ایک سفر سے ننگے پاؤں بغداد واپس ہوا تو ایک شخص کا میرے قریب سے گزر ہوا جو بہت ہی بیمار اور کمزور تھا۔ حتّٰی کہ اُس کا رنگ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا "السلام علیک یا عبد القادر" مَیں نے اُس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا، تو مَیں اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہوئے مَیں نے دیکھا کہ اُس کا جسم توانا ہوتا جا رہا ہے اور رنگ میں بھی نکھار پیدا ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر مَیں اُس سے خوفزدہ ہو گیا تو اُس نے پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو؟ مَیں نے کہا خدا کی قسم مَیں نہیں پہچانتا۔ تب اُس نے کہا کہ مَیں "دین" ہوں۔ جو حالات کی وجہ سے مِٹ چکا تھا، لیکن اللہ نے مَوت کے بعد تیرے ہاتھ سے مجھے پھر حیاتِ نو عطا فرمائی ہے۔"

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب مَیں وہاں سے اٹھ کر جامع مسجد میں داخل ہوا تو وہاں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جس نے مجھے یا سیدی محی الدین کے لقب سے مخاطب کیا، اور جب مَیں نے نماز

کا قصد کیا تو بہت سے لوگ دوڑے ہوئے آئے اور میرے ہاتھ کو بوسہ دینے لگے اور یا محی الدین کہتے جاتے تھے، حالانکہ اس سے قبل مَیں کبھی اس نام سے نہیں پکارا گیا تھا۔"

حضرت شیخؒ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں

حضرت شیخؒ نے ایک خواب بیان فرماتے ہوئے کہا کہ

"ایک شب مَیں نے دیکھا کہ مَیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں داہنی چھاتی سے دُودھ پی رہا ہوں، پھر آپ نے بائیں چھاتی نکالی اور مَیں نے دُودھ پیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر فرمایا کہ "اے عائشہ! یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔"

غربت و فقر کا چھپانا افضل ہے

شیخ ابو محمد جونی کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے پاس ایسی حالت میں داخل ہُوا کہ میرے گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ تھا اور میرے اہلِ خاندان بھی فاقہ سے تھے۔ مَیں نے حضرت شیخ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اے جونی! بھوک بھی خُدا کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اور وُہ اس کو عطا کیا جاتا ہے جس کو محبُوب سمجھا جاتا ہے، جب بندہ تین یوم تک کچھ نہیں کھاتا تو فرمایا جاتا ہے کہ "اے میرے بندے تُو نے میری رضاجوئی کے لئے صبر اختیار کیا۔ مجھے اپنے عزّ وجلال کی قسم! مَیں تجھ کو لقمہ بہ لقمہ کھلاؤں گا اور شربت پر شربت پلاؤں گا۔"

یہ سُن کر میری چیخ نکلنے کو ہی تھی کہ حضرت شیخؒ نے تلقین صبر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اللہ جب کسی بندے کو اسیرِ بلا کرتا ہے اور بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کو دو حصّہ اجر حاصل ہوتا ہے جبکہ بیان کر دینے پر صرف ایک حصّہ اجر باقی رہ جاتا ہے۔"

پھر مجھے اپنے قریب بُلا کر دنیا کے بہت سے اسرار سے آگاہ فرمایا تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ مَیں اُن پر ضبط نہ کر سکوں گا تو آپ نے فرمایا:

"فقر و فاقہ اور غربت کو چھپانا ہی احسن و اولیٰ ہے۔"

حضرت شیخ کے مصلّے کی برکت

شریف بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن نقطہ حضرت غوثِ اعظمؒ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ وہ بازی لگا کر شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے کھیل شروع کیا تو مستقل ہارتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنی تمام چیزیں حتیٰ کہ مکان تک ہار گیا۔ آخر عبداللہ نے یہ شرط لگائی کہ جو شخص جیت جائے وُہ ہارنے والے کا ہاتھ کاٹ دے۔ یہ بازی بھی فریقِ ثانی نے جیت کر عبداللہ سے ہاتھ پیش کرنے کو کہا۔ عبداللہ چھری دیکھ کر گھبرا گیا اور ہاتھ کٹوانے سے انکار کر دیا۔ اس پر جیتنے والے بولے کہ اگر ہاتھ نہیں کٹواتے ہو تو کہو کہ "مَیں ہارا"۔ مگر عبداللہ اس پر بھی تیار نہ تھا۔ یہ لوگ پھر اُس کا ہاتھ کاٹنے پر آمادہ ہُوئے تو وُہ خوفزدہ ہو گیا۔ یہ تمام ماجرا حضرت شیخؒ اپنی چھت پر سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ

"اے عبداللہ لے! یہ مصلّٰی داؤ پر لگا دے لیکن بعد میں یہ کسی سے نہ کہنا کہ مَیں نے تم کو ہرا دیا۔"

پھر آپ درویشوں کے پاس آبدیدہ واپس آئے۔ جب انھوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔"

اُدھر جب عبداللہ نے آپ کا مصلّٰی داؤ پر لگا دیا تو اپنا تمام مال و متاع، اور مکان جو ہار چکا تھا واپس جیت لیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہُوا۔ اُسی وقت اپنا سارا مال و متاع راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ اُس وقت اُس کی روزانہ آمدنی دو سو دینار یومیہ تھی جس کو وہ روزانہ خرچ کر کے دسترخوان جھاڑ کر کہتا کہ

"اب تو چوہوں کے لئے بھی کچھ نہیں بچا"

جب وہ تمام دولت راہِ خُدا میں خرچ کر چکا تو حضرت کی خدمت میں مشغول ہو کر خواص میں شامل ہو گیا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

حضرت شیخ کے خادم ابو رضا کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی ؒ نے تین مرتبہ گوشہ نشینی اختیار کی۔ جب تیسری مرتبہ آپ گوشہ سے باہر تشریف لائے تو مَیں نے پوچھا کہ آپ نے اپنی خلوتوں میں کیا کیا دیکھا؟ تب آپ نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

تَجَلّٰی لِیَ الْمَحْبُوْبُ مِنْ غَیْبِ الْحُجُبِ   فَشَاھَدْتُ اَشْیَاءً تَجَلّٰی عَنِ الْخُطَبِ

غیب کے پردوں سے محبوب مجھ پر ظاہر ہوا تو مَیں نے ان تمام اشیاء کا مشاہدہ کیا جو اپنے حال سے گم گشتہ ہو رہی تھیں۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَکْوَانُ مِنْ نُوْرِ وَجْھِہٖ   فَخِفْتُ لِاَنْ اَقْضِی الْھَیْبَۃِ نَحْبِیْ

تمام جہان اِس کے نُورِ ذات سے منوّر ہو گیا تو مُجھے خوف ہوا کہ مَیں اس کی ہیبت سے مر نہ جاؤں۔

فَنَادَیْتُہٗ سِرًّا التَّعْظِیْمِ شَانِہٖ   وَلَمْ اَطْلُبِ الرُّؤْیَا لِخِیْفَۃِ الْعَتَبِ

اس کی تعظیم کرتے ہوئے میں نے اس کو آہستہ سے پکارا اور ناراضگی کے خوف سے طالبِ دیدار نہ ہوا۔

سِوٰی اِنَّنِیْ نَادَیْتُہٗ جُدْ بِزَوْرَۃٍ لِتَحْیِیْ بِھَا مَیْتُ الصَّبَابَۃِ وَاللُّبُ

مَیں نے اس کو پکار کر صرف یہ کہا کہ ایک نظرِ کرم مجھ پر بھی ہو جائے تا کہ میرے مُردہ عشق و عقل دوبارہ زندہ ہو جائیں۔

تَعَطَّفُ عَلٰی مَنْ اَنْتَ اَقْصٰی مُرَادِہٖ تَمَعْنَاکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرَاکَ فِیْ قَلْبِیْ

اس پر کرم کیجیے جس کی منزلِ مقصود آپ ہیں، کیونکہ آپ کا جلوہ میری نگاہوں میں ہے اور آپ کی یاد میرے دل میں۔

خادم ابورضا کہتے ہیں کہ یہ اشعار سُن کر مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور جب مجھے ہوش آیا تو غوثِ اعظمؒ نے مجھے سینے سے لگا کر فرمایا کہ

"اگر مجھے اجازت ہوتی تو مَیں عجیب و غریب باتیں بیان کرتا لیکن کیا کروں میری زبان کو گویائی اور قلب کو اشارے سے منع کر دیا گیا ہے"۔

شیخ ابو عمر عثمان کا خواب

شیخ عمر بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ نہرِ عیسیٰ خون اور پیپ سے لبریز ہو گئی ہے، اور اس کی مچھلیاں سانپ اور حشرات الارض بن کر میری طرف یلغار کر رہی ہیں۔ مَیں بھاگ کر ایک ایسے مکان میں پہنچ گیا جس کے اندر سے کسی شخص نے مجھے ایک پنکھا دے کر کہا کہ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ لیکن مَیں نے کہا کہ یہ پنکھا میرا بوجھ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ تُو اس کا کنارہ تو پکڑ لے یہ تجھے اُوپر اٹھا لے گا۔ چنانچہ جیسے ہی مَیں نے پنکھا پکڑا اچانک اسی مکان کے اندر ایک تخت پر پہنچ گیا اور فوراً ہی میرے قلب سے خوف ہراس دُور ہو گیا۔ پھر مَیں نے اُس شخص سے کہا کہ خدا کی قسم تم نے میرے اُوپر بہت بڑا احسان کیا ہے، مجھے بتایئے کہ آپ کون ہیں؟

اُنھوں نے فرمایا کہ:

"مَیں تیرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔"
یہ سنتے ہی میرے اوپر ہیبت اور لرزہ طاری ہو گیا اور مَیں نے عرض کیا کہ
"یا حبیبی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم آپ خدا سے دُعا فرمائیے
کہ میرا خاتمہ قرآن و سنّت پر ہو۔
یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا کہ
"تیرا شیخ عبدالقادرؒ ہے"۔
مَیں نے پھر دوبارہ عرض کیا کہ "دُعا فرمائیں میرا خاتمہ قرآن و سنّت پر ہو۔"
لیکن آپ نے فرمایا کہ
"تیرا شیخ عبدالقادرؒ ہے"۔
تیسری بار بھی یہی جواب ملا۔

بیداری کے بعد جب یہ خواب مَیں نے اپنے والد سے بیان کیا تو وُہ مجھے اپنے ہمراہ لے کر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور جب ہم بغداد پہنچے تو وُہ دن خانقاہ میں حضرت شیخ کے وعظ کا تھا اور آپ وعظ بیان فرما رہے تھے۔ لیکن ہجوم کی وجہ سے ہمیں قریب بیٹھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے ہم سب سے پیچھے بیٹھ گئے۔ اُس وقت حضرت شیخ نے وعظ روک کر ہمیں اپنے قریب آنے کا حکم دیا۔ اور جب ہم مجمع پر سے گزر کر منبر کے قریب پہنچے تو آپ نے میرے والد سے فرمایا کہ

"تم بغیر حُجّت کے میرے پاس نہیں آئے"۔

یہ فرما کر انھیں اپنی قمیص پہنائی اور مجھے رومال اُڑھایا۔ اس کے بعد ہم مجمع میں جا کر بیٹھ گئے اور جب میرے والد کی نظر قمیص پر پڑی تو دیکھا کہ وُہ اُلٹی ہے، لیکن جب اُنھوں نے سیدھا کرنے کی نیّت کی تو حکم کیا گیا کہ جب تک سب لوگ نہ

چلے جائیں، اُس وقت تک صبر سے کام لو۔"

جب حضرت شیخؒ منبر سے نیچے تشریف لائے تو میرے والد نے پھر قمیص سیدھا کرنے کا قصد کیا لیکن دیکھا کہ وہ تو سیدھی ہے۔ یہ دیکھ کر اُن پر غشی طاری ہوگئی اور لوگوں میں بھی اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ پھر ہم حضرت شیخ کے ہمراہ "قبۂ اولیاء" کی طرف گئے جو آپ کی خانقاہ کا ایک حِصّہ ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں کثرت سے اولیائے کرام اور رجال غیب آتے جاتے تھے۔ مَیں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "تیرا شیخ عبدالقادر ہے" کیونکر صحیح نہ ہوتا، جبکہ حضرت شیخ کی کرامتیں اتنی عام ہیں۔ آخر میں حضرت شیخؒ نے قلم دوات و کاغذ طلب فرمایا اور یہ تحریر کیا کہ ہم نے اس شخص کو خرقہ عطا کیا۔

حضرت شیخ کو پوشیدہ واقعات کا عِلم ہونا

ابوبکر تیمی بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر العمری نے مجھ سے اپنا ایک واقعہ سُنایا کہ سفرِ حج میں میرے ہمراہ جیلان کا ایک باشندہ تھا۔ جب اس کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو اُس نے مجھے دس دینار حوالے کرتے ہوئے وصیّت کی کہ "یہ خرقہ اور رقم حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے سپرد کر دینا اور کہہ دینا کہ میرے اوپر نظرِ کرم رکھیں۔"

اِس وصیّت کے بعد وُہ فوت ہوگیا۔ لیکن بغداد واپس آکر مَیں نے یہ سوچا کہ میرے اور مرحوم کے علاوہ کسی کو اس بات کا علم نہیں ہے، لٰہذا لالچ میں آکر وُہ رقم اپنی ذات پر خرچ کر لی۔ ابھی چند یوم گزرے تھے کہ حضرت شیخ سے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ مَیں نے سلام کر کے مصافحہ کیا تو آپ نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر فرمایا۔

"اے مسکین! تو نے صرف دس دینار کی خاطر مرحوم عجمی کی امانت میں

خیانت کر ڈالی ۔"

یہ فرما کر جب آپ نے میرا ہاتھ چھوڑا تو مَیں بیہوش ہو گیا اور حضرت واپس چلے گئے لیکن ہوش آنے کے بعد مَیں نے وُہ رقم اور خرقہ گھر سے لے جا کر حضرتِ شیخ کے حوالے کر دیئے ۔

رجال غیب

حافظ ابو ذرع طاہر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت شیخ سے آپ کی ایک مجلس میں یہ واقعہ سنا کہ

"میرا بیان و وعظ ان حاضرینِ مجلس کے لئے ہے جو کوہ قاف کے باشندے ہیں جن کے قدم ہوا میں ہیں اور قلوب بارگاہِ قدس میں ۔ اور قریب ہے کہ القاءِ ربّ کے شوق کی شدت سے اُن کی ٹوپیاں اور طوق جل جائیں"۔

حافظ ابو ذرع کہتے ہیں کہ حضرت کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق اُس وقت اپنے والد کے قدموں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک انھوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان کی جانب کچھ دیر تک دیکھا ۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اُن کے سر کا عمامہ اور رومال جل اٹھا ۔ حضرت شیخ نے منبر سے اُتر کر آگ بجھائی ۔ اور جب ہم نے شیخ عبدالرزاق سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ

"جب مَیں نے فضا پر نظر ڈالی تو دیکھا بہت سے لوگ گردن جھکائے خاموشی کے ساتھ حضرت شیخ کا کلام سُن رہے ہیں اور پورا افق اُن سے بھرا ہوا ہے ۔ اُن کے لباسوں میں آگ ہے ۔ اُن میں سے کچھ تو چیخ رہے ہیں اور کچھ ہوا میں دوڑ رہے ہیں ۔ کچھ حضرت کی مجلس میں اتر رہے ہیں اور کچھ اپنے اپنے مقام پر لرزاں ہیں"۔

شیخ عبداللہ اصفہانی کا بیان ہے کہ مَیں چاندنی رات میں کوہِ لبنان پر مقیم تھا

وہاں مَیں نے دیکھا کہ پہاڑ کے ساکن ایک دوسرے کے پاس جماعت در جماعت جمع ہو کر عراق کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب مَیں نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم سب کہاں جا رہے ہو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں حضرت خضر علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ بغداد کی جانب پرواز کر کے قطبِ وقت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ مَیں نے پوچھا کہ وُہ قُطب کون ہے؟ تو انھوں نے شیخ عبد القادرؒ کا نام بتایا پھر مَیں نے بھی اُن کے ہمراہ چلنے کو کہا تو وُہ مجھے ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے۔

چنانچہ ہم کچھ دیر ہَوا میں پرواز کرنے کے بعد بغداد پہنچ گئے، اور ہماری پوری جماعت حضرت کے رُوبرو صف بستہ ہو گئی۔ ہمارے ساتھی سرداروں کو حضرت غوثِ اعظمؒ جس چیز کا حکم دیتے وُہ بعجلت تعمیل کرتے۔ جب حضرتؒ نے انھیں واپسی کی اجازت دے دی تو وُہ آپ کی جانب پُشت کئے بغیر اُلٹے قدموں واپس ہوئے اَور مَیں بھی ہَوا میں پرواز کرتا ہُوا اپنے دوست کے ہمراہ جبل لبنان پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج کی شب جس قدر میں نے تم لوگوں کو مؤدّب اور تعمیلِ حکم کرنے والا پایا، کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ میرے ساتھی نے جواب دیا کہ

"ایسا کیوں نہ ہو جبکہ حضرتِ شیخ فرما چکے ہیں کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے، اسی لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کی اطاعت و احترام کریں۔"

حضرت شیخؒ کا خطبۂ وعظ

حضرت شیخ کے صاحبزادے شیخ عبد الوہابؒ اور شیخ عبد الرحمن کا بیان ہے کہ ہمارے والدِ محترم وعظ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر خاموش ہو جاتے اور دوبارہ کہہ کر سکوت فرماتے اور تیسری بار بھی کہہ کر توقف فرماتے، اس کے بعد اس طرح فرماتے:

"تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اتنی تعریفیں جس سے اُس کی ذات راضی ہو۔ اس کے کلمات کی روشنائی کے مطابق اس کے منتہائے علم کے مطابق اس کی مرضی کے مطابق اور اس کی مخلوق کی تعداد کے مطابق جس کو اس نے پیدا کیا۔ وہی عالم الغیب ہے، رحمٰن و رحیم ہے۔ مالک و قدوس ہے۔ عزیز و حکیم ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوری کائنات اُسی کی ہے۔ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وُہ ہمیشہ زندہ رہے گا، اُس کے لئے موت نہیں۔ تمام بھلائیاں اُسی کے دستِ قدرت میں ہیں۔ وُہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کا نہ کوئی مثیل ہے نہ کوئی شریک۔ نہ کوئی وزیر ہے نہ پشت پناہ۔ وُہ واحد ہے، احد ہے، یکتا ہے، صمد ہے۔ وُہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس نے کسی کو جنم دیا۔ اس کا کوئی خاندان نہیں۔ نہ اس کا کوئی جسم ہے جس میں کمی و بیشی ہو۔ نہ وُہ جوہر ہے کہ جس کو محسوس کیا جا سکے۔ نہ وہ عرض ہے جس میں کوئی نقص ہو۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وُہ اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ اس کی مصنوعات (مخلوقات) میں سے کسی شے کے ذریعہ اس کو تشبیہ دی جا سکے یا اُس کی ایجاد کردہ اشیاء کی جانب اس کی اضافت ہو۔ اُس کے مماثل کوئی شے نہیں۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے حبیب و خلیل ہیں۔ اس کی برگزیدہ ہستی ہیں تمام مخلوقات میں ممتاز ہیں۔ جن کو ہدایت کے ساتھ حق دے کر بھیجا گیا۔

تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر بلند کریں۔ خواہ اس کو مشرکین بُرا ہی کیوں نہ سمجھیں۔

اے اللہ راضی ہو خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جو دین کے بلند ستون ہیں جن کی تائید حق کے ساتھ کی گئی جن کی عرفیت عتیق ہے جو شفیق خلیفہ ہیں۔ جو پاکیزہ نسل سے پیدا ہوئے۔ جن کا نام حضور اکرم کے نام سے پیوستہ ہے اور جو حضور علیہ السلام کے ساتھ ابدی آرام فرمارہے ہیں۔

اے اللہ راضی ہو خلیفہ دوم ابو حفص عمر بن الخطابؓ سے جو مختصر تمنا رکھنے والے اور کثیر عمل کرنے والے ہیں۔ جن کو نہ تو کبھی لغزش عارض ہو سکتی ہے اور نہ کبھی تنگدلی لاحق ہوتی ہے۔ جن کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ جنھوں نے سیدھا راستہ اختیار کیا اور جن کی رائے کے مطابق قرآنی احکام نازل ہوئے۔

اے اللہ راضی ہو خلیفہ سوم ذی النورین حضرت عثمان بن عفانؓ سے جو عشرۂ مبشرہ کے فرد ہیں جنھوں نے غزوۂ تبوک میں کثیر فوجی سامان مہیّا کیا۔ جن کا ایمان بہت مستحکم تھا۔ جنھوں نے قرآن کی ترتیب و اشاعت فرمائی۔ جنھوں نے بڑے بڑے سرکش شہسواروں کو ختم کر دیا۔ جنھوں نے اپنی امامت و قرأت سے محراب و منبر کو مزیّن کیا، اور جو افضل الشہداء اور اکرم السعداء ہیں۔ جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

اے اللہ راضی ہو خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابو طالبؓ سے جو شجاع، صالح سردار، حضرت فاطمہؓ کے شوہر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

چچازاد بھائی، شمشیر براں، دروازۂ خیبر کو اکھاڑ پھینکنے والے، بڑی بڑی فوج کو شکست دینے والے، دین کے امام و عالم اور شریعت کے قاضی و حاکم تھے، جنھوں نے نماز میں انگوٹھی صدقہ کو دی۔ جن کے لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم پر سے فدا ہو جاؤں۔

اے اللہ راضی ہو آپ کی شہید اولاد حسن و حسین سے جن کی نیکیاں تا حشر قائم رہنے والی ہیں۔ اے اللہ اصلاح فرما امام و امت کی! اور محفوظ رکھ انھیں ایک دوسرے کے شر سے۔ ان کے قلوب نیکیوں اور بھلائیوں کی جانب رجوع فرما دے۔ اے اللہ تو ہمارے بھیدوں اور ضروریات سے واقف ہے اُن کی تکمیل فرما اور ہمیں اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کی توفیق عطا کر۔ ہمیں گناہوں کی ذلت سے بچا کر اپنی اطاعت کے شرف سے نواز۔ ہمیں اپنے ماسوا سے محفوظ رکھ کر اپنی ہی مشغولیت دیدے اور ہر اُس فرد سے ہمیں الگ کر دے جو ہمیں تجھ سے الگ کر دینا چاہتا ہے۔ ہمارے قلب میں اپنا ذکر و شغل جاری فرما۔"

یہ فرمانے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے:

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت قوی عظیم و بلند ہے۔ اے اللہ ہمیں غفلت کی حالت میں زندہ نہ رکھ اور نہ غفلت کے عالم میں ہمیں ماخوذ فرما۔ نہ ہماری خطا و نسیان پر مؤاخذہ کر اور ہمارے اوپر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا گیا۔ اے ہمارے رب اُس کی قوتِ

برداشت ہمارے اندر نہیں، ہمیں معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما کیونکہ توہی ہمارا مولا ہے اور ہمیں کفار پر نصرت عطا کر۔ آمین"۔

توبہ شکنی کرنے والوں کے ساتھ حضرت شیخ کا عمل

حضرت شیخ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کی مجلس میں شریعت کے خلاف کام کرنے والا حاضر ہوتا یا کوئی تائب ہو کر توبہ توڑ دیتا تو آپ فرماتے کہ

"اے شخص! ہم نے تجھ کو پکارا لیکن تُو نے جواب نہیں دیا۔ ہم نے تجھے روکنا چاہا لیکن تو نہیں رُکا۔ ہم نے تجھے ہلاکت سے بچانا چاہا لیکن تو شرمندہ نہیں ہُوا۔ ہم نے تیری برائیوں کو واضح کیا اور تو جانتا تھا کہ ہمیں تیرے عیوب کا علم بھی ہے۔ ہم نے تجھے دنوں اور مہینوں کی مہلت عطا کی۔ ہم نے برسوں تجھے بشارتیں سُنائیں لیکن تیری نفرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ہم تجھے زائد سے زائد فسق و فجور میں مبتلا پاتے رہے۔

اے شخص! اگر تُو نے عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کر کے خود کو اپنے پہلے عہد کی طرف رجوع کر لیا تو پھر یہ بتا اگر ہم تیری جانب متوجہ نہ ہوں پھر تو کس طرح سیدھی راہ پر آئے گا۔ کیا تجھے یہ علم ہے کہ اگر ہم تجھ سے درگزر کر کے تجھے نہ ڈرائیں تو پھر تو کب تک سیدھا ہو جائے گا۔ اگر ہم تجھے دفع کر کے فراموش کر دیں اور تیرے رجوع ہونے کو قبول نہ کریں تو تیرا کیا حشر ہو گا؟ کیا تجھے یاد نہیں کہ تو ہمارے پاس خوفزدہ ہو کر آیا تھا، اور عاجزی کے ساتھ ہمارے دروازے پر پڑا رہا۔ پھر ہم سے منحرف ہو کر لوٹ گیا، حالانکہ تو ہماری محبّت کا دعویدار تھا۔

کِس قدر حیران کُن ہے یہ بات کہ تُو نے ہمارا قرب حاصل کر کے ہماری شرابِ محبّت کا ذائقہ چکھا لیکن اِس کے باوجود بھی ہماری جماعت سے کٹ گیا۔

اَے شخص! اگر تُو سچّا ہوتا تو ہماری موافقت کرتا۔ اگر ہم سے محبّت ہوتی تو ہماری مخالفت نہ کرتا۔ اگر ہمارے احباب میں سے ہوتا تو ہمارے دروازے سے نہ بھاگتا اور خوشی کے ساتھ ہماری سزاؤں میں لذّت حاصل کرتا۔

اے شخص! کاش تو پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اور جب پیدا ہو گیا تو مقصدِ تخلیق کو سمجھتا۔

اَے خوابیدہ شخص! بیدار ہو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیرے سامنے عذاب کے لشکرِ سزا کے لئے پہنچ چکے ہیں، اور تُو ان کا مستحق بھی ہے، لیکن رحیم و کریم ربّ کی وجہ سے محفوظ ہے۔

اے کوچ کرنے والے! اپنے سفر کے لئے زادِ راہ تیار کر لے اور مجھ سے یہ حُکم سنتا جا کہ کثرتِ مال وجاہ اَور طویل زندگی سے فریب نہ کھا۔ کیونکہ گردشِ لیل ونہار کے نتیجہ میں عجیب وغریب واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ تجھ سے قبل بھی اس دنیا میں بہت سے نامور پیدا ہوئے، تو اپنی حفاظت کر۔ خبردار ہو جا کہ یہ دُنیا تجھے قتل کرنے کے لئے شمشیر برہنہ ہے۔ یہ بہت ہی غدّار اور مکّار ہے۔ اسے جب بھی موقع ملے گا تجھ کو لُوٹ لے گی اور تجھ جیسے کتنے ہی لوگ اس کی چمک دمک اور اُس کے حرص و طمع سے فریب کھا چکے ہیں۔ اگر تُو نے اس کی اطاعت کی یا اس کی قسموں پر کان لگائے۔ یا اس کو

مراد و خواہش سمجھ لیا۔ تو یہ تجھے فریب ہی فریب میں ستم قاتل کا جام پلا دے گی۔ اس نے بہت سی بستیوں کو اس طرح اجاڑ دیا، کہ اہلِ بستی خون کے آنسو بہاتے چلے اور یوم بعث تک گئے وہاں روک دیئے گئے۔"

حضرت غوثِ اعظمؒ کے اقوالِ زرّیں

اعمالِ صالح

حضرتِ شیخ فرماتے ہیں:

"جس نے اپنے مولا سے صدق و تقویٰ کا معاملہ کر لیا، وہ خدا کے سوا سب سے بیزار رہتا ہے۔ عزیزو! اس بات کا دعویٰ نہ کرو جو تم سے ممکن نہ ہو۔ شرک سے احتراز کرو اور قضاؤ قدر کے اِن تیروں سے خوف کھاؤ، جو تمھیں زخمی کرنے کے بجائے قتل کر ڈالیں گے۔ جس شخص کا راہِ مولا میں کچھ گم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔ جب تک نفس پاکیزگی حاصل نہیں کرے گا دل بھی مزکّی نہ ہو گا۔ اور جب تک نفس گرویدگی میں اصحابِ کہف کے کتّے کی طرح نہ ہو جائے جو اپنے لئے دروازے کو لازم کرے تمھیں اس وقت تک صالح نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک تمھارے نفس سے یہ صدا نہ آنے لگے:

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	یعنی اے نفس مطمئنہ! راضی خوشی سے
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً ۝	اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔

اس وقت قلب کو وہ حضوری حاصل ہو گی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز بن جائے گا اور اس پر جلالِ الٰہی کے انکشافات ہونے لگیں گے اور اُس کو کامل و اکمل بنا کر وراثت اس کے سپرد

کر دی جائے گی۔ وہ مقامِ اعلیٰ سے یہ صدا سُننے لگا:

يَا عَبْدِيْ وَكُلُّ عَبْدِيْ اَنْتَ لِيْ وَاَنَا لَكَ۔ — اے میرے بندے تو میرے لئے ہے اور میں تیرے لئے۔

طویل تقرب کے بعد خاصانِ خدا میں شمار ہونے لگے گا۔ خلیفۃ اللہ کا لقب مِل جائے گا اور نظامِ کائنات پر قبضہ حاصل ہو جائے گا تاکہ غرق ہونے والوں کو خشکی پر لائے، گمراہوں کو ہدایت دے، اور اگر کسی مُردہ پر گزرے تو اسے زندہ کر دے۔ گنہگاروں میں پہنچے تو اُن کو نصیحت کرے۔ دُور ہونے والوں کو قریب کر دے اور شقی کو سعید بنا دے کیونکہ ولی اللہ ابدال کے تابع ہوتا ہے اور ابدال نبی کے تابع ہوتے ہیں اور تمام انبیاء حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ اولیاء کی مثال بادشاہ کے قصہ گو جیسی ہوتی ہے جو ہمیشہ اس کی صحبت میں رہتا ہے اور رات کو اسرارِ مملکت سے ہمکنار ہوتا ہے اس طرح دِن رات بادشاہ کے قریب رہتا ہے۔ جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ رات کا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا۔

يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ۔ — اے فرزند تم اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔

دِن اولیاء کے لئے تقرب کا سبب بنتا ہے تو شب اُن کیلئے کاشفِ اسرار۔

فنا کیا ہے؟

حضرت شیخؒ نے فنا کے متعلق فرمایا کہ:

"حکمِ الٰہی کی تعمیل کے لئے مخلوق سے فنا (الگ ہو جاؤ)

اختیار کرو اسی طرح تمہاری خواہشات کو حکمِ الٰہی کے اور ارادوں کو فعلِ خداوندی کا مظہر بنا دیا جائے گا۔ مخلوق سے (فنا) علیحدگی کی علامت یہ ہے کہ تم اُن سے اپنی تمام امیدیں منقطع کر لو۔ اور خود اپنی ذات اور خواہشات سے (فنا) علیحدگی کی علامت یہ ہے کہ نہ تمھارے اندر کسی قسم کی حرکت باقی رہے اور نہ نفع و نقصان کا خیال رہے۔ اسبابِ ظاہری سے قطع تعلق کر کے سوچ لیا جائے کہ یہ سب کچھ اسی ہستی کی طرف سے ہے جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔

ارادے کی فنا کی علامت یہ ہے کہ مشیّتِ الٰہی میں اپنے ارادے کو شامل نہ کرو۔ بلکہ اس کا جو فعل بھی تمھارے لئے ہو۔ اس کو اطمینان قلبی اور انشراحِ صدر کے ساتھ قبول کر لو۔ اپنے باطن کو اس طرح آباد کر لو کہ تمام چیزوں سے بے نیاز ہو کر اُن کو تقدیر کے سپرد کر دو۔ پھر تمھیں لسانِ قدرت سے ندا دی جائے گی اور تمھارا رب تمھیں تعلیم سے سنوار کر تمھیں نور کے حلے پہنائے گا۔ تمھیں وُہ منزل عطا کر دی جائے گی جو تمھارے اسلافِ اہلِ علم کی تھی۔ پھر تمھیں اس طرح کر دیا جائے گا کہ تمھارے اندر مشیّتِ خداوندی کے سوا اپنا کوئی ارادہ باقی نہیں رہے گا اور یہ تمھاری نشاتِ ثانیہ ہو گی اور اگر تمھارے اندر اپنا کوئی ارادہ پایا جائے گا تو یہ تمھارے وجود کے منافی ہو گا۔ جب تک کہ وُہ معینہ وقت نہ آ جائے۔ ایسی صورت میں تمھیں فنا و بقا دونوں حاصل رہیں گی۔ حالانکہ فنا وہ آخری حد ہے جہاں سوائے خدائے واحد کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ مخلوق کی تخلیق سے قبل تھا۔ جب تم مخلوق سے فنا ہو جاؤ گے تو تم سے کہا جائے گا

کہ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ اور جب اپنے ارادے سے فنائیت حاصل کر لو گے تو پھر بھی تم سے یہی کہا جائے گا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ پھر تمھیں وُہ حیات بخش دی جائے گی جس کے بعد کبھی موت نہیں۔ اس کے بعد ایسا غنا حاصل ہو گا جس کے بعد فقر نہیں۔ جو کچھ تم کو عطا کیا جائے گا اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ تمھیں ایسا علم عطا ہو گا جس کے بعد جہل نہیں ہو گا۔ اور ایسا نڈر کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد کوئی خوف نہیں ہو گا اور وُہ سعادت حاصل ہو گی جس کے بعد شقاوت کا وجود ہی نہیں ہو گا۔ وُہ عزّت حاصل ہو گی جس کے بعد کوئی ذلّت نہیں۔ وُہ قرب حاصل ہو گا جس کے بعد کوئی بُعد نہیں۔ وہ لطافت حاصل ہو گی جس کے بعد کوئی کثافت نہیں۔"

صدق

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"صدق وصفا کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو۔ کیونکہ اِن دونوں کے بغیر انسان قربِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر تم اپنے سنگِ دِل پہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے عصائے اخلاص کی ضرب لگا لو تو اس سے حکمتوں کے چشمے اُبل پڑیں اور تم عارفین کی طرح اخلاص کے پروں سے قفس کی تاریکیوں سے نورِ قدس کی وسعتوں میں پرواز کر کے مقصدِ صدق کے باغات میں پہنچ جاؤ۔ بندے کے قلب میں اس وقت تک ضیا اور نورِ یقین پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کے چہرے پر نور کی روشنی کے خطوط ظاہر نہ ہونے لگیں۔ اس کے بعد ملاءِ اعلیٰ سے ملائکہ اس کا نام لے کر پکارنے لگتے ہیں۔ اور وُہ روزِ حشر صادقین کے زمرے میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

لہٰذا تمھیں چاہیئے کہ نہ صرف خواہشاتِ نفسانی سے اعراض کرو۔ بلکہ اس میں توحید کو جگہ دو۔ جس کی لذّت قلوبِ عارفین کو سراپا نور بنا دیتی ہے۔ پھر انھیں کسی غیر سے لذّت حاصل نہیں ہوتی۔ یاد رکھو! بغیر توشۂ صدق و حضوری کے سفرِ آخرت نہیں کیا جاتا۔ قلب پر قابو حاصل کئے بغیر کبھی آخرت کی منزل حاصل نہیں ہوسکتی جب قلبِ بشریت کی کثافتوں سے مصفا ہوجاتا ہے تو بندہ خود بخود تعمیل احکام کرنے لگتا ہے۔ جس وقت عارف نگاہ عقل سے مشاہدہ کرتا ہے تو انوارِ الٰہی اس کے باطن میں نفوذ کر جاتے ہیں۔ یاد رکھو! اولیائے کرام بارگاہِ سلطانی کے خواص ہوتے ہیں اور عارفین مجلسِ شاہی کے ندیم۔ اولیاء کے شہد میں اس وقت تک حلاوت پیدا نہیں جب تک وُہ ابدالیں کے صبر کی تلخیوں کو نہ چکھ لیں۔

یاد رکھو! سرداروں کی نگاہِ عقل نہ تو دنیا کو دیکھتی ہے نہ اس کی چمک دمک سے فریب کھاتی ہے۔ بلکہ وُہ اپنے محبوب کے اس قول وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کو اچھی طرح سمجھنے لگتے ہیں، اور اگر لذّات و شہوات مسلسل طلب کی جائیں تو شیطان قلب میں داخل ہو کر شہوات کی نالیوں سے گزرتا ہوا سینے میں داخل ہوجاتا ہے اور بندہ طلبِ دنیا کے چکّر میں فریب پر فریب کھاتا چلا جاتا ہے لہٰذا اس کے لئے بشارت ہے جو متنبہ ہو کر غفلت عقل کی نیند سے بیدار ہوگیا اور اس نے قربِ مولیٰ میں اپنے احوال کو مصفّا کر کے سفرِ آخرت کی تیاری کر لی اور اس نے ان چیزوں سے اپنے نفس کا محاسبہ

کر کے نفس سے ان چیزوں کو خارج کر دیا جن کا نفس سے خارج ہونا ضروری تھا۔
یاد رکھو! دنیا ایک گزرگاہ ہے اور قیامت مصائب و تلخیوں کی آماجگاہ ہے۔"

تنزیہہ باری تعالیٰ کے متعلق ارشادات

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ:
"تنزیہہ خدائے بلند و بالا سے قرب کا نام ہے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جس کے تمام کام حکمت کے مطابق ہیں۔ جس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ اس کا کلام مکمل اور اس کی رحمتیں عام ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ - - - - - - اس کا شریک ٹھہرانے والے کاذب ہیں۔ ما جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کا کوئی ہمنام اور متبل ہے۔ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ اس کا علم لامتناہی ہے۔ وُہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ ملک و قدوس ہے۔ وُہ عزیز و حکیم ہے وہ واحد و احد ہے۔ اُس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وُہ کسی سے جنا گیا۔ اس جیسی کوئی شے نہیں۔ وُہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کا نہ کوئی معاون ہے نہ مددگار۔ اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ وزیر و مشیر۔ نہ اس کا جسم ہے جس کو چھُو سکیں۔ نہ وُہ جوہر ہے جس کو محسوس کر سکیں۔ نہ وہ عرض ہے جو فنا ہو جائے۔ نہ وُہ مرکب ہے جس کے اجزاء ہو سکیں۔ نہ وُہ ذی تالیف ہے جس کی کیفیت بیان کی جا سکے۔ نہ وُہ ذی ماہیت ہے جس کو تصوّر میں لا سکیں۔ نہ اس کا کوئی مزاج ہے۔ نہ وہ طلوع ہونے والی شے ہے۔ نہ وہ تاریکی ہے نہ روشنی۔ اس کے علم میں تمام

اشیاء امتزاج کے بغیر مختصر ہیں۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ان کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ وہ قاہر ہے وہ حاکم ہے۔ وہ معبود ہے۔ اس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ وہ حاکم عادل ہے۔ قادر و ارحم ہے۔ وہ غفار مغفرت کرنے والا ہے۔ اور ستّار پردہ پوشی کرنے والا ہے۔ اس کی حاکمیّت ابدی ہے۔ وہ ایسا قیوم ہے جو کبھی نہیں سوتا۔ ایسا عزیز ہے جس پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کیلئے اسمائے حسنٰی ہیں۔ اس کی صفات بہت بلند ہیں۔ اوہام اس کو کبھی تصور میں نہیں لا سکتے نہ افہام اس کے سمجھنے پر قادر ہیں۔ نہ قیاس اس تک رسائی حاصل کر سکتا ہے[1]۔ نہ وہ عام لوگوں کی طرح ہے۔ نہ ذہن میں اس کی حدود متعین ہو سکتی ہیں۔ وہ ان تمام چیزوں سے برتر ہے جس کو اس کی مصنوعات سے مشابہت دی جا سکے۔ وہ سانسوں کا شمار کرنے والا ہے۔ نفس کے اعمال کا نگران ہے۔ اس کے پاس ان سب چیزوں کی فرداً فرداً تعداد موجود[2] ہے جو روزِ محشر اس کے سامنے انفرادی طور پر پیش ہوں گی۔ وہ کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا۔ وہ رزق دیتا ہے اس کو کوئی رزق نہیں دیتا۔ وہ پناہ دیتا ہے اس کو کوئی پناہ نہیں دیتا۔ اس نے نمونے اور مثال کے بغیر مخلوق کو پیدا کر دیا۔ لیکن اس کی یہ تخلیق کسی کی طلب پر نہیں ہوئی۔ محض تعبیر زمانہ سے بے نیاز ہو کر اپنے ارادے سے تخلیق کر دیا۔ جیسا وہ فرماتا ہے:

---

[1] اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم — وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم!

[2] آیۂ کریمہ: لَقَدْ اَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ○ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ○، (اس نے آسمان و زمین کی کُل چیزوں کو گن رکھا ہے اور قیامت کے دن بھی اُس کے رُوبرُو ہر ایک شخص تنہا تنہا ہو کر آئے گا) ۱۲۔

ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۔ — بزرگ و برتر عرش والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وُہ اپنی قدرت میں منفرد ہے۔ وہی حالات کو بدلنے والا ہے:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۔ — ہر دن اس کی ایک نرالی شان ہے۔

وہ مقدرات کو وقت معیّنہ پر پورا کرتا ہے۔ اُس کے نظامِ مملکت میں کوئی معاون نہیں۔ اُس کی حیات غیر مکتسب ہے۔ وُہ اپنی لامحدود قدرت پر مکمّل طور پر قادر ہے۔ اس کے ارادے میں غیر کو قطعاً دخل نہیں۔ وُہ حفیظ ہے فراموش کرنے والا نہیں۔ وُہ قیّوم ہے جس سے ہرگز سہو نہیں ہو سکتا۔ وُہ منقلب کرنے والا ہے جو قطعاً مہلت نہیں دیتا۔ اس کو مکمّل طور پر قبض و بسط حاصل ہے۔ وہ راضی بھی ہوتا ہے اور غصّہ بھی کرتا ہے۔ معاف بھی کرتا ہے اور رحم بھی فرماتا ہے۔ وہی اس شئے کا مستحق ہے کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وُہ اپنی مخلوقات کی بیماری اور تکلیفوں کا دُور کرنے والا ہے۔ وُہ اپنے اوصافِ کامل کے ساتھ ابدی ہے۔ وُہ ایسا ربّ ہے جو اپنے بندوں پر اپنی مرضی کے مطابق انعال کا اجراء کرتا ہے۔ وُہ ایسا عالمِ حقیقت ہے جس کا نہ کوئی مشابہ ہے نہ مثیل۔ اس کی ذات و صفات کسی سے مشابہ نہیں۔ ہر شے کا قیام اُس کے ابدی و ازلی ہونے کا آئینہ دار ہے۔ ہر شے کی حیات اسی کے حکم پر مبنی ہے۔ روانیٔ طبع اس کے جلال میں بحث کرنے سے قاصر اور عقل و فہم اس کی عظمت بیان کرنے سے عاجز۔ اُس کی عظمت واضح ہے لیکن عقل اُس کی پاکیزگی کا کوئی بدل نہیں پاتی اور نہ اس کی واحدانیّت سے رُوگردانی کر سکتی ہے۔

اگر عقل اس کی عظمت و عزت کی مثال دینا چاہے اور یا اس کے عظمت و جلال میں بحث کرے تو یقیناً وُہ عاجز ہو کر رہ جائے گی۔ تفکّر و دہشت زدہ ہو کر گر پڑے گی۔ جب اس کی تقدیس کے لشکر سامنے آتے ہیں تو بیان و تقریر کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ عقل پر اس کی کبریائی کے پردے اس طرح پڑے ہوئے ہیں کہ اس کی حقیقت و معرفت تک رسائی محال ہے۔ آنکھوں کو اس کے نور اور اس کی احدیّت سے روک دیا گیا ہے۔ اُس کے علوم و حقائق کی غایتیں اس طرح قائم ہو چکی ہیں کہ ان کا علم قرآن و حدیث کے سواء ممکن نہیں۔ کیونکہ آنکھیں تو صرف برق ازل کی چمک کا اثر ہی دیکھ سکتی ہیں کیونکہ ذاتِ الٰہی تشبیہات کے نقائص سے مبرا ہو کر نقاب کمال کا برقعہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اس کے نور سے تجاوز کرنے کی کسی میں ہمّت نہیں۔ وُہ قدیم و ابدی ہے۔ اس کی ہیبت اس درجہ ظاہر و باہر ہے کہ جہاں تمام علل و عوارض دم توڑ دیتے ہیں۔ وُہ منفرد ہے۔ اس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے۔ اس کے وجود کا ادراک ناممکن ہے۔ اس کے جلال کی کوئی کیفیّت نہیں۔ اس کے کمال کی کوئی داد نہیں دی جا سکتی۔ وُہ ایک ایسا وصف ہے جس کے لئے وحدانیت واجب ہے۔ اس کی قدرت پوری کائنات پہ محیط ہے۔ اس کو وُہ عزّت و عظمت حاصل ہے جہاں تمام تعریفیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کا علم ارض و سما اور اُن کے درمیان تمام اشیاء کو محیط ہے۔ وہ ہر بال اور ہر ہر شجر کے اُگنے کے مقام سے بھی باخبر ہے۔ وُہ ہر گرنے والے پتّے کو بھی جانتا ہے۔ اس کے شمار میں کنکریاں

اور ریت کے ذرّات بھی ہیں۔ وُہ پہاڑوں کے وزن اور دریاؤں کی وسعت سے بھی واقف ہے۔ وُہ بندوں کے اعمال و جزاء کو بھی جانتا ہے۔ کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں۔ ان تمام چیزوں کے پیشِ نظر عقل کو اس کی احدیت کی تصدیق کرنا ہی پڑتی ہے۔ اور عقل کو اس کے ازلی و ابدی ہونے کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس کی صمدیت کی کوئی مثال بیان نہیں کی جا سکتی۔ عقل میں اس کے ادراک کی طاقت نہیں۔ ہر وُہ شے جس کو وہم و فہم ظاہر کرتا ہو یا عقل و ذہن اس کو تصوّر میں لا سکتے ہوں اس کی عظمت ان تمام چیزوں سے ماوراء ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝	وُہ ابتداء سے ہے اور انتہاء تک رہے گا۔ وُہ اپنی قدرتوں سے ظاہر اور ذات و صفات سے پوشیدہ ہے اور ہر چیز سے واقف ہے۔

تخلیقِ انسانی

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ: "تخلیقِ آدم کس قدر عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اس کے صانع خدائے تعالیٰ کی حکمت اسی قدر اثر انگیز ہے۔ اگر انسان خواہشات کی اتباع نہ کرتا اور اس کی طبیعت میں کثافت نہ ہوتی۔ تو اس کی عقل لطیف معانی و اسرار کی مالک ہوتی۔ انسان عجیب و غریب اسرار کا خزانہ بھی ہے اور ہمہ اقسام کے عیوب کا مجموعہ بھی۔ انسان عظمت و نور سے لبریز ایک خزانہ ہے جس نے چشمِ اغیار سے عروسِ روح کو نہاں کر رکھا ہے اور قدرت نے اسی عروس کے حُسن و

جمال کو اپنے فرشتہ صفت بندوں کو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا لباس پہنا کر وَفَضَّلْنَاهُمْ کی مجلس میں جگہ عطا فرما کر اس کے حسن وجمال کو دکھایا۔ اور اپنے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ہونے کی شہادت دلوائی پھر عقل سیپ کی شکل میں ارواح کے موتیوں کو سفینۂ علم کے خزانہ کو بحرِ وجود میں پہنچا دیتی ہے تاکہ نورِ یقین کی روشنی چوگنی ہو جائے اور روح مجاہدہ کے خزانوں پر متصرف ہو سکے۔ اس سلسلہ میں شاہ عقل شاہِ خواہشات کے مدمقابل ہوتا ہے۔ اور میدانِ صدر میں دونوں مقابلہ ومقاتلہ کرتے رہتے ہیں۔ نفس بادشاہ خواہشات کے لشکر کا مخصوص فرد ہوتا ہے اور سلطانِ عقل کے لشکر کے سب سے اشرف فرد کو روح کہا جاتا ہے۔ پھر اعلان کرنے والا ان دونوں کو حکم دیتا ہے کہ اے لشکرِ الٰہی کے جوانمردو تیار ہو جاؤ اور اے حق کے لشکرو مقابلہ کرو۔ اے خواہشات کے لشکر سامنے آ۔ اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔ پھر خدا جس جماعت کو چاہتا ہے غلبہ ونصرت عطا کرتا ہے۔ پھر توفیقِ الٰہی لسانِ غیب کے ذریعہ جس کو بھی فتح ونصرت کا مژدہ سناتی ہے۔ اس کا جھنڈا بلند ہو جاتا ہے اور جس کی لسانِ غیب اعانت کرتی ہے۔ وہی دین ودنیا میں سرفراز ہو جاتا ہے۔ وہی لسانِ غیب جس کا ساتھ دیتی ہے اُس سے اُس وقت تک جدا نہیں ہوتی جبتک اس کو صدق وتوفیق کے مقام تک نہ پہنچا دیا جائے۔ پھر حق تعالیٰ چشمِ قدرت کے ساتھ اپنے تمتع کی نگرانی کرتا ہے۔ لہٰذا نفس وخواہش سے جُدا ہو کر عقل کا اتباع کرو، تاکہ تمھیں سعادتِ کبریٰ کے ایسے راستوں پر پہنچا دیا جائے کہ تم آسمانِ

غیبوبت پر رُوح کی پرواز کو حیرت سے دیکھنے لگو۔ تمہارا یہ جسدِ خاکی کثافتِ نفس کے گھونسلے سے نکل کر طائرِ لطیف کے ہمراہ عنایت کے پروں سے شجرِ اعلیٰ کی جانب پرواز کرنے لگے اور تم شاخِ قرب پر اپنا آشیانہ بنا کر زبانِ شوق سے عشقِ الٰہی کی دھن میں گانے لگو۔ ندیم انس کے ساتھ دستِ معارف سے حقائق کے وُہ جواہر چننے لگو کہ کثافتِ وجود نفس ظلمت میں محصور ہو کر رہ جائے۔

یاد رکھو! جب اجسام فنا ہو کر صرف قلوب باقی رہ جاتے ہیں، تو اس وقت اگر تمہارے قلب پر ایک نظر بھی پڑ جائے تو تمہیں عرش پر پہنچا کر علوم و حقائق عطا کرنے کے ساتھ اسرار و معرفت کا خزانہ بنا دیا جائے گا اور تم اس وقت جمالِ ازل کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہر اس شئے سے گریزاں ہو جاؤ گے جس میں حدوث کی صفت پائی جاتی ہو۔ اس طرح تمہاری بصیرت باطنی آئینہ قرب میں عالم ملکوت کا نظارہ کرنے لگے گی اور آیاتِ حقائق کے ذریعہ مجلس کشف میں عروس فتح تمہاری آنکھ کے تخت پر جلوہ فگن ہو جائے گی۔

یاد رکھو! صوفیاء کی عقلیں ظلمتِ افکار میں سرداروں کی زین کی طرح پھیلی ہوئی ہیں اور ارباب معارف و عنایت کے لئے ایسی بیّن دلیلیں ہیں جو بدگمانیوں اور ارادوں کے ہجوم میں خود یقین کے وجود سے نقاب شکوک کو اٹھا دیتی ہیں اور جہاں تمام دلائل قاصر ہو کر رہ جاتے ہیں وہاں افکارِ باطل کو دستِ حق سے قطع کر دیتی ہیں۔

اسمِ اعظم

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں:

"لفظ "اللہ" اسمِ اعظم ہے لیکن اس کا اثر اس وقت

مرتب ہوتا ہے۔ اور اس اسم کے ذریعہ دُعائیں اُسی وقت قبول ہوتی ہیں کہ جب تمھارے قلب میں اللہ کے سوا کسی غیر کا تصوّر نہ ہو اور معارف کی "بِسۡمِ اللّٰہ" (ابتدا) بمنزلۂ حکم "کُن" کے ہو جائے۔

یاد رکھو! اسمِ اعظم ایسا حکم ہے جس سے حزن و ملال دُور ہو جاتا ہے اور ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ ہر قسم کے زہر کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے اور یہی ایک ایسا حکم ہے جس کا نور عام ہے۔

اللہ ایک ایسا حاکمِ مطلق ہے جس کی بارگاہ بہت بلند ہے۔ وُہ اپنے بندوں کے حالات سے بخوبی واقف ہے۔ وُہی لوگوں کے قلوب کا نگران ہے۔ اس کو ہر جابر پر غلبہ ہے۔ وہی قیصر و کسریٰ کے غرور کو توڑنے والا ہے۔ اس سے ایک ذرّہ بھی مخفی نہیں۔ جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے وُہ اس کی حفاظت و نگرانی میں آ جاتا ہے۔ جو اللہ سے محبّت کرتا ہے وُہ کسی دُوسرے کی جانب نہیں دیکھتا۔ جو اللہ کے راستے پر گامزن ہوتا ہے وُہ اللہ تک یقیناً پہنچ جاتا ہے جس کے اندر اللہ کا اشتیاق پیدا ہو جائے وُہ اللہ سے اُنس کرنے لگتا ہے اور غیر اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا وقت خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہو جاتا ہے۔

اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاؤ، اللہ کی پناہ حاصل کرو۔ اللہ پر توکل رکھو۔ اللہ کے راستے سے بھاگنے والو! اللہ کی جانب رجوع ہو جاؤ جب اللہ کے نام کی اس دارالفنا میں یہ برکتیں ہیں تو پھر دارالبقاء

میں کیا حالت ہوگی۔ جب تم اللہ کا نام لے کر صرف اُسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ گے تو تمام حجابات اُٹھ جائیں گے۔ اب بتاؤ اس وقت تمھاری کیا حالت ہوگی۔ جب اُسی کا نام لے کر پکارنے میں مذکورہ بالا اثرات مضمر ہیں۔ تو اس وقت کا کیا عالم ہوگا جب تم اُس کی تجلّیات کا مشاہدہ کر رہے ہو گے۔ اور دریائے اصل سے سیرابی حاصل کرتے ہو گے۔

دولت کی مثال اس محبّت کرنے والے پرندے کی ہے جو دمِ سحر اپنے حبیب کے نغمے الاپتا ہے اور صبحِ امید میں اُس کی آنکھ نہیں لگتی۔ جب قلوبِ محبیں پر اس کے قرب کی ہوائیں چلتی ہیں تو وہ ہمہ وقت اُسی کے مشتاق نظر آتے ہیں۔ اِسی لئے وہ فرماتا ہے کہ اگر تم مجھ کو شوق و محبّت سے یاد کرو گے تو مَیں تمھیں وصل و قرب کی بشارت سے یاد کروں گا۔ تم اگر حمد و ثنا کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں احسان و جزاء کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم اگر توبہ کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں تجھے عفوِ گناہ کے ساتھ یاد کروں گا۔ اگر تم اخلاص کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں مغفرت و رحمت کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم اگر اطاعت کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں انعام و اکرام کے ساتھ یاد کروں گا۔ اگر تم فانی کی حیثیت سے یاد کرو گے تو مَیں باقی رہنے والے کی حیثیت سے یاد کروں گا۔ تم اگر عاجزی کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں وصل کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم اگر عاجزی و انکساری کے ساتھ یاد کرو گے تو مَیں تمھاری لغزشوں کی معافی کے ساتھ یاد کروں گا۔ جیسا خود اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُوْنَ ۝ یعنی اللہ کا ذکر بہت عظیم ہے اور اللہ تمھارے ہر فعل سے واقف ہے۔"

علمِ فقہ

حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ:

"مخلوق سے کنارہ کشی سے قبل علمِ فقہ حاصل کرو، کیونکہ جو شخص علم کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ اصلاح سے زیادہ فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ شمع شریعت اپنے ہمراہ لے کر علم کی روشنی میں عمل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ تمھیں علم لدنی کا وارث بنا دے گا۔ جس سے تم ناواقف ہو۔ تمھیں چاہیے کہ تمام اسباب و ذرائع سے تعلق منقطع کر کے رشتہ داروں اور احباب سے جدائی اختیار کر لو تاکہ تم اپنے زہد کی وجہ سے اپنی قوت باطنی اور اپنے حسنِ ادب کا مشاہدہ کر سکو۔ خدا کے سوا تمام عالم و اسباب سے اس خوف سے منقطع ہو جاؤ تاکہ تمھاری شمع معرفت نہ بجھ جائے۔ اور جب تم چالیس دن (ایک چلّہ) اپنے رب کے لئے مخصوص کر دو گے تو تمھارے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے اور تم معرفت الٰہی کی تپش کا مشاہدہ کرنے لگو گے جس کو حضرت موسیٰؑ نے اپنے شجرِ قلب پر محسوس کیا تھا۔ اس کیفیت کے بعد تم اپنے نفس و خواہش اپنے شیطان اپنی طبیعت اور اپنے وجود سے کہو گے کہ ٹھہر جائیں نے اس آگ کا مشاہدہ کر لیا ہے جو قلبِ موسیٰ پر روشن ہوئی تھی۔ اس کے بعد تمھارے قلب میں باطن سے یہ آواز آنے لگے گی کہ میں ہی تمھارا رب ہوں۔ میری ہی عبادت کرو۔ میرے غیر کی اطاعت سے گریزاں ہو جاؤ۔ میرے سوا کسی سے تعلق نہ رکھو۔ میری معرفت

حاصل کر کے میرے غیر کو فراموش کر دو۔ غیر سے اعراض کر کے صرف میرے علم، میرے قرب، میرے ملک اور میری سلطنت کی جانب متوجہ رہو۔ جب تمھیں لقاءِ الٰہی حاصل ہو جائے گا تو تمھاری زبان پر فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ جاری ہو جائے گا۔ اور تمام حجابات رفع ہو کر ہر قلب سے کدورت زائل ہو جائے گی اور نفس کو مکمل سکون حاصل ہو گا۔ پھر جب اس کے الطاف غالب آجائیں گے تو تمھیں خطاب کیا جائے گا، اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اے قلب فرعون نفس کی طرف توجہ کر اور ان کو راہِ ہدایت پر چلاتا ہوا میری جانب لے آ۔ اور ان سے کہہ دے کہ میرا ہی اتباع کریں۔ پھر انھیں رشد کے راستے کی ہدایت کر کے ان سے تعلق قائم کر اس کے بعد پھر قطع تعلق کر کے دوبارہ استوار کرے۔ اور اسی طرح کرتا رہے۔

زہد و ورع

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"ورع" کنایہ ہے۔ ہر شے سے توقف اور اس کی طرف ترکِ رجوع کا جب تک اس کے بارے میں شریعت کا حکم حاصل نہ ہو جائے۔ اگر وہ فعل شریعت میں موجود ہے تو اس کو اختیار کرے ورنہ اس کو ترک کر دے۔ پھر ورع کے بھی تین مدارج ہیں۔ عوام کا ورع تو یہ ہے کہ وہ حرام و مشتبہ اشیاء سے احتراز کریں۔ خواص کا ورع یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی سے اجتناب کریں۔ اور اخص الخواص کا ورع یہ ہے کہ اپنے تمام ارادوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ علاوہ ازیں ورع کو باندازِ دیگر دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اوّل ظاہری، دوم باطنی۔ ظاہری تو یہ ہے کہ جس میں اللہ کے سوا اپنی ذات کو

قطعی دخل نہ ہو۔ اور باطنی ورع یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی طرف بھی قلب رجوع نہ ہو، اور جو شخص ورع کا عمیق نظر سے مطالعہ نہیں کرتا۔ اس کو مراتب علیا حاصل نہیں ہو سکتے۔"

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

جس طرح رضا کی راہ میں قناعت ضروری ہے۔ اسی طرح لباس و طعام و گفتگو میں بھی قواعد ورع نافذ ہیں۔ اس لئے کہ اہلِ تقویٰ کا کھانا نہ تو مخلوق کے دکھاوے کے لئے ہے، نہ کسی مطالبہ پر۔ اور ولی کا کھانا بلا کسی ارادے کے محض فضلِ الٰہی پر موقوف ہوتا ہے اور جس میں پہلا وصف نہیں ہوگا وہ بعد کے اوصاف تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن حلال و پاکیزہ کھانا وہی ہے جس میں خدا کی نافرمانی شامل نہ ہو۔ اسی طرح اُن کے لباس میں بھی تین قسمیں ہیں۔

اوّل انبیاء کرام کا لباس جو حلال لباس ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ خواہ وہ لباس ریشمی ہو یا روئی کا یا اُونی۔

دُوسرا لباس اولیاء کرام کا جو حکمِ شریعت کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اور جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ستر عورت کے ساتھ ضرورت پُوری ہو جائے، لیکن اس میں اُن کی خواہش کو قطعاً دخل نہ ہو۔

تیسرا لباس ابدالین کا ہے جو تحفظِ حدُود کے ساتھ قضا و قدر کے بھی تابع ہوتا ہے۔ خواہ وُہ ایک رتی قیمت کا ہو یا سَو دینار کا، اور جس کے اعلیٰ ادنیٰ ہونے میں ذاتی خواہش اور ارادے کو بالکل دخل نہ ہو بلکہ صرف فضلِ خداوندی پر موقوف ہو۔ اور اُس وقت تک ورع کی تکمیل ہرگز نہیں ہو سکتی، جب تک مندرجہ ذیل دس خصلتیں

اپنے نفس پر لازم نہ کرلے :-

(۱) زبان کو قابو میں رکھنا۔

(۲) غیبت سے زبان کو محفوظ رکھنا۔ کلام الٰہی میں ارشاد ہوا ہے :

لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا ۝ — تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

(۳) کسی کی ہنسی نہ اڑائے، اور حقیر نہ جانے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی — یعنی ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اڑائے

اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ۔ — شائد کہ وہ اس سے بہتر نکلے۔

(۴) نامحرموں سے نگاہ جھکا کر چلنا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ — یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مومنین سے

اَبْصَارِھِمْ ۝ — فرما دیجئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

(۵) راستبازی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا۔ — جب تم بات کہو تو سچی کہو۔

(۶) انعامات و احسانات الٰہی کا اعتراف تاکہ نفس غرور میں مبتلا نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ — خدا کا تم پر احسان یہ بھی ہے کہ تم کو

ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ ۝ — ایمان کی ہدایت عطا فرمائی۔

(۷) اپنے مال کو غلط راہ پر خرچ کرنے کے بجائے نیک کاموں میں خرچ کرنا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا — وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں، تو

وَلَمْ یَقْتُرُوْا ۝ — معصیت میں خرچ کرنے کے بجائے اطاعت

میں خرچ کرتے ہیں اور گناہ و معصیت میں نہیں اڑاتے۔

(۸) اپنے نفس کے لئے بہتری اور بھلائی طلب نہ کرنا، جیساکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔

یہ آخرت کا مکان (جنت) انہی کیلئے ہے جو زمین میں برتری حاصل کرنے اور فساد کرنے کا قصد نہیں کرتے۔

(۹) صلوٰۃ خمسہ کا وقتِ معیّنہ پر ادا کرنا، جیساکہ فرمانِ خداوندی ہے:

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ٥

نمازوں کے اوقات کا تحفظ کرو۔ خصوصاً نمازِ عصر کا۔ اور خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔

(۱۰) سنتِ نبوی اور اجماعِ امت پر قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔

بلاشبہ یہ (دینِ اسلام) میرا سیدھا راستہ ہے، اسی پر چلتے رہو۔

خلیفہ مُستنجد بارگاہِ غوثیت میں

شیخ ابو العباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو المظفر مستنجد باللہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مَیں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو؟"

اُس نے عرض کیا کہ غیب سے سیب منگا دیجئے۔ حالانکہ وہ سیب کا موسم نہیں تھا۔ یہ سن کر حضرت شیخؒ نے اپنے دستِ مبارک کو بڑھایا تو اُس میں دو سیب آ گئے۔ آپ نے ایک سیب مستنجد باللہ کو دے دیا۔ اور دوسرے کو اپنے ہاتھ سے

توڑا تو وہ بہت سفید تھا اور اس میں مشک کی طرح خوشبو تھی۔ لیکن مستنجد باللہ نے جب اپنے سیب کو توڑا تو اُس میں کیڑے نکلے۔ اِس پر اُس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

"اے ابوالمظفر ایسا اس لئے ہُوا کہ تُو نے سیب کو ظلم کے ہاتھوں سے لمس کیا تھا، جس کی وجہ سے اس میں کیڑے پڑ گئے اور مَیں نے اس کو دستِ ولایت میں لیا تھا اس لئے وہ عمدہ نکلا، اور اس میں خوشبو بھی پیدا ہو گئی۔"

ایک تاجر کیلئے حضرت شیخ کا دُعا فرمانا

شیخ ابو سعود حریمی بیان کرتے ہیں کہ ابوالمظفر حسن بن نعیم نامی ایک تاجر نے شیخ حماد دباسؒ سے عرض کیا کہ میرا ایک تجارتی قافلہ شام کی جانب جانے والا ہے جس میں سات سو دینار کا سرمایہ لگانا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا:

"اگر تم اس سال کہیں سفر کرو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

چنانچہ وُہ تاجر مغموم حالت میں وہاں سے نکلا۔ راستہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اُس کی ملاقات ہو گئی۔ یہ زمانہ حضرت شیخ کے شباب کا تھا تاجر نے پورا واقعہ آپ کو سُنایا۔ تو آپؒ نے فرمایا:

"اگر تم سفر پر جاؤ گے تو یقیناً صحیح سالم واپس لوٹو گے، اور اس بات کی مَیں تمھیں ضمانت دیتا ہوں۔"

چنانچہ وہ تاجر شام کا سفر مکمل کرنے کے بعد اپنا مال ایک ہزار درہم میں فروخت کر کے حلب کے ایک حمام میں داخل ہُوا۔ اور حمام کے طاق میں ایک ہزار دینار رکھ کر بھُول گیا اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستہ میں نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ وُہ جس قافلہ میں ہے اس کو ڈاکوؤں نے لُوٹ لیا، اور

تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور اُس شخص کو بھی گردن پر قتل کی نیّت سے شدید ضرب لگائی۔ یہ ضرب دیکھ کر وُہ گھبرا کر اٹھا تو اُس کی گردن پر خون کا نشان بھی تھا اور ضرب کی تکلیف بھی محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس کو وُہ رقم یاد آئی جو حمام میں بھول آیا تھا۔ چنانچہ جب وُہ حمام میں پہنچا تو رقم اپنی جگہ موجود تھی۔ جس کو لے کر وُہ واپس ہو گیا۔ جب وُہ قافلہ کے ساتھ بغداد آیا تو اُن بزرگوں سے ملنے کا خیال آیا تو اُس نے سوچا کہ شیخ حمّاد سے اُن کے معمّر ہونے کی وجہ سے پہلے ملاقات کی جائے۔ کیونکہ اُن کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ جب وہ ملاقات کے لئے گھر سے نکلا تو اتفاق سے شاہی بازار میں اس کی ملاقات شیخ حمّادؒ سے ہو گئی۔ انھوں نے فرمایا:

"شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملاقات کرو کیونکہ وُہ خدا کے محبُوب بندوں میں سے ہیں۔ اور انھوں نے ستّر مرتبہ تمھارے لئے خُدا سے دُعا کی۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ بیداری میں جو قتل تمھارے لئے مقدر کیا تھا، اُس کو حالتِ خواب میں تبدیل فرما دیا۔ اور جو مال ضائع ہونا مقدّر تھا۔ اس کو حمام کے اندر بھُول جانے سے تبدیل کر دیا گیا۔"

چنانچہ تاجر نے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر شیخ حماد کا قول نقل کیا۔ جس کو سُن کر آپؒ نے فرمایا کہ

"بے شک مَیں نے مختلف اوقات میں تیرے لئے ستّر مرتبہ دُعاء کی، حتّٰی کہ اللہ نے جان و مال کا ضائع ہونا تیرے لئے جو عالمِ بیداری میں مقدر کیا تھا، اس کو خواب میں تبدیل فرما دیا۔"

شیخ بطائحی کا حضرت غوثِ اعظم کو خراجِ عقیدت

شیخ عبداللطیف فرماتے ہیں کہ

میرے والد شیخ عزار بن متورخ بطائحیؒ کا بیان ہے کہ بغداد میں ایک عجمی شریف نوجوان داخل ہوا جس کا نام عبدالقادر تھا جس کے مقامات کی ہیبت و کرامت و جلالت اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ اور درجۂ محبت میں وہ اس درجہ بلند مرتبہ تھا کہ تمام کائنات کا نظام زندگی بھر کے لئے اس کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ عزت و حرمت میں اس کا قدم مستحکم تھا۔ حقائق شناسی میں اس کو یدِطولیٰ حاصل تھا جس کے ذریعہ امورِ ازلی کی خبریں حاصل کر لیتا تھا اور اُس کو بارگاہِ قدس میں لب کشائی کی اجازت بھی حاصل تھی۔ وہ ان اربابِ مراتب میں سے تھا جن کے حصول کی تمنّا لئے ہوئے اکثر اولیاءِ کرام وفات پا گئے۔

شیخ احمد رفاعیؒ کے احباب کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ جس وقت شیخ منصور بطائحی کے سامنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر آیا تو انھوں نے فرمایا:

"عنقریب وہ دور آنے والا ہے کہ لوگوں کو ان کی احتیاج پیش آئے گی، ان کا مرتبہ عارفین میں بہت بلند ہوگا۔ نہ صرف اہلِ زمین بلکہ خدا اور رسول کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ لہٰذا تم میں جو اُن کے دور میں موجود ہو اُس کو چاہئے کہ اُن کی حرمت کو پہچانے اور اُن کے حکم کی عظمت کو تسلیم کرے۔"

شیخ محمد بن خضرؒ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ کاش کسی طرح میں شیخ احمد رفاعی کی زیارت کر سکتا۔ اچانک حضرت شیخ نے فرمایا:

"احمد رفاعیؒ کو دیکھ لو۔"

اور جب مَیں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک بہت باہیبت شخصیت آپ کے پہلو میں ہیں۔ مَیں نے سلام کر کے ان سے مصافحہ کیا۔ تب انھوں نے فرمایا کہ

"اے خضر! جو شیخ عبدالقادرؒ کا دیدار کر لیتا ہے اُس کو مجھ جیسے شخص کے دیدار کی تمنا کیا ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ مَیں تو خود بھی انہیں کی رعیت میں سے ہوں۔"

یہ فرما کر وُہ غائب ہو گئے۔

پھر جب حضرت شیخ کی وفات کے بعد امّ عبیدہ میں شیخ رفاعی کی زیارت کو حاضر ہوا تو مَیں نے انھیں بزرگ کو دیکھا جو جنابِ غوثِ اعظم کے پاس تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ:

"اے خضر کیا ایک مرتبہ کا کہنا کافی نہیں تھا؟"

شیخ عبداللہ بطائحی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں حضرت غوثِ اعظمؒ کی حیات ہی میں امّ عبیدہ پہنچ کر شیخ احمد رفاعی کی خانقاہ میں مقیم ہو گیا۔ ایک دن مَیں شیخ رفاعی کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے حکم دیا کہ شیخ عبدالقادرؒ کے مناقب بیان کرو۔ چنانچہ مَیں مناقب بیان کر رہا تھا کہ دورانِ گفتگو کسی نے آ کر شیخ احمدؒ کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ

"ہمارے یہاں شیخ احمدؒ کے سوا کسی کے مناقب بیان نہ کرو۔"

یہ سُن کر شیخ احمدؒ نے غصّہ کی حالت میں جب اس پر نظر ڈالی تو وُہ فوراً گرا اور مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

"شیخ عبدالقادرؒ کے مراتب تک کون پہنچ سکتا ہے۔ وہ داہنی جانب سے بحرِ شریعت اور بائیں جانب سے بحرِ حقیقت ہیں۔ اور جس کا جی

چاہے وہاں پہنچ جائے۔ کیونکہ ہمارے دور میں اُن کا کوئی ثانی نہیں"۔

یہی وصیت انھوں نے اپنی بہن کی تمام اولاد شیخ ابراہیم اعرب وغیرہ اور اپنے جلیل القدر رفقاء کو بھی کی تھی۔

شیخ محمد ابن الخضر بیان کرتے ہیں کہ میں شدید سردیوں میں جب حضرت شیخ عبد القادر کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو صرف ایک قمیص پہنے اور سر پر ایک رومال اوڑھے دیکھا اور اس وقت آپ کے جسم سے پسینہ اس طرح بہہ رہا تھا۔ جیسا سخت گرمیوں میں بہتا ہے اور ایک آدمی آپ کو پنکھا جھل رہا تھا، جس طرح موسم گرما میں ہوتا ہے۔

ابو طاہر شیخ فاضل محمد بن حسن بیان کرتے ہیں جب میں نے شیخ عبد اللہ قریشی سے یہ سوال کیا کہ کیا شیخ عبد القادرؒ اہلِ زمانہ کے سردار ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا

"بلا شبہ بلکہ وہ تو تمام اولیاء کرام سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ تمام علماء سے زیادہ صاحبِ ورع ہیں۔ تمام عارفین سے زائد اکمل و جامع ہیں۔ اور تمام مشائخ سے زیادہ جلالت و عظمت والے ہیں"۔

شیخ ابو محمد قاسم بن عبد البصری سے جب حضرت خضر علیہ السّلام کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ بحر محیط کے ساحل پر میں اس طرح چل رہا تھا کہ مجھ کو کوئی دیکھنے نہ پائے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی عباء میں لپٹا ہوا سو رہا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے اور میں نے اس کو ٹھوکر مار کر کہا کہ خدمت کے لئے کھڑا ہو جا۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ اے خضرؑ! جا اپنا کام کر۔ مجھے تجھ سے کوئی غرض نہیں۔

چنانچہ میں نے جب مراقبہ کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا اے رب! میں

تو نقیب الاولیاء ہوں لیکن یہ کیا معاملہ ہے ؟ جواب ملا کہ تم صرف ان اولیاء کے نقیب ہو جو ہم سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن یہ وہ نقیب ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں"۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"میں نے اس شخص سے دعاء کی درخواست کی تو اس نے جواب دیا کہ "اللہ تعالیٰ تیرے حصّہ میں زیادتی فرمائے"۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک عورت اپنے کپڑوں میں لپٹی سو رہی ہے۔ اور جب میں نے ٹھوکر مارنے کا قصد کیا تو خیال آیا کہ یہ تو اُسی کی معلوم ہوتی ہے۔ فوراً ندا آئی کہ ہمارے محبوب کے ساتھ ادب اختیار کر"۔ لہٰذا میں اُس کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ عورت عصر کے وقت بیدار ہوئی تو اُس نے کہا "الحمد للہ جس نے مجھے اپنا اُنس عطا کر کے مخلوق کو مجھ سے دہشت زدہ کر دیا"۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ "اگر بغیر منع کئے ہوئے میرے ساتھ ادب سے پیش آتا تو تیرے لئے زیادہ مفید ہوتا"۔ پھر اُس نے اپنے شوہر ہی کی طرح میرے حق میں دُعا کی"۔

شیخ ابو محمد کہتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت خضرؑ سے پوچھا کہ کیا خدا کے محبوبوں میں سے اس وقت بھی کوئی صاحبِ حیات ہیں۔ جن سے احکامِ الٰہی کے سلسلہ میں رجوع کیا جا سکے، اُنھوں نے فرمایا کہ

"اِس وقت محبوب افراد میں سے صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں جو اولیاءِ کرام کے قلب اور حاملِ اسرار ہیں"۔

رجال الغیب پر حضرت شیخ کا تصرّف

شیخ خلیفہ نہر ملکی شاگرد شیخ ابو سعید قیلوی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بلادِ سواد کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو ہوا میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس کو سلام کر کے پوچھا کہ تم ہوا میں کس طرح (معلق) بیٹھ گئے ہو؟ اُس نے کہا کہ:

"اے خلیفہ! میں خواہشات کی مخالفت کر کے تقویٰ کی سواری پر سوار ہو کر ہوا میں آ کر ٹھہر گیا ہوں۔"

اُن سے ملاقات کے بعد جب میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ قبۃ الاولیاء میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہی شخص جس کو میں نے ہوا میں بیٹھے دیکھا تھا، آپ کے پاس نہایت عجز و انکساری کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ اور آپ اُس سے حقیقت و معرفت کے متعلق کچھ ایسی گفتگو فرما رہے ہیں جس کو میں قطعاً نہیں سمجھ سکا۔

جب حضرت شیخ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اُس سے خلوت میں پوچھا کہ میں تمھیں یہاں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ

"کیا یہاں خدا کا برگزیدہ ولی اور اُس کا حبیب و مقرب قیام پذیر نہیں ہے؟"

یہ سُن کر میں نے کہا کہ میں تمھاری بات سمجھ نہیں سکا۔ اُس نے جواب دیا کہ

"ہر مقام کے لئے کچھ احکام ہوا کرتے ہیں اور ہر حکم کے کچھ معانی ہوتے ہیں اور ہر معانی کے لئے کوئی عبارت ہوتی ہے جس کے ذریعہ ان معانی کو سمجھا جا سکتا ہے۔ عبارت معانی کے سمجھے بغیر ہرگز سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اور معانی کا ادراک بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا،

جب تک حکمت متحقق نہ ہو جائے۔ اور حکمت اس مقام کے بغیر جس کی طرف میں نے اشارہ کیا کبھی حاصل نہیں ہو سکتی"۔

جب میں نے ان بزرگ سے یہ کہا کہ حضرت شیخ کے سامنے جس قدر آج میں نے آپ کی عاجزی دیکھی کبھی کسی میں نہیں دیکھی۔ تو انھوں نے جواب دیا:

"میں اس ہستی کے سامنے کیسے عاجزی اختیار نہ کروں، جس نے مجھ کو ولایت عطا کر کے تصرف کا اختیار دیا"

جب میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو کونسی ولایت عطا کی گئی۔ اور کس شے میں تصرف کا حق دیا گیا؛ انھوں نے جواب دیا کہ

"مجھے عالم غیب کے لوگوں پر ولی بنایا گیا ہے جو ہوائیں آباد ہیں اور جن کو مشیت الٰہی کے بغیر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور مجھ کو سب کے قبض و بسط کا تصرف عطا کر دیا گیا ہے"

حضرت شیخ کا غصہ شیخ بقا ابن بطو بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کی خدمت میں شیخ عبداللہ اور اُن کے ہمراہ ایک نوجوان حاضر ہوا شیخ عبداللہ نے عرض کیا یا سیّدی! یہ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور اس کے اطوار خراب ہیں، اس کے لئے دُعا فرمائیں۔

یہ سُن کر حضرت شیخ کو بہت غصہ آیا، اور آپ نے فرمایا کہ:

"تمھارے افعال اب اس حد تک میرے پاس پہنچنے لگے ہیں"

فرطِ غضب میں یہ فرما کر آپ گھر تشریف لے گئے۔ اسی وقت بغداد کے اطراف میں ایسی آگ لگی کہ اگر ایک مکان سے بجھاتے تو دوسرے میں پہنچ جاتی۔

شیخ بقا کہتے ہیں کہ اُس وقت میں یہ دیکھ رہا تھا کہ بغداد پر بادل کے ٹکڑوں کی طرح بلا چھا گئی ہے۔ چنانچہ میں جلدی سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

آپ کو حالت غضب میں پا کر عرض کیا کہ اے سردارِ مخلوق پر رحم فرمائیے۔ تمام لوگ ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔ یہ سُن کر آپ کا غصّہ فرو ہُوا اور مَیں نے دیکھا کہ وُہ بلا بھی دُور ہو گئی۔ اور تمام آگ خود بخود ٹھنڈی ہوتی چلی گئی۔

قلوب پر حضرت شیخ کی حکمرانی

شیخ عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دن حضرت شیخ کے ہمراہ نمازِ جمعہ کے لئے روانہ ہوا تو مَیں نے راستہ میں دیکھا کہ کسی نے بھی آپ کو سلام نہیں کیا۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ ہر جمعہ میں تو لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ جامع مسجد تک پہنچنا بھی دشوار ہو جاتا تھا۔ لیکن نہ جانے آج کیا ماجرا ہے؟ ابھی مَیں اپنے خیال میں غرق ہی تھا کہ دیکھا تمام لوگ بھاگ بھاگ کر سلام کرنے آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں اور آپ سے ملاقات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اس سے تو پہلی ہی حالت بہتر تھی۔ اور اس خیال کے ساتھ ہی لوگ چھٹنے شروع ہو گئے۔ اُس وقت حضرت شیخ نے مجھے مسکرا کر دیکھتے ہوئے فرمایا کہ

"عمر! تم یہی تو چاہتے تھے۔ خوب سمجھ لو کہ لوگوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب بھی مَیں چاہوں سب کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہوں۔"

ایک عقیدت مند کا خواب

شیخ شریف مقری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نے مجھ کو تلاوت کا حکم دیا۔ اور جب مَیں نے قرأت شروع کی تو آپ نے زار و قطار روتے ہوئے فرمایا کہ

"مَیں نے بخدا تجھ کو خدا تعالیٰ سے طلب کیا ہے۔"

یہ سُن کر مجمع اولیاء سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ

"یا سیّدی! مَیں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور پھر یہ دیکھا کہ جنّت کے دروازے کھول کر آپ کے لئے وہاں منبر بچھایا گیا۔ پھر

آپ سے کہا گیا کچھ بیان کرو۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت کچھ بیان کروں گا جب شریف مقری حاضر ہو گا۔ اور جب بتایا گیا کہ وہ حاضر ہے، اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اب میں کچھ بیان کروں گا۔"

جناب غوث کی کرامت

شیخ ابوالقاسم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت شیخؒ کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ (آپ کے منبر کی سیڑھی پر دو نقیب بیٹھا کرتے تھے اور جو لوگ نیچے بیٹھتے تھے، اُن پر ایسی ہیبت طاری رہتی تھی جیسے سامنے شیر بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس وقت حضرت شیخ پر ایسی استغراقی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کے عمامے کی تہ کُھل گئی۔ اور آپ کو قطعاً پتہ نہیں چلا۔ ادھر تمام حاضرین مجلس نے بھی اپنے عمامے اور گلوبند نیچے پھینک دیئے۔ اور جب آپ اپنے بیان سے فارغ ہو چکے تو مجھ سے فرمایا کہ:

"اے ابوالقاسم تمام لوگوں کے عمامے اور گلوبند (رومال) اٹھا کر دے دو۔"

چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد میں سب کے عمامے واپس کر دیئے۔ ایک چادر البتہ باقی رہ گئی اور اس کا کوئی دعویدار نہ تھا اور نہ ہی کوئی حاضرین میں سے باقی تھا۔ حضرت شیخؒ نے مجھ سے فرمایا کہ

"یہ مجھے دے دو۔"

میں نے وہ چادر آپ کو دے دی۔ جس کو آپ نے داہنے کندھے پر رکھا دوبارہ جب نظر ڈالی تو وہ چادر موجود نہ تھی۔ مجھے تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا:

"جب اہلِ مجلس نے اپنے عمامے اتارے تھے تو میری ایک بہن جو اصفہان سے تقریر سننے آئی تھیں، انھوں نے بھی چادر اتار دی تھی جو یہیں رہ گئی تھی۔ میں نے وہ ان کو دی تو انھوں نے ہاتھ بڑھا کر

لے لی۔"

یہ فرما کر آپ منبر سے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اتر آئے۔

شیطانی اثرات کا ازالہ

حضرت شیخؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالجبار بیان کرتے ہیں کہ جب میری والدہ تاریک کمرے میں داخل ہوتیں تو شمع خود بخود روشن ہو جاتی۔

ایک مرتبہ میرے والد شیخ عبدالقادر جیلانی کمرے میں داخل ہوئے اور یہ دیکھا کہ شمع روشن ہے تو آپ نے اس پر ایک نظر ڈالی فوراً ہی شمع بجھ گئی۔ پھر آپ نے والدہ سے فرمایا کہ

"یہ تو شیطانی اثر تھا جس کو میں نے رحمانی نور میں تبدیل کر دیا ہے۔"

چنانچہ اس کے بعد سے جب بھی والدہ کسی تاریک جگہ داخل ہوتیں تو انہیں چاند کے نور کی طرح ایک ایسا نور نظر آتا جس سے سارا مکان منور ہو جاتا۔

حضرت شیخ کا نامِ نامی دفع مصائب ہے

شیخ عبداللہ جبائیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہمدان میں دمشق کے ایک ایسے شخص سے میری ملاقات ہوئی جس کا نام طریف تھا۔ اس نے بتایا کہ نیشا پور کے راستہ میں میری ایک شخص شریف مقرضی نامی سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میرے ہمراہ چودہ اونٹوں پر شکر لدی ہوئی تھی۔ اور میں ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا پہنچا جہاں خوف کی وجہ سے ایک بھائی دوسرے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اور جب ابتدائے شب میں اونٹوں پر مال لادا جانے لگا تو میں نے دیکھا کہ میرے شکر سے لدے ہوئے چار اونٹ غائب ہیں اور تلاش بسیار کے بعد بھی ان کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ چنانچہ میں قافلے سے الگ ہو گیا۔ ساربان میرے ساتھ ٹھہر گیا۔ پھر صبح کے وقت جب مجھے یاد آیا کہ حضرت

شیخ ؒ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ جب تمھیں کوئی پریشانی پیش آئے تو میرا نام لے کر پکارنا وہ پریشانی دُور ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے کہا یا شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ! میرے اُونٹ غائب ہو گئے ہیں۔ مَیں نے انھیں بہت تلاش کیا ہے لیکن وُہ نہیں ملے۔ اور اب مَیں قافلہ سے بھی الگ ہُوں۔ اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص سفید لباس پہنے ٹیلے پر کھڑے ہوئے اپنی آستین سے اشارہ کر کے مجھے بلا رہے ہیں۔ لیکن جب مَیں ٹیلے پر پہنچا تو وہاں کوئی نہیں تھا البتہ چاروں اونٹ مع سامان کے ٹیلے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں ان کو ہمراہ لے کر آیا اور تیزی سے سفر کر کے قافلے سے جا ملا۔

بارگاہِ غوثیّت میں رجالِ غیب ابوالغنائم حسینی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں حضرت شیخ ؒ کے مدرسہ کی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور حضرت بھی چھت پر ہی قبلہ رُو کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت مَیں نے فضا میں دیکھا کہ ایک شخص سفید عمامہ باندھے سفید لباس زیب تن کئے ہوئے پرواز کر رہا ہے۔ جب وہ حضرت شیخ کے قریب پہنچا تو وہ نیچے اترا، اور کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھ کر ہوا میں پرواز کر گیا۔ اس کے جانے کے بعد جب مَیں نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

"یہ رجالِ غیب میں سے تھا جو ہوا میں پرواز کرتے ہیں۔ (ان پر اللہ کی جانب سے سلامتی اور اُس کی رحمتیں ہوں)۔"

حضرت شیخ کی کھڑاؤں کی برکت شیخ ابوعمر و عثمان صیر فینی اور عبدالخالق حریمی ؒ بیان کرتے ہیں کہ اتوار ۳ صفر ۵۵۵ھ کو ہم لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت آپ نے

کھڑاؤں پہن کر وضو کیا اور اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر بہت زور سے چیخ مار کر ایک کھڑاؤں کو ہوا میں اچھال دیا اور بعد میں دوسری بھی اچھال دی۔ وُہ دونوں کھڑاویں ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں لیکن اس وقت کسی کو اس کا سبب دریافت کرنے کی ہمّت نہ ہو سکی۔

اس واقعہ کے تئیس دن بعد بلادِ عجم سے ایک قافلہ حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ ہم حضرت شیخؒ کے لئے کچھ نذرانہ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو پیش کر دیا جائے۔ جب انھیں اجازت ملی تو انھوں نے کچھ ریشمی کپڑے، اور تھوڑا سا سونا پیش کر کے وہ دونوں کھڑاویں بھی پیش کیں جن کو حضرت شیخؒ نے ہوا میں پھینکا تھا۔ اور جب ہم نے اہلِ قافلہ سے دریافت کیا کہ یہ کھڑاویں تمھیں کہاں سے ملیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ۳ صفر کو ہم لوگ سفر میں تھے کہ اچانک دو لٹیروں کی سرکردگی میں ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا۔ اور ہماری جماعت کے بعض افراد قتل بھی کر دیئے گئے۔ اور جب وُہ ڈاکو وادی میں پہنچ کر لوٹ کا مال تقسیم کر رہے تھے تو اس وقت ہم لوگوں نے آپس میں کہا کہ کاش اپنے مال کا کچھ حصّہ حضرت شیخ کے لئے مقرّر کر لیتے تاکہ ہمارا مال واپس مل جاتا اور اس مشورے کے بعد ہم نے آپ کے لئے ایک حصّہ مقرّر کر لیا اور ابھی ہماری بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یکایک دو زوردار چیخیں سنائی دیں جس سے پوری وادی لرز اٹھی اور وُہ تمام ڈاکو خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن ہم یہ سمجھے کہ ڈاکو کسی کو پکڑ کر لائے ہیں جو چیخ رہا ہے۔ مگر ان ڈاکوؤں نے ہم سے آ کر کہا کہ چل کر اپنا مال واپس لے لو۔ اور جب ہم اُن کے ہمراہ گئے تو دیکھا کہ دونوں سردار مُردہ پڑے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک کے پاس ایک ایک کھڑاؤں پڑی ہے۔ اپنے سرداروں کی اس ناگہانی موت سے انھیں عبرت ہوئی اور انھوں نے ہمارا مال واپس کر دیا اور یہ کہا کہ عبرت ہا

لئے جنابِ غوثِ اعظمؒ کی دعاء کی وجہ سے ہے۔

چیل کا زندہ ہو کر اڑ جانا اور ہوا کا تابع فرمان ہونا

شیخ محمد بن قائدادانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت شیخؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی مجلس پر سے ایک چیل چیختی چلاتی اڑتی ہوئی گزری جس سے مجلس میں تشویش ہوئی، اُس دن ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ آپ نے ہوا کو حکم فرمایا کہ:

"اے ہوا اس چیل کا سر پکڑ لے"۔

یہ کہتے ہی چیل مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑی۔ ایک طرف اُس کا سر اور دوسری طرف دھڑ گرا۔ پھر آپ نے کرسی سے اتر کر ایک ہاتھ سے اُس کا سر پکڑا اور دُوسرا ہاتھ اس کے اُوپر پھیر کر فرمایا:

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"۔

اور اسی لمحہ چیل زندہ ہو کر فضا میں پرواز کر گئی اور ہم تمام لوگ دیکھتے رہ گئے۔

سفرِ بیت اللہ میں پیش آنیوالا حضرت شیخ کا ایک ذاتی واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا:۔

جس وقت مَیں نے بغداد سے پہلا حج کیا تو مَیں جوان اور غیر شادی شدہ تھا۔ جب اُمّ القرون کی مشہور منزل پر پہنچا تو شیخ عدی بن مسافر سے ملاقات ہو گئی۔ اُس وقت تک وُہ بھی غیر شادی شدہ تھے۔ اُنھوں نے مجھ سے پوچھا:

"کہاں کا قصد ہے؟"

مَیں نے بتایا کہ مکہ معظمہ کا۔ پھر پوچھا کہ:

"تمھارے ہمراہ کیا اور بھی کوئی ہے؟"

میں نے کہا کہ مَیں قطعاً مجرّد ہوں۔ اس پر انھوں نے بتایا کہ مَیں بھی غیر شادی شدہ ہوں۔ چنانچہ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو اچانک ہمارے سامنے ایک برقعہ پوش حبشی جاریہ آکر کھڑی ہوگئی اور مجھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے پوچھا کہ

"اے نوجوان تم کہاں کے رہنے والے ہو؟"

مَیں نے بتایا کہ بلادِ عجم بغداد کا۔ یہ سُن کر اُس نے کہا کہ

"تم نے مجھے مشقّت میں مبتلا کر دیا۔"

اور جب مَیں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ

"جب سے مَیں نے بلادِ حبشہ میں تیرے قلب پر ان تجلیاتِ الٰہی اور فضلِ خداوندی کا مشاہدہ کیا ہے جو کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ اُسی وقت سے مجھے تجھ سے ملاقات کی خواہش پیدا ہوگئی۔"

پھر اُس نے کہا کہ

"مَیں آج تمھارے ساتھ رہ کر رات کو کھانا کھاؤں گی۔"

مَیں نے جواب دیا یہ آپ کی محبّت و نوازش ہے۔

اس کے بعد وہ وادی کی ایک جانب چلنے لگی اور ہم دوسری طرف۔ اور جب مغرب کے وقت کھانے کا قصد ہُوا تو اچانک فضا سے ایک طبق ہمارے سامنے آکر ٹھہر گیا۔ جس میں چھ روٹیاں کچھ سرکہ اور سبزی تھی۔ یہ دیکھ کر اس جاریہ نے کہا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ پر اور میرے مہمانوں پر کرم فرمایا، کیونکہ ہر شب تو صرف دو روٹیاں نازل ہوتی تھیں لیکن

آج مہمانوں کے اعزاز میں چھ روٹیاں نازل فرمائیں۔"
پھر ہم میں سے ہر ایک نے دو دو روٹیاں کھالیں۔ جس کے بعد پانی سے لبریز لوٹے نازل ہوئے۔ اور ہم لوگوں نے جب اُن میں سے پانی پیا تو ایسا لذیذ اور شیریں پانی کبھی نہیں پیا تھا۔ اِس کے بعد وُہ عورت ہمارے پاس سے چلی گئی اور ہم مکّہ معظمہ پہنچ گئے۔

ایک روز ہم طواف کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ عدیؒ پر کرم فرمایا۔ اور وُہ انوارِ الٰہی کی بارش کی تاب نہ لاتے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ اور اُن کی کیفیت ایسی تھی کہ دیکھنے والا انھیں مُردہ تصوّر کرتا۔ لیکن اچانک وہی حبشی جاریہ آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہنے لگی:

"وہی اللہ تجھ کو زندہ کرے گا جس نے تجھے مُردہ کیا۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کی تجلّی نور جلال سے حادث نہیں ہوتی مگر اُس کے ثبوت و اظہار کے لئے جو شواہد ظاہر فرماتا ہے وُہ بمنزلہ دلیل ہوتے ہیں۔ اور اس کی صفات کے ظہور کے بعد اُس وقت تک یہ کائنات قائم نہیں رہ سکتی جب تک اُس کو کوئی تائید حاصل نہ ہو۔ اور نہ صِرف یہ بلکہ اس کے قدس کی چمک بندوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ اور بڑے بڑے عقلاء کی عقلیں اُس کے نور سے محدود ہو کر رہ جائیں۔"

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عدیؒ کے بعد اللہ نے مجھ پر بھی احسان و کرم فرمایا۔ دورانِ طواف ہی میرے اُوپر اپنے انوار نازل فرمائے۔ اور مَیں نے بھی صدائے باطنی سے وہی سُنا جو شیخ عدی نے سُنا تھا۔ پھر آخر میں مجھ سے کہا گیا:
"اے عبدالقادر! تجرید ظاہری کو ترک کر کے تفرید توحید اختیار کر لے

اور جب تجرید و تفرید کا امتزاج ہو جائے گا تو پھر ہماری ان عجیب و غریب نشانیوں کا مشاہدہ کرنے لگو گے جو تمھاری مراد سے بالکل مشابہ نہیں ہوں گی۔ پھر تم ہمارے سامنے اس طرح ثابت قدم ہو جاؤ گے کہ اپنے وجود میں ہمارے سوا کسی کا تصرف نہیں پاؤ گے۔ اور جب تیرے لئے ہمارا شہود دائمی ہو جائے گا تو پھر ہمارے مخصوص بندوں کو اپنی مجلس سے ایسا نفع پہنچائے گا کہ ہم اُن کو تیرے وسیلے سے منزلِ قرب تک پہنچا دیں گے"۔

اِس کے بعد اُس حبشی جاریہ نے مجھ سے پوچھا:

"اے نوجوان! مَیں نہیں بتا سکتی آج تیری کیا شان ہے، یقیناً تیرے لئے نور کے خیمے نصب کر دیئے گئے ہیں اور ملائکہ نے حدِّ نظر تک تجھے اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے، تمام اولیائے کرام کی اپنے اپنے مقامات پر اس طرح آنکھیں پھٹی ہوئی ہیں .... کہ انھیں یہ آرزو ہے کہ ہمیں بھی وُہ چیز عطا کر دی جائے جو تجھے عطا کی گئی ہے"۔

اس گفتگو کے بعد وُہ عورت نظروں سے غائب ہو گئی۔

حضرت شیخ کی نظر

شیخ ابو محمد صالح ویرجان بیان کرتے ہیں کہ میرے شیخ ابو مدین نے مجھ سے فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ مَیں بغداد کا سفر کر کے حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصوّف کی تعلیم حاصل کروں، جب آپ کی زیارت کی تو مَیں نے آپ سے زیادہ ذی ہیبت و ذی وجاہت کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ نے اپنے خلوت خانے پر بیس روز بٹھایا اور اس کے بعد مجھ سے فرمایا (قبلہ کی طرف اشارہ کر کے):

"اے ابو صالح! ادھر دیکھ"۔
اس کے بعد مجھ سے پوچھا کیا دیکھا؟
مَیں نے کہا ادھر تو میرے شیخ ابو مدین تشریف فرما ہیں۔ پھر آپ نے سوال کیا:
"اپنے شیخ کے پاس جانا چاہتے ہو یا خانہ کعبہ؟"
مَیں نے عرض کیا کہ شیخ کے پاس۔ آپ نے فرمایا کہ
"تمھارے لئے یہی بہتر ہے"۔ پھر فرمایا کہ
"تم فقہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس کی سیڑھی پر نہ چڑھ جاؤ اور اس کی سیڑھی توحید ہے اور توحید کا دارومدار اس پر ہے کہ ہر حادث شئے چشمِ باطن سے محو ہو جائے"۔
مَیں نے کہا کہ اے سردار! اس سلسلہ میں آپ میری مدد فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے میرے اُوپر ایک ایسی نظر ڈالی کہ میرے ارادے کو جذب کرنے والی شئے مجھ سے رخصت ہو گئی اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے آپ کی نظر سے میری روح اِس طرح پرواز کر گئی، جس طرح سورج کی روشنی سے رات کی تاریکی۔
شیخ عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ تنہا حضرت شیخؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا:
"اے صاحبزادے! اپنی پشت کی حفاظت کرنا، کہیں اس پر سے بلّی نہ گزر جائے"۔
مجھے خیال ہوا کہ اس جگہ بلّی کہاں سے آجائے گی، جبکہ چھت میں بھی کوئی سوراخ نہیں ہے۔ مَیں ابھی اسی خیال میں تھا کہ اچانک ایک بلّی میری کمر پر آ کر گری۔ اس وقت آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر میرے قلب میں سورج کی طرح ایک نور چمک اٹھا۔ اور مَیں اُس وقت سے آج تک واصل الی اللہ ہوں۔

اور اس نور میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

واردات الٰہی اور واردات شیطانی کا فرق

حضرت شیخ سے کسی نے سوال کیا کہ صفات الٰہی کے وارد ہونے میں اور شیاطین کے ذریعہ واردات قلبی کا فرق کس طرح معلوم کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

"واردات الٰہیہ نہ تو بلا طلب حاصل ہوتے ہیں۔ نہ کسی وجہ سے زائل ہوتے ہیں اور نہ کسی ایک طریقہ سے پہنچتے ہیں، نہ ان کے لئے کوئی وقت کا تعین ہے۔ لیکن طوارق شیطانیہ کی حقیقت اس کے برعکس ہے۔"

محبّت

حضرت شیخؒ سے جب محبّت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؒ نے فرمایا:

محبّت اس قلبی لگاؤ کا نام ہے جو محبوب کے لئے پیدا ہو، اور دُنیا محبّت کرنے والوں کی نظر میں انگوٹھی کے حلقہ یا غم و الم کی مجلس کی طرح محسوس ہونے لگے۔"

آپ نے فرمایا:

"محبّت ایک ایسا نشہ ہے جس میں ہر وقت مدہوشی کا عالم طاری رہتا ہے جس کا نشہ نہیں اترتا۔ لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ ظاہری و باطنی طور پر محبوب سے وہ خلوص قائم رہے جس میں خلوص نیت کا دخل رہے۔ محبّت محبوب کے سوا سب سے قطع تعلق کر لینے کا نام ہے۔ اور جب محبّت کا نشہ طاری ہو جاتا ہے تو مشاہدۂ محبوب کے بغیر محبّ ہوش میں نہیں آتے۔ اور نہ اپنے امراض قلب سے بلا مشاہدۂ

محبوب شفایاب ہوتے ہیں۔ نہ وہ محبوب کے تذکرہ کے بغیر لذت حاصل کرتے ہیں۔ نہ کسی کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔ جس طرح مجنوں لیلیٰ سے کہا کرتا تھا۔ جس کو شاعر نے اس انداز میں بیان کیا ہے:

لقد لامنی فی حب لیلیٰ اقاربی   اخی وابن امی ثم ابن خالی وخالیھا

لیلیٰ کے عشق میں میرے حقیقی بھائی میرے تمام اقارب چچازاد، ماموں زاد بھائی اور ماموں سب ہی مجھ کو ملامت کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا کلام کے دوسرے اشعار مشہور ہیں جن کے تذکرہ کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد جناب شیخ نے اسی مفہوم کے دوسرے اشعار پڑھے جو ہدیۂ ناظرین ہیں:

لقد وردنا ماء مدین نستقی   علی ظمأ منا الی منھل النجوی

جب ہم سیراب ہونے کے لئے مدین کے چشمے پر اترے۔ یا پیاس بجھانے ایک ہی چشمے پر پہنچے۔

نزلنا علی حی کرام بیوتھم   مقدسۃ لا ھندنیۃ ولا علوی

تو ہم ایسے قبیلے میں پہنچے جن کے اہلِ خانہ کریم اور مکان پاکیزہ تھے، نہ اس میں نیچے طبقے کے لوگ تھے نہ بلند طبقے کے۔

ولاحت لنا نار علی البعد ضرمت   وجدنا علیھا من نحب ومن نھوی

وہاں ہمارے لئے ایسی آگ تھی جو بڑے پر روشن کی گئی اور وہاں ان لوگوں کو پایا، جن کی ہمیں تمنا تھی اور جنھیں ہم محبوب سمجھتے تھے۔

سقانا فحیانا فاحیی نفوسنا   واسکرنا من خمر اجلالہ عفوا

وہاں ہمیں سیراب کر کے ہمارے قلوب کو زندگی عطا کی گئی اور ہمیں اپنی بزرگی کی شراب سے بہت زیادہ مست کر دیا گیا۔

مداما علیھا العھد از لا یسقھا   سوی مخلص فی الحب خال من الدعوی

ہمیشہ کے لئے یہ عہد کیا گیا کہ نہیں پلائے گا یہ شراب سوائے اُن لوگوں کے جن کا دل محبت کے دعویٰ سے خالی اور پُرخلوص ہے۔

مزجنا بها التقوی لتقوی قلوبنا　　فیا من رأی خمراً بما زجها التقوٰے

پھر ہم نے شراب کے ساتھ تقویٰ کو ملا دیا تاکہ ہمارے قلوب قوی ہو جائیں۔ اے لوگو! کس نے دیکھی ہے ایسی شراب جس میں تقویٰ کا امتزاج ہو۔

شربنا فنجنا فاستجبت دماؤنا　　ایقتل بواح بسر الذی یهوے

جر ہم نے شراب پی کر ظاہر کر دیا جس پر ہمارا قتل واجب ہو گیا۔ لیکن کیا رازِ محبت ظاہر کرنے والے کو قتل کر دیا جاتا ہے۔

وما السر فی الاحرار الا ودیعة　　ولکن اذا رق المدام نمن یقوی

بھید شریف لوگوں کے لئے ایک امانت ہوا کرتے ہیں لیکن جب شراب رقیق ہو جائے تو اسی قوتِ برداشت نہیں رہتی۔

توحید جب حضرت شیخ رح سے توحید کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپؒ نے فرمایا کہ:

”توحید مقامِ قدس سے ہونے والے اسرار و ضمائر اخفاء کا نام ہے اور قلب کا حدود افکار سے تجاوز کر کے مدارجِ اعلیٰ تک پہنچ جانے کا اور اقدامِ تجرید سے تقرب کی جانب بڑھنے اور تفرید سے جانب قرب بڑھ جانے کا۔ اور کونین کو لاشے سمجھتے ہوئے ظاہری و باطنی نور کے اقتباس کا۔ اور بلا عزیمت کشفِ تجلیاتِ انوار کے تحت دونوں

عالموں کو فنا کر لینے کا۔"

تجرید

حضرت شیخ نے تجرید کے متعلق فرمایا کہ:

"تجرید نام ہے طلبِ محبوب میں ثباتِ کائنات کے باوجود مقاماتِ اسراء کو تدبر سے خالی کر لینے اور لباسِ طمانیت کے ساتھ مفارقتِ مخلوق کو گوارا کر لینے اور خلوص کے ساتھ خلق سے حق کی جانب رجوع ہو جانے کا۔"

معرفت

معرفت کے متعلق حضرت شیخ نے فرمایا:

"معرفت نام ہے کائنات کی مخفی اشیاء کے معانی سے واقفیت حاصل کر لینے اور مشیئت میں اسکے حسن کے مشاہدے کا جس کی بناء پر کائنات کی ہر شے سے وحدانیت کے معنی ظاہر ہونے لگیں اور فانی اشیاء کی فنا سے علمِ حقیقت کا اس طرح ادراک ہونے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی احدیت کی جانب ایک ایسا اشارہ ہو، جس سے ہیبتِ ربوبیت اور اثراتِ بقاء ظاہر ہونے لگیں اور وہ اشارہ لقاء کی جانب اس طرح ہو جس سے چشمِ باطن پر جلال خداوندی کا ظہور ہونے لگے[۱]۔"

ہمت

حضرت شیخ نے ہمت کے متعلق فرمایا:

"ہمت نام ہے اپنے نفس کو حبِ دنیا سے اور اپنی روح کو تعلقِ عقبیٰ سے خالی کر لینے اور اپنے ارادوں کو اپنے رب کے ارادوں کے ساتھ وابستہ کر دینے اور اپنے باطن کو کائنات سے خالی کر دینے کا خواہ وہ چشمِ زدن کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔

۱؎ برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہشیار   ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار!

ذکر کے اعلیٰ مدارج

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ذکر کے اعلیٰ مدارج یہ ہیں کہ:
"ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا اشارہ ہو جائے جو قلوب پر اثر انداز ہونے لگے۔ اور یہ اثر اندازی دائمی رہے نہ تو اس میں نسیان کا دخل ہو نہ وہ غفلت و تکدر کا باعث بن سکے اور جب یہ وصف پیدا ہو جائے تو نفس و قلب خود بخود ذاکر ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۚ — یعنی خدا کو زیادہ سے زیادہ یاد کرو۔

اور افضل ذکر وہ ہے جو گوشۂ باطن میں منجانب اللہ پیدا ہونے والی واردات سے ایک ہیجان برپا کر دے۔"

شوق

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ
بہترین شوق جس میں ایسی حضوری حاصل ہو کہ کوئی وقت بھی ملاقات سے خالی نہ رہے اور وہ حضوری رویت و قرب سے زائل نہ ہو سکے بلکہ جس قدر ملاقات میں اضافہ ہوتا جائے اسی قدر شوق میں بھی زیادتی پیدا ہوتی چلی جائے[1] اس طرح جب تک عوارضات سے انخلا نہیں ہوتا اس وقت تک شوق کی تکمیل محال ہے۔ عوارضات موافقتِ روح اتباع عزائم اور حظ نفس کا نام ہے۔ اور جب اشتیاق اسباب سے خالی ہوتا ہے تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس شے نے اس درجہ پر پہنچا دیا؟ کیونکہ پھر ایسی دائمی حضوری حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کے سبب شوق مشاہدہ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔"

---

[1] آتشِ شوق تیز تر گردد۔

توکّل

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"توکل ماسوا اللہ سے باطن کو خالی کر کے اللہ کے ساتھ مشغولیت اختیار کر لینے کا اور غیر اللہ سے قطعی مستثنیٰ ہو جانے کا نام ہے۔ توکل مقام فنا تک رسائی اور پوشیدہ مقدرات کو چشمِ معرفت سے مشاہدہ کرنے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ مسلک معرفت میں حقیقت یقین پر اعتقاد قائم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے کہ یقین اس طرح مہر شدہ ہو جاتا ہے کہ جس میں تناقص یقین اثر انداز ہو ہی نہیں سکتا۔ توکل حقیقتاً اخلاص کی طرح ایک حقیقت کا نام بھی ہے، اور حقیقت اخلاص نام ہے اعمال کے سلسلے میں طلب جزا کو ختم کر دینے کا۔ پھر یہی توکل بندے کو منجانب اللہ حول و قوۃ سے نکال کر سکون و طمانیت کی منازل تک پہنچا دیتا ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ:

"اے صاحبزادے! تم سے کتنا کہا گیا لیکن تم نے نہیں سُنا، تمہیں کتنا سمجھایا گیا لیکن تم نے نہیں سمجھا، اور تم نے منزلِ وجود میں خود کو گم بھی نہیں کیا۔"

انابت (توجّہ الی اللہ)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"انابت نام ہے طلبِ ترقی اور کسی منزل پر رُک جانے سے احتراز کرنا اور ترقی کر کے رموزِ باطنی تک رسائی حاصل کر لینا اور اپنے ارادوں پر وقت حضوری اعتماد رکھنا۔ پھر ترقی کر کے ربّ کریم کی جانب کُلی طور پر خود کو رجوع کر دینا۔ اس کے حصول کے بعد انابت و حضوری کے ذریعہ رجوع کا اس طرح

مشاہدہ کرنے لگے گا کہ غیر اللہ کی جانب سے رغبت ختم ہو جائے گی اور خوف الٰہی کا غلبہ ہو جائے گا۔"

توبہ

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"توبہ نام ہے اللہ تعالیٰ کی ان عنایاتِ سابقہ اور قدیمہ کے دوبارہ حاصل کرنے کا جو اس نے ماضی میں اپنے بندے پر کی ہیں۔ اور جب یہ مقام مل جاتا ہے تو ناپاک عزائم کا قلب سے خاتمہ کر کے اس کو اس طرح روح کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ قلب و عقل روح کے تابع ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور توبہ کا صحیح مقام حاصل ہو کر تمام امور صرف رضائے الٰہی کے لئے انجام پانے لگتے ہیں۔"

تصوّف

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"صوفی وہ ہے جو اپنی مراد کو مرادِ حق کے تابع کر دے اور ترکِ دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے۔ اس وقت اس کو مراد کے مطابق آخرت سے قبل ہی دنیا حاصل ہو جائے گی اور اس پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا۔"

تعزّز (بڑائی) اور تکبّر (غرور) میں فرق

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

تعزز حقیقت میں وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو۔ اس تعزز کا فائدہ یہ ہوگا کہ نفس احساس عجز کرنے لگے گا اور اللہ تک رسائی کے لئے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔

تکبّر وہ ہے جو خواہشِ نفس کے لئے ہو اور طبیعت میں ایسا ہیجان پیدا کر دے کہ خدا تک رسائی کا ارادہ مغلوب ہو کر رہ جائے۔ اکبر طبعی

کبر کسی سے برائی میں کم ہوتا ہے)۔

شکر

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ :

"حقیقتِ شکر یہ ہے کہ بندہ خشوع و خضوع کے ساتھ انعام منعم کا اعتراف کرتا رہے اور اُس کے احسانات پر نگاہ رکھ کر عجز و تشکر کے ساتھ منعمِ حقیقی کے حقوق کا تحفظ کرے۔

شکر کی مختلف اقسام ہیں :

اوّل شکر باللسان ، اعترافِ نعمت کا نام ہے۔

دوم شکر بالارکان ، جذبۂ خدمت کے وقار کے ساتھ متصف ہونے کو کہتے ہیں۔

سوم شکر بالقلب ، نام ہے حقوق اللہ کی دائمی حفاظت کرتے ہوئے بساطِ شہود پر ٹھہر جانے کا اور حضوری سے ترقی کر کے منعم کی نعمتوں کا خیال رکھتے ہوئے نظروں سے پوشیدہ اشیاء کے مشاہدہ کرنے کا۔

شاکر اس کو کہا جائے گا جو اپنی موجودہ حالت پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو غیر موجود چیز پر بھی شکر گزار ہو۔

حامد وُہ ہے جو عطا و منع اور سود و زیاں سے بے نیاز ہو۔ اسی مقام پر پہنچ کر بندے میں شکر و حمد کے دونوں اوصاف مساوی ہو جاتے ہیں۔ اور حمد ہی وُہ شے ہے جو شہود کمال کی تمام حدّوں کو وصفِ جمال میں گم کر دیتی ہے۔

اور نعمت نام ہے چشمِ معرفت سے مشاہدہ کر کے بساطِ قرب تک رسائی حاصل کرنے کا۔"

صبر حضرت شیخ نے فرمایا کہ:

"صبر نام ہے مصائب و ابتلاء میں ثابت قدمی اور شریعت کے دامن کو پکڑے رہنے کا۔

صبر کی بھی کئی اقسام ہیں:

اوّل صبر مع اللہ، وہ یہ ہے کہ اوامر و نواہی کو ثابت قدمی کے ساتھ ادا کرکے خدا تعالیٰ کے احکام پر صبر اختیار کرے اور اسی کے ذریعہ وہ سکون حاصل کرے۔ جس کے تحت قضاؤ قدر اور خدا کی مرضی کے مطابق حالت فقر میں بھی ترشرو ہوئے بغیر غنا محسوس کرنے لگے۔

دوم صبر علی اللہ، ہر معاملہ میں اللہ کے وعدوں کی جانب متوجہ رہے کیونکہ مومن کے لئے دنیا سے آخرت کی طرف رجوع زیادہ آسان ہے مگر مجاز سے حقیقت کی طرف رجوع مشکل ہے۔ اور خلق کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع بہ نسبت خدا کی محبت میں مخلوق کو چھوڑ دینے کے، لیکن اللہ کی جانب اور زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

اور صبر مع اللہ سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ صابر فقیر شاکر غنی سے افضل ہے، اور شاکر فقیر ان دونوں سے افضل ہے، اور صابر و شاکر فقیر افضل ہے اُن لوگوں سے جو حصولِ ثواب کی خاطر مصائب کو دعوت دیتے ہوں۔

حُسنِ خُلق حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ

"حُسنِ خُلق نام ہے مطالعہ حق کے بعد مخلوقات کی جفاؤں سے اثر قبول نہ کرنے کا۔ لہٰذا اپنے نفس کو حقیر تصور کرتے ہوئے نفسانی افعال کو حقیر تصور کرے جو مخلوق کو ایمان و حکمت ودیعت کئے گئے ہیں،

اس کی قدر و منزلت کرے ۔ یہی ایسے مناقب ہیں جن سے لوگوں کے جوہر کھلتے ہیں۔"

حصول اور تردّد[1] کا مفہوم

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ:

"حکمِ الٰہی کے بغیر خواہش کے مطابق کسی شے کا حصول تو عناد و شقاق میں داخل ہے اور بلا خواہش حاصل کرنا موافقت و اتفاق ہے۔ کسی شے کو بذاتِ خود ترک کر دینا نفاق و ریاء ہے۔"

صِدق

حضرت شیخ رہ فرماتے ہیں کہ:

"اقوال و اعمال میں صِدق یہ ہے کہ اس کے ذریعہ رویتِ خداوندی حاصل رہے ۔ اور احوال میں صدق یہ ہے کہ بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے لئے ایسے تصوّرات قائم ہو جائیں کہ خدا کی نگرانی اور توجہ کے خیال کے علاوہ اس میں اور کوئی شے باقی نہ رہے۔"

فنا

حضرت شیخ فرماتے ہیں:

"فنا یہ ہے کہ ادنیٰ تجلّی کی وجہ سے ولی کے اوپر اسرارِ خداوندی کا اس طرح ظہور ہو کہ پوری کائنات اس کی نگاہوں میں ہیچ ہو کر رہ جائے ۔ اور اسی ادنیٰ تجلّی کی وجہ سے ولی فنا ہو جائے اور اُس کی فنا ہی اس کی بقا کا سبب ہو جائے لیکن یہ بقا خدا تعالیٰ کی لقاء کا مظہر ہو گی ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو تو فنا ہو جائے اور جب اس کی تجلّی پڑے تو بقاء حاصل ہو جائے ۔ اِس طرح وُہ ولی فنا کے

---

[1] رد کرنا ۔

بعد مقامِ بقا میں پہنچ جائے گا۔"

بقا حضرت فرماتے ہیں کہ:

"بقا اس لقا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی جس لقا کے ساتھ فنا وانقطاع وابستہ نہ ہو۔ خواہ وہ چشمِ زدن کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اور اہلِ بقا کی شناخت یہ ہے کہ کوئی فانی شے ان کے اوصاف میں مصاحب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ فنا اور بقا آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

وفا حضرت شیخ رہ فرماتے ہیں کہ:

"وفا نام ہے محرومی وناکامی کے عالم میں خدا کی خوشنودی اور اطاعت کو ملحوظ رکھنے کا اور اپنے تمام اقوال واعمال میں حدودِ الٰہی کے ملحوظ رکھنے کا قولاً اور فعلاً۔ اور جب مومن کے خوف ورجاء کا وزن کیا جائے تو دونوں مساوی ہوں۔"

حیا حضرت شیخ نے فرمایا:

"حیا یہ ہے کہ جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا یا اس کی حرام کردہ اشیاء کی جانب متوجہ رہتا ہے یا اس شے کی تمنا کرتا رہتا ہے۔ جس کا وُہ مستحق نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اللہ سے حیا کرتا ہے اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے گناہوں کو ترک کر دیتا ہے، اور اس میں حیا کا جذبہ شامل ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک حیا پر قائم رہتا ہے۔ جب تک یہ تصوّر رکھتا ہے کہ اس کی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور اس پر مطلع ہے۔ کبھی ہیبت وقلب کے درمیانی پردے اُٹھ جانے کی وجہ سے بھی حیا پیدا ہوتی ہے۔"

مشاہدہ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ :
"مشاہدہ نام ہے چشمِ باطن کو تمام چیزوں کو دیکھنے سے منع کرنے اور چشمِ معرفت سے مشاہدہ باری کرنے کا تاکہ یقین و صفا قلب میں اس طرح جلوہ فگن ہوں کہ عالمِ غیب کا مشاہدہ ہونے لگے"

شکر و خوف حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ
شکر وہ ہے جو ذکرِ حبیب سے قلوب میں ہیجان برپا کر دے۔

خوف وہ ہے جو عظمتِ محبوب کے علم کی وجہ سے قلوب کو مضطرب کر دے۔

یقین نام ہے عالمِ غیب کے اسباب و اسرار کی تحقیق کا۔ اور محبوب کے ساتھ اس اتصال کا جس سے محبوب کے سوا تمام غیروں سے انقطاع ہو جائے اور ذکرِ محبوب کے ذریعہ وحشت و غلبیت کی اصلاح ہو سکے۔ اگر تم اپنے نفس کو حالتِ ذکر میں غیر اللہ سے جُدا کر کے لقاء و مشاہدہ حرمت وجدان کو ترک کر دو گے۔ تو تم اپنی عقل سے عاجز تصور کئے جاؤ گے۔ کیونکہ محبّت کے ساتھ غیوبت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جب مراد قلب پر غالب آجاتی ہے تو ہر شے خدا کی ملکیت بن جاتی ہے اور غیر اللہ سے تمام ارادے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اس وقت صحیح معنوں میں مملوک سے ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور اسی حالت کو خالص کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جب تم ذکر میں مشغول ہو گے تو اس سے محبّت قائم رہے گی۔ لیکن جب تم اس سے اپنا ذکر سننے

لگو تو پھر تم اُس کے محبُوب بن جاؤ گے۔

یاد رکھو! مخلوق تمھارے درمیان ایک حجاب ہے، کیونکہ تمھارا نفس کبھی تمھارے رب کے درمیان حجاب بنا ہوا ہے۔ فقر ایک موت ہے لیکن پھر بھی لوگ اس میں زندہ رہنے کی تمنّا کرتے ہیں۔

حال کی ابتداء عوام کرتے ہیں لیکن مآل کی ابتداء صرف خواص ہی کا حصّہ ہے۔ جس وقت سبط کی کیفیّت ہوتی تو انبساط حاصل ہوتا ہے، اور رخصت کو عزیمت میں تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ عزیمت ایک قابلِ فخر مسّرت ہے۔ اس لئے کہ رخصت ناقص ایمان والوں کیلئے ہوتی ہے اور عزیمت کامل ایمان والوں کے لئے"۔

فقیر کا مفہوم

حضرت شیخؒ نے فقیر کے چار حروف (ف۔ق۔ی۔ر) کی تعریف کو چار اشعار میں سمجھایا ہے ؎

فَاءُ الْفَقِیْرِ فَنَاءُہٗ فِیْ ذَاتِہٖ ... وَفَرَاغُہٗ مِنْ نَعْتِہٖ وَصِفَاتِہٖ

فقیر کی ف فنا ہوجانا اپنی ذات میں اور فارغ ہوجانا اپنی تعریف و صفات سے ہے۔

وَالْقَافُ قُوَّۃُ قَلْبِہٖ بِحَبِیْبِہٖ! ... وَقِیَامُہٗ لِلّٰہِ فِیْ مَرْضَاتِہٖ!

ق قوت قلب کیلئے ہے جو اس کو اپنے حبیب سے حاصل ہے اور قائم رہنا اس کا اپنے حبیب کی مرضی کے تحت۔

وَالْیَاءُ یَرْجُوْ رَبَّہٗ وَیَخَافُہٗ ... وَیَقُوْمُ بِالتَّقْوٰی بِحَقِّ تُقَاتِہٖ

ی (یرجو) کے معنی کو ظاہر کرتی ہے یعنی اپنے رب سے پر امید بھی ہیں اور (یخافہ) خائف بھی اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہی حق پر قائم ہیں۔

وَالرَّاءُ رِقَّۃُ قَلْبِہٖ وَصِفَاؤُہٗ ... وَرُجُوْعُہٗ لِلّٰہِ عَنْ شَھَوَاتِہٖ

ر رقتِ قلب اور صفائی قلب کی ہے اور رجوع کرنے کیلئے تمام خواہشات اللہ تعالیٰ کی جانب سے

دلالت کرتی ہے۔

فقر کے شرائط حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ فقیر کے لئے یہی مناسب ہے کہ اس فکر میں جولانی ہو۔ اس کے اندازِ فکر میں جوہر ہو۔ بہتر کیفیت اشتیاق ہو۔ رجوع کی صلاحیت ہو۔ وسیع القلب ہو۔ اور حق کو صرف حق ہی کے لئے طلب کرکے صداقت کے سوا اور کوئی راستہ اختیار نہ کرے۔ اُس کی ہنسی تبسّم سے تجاوز نہ کرے۔ اس کا سوال کرنا صرف حصولِ علم کے لئے ہو۔ غافلوں کو یاد دہانی کرانے والا ہو۔ جاہلوں کے لئے معلّم ہو۔ اور اگر اس کو اذیت بھی پہنچائی جائے تب بھی وہ کسی کو اذیت نہ دے۔ لغو چیزوں پر غور و فکر نہ کرے۔ کسی کو تکلیف پہنچانے والا نہ ہو۔ حرام اشیاء سے احتراز کرتا ہو۔ شبہات میں توقف اختیار کرے۔ غریبوں کا مددگار ہو۔ یتیموں کا ولی بن جائے۔ چہرے پر بشاشت ہو لیکن قلب غمگین رہے۔ اپنے فقر پر خوشی کے ساتھ اپنی فکر میں مشغول رہے نہ کسی کا راز فاش کرے نہ کسی کی پردہ دری کرے۔ اس کا ہر فعل مہربانی کے ساتھ ہو اور اس کا فیض جاری اور ترقی پذیر ہو۔ عمدہ مشاہدہ رکھتا ہو۔ فائدہ پہنچانے میں سخاوت سے کام لے۔ اعلیٰ مذاق اور بہترین اخلاق کا حامل ہو۔ ایسا نرم دِل ہو جیسے پگھلا ہوا سیّال جوہر۔ اکثر خاموش رہتا ہو۔ جب کوئی اس کے ساتھ جہل سے پیش آئے تو وہ بُردباری اختیار کرلے۔ اگر کوئی بُرا بھلا کہے تو صبر سے کام لے۔ نہ اس میں مکمل جمود ہو، نہ حق کی آگ بُجھی ہوئی ہو۔ چغل خور نہ ہو، حاسد نہ ہو، عجلت پسند نہ ہو۔ بزرگوں کی تعظیم کرے۔ چھوٹوں کے ساتھ

شفقت سے پیش آئے۔ بہت زیادہ متحمل ہو۔ اس کا ہر فعل ادب آموز ہو۔ اس کا کلام پرمغز ہو۔ نہ تو کسی کی غیبت کرے نہ کسی کی مصیبت پر خوش ہو۔ صاحبِ وقار ہو۔ صابر و شاکر ہو۔ کم گو ہو۔ صوم و صلوٰۃ میں اکثر مشغول رہتا ہو۔ صادق القول ہو۔ ہر حال میں ثابت قدم رہے۔ مہمانوں کی تواضع کرتا ہو۔ جو کچھ بھی اپنے پاس ہو۔ دوسروں پر خرچ کرتا رہے۔ پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ رہیں۔ نہ گالی دے نہ غیبت کرے۔ نہ غافل ہو نہ رنجیدہ۔ زبان خزانہ ہو لیکن قلب غمزدہ۔ موزوں گفتگو کرے۔ مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کے بارے میں جولانیٔ فکر رکھتا ہو۔

حضرت شیخ کا اندازِ تقریر

محمد بن خضر حسینی کہتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ ہمارے سردار شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب منبر پر بیٹھ کر مختلف علوم پر تبصرہ فرماتے تھے۔ اس وقت نہ کوئی تھوک سکتا تھا، نہ کوئی کھانس سکتا تھا۔ نہ آگے بڑھ کر وسطِ مجلس میں آسکتا تھا۔

اور جب آپ فرماتے کہ قال کا وقت گزر چکا اب حال کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو لوگوں میں اضطراب پیدا ہوتا اور اُن پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

آپ کی کرامتوں میں سے ایک خاص کرامت یہ تھی کہ آپ کی مجلس میں دُور بیٹھنے والا بھی قریب والے کی طرح آپ کی آواز کو بخوبی سُن لیتا تھا۔ اور آپ بھی اہلِ مجلس کے خیالات کے مطابق ہی کلام فرماتے تھے اور کشف کے ذریعہ اُن پر توجہ بھی ڈالتے جاتے۔ جب آپ منبر سے کھڑے ہوتے تو سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ خاموشی کا حکم دیتے تو سانسوں کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی۔ جب اہلِ مجلس اپنے ہاتھ زمین پر رکھتے تو انھیں یہ محسوس ہوتا، جیسے

اُن کے درمیان کچھ نادیدہ لوگ ہیں جن پر ہاتھ رکھا گیا۔ دورانِ تقریر فضا میں ایک آہٹ محسوس ہوتی اور چیخ پکار کی آوازیں سنائی دیتیں۔ بسا اوقات ایسی آواز آتی جیسے آپ کی مجلس میں فضا سے کوئی چیز آگر گری ہے۔ یہ آواز رجالِ غیب کی ہوا کرتی تھی۔

حضرت شیخ کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام کی رائے

شیخ ابوسعید قیلویؒ کا بیان ہے کہ ابوسعد کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ انھوں نے حضرت شیخ کی مجلس میں متعدد بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ہے اور آپ کے علاوہ دُوسرے انبیاء کرام کی بھی زیارت کی کیونکہ سردار اپنے غلاموں کو مشرف کرتے رہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہ السلام کی ارواح زمین و آسمان میں اس طرح سیر کرتی رہتی ہیں۔ جس طرح افق میں ہوا چلتی رہتی ہے۔

ابوسعد نے خود یہ بیان کیا کہ مَیں نے آپ کی مجلس میں ملائکہ کو دیکھا کہ وہ گروہ در گروہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور رجالِ غیب کو دیکھا جو آپ کی مجلس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی سعی کرتے رہتے تھے۔ مَیں نے حضرت خضر علیہ السّلام کو بھی آپ کی مجلس میں بارہا دیکھا ہے۔ جب مَیں نے حضرت خضر علیہ السّلام سے حضرت شیخؒ کے مراتب کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:

"جو شخص آخرت، دین دُنیا کی فلاح چاہتا ہو، اُس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی مجلس میں حاضری کو لازم کرے۔"

ایک مرتبہ شاہِ عجم نے ایک عظیم لشکر کے ساتھ بغداد پر چڑھائی کا قصد کیا، تو خلیفۂ وقت نے اپنی حالت کا جائزہ لے کر حضرت غوثِ اعظم سے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے شیخ علی بن الہیتی کو حکم دیا کہ:

"ان عجمی لوگوں سے جا کر کہہ دو کہ بغداد سے واپس ہو جائیں"۔

چنانچہ انھوں نے تعمیلِ حکم کی خاطر اپنے خادم سے کہا کہ عجمی لشکر کے آخری سرے پر جا کر دیکھو، وہاں تمھیں تین افراد چادر کو خیمے کی طرح لاٹھی پر تانے ہوئے ملیں گے، اُن سے کہنا کہ علی الہیتی نے کہا ہے کہ تم لوگ بغداد سے واپس چلے جاؤ اور جب وُہ یہ کہیں کہ ہمیں تو حکماً یہاں بھیجا گیا ہے تو اُن سے کہہ دینا کہ میں بھی کسی کے حکم پر تمھارے پاس آیا ہوں۔

چنانچہ جیسے ہی خادم نے اُن سے جا کر کہا تو اُن میں سے ایک نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی چھوڑ دی جس کی وجہ سے چادر گر گئی۔ پھر وُہ اپنے سامان کو لپیٹ کر عجم کی طرف چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد عجمی لشکر نے بھی اپنے خیمے گرا دیئے اور جدھر سے آئے تھے واپس ہو گئے۔

شیخ محمد بن ہروی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں حضرت شیخ کی مجلس میں دورانِ وعظ حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ عالمِ استغراق میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سبز پرندوں کو میرا کلام سُننے بھیج دے"۔

ابھی جملہ پورا بھی نہیں ہُوا تھا کہ بہت سے خوبصورت سبز رنگ کے پرند آپ کی آستین میں داخل ہوئے، لیکن بعد میں واپس ہوتے کسی نے نہ دیکھا۔

حضرت شیخ کا ایک واقعہ

حضرت یوسف ہمدانی نامی ایک شخص بغداد میں آئے جن کے متعلق مشہور تھا کہ وُہ قطبِ وقت ہیں۔ اور وُہ ایک خانقاہ میں مقیم ہو گئے۔ جب مَیں نے اُن کی شہرت سُنی تو مَیں بھی اُن سے ملنے خانقاہ پہنچ گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ وُہ اُس وقت تہ خانے میں ہیں، چنانچہ مَیں بھی تہ خانے میں داخل ہو گیا تو وُہ مجھے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا کر بڑے غور سے دیکھتے ہوئے میرے تمام احوال بتائے۔ اور اُن تمام

مشکلات کا حل بھی بتایا جو مجھے درپیش تھیں۔ پھر مجھ سے کہا:

"اے عبدالقادر! لوگوں کے سامنے وعظ کیا کرو۔"

مَیں نے عرض کیا کہ اَے سردار! مَیں تو عجمی ہُوں۔ بھلا فصحائے بغداد کے سامنے کِس طرح لب کشائی کر سکتا ہوں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ

"تم نے تو قرآن حفظ کیا ہے اور اس کی تفسیر سے بھی واقف ہو۔ عِلم فقہ اَور اصول فقہ سے بھی واقفیت رکھتے ہو۔ نحو و تجوید پر بھی عبور حاصل ہے۔ پھر کیا تمھارے اندر اتنی جرأت نہیں کہ عوام کے سامنے کلام کر سکو۔ جاؤ اور منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو اس لئے کہ مَیں تمھارے اندر ایک ایسا تخم دیکھ رہا ہُوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گا۔"

شیخ بقا بن بطو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب مَیں حضرت شیخؒ کی مجلس میں حاضر ہُوا تو آپ منبر کی پہلی سیڑھی پر بیٹھے بیان کر رہے تھے۔ پھر اچانک بیان بند کر کے کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد منبر سے نیچے اتر کر پھر دوبارہ منبر کی دوسری سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اس وقت مَیں نے دیکھا کہ پہلی سیڑھی حدِ نظر تک وسیع ہو گئی ہے اَور اس پر سبز مخملی فرش بچھا ہوا ہے، جس پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں۔ اَور حضرت شیخؒ کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز بنا ہُوا ہے۔ اور آپ ایک جانب کو اس قدر جُھک گئے ہیں کہ گرنے کے قریب ہیں لیکن حضور علیہ السّلام نے آپ کو گرنے سے روک لیا ہے۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ حضرت شیخؒ بالکل ایک چڑیا کی طرح چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ اس قدر بڑھ گئے کہ آپ کی صورت ہولناک معلوم ہونے لگی۔ پھر آپ اچانک

میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ جب شیخ بقانے آپ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی رویت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ

"اِن حضرات نے انسانی اجسام اختیار کر لئے تھے اور اللہ نے انھیں طاقت عطا فرمائی ہے وُہ جس طرح چاہیں خود کو ظاہر فرمائیں، جیساکہ معراج کی حدیث سے ثابت ہے"

شیخ بقانے جب حضرت شیخ سے چھوٹے اور بڑے ہو جانے کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ:

"تجلّی میں یہ صفت ہوتی ہے کہ اسے کوئی طاقت بشری برداشت نہیں کر سکتی۔ اُن میں ایک تجلّی جلالی قسم کی تھی جس کی وجہ سے مَیں چھوٹا معلوم ہونے لگا اور ایک تجلّی جمالی تھی جس سے بڑا معلوم ہونے لگا۔ یہ سب کچھ فضلِ الٰہی تھا۔ اور رب اپنے فضل و کرم کا مظاہرہ جس پر وُہ چاہتا ہے فرماتا ہے، اور وُہ خالق مطلق بڑے فضل والا ہے"

ایک مرتبہ حضرت شیخ تقریر فرما رہے تھے اور آپ کے کلام کی ہیبت لوگوں پر طاری تھی کہ آپ کے اوپر سے ایک عجیب الخلقت پرندہ گزرا جس کی وجہ سے بعض حضرات نے آپ کا وعظ سننے کی بجائے اس پرندہ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

"اگر مَیں اس پرندے سے کہہ دوں کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جا، تو یقیناً وُہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑے گا"

ابھی آپ کا یہ جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ وُہ پرندہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

حضرت شیخ کی ذات مجموعۂ کمالات

شیخ عارف مسعود حارثیؒ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ شیخ جاگیرؒ اور

علی بن ادریس کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اُن کے یہاں مشائخ اسلاف کی صحبتوں کا تذکرہ چل رہا تھا، اور شیخ جاگیرؒ کہہ رہے تھے کہ

"میرے شیخ تاج العارفین کے بعد حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے سوا کوئی بزرگ ایسا نہیں جو کامل الحال صاحب قرب ہو اور اعلیٰ مقامات پر فائز ہو۔ آپ کے بعد مرتبۂ قطبیت پر شیخ علی بن الہیتیؒ سرفراز ہوئے۔

پھر فرمایا کہ:

"شیخ عبدالقادرؒ مقام قطبیت میں کامل تھے اور انھیں اُس کے مدارج پر مکمل عبور تھا۔ ان میں وہ تمام کمالات مجتمع تھے جو اُن کے علاوہ دُوسرے مشائخ میں جمع نہیں ہوئے۔ ان کمالات سے ہم ناواقف ہیں۔"

پھر جب شیخ ادریس تنہا رہ گئے۔ تو مَیں نے اُن سے شیخ جاگیر کے قول کی تصدیق چاہی تو انھوں نے فرمایا کہ

"شیخ جاگیر عدول میں سے ہیں اُنھوں نے جو کچھ مشاہدہ کیا تھا، اس کا اظہار فرمایا ہے۔"

شیخ ابوعمرو عثمان صیرفی اور شیخ عبدالحق حریمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ عبدالقادرؒ رو رو کر فرمایا کرتے تھے کہ

"اے اللہ رب العالمین مَیں اپنی رُوح کا ہدیہ کس طرح پیش کر سکتا ہوں، جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہر شے کا مالک تو ہی ہے۔"

آپ اکثر مندرجہ ذیل شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وما ینفع الاعراب ان لم تکن تقی　　　وما ضر ذا تقوی لسان معجم

غیر متقی اہلِ عرب کو کوئی شے بھی نفع نہیں پہنچا سکتی، اور نہ اہلِ تقویٰ کو کسی عجمی کی زبان سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

نقصان پہنچ سکتا ہے۔

مذکورۂ بالا شعر کے علاوہ آپ یہ اشعار بھی پڑھتے تھے ؎

لَا تَسْقِنِیْ وَحْدِیْ فَمَا عَوَّدْتَنِیْ ۔۔۔ اِنِّیْ اَشِحُّ بِهَا عَلَی الْجُلَّاسِ

مجھ کو تنہا مت پلا، اس لئے کہ میں اس کا عادی نہیں جو اپنے ہمنشینوں سے بخل کروں۔

انت الکریم وهل یلیق تکرما ۔۔۔ انی یعر الندماء دون الکاس

تو کریم ہے اور کریم کے لئے یہ کیسے سزاوار ہے کہ ہمنشین کو بغیر جام کے چھوڑ دے۔

یہ اشعار سُن کر لوگوں میں ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ ایک یا دو آدمی اسی وقت مر گئے۔

شیخ ابو عمرو عثمان ہی کا بیان ہے کہ ہم نے شیخ سوید اسنجاری سے کئی مرتبہ یہ سنا کہ ثابت قدمی کے اعتبار سے ہمارے شیخ عبد القادرؒ حال وقال میں اپنے تمام ہمعصروں میں فوقیت لئے ہوئے تھے۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ میرے دادا اکثر و بیشتر مجلسوں میں حضرت شیخ عبد القادرؒ کا ذکر کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں میں آپ کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد کہتے، کہ "شیخ عبد القادر بارگاہ قدس کے سردار ہیں"۔

شیخ ابو الفتح ہروی بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت شیخ کی خدمت میں مسلسل چالیس سال تک رہا اور اس عرصہ میں ہمیشہ حضرت کو عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے دیکھا۔ جب وضو ٹوٹ جاتا تو آپ دوبارہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے تھے (تحیۃ الوضو)۔ لیکن جب آپ خلوت میں داخل ہوتے تھے، تو اس کے بعد صبح تک نہ تو باہر آتے اور نہ کوئی آپ کے حجرہ عبادت میں جاتا۔ خلیفۂ وقت بھی رات میں ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔ لیکن اس کو بھی طلوع فجر تک انتظار

کرنا پڑا۔

کسی نے حضرت شیخ سے سوال کیا کہ کس قسم کے اللہ والے بہتر ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

"عقلاءِ اللہ سب سے بہتر ہوتے ہیں، کیونکہ اُن کا مولا اُن کی عقل کو ایک نظر سے سلب کر لیتا ہے۔ اور اہلِ عقل پر منجانب اللہ خصوصی ہوائیں چلتی ہیں لیکن ان کی ذاتی قوت سے اِن حضرات کی داڑھی کا ایک بال تک بھی حرکت نہیں کرتا"

حضرت شیخ کیلئے بازِ اشہب کا خطاب

شیخ ابو سلمان دانور بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ عقیل کی خدمت میں حاضر تھا تو کسی نے اُن سے کہا کہ بغداد میں ایک عجمی نوجوان ہے جس کا نام عبدالقادرؒ ہے۔ یہ سنتے ہی شیخ عقیل نے فرمایا کہ:

"زمینوں سے زیادہ اُس کی شہرت آسمانوں میں ہے اور وہ نوجوان بہت ہی عظیم المرتبت ہے، جس کو ملائکہ بازِ اشہب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ اپنے دَور کا یکتا فرد ہو گا، اور تمام امور اُس کے سپرد کر کے اس کو صدر بنا دیا جائے گا"

شیخ عقیل منبجی پہلے فرد ہیں جنھوں نے حضرت شیخؒ کو بازِ اشہب کے لقب سے ملقب کیا۔

جناب غوثِ اعظمؒ کا مشاہدہ

ابو مظفر شمس الدین یوسف بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے حضرت شیخؒ کی خدمت میں پوری رات گزاری۔ موسم شدید سردی کا تھا۔ اتفاقاً مجھے احتلام ہو گیا، لیکن مَیں نے یہ طے کر لیا کہ مَیں حضرت کی مجلس ترک نہیں کروں گا۔ اور مجلس ختم ہونے کے بعد غسل

کروں گا۔ اسی وقت حضرت شیخ مدرسہ میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو گئے۔ پھر میری جانب دیکھتے ہوئے فرمایا کہ:

"تم ہماری مجلس میں سردی کا بہانہ بنا کر حالتِ جنابت میں شریک ہو گئے ہو۔"

خطراتِ قلب پر آگاہی

شیخ شمس الدین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جرمیہ کے ایک باشندے نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اتوار کی شب حضرت شیخ کی مجلس میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور بعد میں آپ کے مدرسہ میں سو گیا۔ لیکن کچھ رات گزرنے کے بعد گرمی کی وجہ سے مدرسہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ اس وقت میرے دل میں کھجوروں کی خواہش ہوئی۔ میں نے دل میں کہا کہ "کاش اللہ تعالیٰ مجھے کہیں سے پانچ کھجوریں عطا کر دے۔"

اسی چھت پر حضرت شیخؒ کے حجرے کا ایک چھوٹا سا دروازہ کھلتا تھا ــــ اچانک وہ دروازہ کھلا اور حضرت شیخؒ نے مجھے پانچ کھجوریں دے کر فرمایا:

"اے مظفر! کیا تو پہلے سے مجھ سے واقف نہیں تھا؟ یہ لے! اور یہ تیری خواہش کے مطابق ہے۔"

راوی فرماتے ہیں کہ اس کی مثل آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔

امتیازی حسب و نسب

شیخ عمرو بیان کرتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے شیخ ابو نصیرؒ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی، تو آپ نے حکم دیا کہ

جب تم بغداد پہنچو تو اس عجمی نوجوان کی ملاقات کو نہ بھولنا، جس کا نام عبدالقادر ہے، اور جب تم اُن سے ملاقات کرو تو میرا سلام عرض کر کے دُعا کی درخواست کرنا اور کہہ دینا کہ نہ تو آپ جیسا کوئی

عجم میں پیدا ہوا نہ عراق میں۔ اور آپ ہی کی وجہ سے مشرق نے مغرب پر فضیلت حاصل کر لی ہے۔ آپ کا علم و نسب واضح طور پر تمام اولیاءِ کرام میں ممتاز ہے۔"

کتاب و سنّت پر عمل کے بارے میں حضرت شیخ کا فرمان

شیخ شادر سبتیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت نے دعوتِ ولیمہ کی اور اس میں عراق کے تمام مشائخ و علماء کو مدعو کیا۔ لیکن سوائے شیخ عبدالقادرؒ، شیخ عدی بن مسافرؒ اور شیخ احمد رفاعی کے تمام علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر واپس جا چکے تو وزیر نے خلیفہ سے عرض کیا کہ مذکورۂ بالا تینوں حضرات دعوت میں شریک نہیں ہوئے۔ خلیفہ نے خادم کو حکم دیا کہ شیخ عبدالقادرؒ کو مدعو کر کے جبلِ ہکار اور ام عبیدہ کی جانب جا کر شیخ عدی اور شیخ احمد رفاعیؒ کو دعوت میں شرکت کے لئے بلا لاؤ۔ ابھی دربان دربارِ خلافت سے نکلنے بھی نہ پایا ہوگا کہ حضرت شیخؒ نے مجھ سے فرمایا:

"اے شادر! باب حلد کے باہر مسجد میں چلے جاؤ، وہاں تم کو شیخ عدی اور دوسرے افراد ملیں گے اُن کو میرے پاس پہنچنے کو کہو۔ اس کے بعد مقبرہ شونیزی جاؤ اور وہاں شیخ احمد رفاعیؒ اور اُن کے دو ہمنشینوں کو بھی میرے پاس آنے کے لئے کہو۔"

شیخ شادر فرماتے ہیں کہ جب میں باب حلد کی مسجد میں پہنچا تو وہاں شیخ عدی اور اُن کے ہمراہ دو افراد کو پایا۔ چنانچہ میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ کو حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے یاد فرمایا ہے۔ اور جب وہ چلنے کے لئے کھڑے ہوئے، تو میں نے بھی اُن کے ہمراہ چلنے کا قصد کیا۔ لیکن شیخ عدیؒ نے فرمایا کہ

"اے شادر! کیا تم شیخ عبدالقادرؒ کے حکم کے مطابق شیخ احمد الرفاعی کو بلانے نہیں جاؤ گے؟"

چنانچہ جب میں مقبرہ شونیزیہ میں پہنچا تو شیخ احمد اور اُن کے ہمراہ دو افراد کو پایا۔ میں نے اُن کو بھی حضرت شیخ کا پیغام پہنچا دیا۔ اور جب مغرب سے پہلے یہ دونوں حضرات حضرت شیخ کی خانقاہ میں پہنچے تو آپ نے کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا اور دونوں سے معانقہ کیا ادھر خلیفہ کے ہرکارے نے جلدی سے خلیفہ کے پاس جا کر پورا واقعہ بیان کر دیا۔

یہ سُن کر خلیفہ نے ایک قاصد کو اپنے لڑکے کے ہمراہ حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج کر ان حضرات سے تشریف آوری کی استدعا کی۔

شادرؒ کہتے ہیں کہ حضرت شیخؒ نے مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا، اور جب غروبِ آفتاب کے قریب ہم دریا کے کنارے پر پہنچے تو دیکھا کہ شیخ علی بن الہیتی بھی وہاں موجود ہیں۔ چنانچہ تمام مشائخ نے اُن سے ملاقات کی اور انھیں بھی اپنے ہمراہ لے کر دار حسنہ پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ خلیفہ مہمان خانے کے وسط میں کھڑا ہے اور اس کے پاس محل کے خدام میں سے صرف دو شخص موجود ہیں۔ اُس نے بڑھ کر ہم سب کا استقبال کیا اور ہم نشست گاہ کے آخری حصہ میں پہنچ کر بیٹھ گئے اور خلیفہ کے ہمراہ کھانا کھایا۔ پھر وہاں سے نکل کر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ مزار شریف پہنچ کر یہ چاروں بزرگ حجرۂ مزار کے اندر تشریف لے گئے اور باقی لوگ باہر کھڑے فاتحہ پڑھتے رہے۔

وہ رات بہت ہی تاریک تھی۔ لیکن حضرت شیخؒ جب کسی پتھر یا لکڑی یا کسی قبر کی دیوار کے قریب سے گزرتے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیتے اور ایک نور چاند کے نور کی طرح آپ کے انگل سے نکلتا جس کی روشنی میں سب لوگ

چلتے ہوئے امام حنبلؒ کے مزار پر پہنچ گئے۔ اور زیارت کے بعد جب باہر نکلے اور سب نے اپنی اپنی راہ جانے کا قصد کیا تو حضرت غوثِ اعظمؒ سے شیخ عدیؒ نے کہا کہ آپ ہمیں کوئی نصیحت فرمادیں۔ تو آپ نے فرمایا:

"میں تمھیں کتاب وسنت کی پیروی کی تلقین کرتا ہوں۔"

شیخ عمر بزاز بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے شیخ عدیؒ کی زیارت کا شوق ہوا تو میں نے شیخ عبدالقادرؒ سے اجازت طلب کی اور حصول اجازت کے بعد سفر کر کے جبل ہکار پہنچا تو وہاں بلانس کی خانقاہ کے دروازے پر شیخ عدیؒ کو کھڑا پایا اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

"مرحبا اے عمرو تو دریا کو چھوڑ کر نہر کے پاس آگیا۔ اے عمرو! شیخ عبدالقادرؒ سارے زمانے کے اولیاء کیلئے صاحبِ فضل وکرم اور اپنے دور کے تمام محبینِ خدا کے سردار ہیں۔"

شیخ عارف سنجاری کا قول ہے کہ

"حضرت شیخ عبدالقادرؒ تمام عالم کے سردار اور تمام اولیاء میں منفرد ہیں۔ اور شیخ عبدالقادرؒ وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے عالم موجودات اور نظامِ تکوینی میں تصرف کے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ وہ شخص خوش قسمت ہے اور بشارت ہے اس کے لئے جو آپ کی صحبت میں بیٹھا یا جس کے قلب میں آپ کا تصور آیا۔"

حضرت شیخ سلطان الاولیاء اور سید العارفین ہیں

شیخ یحییٰؒ بیان کرتے ہیں، کہ جب شیخ موسیٰ بن ہامان حج کر کے بغداد آئے تو میں اور میرے والدان کے ہمراہ شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت میں نے شیخ موسیٰ کو آپ کا اس درجہ

ادب واحترام کرتے دیکھا کہ آج تک کسی کو اس قدر احترام کرتے نہیں دیکھا تھا جب ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے تو میرے والد نے شیخ موسیٰ سے عرض کیا کہ آپ جیسا احترام کرنے والا میں نے کسی کو نہیں پایا۔ یہ سُن کر انھوں نے جواب دیا،

"حضرت شیخ عبدالقادرؒ ہمارے دور کے سب سے افضل فرد اور سُلطان الاولیاء وسیّد العارفین ہیں۔ جن کا ملائکہ احترام کرتے ہوں اُن کا میں کس طرح احترام نہ کروں؟"

حضرت شیخ کے تصرّفات

شیخ الشیوخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۵۶۰ھ میں شیخ ارسلان سے سُنا کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ محفلِ حضوری کے صدر اور حکمت آمیز کلام فرمانے والوں میں سے تھے اور قریب وبعید کے تمام اہلِ زمانہ کے معاملات میں احکام آپ ہی کے سُپرد کئے گئے تھے۔ یعنی وُہ جس کو چاہیں عطا فرمادیں اور جس سے چاہیں سب کچھ سلب کرلیں اور آپ نائب رسول کی حیثیت رکھتے تھے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ جب مَیں اپنے چچا ابونجیب عبد القاہر کے ہمراہ ۵۶۰ھ میں حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میرے چچا آپ کے کمال عظمت واحترام میں خاموش بیٹھے رہے۔ اور واپسی پر جب میں نے اُن سے اِس درجہ ادب واحترام کی وجہ دریافت کی تو فرمایا؛

"کہ مَیں اس ہستی کا احترام کیسے نہ کروں جس کو فرشتوں پر بھی مکمل تصرّف حاصل ہے، اور جو موجودہ دَور میں عالمِ تکوین میں منفرد ہیں۔ جس کو میرے ہی قلب پر نہیں بلکہ تمام اولیائے کرام کے قلوب پر تصرّف کی ایسی قدرت حاصل ہے کہ جس کے احوال چاہیں سلب کرلیں اور جس کے چاہیں بحال رکھیں۔"

حضرت شیخ کے متبعین کو بلند مراتب حاصل ہوئے ہیں

شیخ ابو محمدؒ کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ ابو بکر بن ہوار حضرت شیخ عبدالقادر کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ "وہ تقریباً پانچویں صدی کے وسط میں عراق کے اندر ظاہر ہوں گے۔"
پھر آپ نے اُن کے فضائل بیان کئے جو صرف میرے کانوں تک ہی محدود رہے۔ لیکن جب مَیں نے مقام اولیاء کا بذریعہ کشف مشاہدہ کیا تو دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اِن تمام اولیاء کے صدر بنے ہوئے ہیں۔ اور جب مَیں نے مقام مقربین کے سلسلہ میں کشف کیا تو آپ کے مقام و مرتبہ کو سب سے بلند پایا۔ اور جب صاحبِ کشف لوگوں کے اطوار پر نظر کی تو آپ اُن میں بھی سب سے افضل و اعلیٰ نظر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ وُہ چیزیں ظاہر فرمائیں، جو صدیقین سے تجاوز ہوتی ہیں۔ اور جو شخص بھی آپ کے اقوال و افعال کا پیرو رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو مراتب رکھنے والے بندوں میں اٹھائے گا۔ اور اس پر روزِ قیامت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ کرم فرمائے گا اور اس پر فخر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن سے اور ہم سے راضی رہے اور ہمیں ان کی دینی اور دنیاوی برکتوں اور منافع سے نوازتا رہے۔ آمین۔ ثم آمین ÷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

تذکرہ محبوبِ سبحانی غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت
یحیٰی تادفی قدس سرہٗ
العزیز نے بڑی دیدہ وری اور تفحص کے ساتھ
اس باب کے تحت مداحان درگاہِ غوثیت کے اسمائے
گرامی بیان کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ
مداحانِ بارگاہِ غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر زمانے میں موجود تھے
اور انشاءاللہ قیامت تک موجود رہیں گے۔ ان حضرات
میں چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی اور قرون مابعد
کی وہ ہستیاں شامل ہیں جو اس زمانے میں خود
ممدوح رہی
ہیں۔

شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑی عظمت و مرتبت کے مالک تھے۔ آپ سے اکابر مشائخ عراق کو نسبت حاصل ہے۔ آپ پہلے فرد ہیں جنھوں نے دورِ رسالت اور اس کے بعد مشائخ کے خاتمہ کے بعد عراق میں مشیخیت کی بنیاد رکھی۔ آپ کا قول ہے کہ:

"جو شخص مسلسل چالیس چہار شنبہ میری قبر کی زیارت کرے گا، وہ آگ سے محفوظ رہے گا، کیونکہ باری تعالیٰ سے میرا معاہدہ ہے کہ میرے حرم میں جو شخص بھی داخل ہوجائے اس کو آگ سے محفوظ رکھا جائے گا۔"

چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ آپ کی قبر پر مچھلی یا گوشت اگر لایا جاتا تو بعد میں وہ آگ پر گلتا نہیں تھا۔

آپ کے فیضِ صحبت سے اکابر اولیاء شیخ شنبکی وغیرہ نے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں بے شمار لوگ اعلیٰ مقام تک پہنچے۔ آپ کے مریدین میں کثرت سے صاحبِ احوال بزرگ ہوئے ہیں جن پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے فضل و کمال پر بڑے بڑے صاحبِ عظمت مشائخ کا اجماع ہے جو آپ کے اقوال و افعال سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ آپ کی زیارت کو ہر سمت سے لوگ نذر لے کر حاجت براری کے لئے حاضر ہوتے اور اہلِ سلوک بھاگ کر آپ کے پاس پہنچتے۔ آپ اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے مظہر تھے۔ آداب و تواضع کے حامل اور احکامِ شرع پر شدت سے عمل پیرا تھے۔ اہلِ سنّت اور دیندار لوگ آپ کا بجد

لہ اولیاء کے مزارات کی زیارت بہت منفعت بخش ہے۔ نذر لے کر حاجت براری کیلئے مزارات پر جانا اسلاف کا معمول رہا ہے ۱۲۔

احترام کرتے تھے۔ علمِ معرفت میں آپ کے ملفوظات بہت مشہور ہیں۔ حکمت کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ

"حکمت یہ ہے کہ لسانِ صدق کے ذریعے عارفین کے دلوں پر اور زبان تفصیل کے ذریعہ زاہدوں کے قلب پر اور لسانِ شوق کے ذریعہ مجلین کے دلوں پر تبصرہ کیا جا سکے۔ لیکن لقاءِ الٰہی کے وقت ادب احترام برقرار رہے اور جذبۂ اطاعت بھی قائم رہے۔ اتباعِ سنّت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ محبت جذبۂ اطاعت اور اہلِ علم سے میل جول قائم رکھا جائے۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جہلاء کے لئے ہمیشہ دعاء کرتا رہے۔ غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ جس نے حق تعالیٰ کی مودّت حاصل کر لی۔ وہ بندوں میں سر بلند ہو گیا۔ اللہ واحد ہے تو ضروری ہے کہ اس کا طالب بھی وحدانیت پرست ہو۔ اور وہ مشاہدات کے سبب فنا فی اللہ ہو جائے۔

مشتاق کی پہچان یہ ہے کہ اس پر ان معارف کا انکشاف ہونے لگے۔ جو دوسروں پر نہ ہوتا ہو۔ اور اسی کو لسان ازلی کی جانب اشارہ کیا جائے۔ جس کے ذریعہ وہ حصول نعمت کرتا رہے۔ پھر جب ان پر حجاب واقع ہو جاتا ہے۔ تو یہی مسرت خوف وبکاء کی جانب عود کر کے واصل الی اللہ بنا دیتی ہے۔ پھر تکبّر و غرور کا جذبہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسا مہلک و عظیم مرض ہے جس کا کوئی علاج نہیں ؎"

شیخ بن ہوار ابتدائی دور میں بطائح کے راستہ میں ڈاکہ زنوں کے

سردار تھے۔ لیکن ایک رات انھوں نے کسی عورت کو اپنے شوہر سے یہ کہتے سُنا کہ اسی جگہ پڑاؤ ڈال دو تاکہ ابنِ ہوارا کے ظلم وستم سے بچ جائیں۔ کیونکہ آگے ڈاکوؤں کا مسکن ہے۔

یہ آواز سُن کر آپ کو ایسی نصیحت ہوئی کہ آپ نے رو کر کہا کہ:

"لوگ مجھ سے اس درجہ خائف رہتے ہیں۔ لیکن مَیں اللہ تعالیٰ سے ذرہ برابر خوف نہیں کرتا۔"

اسی وقت آپ نے رہزنی سے توبہ کر لی اور اُس مقام کو چھوڑ کر صدقِ دل کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو گئے اور اپنے دَور کے مشہور و معروف بزرگ ہوئے۔ اُسی شب آپ کو خواب میں حضور نبی کریم علیہ السّلام اور حضرت صدیق اکبرؓ کی زیارت ہوئی تو آپ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھ کو خرقہ پہنا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اے ہورا! مَیں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرا شیخ ہے۔"

پھر حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو حکم دیا کہ "اس کو خرقہ پہنا دو۔" چنانچہ انھوں نے آپ کو ایک خرقہ اور ایک رومال دیا۔ اور سر پر دستِ شفقت رکھ کر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت عطا فرمائے۔"

پھر حضور علیہ السّلام نے فرمایا:

"اے ابوبکر (ابن ہوارا) تم عراق میں اہلِ طریقت کی سنّت کو زندہ کرو گے۔ یہاں ابن ہوارا کے درس سے بڑے بڑے حقائق قائم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوں گے، اور اس کی مشیخت تاحشر قائم رہے گی۔"

شیخ ابنِ ہوارا کہتے ہیں:

"جب اس کے بعد میری آنکھ کھُلی تو مَیں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا

دیا ہوا خرقہ اور رومال اپنے پاس پایا۔ اور اس وقت یہ منادی ہو رہی تھی کہ ابن ہوارا واصل الی اللہ ہو گئے "۔

شیخ عزاز بن مستودع کا قول ہے کہ اسلاف کے بعد شیخ بن ہوارا پہلے فرد ہیں جن کے انوار سے بطائح منوّر ہوا۔ آپ کے پاس رجال الغیب بکثرت حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی ہر دعا قبول ہوتی اور آپ کو تصرّف تام حاصل تھا۔

شیخ احمد بن رافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی عورت نے آپ سے عرض کیا کہ میرا بچہ دریا میں غرق ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ میری کوئی دوسری اولاد نہیں میں قسمیہ عرض کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ قدرت عطا کی ہے کہ آپ میرے بچے کو واپس لوٹا سکتے ہیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں اللہ اور اس کے رسول سے یہ شکایت کروں گی کہ یہ میرے بچّے کو لوٹانے پر قادر تھے لیکن نہیں لوٹایا۔

یہ سن کر آپ نے کچھ دیر سرنگوں رہ کر فرمایا کہ

"مجھے وہ جگہ دکھاؤ، جہاں تمہارا بچہ غرق ہوا ہے "۔

چنانچہ وہ عورت آپ کو دریا پہ لے گئی جہاں اس کا بچّہ غرق ہونے کے بعد مُردہ حالت میں اوپر تیر رہا تھا۔ آپ پانی میں جا کر اس بچّے تک پہنچے، اور اپنے کاندھوں پر اٹھا کر باہر نکالا۔ اور اس کی ماں سے کہا کہ "لو اس کو پکڑ و"۔

جب عورت کی بچہ پر نظر پڑی تو وہ زندہ تھا۔ اور اپنے پیروں کے ساتھ اس طرح چل کر گیا جیسے کہ اس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

شیخ ابو محمد شنبکی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ بن ہوارا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ پانی کے اندر ایک درخت کے نیچے تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ایک شیر آپ کی محافظت کر رہا ہے۔ اور جب آپ پانی سے بر آمد ہوئے تو شیر قدموں میں لوٹنے لگا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اور پیش آیا۔ ایک بہت بڑا شیر آپ کے سامنے اپنی پیشانی کو زمین پر رگڑ کر آپ سے مخاطب ہے۔ اور آپ بھی اس کو کچھ جواب دے رہے ہیں۔ پھر جب وہ شیر چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ پر اللہ کی مزید رحمتیں نازل ہوں، یہ فرمائیے کہ شیر نے آپ سے کیا کہا؛ اور آپ نے اس کو کیا جواب دیا؛

شیخ نے فرمایا کہ:

"اے شنبکی! شیر نے تو مجھ سے یہ کہا کہ "میں تین یوم سے بھوکا ہوں اور کوئی چیز بھی نہیں چکھی ہے۔ لیکن جب صبح کے وقت میں نے خدا سے دُعا کی تو مجھ سے فرمایا گیا کہ تیرا رزق ایک گائے ہے جو ہمامیہ گاؤں میں ہے، لیکن جب تو اس کو کھائے گا تو تجھ کو بھی ضرر پہنچے گا۔ لہٰذا میں اس ضرر کی وجہ سے خوفزدہ ہوں"۔

یہ سن کر میں نے شیر سے کہا کہ "تیرے داہنے پہلو کو وہاں کے لوگ زخمی کر دیں گے لیکن تو ایک ہفتہ میں صحت یاب ہو جائے گا"۔

شیخ شنبکی کہتے ہیں کہ میں شیخ بن ہوارا سے یہ بات سُن کر تیزی سے قریۂ ہمامیہ کی جانب چل دیا۔ وہ شیر مجھ سے بھی پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ پھر وہی واقعہ پیش آیا جو شیخ ہوارا نے بتایا تھا۔ اُس کے ایک ہفتہ بعد جب میں شیخ بن ہوارا کی خدمت میں حاضر ہُوا تو دیکھا وہاں وہ شیر موجود تھا لیکن اس کا زخم مندمل ہو چکا تھا۔ اور وہ پہلے ہی کی طرح شیخ بن ہوار کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

شیخ بن ہوار کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ بطائح میں ایک کھاری اور ناکارہ کنواں تھا۔ لیکن جب آپ نے اس کنویں پر وضو کیا تو پانی میں اضافہ بھی ہو گیا اور پانی شیریں بھی ہو گیا۔

آپ ہوارپٹن میں سے تھے جو کردوں کے قبیلہ کی ایک شاخ ہے، وہیں سکونت اختیار کی اور وہیں سرزمین ملحا میں مدفون ہیں۔ آپ کی وفات پر جنات نے بھی نوحہ خوانی کی۔
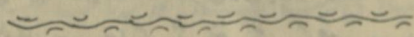
شیخ ابو محمد طلحہ شنبکی[1] رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑی شان وشکوہ کے مالک تھے۔ اور اس دور میں باطنی قوت آپ پر منتہی ہو چکی تھی۔ آپ کی تربیت سے عراق میں بڑے بڑے سالک پیدا ہوئے اور آپ ان کی تمام مشکلات حل کرتے تھے۔ آپ کی صحبت میں بے شمار علماء نے تربیت حاصل کی۔ مثلاً شیخ ابوالوفاء، شیخ منصور اور شیخ عزاز وغیرہ۔ آپ کے مریدین میں صاحبِ احوال حضرات کی ایک بڑی جماعت داخل تھی۔ اور بے شمار مخلوق آپ کے تلامذہ میں داخل ہوئی۔ شیخ بن ہوار کے بعد آپ ہی کو شیخ کا درجہ حاصل ہوا۔

آپ بہت عمدہ صفات کے حامل۔ ذی عقل وشعور اور بہت زیادہ صاحبِ حیا تھے۔ ہمیشہ آدابِ شریعت کا لحاظ اور سنتِ نبوی کا اتباع کرتے تھے۔

شیخ شنبکی بھی ابتدائی دور میں ڈاکو تھے۔ لیکن ایک رات انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شیخ بن ہوار کے قریہ کے قریب ایک قافلہ کو لوٹ کر مالِ غنیمت تقسیم کر لیا۔ لیکن صبح کے وقت جب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شیخ بن ہوار کی خانقاہ پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے قلب کو تو شیخ ہوار نے اپنے تصرف میں لے لیا ہے۔ یہ سن کر ساتھیوں نے بھی مالِ غنیمت پھینک کر کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ اسی وقت شیخ بن ہوار نے اپنے مصاحبین سے فرمایا:

"چلو چل کر اللہ کے مقبول بندوں سے ملاقات کریں۔"

---

[1] ایک قول کے مطابق شیخ محمد بھی نام آیا ہے۔

آپ کو دیکھ کر ڈاکوؤں نے عرض کیا کہ "اے سردار! ہمارے پیٹوں میں حرام غذا بھری ہوئی ہے اور ہماری تلواریں خون آلود ہیں۔"

شیخ ہوار نے فرمایا:

"ان تمام باتوں کو چھوڑ دو، تمھیں اللہ تعالیٰ نے مقبول فرما دیا ہے۔"

چنانچہ سب اسی وقت آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ اور شیخ شنبکیؒ تین یوم تک خانقاہ ہی میں مقیم رہے۔ چوتھے روز شیخ بن ہوارؒ نے فرمایا کہ

"آج سے تم شیخ کامل ہو گئے۔"

اس کے بعد اپنے مصاحبین سے فرمایا کہ

"شیخ ابو محمد طلحہ واصل باللہ ہو گیا۔"

شیخ ابو محمد کا بیان ہے کہ

پہلے روز تو میں نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن آخرت کی جانب دوڑنا شروع کیا اور تیسرے دن غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کی طلب میں مصروف ہو گیا۔"

اس کے بعد تمام اطراف میں آپ کو شہرت حاصل ہوئی۔ اور قرب الٰہی کی عظیم علامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔ حتیٰ کہ مسلسل خارق عادات کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا۔ آپ کی دعا سے مادرزاد اندھے، کوڑھی اور دیوانے شفایاب ہو جایا کرتے تھے۔ تنگ دستی کے باوجود اللہ نے بڑی برکت عطا فرمائی تھی۔

ایک دن آپ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ تقریباً ایک سو پرندے اڑتے ہوئے آکر آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ جو مختلف قسم کی بولیاں بول رہے تھے۔ اس وقت آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر فرمایا:

"اے رب! ان پرندوں نے تو مجھ کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔"

یہ کہتے ہی تمام پرندے مر گئے۔ آپ نے کہا کہ

"اے ربّ میرا مقصد ان کو مار ڈالنے کا نہیں تھا"

اور یہ کہتے ہی تمام پرندے زندہ ہو کر پرواز کر گئے۔

ایک مرتبہ آپ شرابیوں کے پاس سے گزرے جو نشہ میں بدمست تھے بجانے کے ساز، شراب اور جام اُن کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے دُعاء فرمائی کہ

"اے اللہ! ان کی آخرت کی زندگی کو بہتر بنا دے"

یہ کہتے ہی تمام شراب خالص پانی بن گئی اور شرابی ایسے خوفزدہ ہوئے کہ چیخیں مار مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور تمام جام اور سازوں کو توڑ کر تائب ہو گئے۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ جب آپ بارگاہِ قدس میں حاضر ہوں تو میرے حالات کے متعلق بھی دریافت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ

"مَیں نے تمہارے متعلق پوچھا تو فرمایا گیا کہ

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔ وہ ہمارے بہترین بندوں اور رجوع کرنے والوں میں سے ہے۔"

پھر شیخ ابو محمد سے فرمایا کہ

"تم خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو گے، اور حضورؐ میرے قول کے مطابق تمہیں خبر بھی دیں گے۔"

چنانچہ اسی شب اس شخص کو خواب میں حضور علیہ السّلام کی زیارت ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ

"شیخ ابو محمد نے صحیح کہا ہے، انھیں یہی بتایا گیا تھا"

آپ کی وفات بطائح کے قریب حدادیہ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

تاج العارفین شیخ ابوالوفا بن محمد حلوانی

مشہور بہ

کاکیس رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور میں مشائخ عراق کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ سے بکثرت کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ شیخ الہیتی اور شیخ بقا ابن بطو وغیرہ نے آپ سے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کے پاکیزہ اقوال اہلِ حقیقت کی زبانوں پر رہتے تھے۔ چالیس صاحبِ احوال افراد آپ کے خدام میں سے تھے۔ مشائخ عراق کہتے تھے کہ اُن کے جھنڈے تلے سترہ سلاطین (اولیاء) ہیں۔

جب شیخ ابو محمد شنبکی نے آپ کو بیعت کیا تو فرمایا:

"آج میرے جال میں ایک ایسا پرندہ پھنسا ہے جس کی مثال کسی شیخ کے پاس نہیں ملتی"۔

آپ بھی ابتدائی دور میں ڈاکو تھے۔ لیکن تائب ہونے کی وجہ یہ ہوئی، کہ شیخ شنبکی کے علاقے میں آپ نے لوگوں کے مویشی لوٹ لئے۔ لوگوں نے شیخ شنبکی سے عرض کیا کہ ڈاکوؤں نے ہمارے تمام مویشی لوٹ لئے۔ اور ہم میں مقابلہ کی طاقت نہیں تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ

"جا کر ڈاکوؤں سے کہہ دو کہ شیخ ابو محمد تمھیں توبہ کی دعوت دے کر کہتا ہے کہ سب لوگوں کے مویشی واپس کر دو"۔

جب خادم اُن کے پاس پہنچے اور شیخ ابوالوفا کی نظر اُس پر پڑی تو وہ بیہوش

ہو گیا۔ وُہ (خادم) جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ اُن کا سر شیخ تاج العارفین کے زانو پر رکھا ہے اور آپ اس سے پوچھ رہے ہیں کہ تمھارے شیخ نے تم سے کیا کہلا کر بھیجا ہے، خادم نے کہا کہ میرے سردار نے حکم دیا ہے کہ تم لوگ توبہ کر کے مویشی واپس کر دو۔

چنانچہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا

"اچھا میں توبہ کرتا ہوں"

پھر آپ نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مویشی واپس کرنے کو کہہ کر اس خادم سے کہا

"جا کر اپنے شیخ سے کہہ دو کہ میں حاضر ہوں گا"

جب خادم نے شیخ ابو محمد شنبکی سے اُن کا قول دُہرایا تو لوگوں نے پوچھا کہ ان کے اِس جملہ کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے فرمایا:

"ابوالوفا ضرور آئے گا، وُہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا"

چنانچہ جب وُہ اچانک جا پہنچے تو شیخ شنبکی نے معانقہ کر کے ان سے بیعت لی اور اپنا خرقہ پہنا کر اپنے پہلو میں بٹھا کر دُعائیں دیں۔ جب مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو شیخ ابوالوفا نے کہا کہ

"اُس وقت تک انتظار کرو جب تک عرش کا مرغ اذان نہ دیدے"

یہ جملہ سُن کر شیخ شنبکی نے پوچھا کہ

"اے میرے بیٹے کیا تم مرغِ عرش کی صدا سنتے ہو؟"

انھوں نے جواب دیا کہ

"میں تو تیئیس ۲۳ سال سے اُس کی آواز سنتا ہوں"

یہ سُن کر شیخ شنبکی نے فرمایا:

"اللہ نے تیرے اوپر بساطِ علم کو وسیع فرما دیا ہے"

چنانچہ جب شیخ ابوالوفا بغداد میں داخل ہوئے تو آسمان سے کسی نے ندا دی کہ:

"اے لوگو! اس کی تعظیم کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

چنانچہ قوم نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ مشائخ بطائح کا قول ہے کہ ہمیں ابوالوفا کا یہ واقعہ سُن کر بے حد تعجب ہوا۔

شیخ عزاز بن مستودع کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر پُوچھا کہ

"ابوالوفا کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مَیں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس پر قیامت کے دِن دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کیا جائے گا۔"

یہ بات مشہور ہے کہ آپ قبیلہ کُرد میں سے تھے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے کہ،

"کُردی قبیلے کے لوگوں میں ابوالوفا سے زیادہ کوئی فرد بھی اللہ تعالےٰ کے دروازے سے وابستہ نہیں ہوا۔"

آپ فرماتے تھے کہ:

"مَیں شام کے وقت عجمی بن جاتا ہوں اور صبح کے وقت عربی ہوتا ہوں۔"

قاضی القضاۃ مجیر الدّین علیمی نے اپنی تاریخ میں آپ کا شجرۂ نسب حضرت علیؓ کے ساتھ ملاتے ہوئے آپ کو قطبِ دوراں لکھا ہے۔

آپ ۱۲ رجب ۴۱۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۰ ربیع الاوّل ۵۰۱ھ میں بغداد کے شہر قلمینیا میں وفات پائی اور وہیں آپکا مزار ہے۔ آپکے مسلک کے متعلق مورخین کا اختلاف ہے، بعض نے حنبلی اور بعض نے شافعی لکھا ہے۔

شیخ حمّاد دباس بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار علماء راسخین میں ہوتا ہے جو علوم حقائق میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ آپ نے بغداد میں تربیتِ مریدین کر کے اُن کو اعلیٰ منازل پر پہنچایا۔ آپ کے کشف و کرامت کی واقفیت پر لوگوں کا اجماع ہے۔ آپ سے بغداد کے بڑے بڑے مشائخ و صوفیہ منسوب ہیں۔ آپ ان ہستیوں میں سے ایک ہیں جن سے شیخ عبدالقادرؒ نے بھی علمِ طریقت حاصل کیا۔ اور آپ کی تعریف کرتے ہوئے آپ کی کرامتوں کا ذکر بھی فرمایا۔

شیخ ابوالوفا جب بغداد میں تشریف لائے تو مشائخِ بغداد آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے اقوال سنتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے امیر کو حالت نشہ میں دیکھ کر بہت سخت و سست کہا۔ جس کے جواب میں اس امیر نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ ”اے اللہ کے گھوڑے اس امیر کو لے جا۔ یہ کہتے ہی اس امیر کا گھوڑا برق رفتاری سے اس کو لے کر بھاگ پڑا۔ اور یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ پھر ایک مرتبہ شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ:

”خدا کی قسم وہ گھوڑا اس کو لے کر جبلِ قاف کے پیچھے چلا گیا۔ اور وہ امیر اب وہیں سے اٹھایا جائے گا“

واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ شیخ معروف کرخیؒ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک عورت اپنے مکان میں گانا گا رہی تھی۔ جب اس کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی تو الٹے قدموں گھر واپس آ گئے اور اپنے اہلِ خانہ کو جمع

کر کے پوچھا کہ

"یہ مجھ کو کِس چیز کی سزا ملی ہے؟"

اہلِ خانہ نے بتایا کہ آج ہم نے ایک برتن خریدا تھا جس پر تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ

"اسی کی مجھ کو سزا ملی ہے"۔

یہ فرما کر برتن سے وُہ تصویر مٹا دی[1]۔

آپ کا قول ہے کہ تقرب الی اللہ کے لئے سب سے قریب راستہ اللہ کی محبّت ہے۔ اور محلین کی محبت اس وقت تک خالص نہیں ہوتی جب تک بے نفسی اور رُوحانیت حاصل نہ ہو جائے۔ نفس و نفسانیت کے خاتمہ ہی سے اللہ تعالیٰ کی سچّی محبت حاصل ہو سکتی ہے۔

شیخ ابو نجیب سہروردی فرماتے ہیں کہ خلیفہ مسترشد باللہ کا ایک غلام شیخ حمادؒ کی زیارت کو حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ

"مَیں قربِ الٰہی میں تمھارا حصّہ دیکھ رہا ہوں"۔

لیکن اس نے آپ کے قول کے مطابق عمل نہیں کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کا قول بھی خلیفہ کے سامنے نقل کر دیا۔ پھر ایک مرتبہ شیخ حمادؒ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تیرے احوال کو سلب کر لینے کا حکم دیا ہے، اور مَیں نے مرض برص کو حکم دے دیا ہے کہ وُہ تیرے اوپر غلبہ حاصل کر لے"۔

ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ وُہ غلام برص میں مبتلا ہو گیا۔ اور تمام حاضرینِ مجلس یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ پھر جب غلام خلیفہ کے پاس پہنچا تو خلیفہ نے تمام اطباء کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ لیکن سب نے صاف طور پر کہا کہ اس مرض

---

[1] تصاویر سے اجتناب اہل اللہ کا طریقہ رہا ہے جبکہ آج کا معاشرہ اس کے خلاف عمل پیرا ہے۔ (مصحح)

کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ آپ اس کو محل سے باہر نکال دیجئے۔
جب اس کو محل سے باہر نکال دیا گیا تو وُہ آکر شیخ حمادؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اپنی بدحالی کا شکوہ کرتے ہوئے ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر جب اس کو قمیص پہنائی تو اس کا جسم چاندی کی مانند چمک اٹھا اور تمام مرض ختم ہو گیا۔ لیکن غلام کے قلب میں یہ خیال آگیا کہ کل پھر خلیفہ کے پاس لوٹ جانا چاہیئے۔ اسی وقت شیخ نے اپنی انگلی سے اس کی پیشانی پر ایک خط کھینچ دیا جس کی وجہ سے وُہ حصّہ پھر برص زدہ ہو گیا۔ اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ:
"یہ نشان ہمیشہ تجھے خلیفہ کے پاس جانے سے روکتا رہے گا۔"
پھر اس نے تمام عمر آپ ہی کی خدمت میں گزار دی۔
شیخ ابو نجیب کہتے ہیں کہ شیخ حماد بغداد کے ان عظیم مشائخ میں سے تھے، جن کی مَیں نے زیارت کی ہے۔ کرامت کے لحاظ سے آپ کو یہ اولیت حاصل تھی کہ آپ کی خلوت گاہ میں مکھی وغیرہ داخل نہیں ہو سکتی تھی۔
شیخ شمس الدین ابو مظفر کہتے ہیں کہ
"اگر شیخ حماد میں زُہد طریقت اور مکاشفہ کا کوئی بھی وصف نہ ہوتا، جب بھی اُن کے لئے یہ بہت کافی تھا کہ وُہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے اُستاد تھے۔"
شیخ حماد شام کے باشندے تھے، لیکن بغداد میں مظفریہ کے مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی۔ اور شونیزیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آپ کا مزار دمشق میں موصلی کے قبرستان میں ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

شیخ عزاز بن مستودع بطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ عراق کے عظیم سرداروں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے مریدین کی بہترین تربیت فرمائی۔ اسی لئے آپ کے پاس ہر وقت صلحاء اور ذی مرتبت لوگوں کا ایک مجمع لگا رہتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے علم معرفت حاصل کر کے بہت نفع حاصل کیا۔ آپ کی صحبت سے بیشمار لوگ فیضیاب ہوئے۔ آپ کے کثیر تلامذہ ہوئے۔ آپ کی عظمت و بزرگی پر ان تمام علماء کا اجماع ہے جو آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ اوصاف حمیدہ کے مالک اور شریعت و سنت کے بے حد پابند تھے۔ آپ نے کثرت کے ساتھ مجاہدے اور مراقبے کئے۔ ظاہری و باطنی حیثیات سے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اور اہلِ معرفت کی زبانوں پر آپ کے زریں اقوال رہا کرتے تھے۔

آپ کا ایک قول یہ ہے کہ

"ارواح جب شوق سے ملتفت ہوتی ہیں۔ تو مشاہدہ کے ذریعہ ان پر ایسے کچھ کھلتے ہیں کہ معبود کی حیثیت سے اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ اور یہ کیفیت یہ بتاتی ہے کہ حادث شے کبھی قدیم کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اور صفات باری واصل بالحق ہونے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ پھر عاشقوں کے دل معرفت کے پروں سے پرواز کرنے لگتے ہیں اور یہی شوق و محبت انھیں انوار انس کی منزل پر لے جاتا ہے اور قلب سلیم درِ وفا دے کر ہر چہار جانب سے مزکی و مصفا کر دیتا ہے داہنی طرف عطا ہوتی ہے۔ تو بائیں جانب تمنا اور آگے

جذبۂ ملاقات ہوتا ہے اور عقب میں صرف بقارہ جاتی ہے۔

جناب شیخ کی خدمت میں جنّات حاضر ہوتے تھے اور جنگل کے درندے بھی آپ کے پاس آتے تھے۔

شیخ عبداللطیف فرماتے ہیں کہ شیخ عزاز ایک مرتبہ نخلستان کی طرف گزرے تو کھجوروں کے گچھے دیکھ کر خواہش ہوئی فوراً درخت سے کھجوریں گریں۔ آپ نے انھیں کھایا اور واپس آگئے۔

شیخ کے خادم شیخ جلیل واسطی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے شیخ عزاز سے سُنا ہے کہ ابتداء میں میرے اوپر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مَیں نے چالیس یوم نہ کچھ کھایا نہ پیا اور میری قوت فیصلہ بھی ختم ہو گئی۔ لیکن بعد میں میری حس تو واپس آگئی لیکن میرے اوپر سترہ یوم تک غفلت طاری رہی۔ اور جب میں اپنی اصلی حالت پر آیا تو بھوک کی وجہ سے مجھے یہ خواہش ہوئی۔ کاش اس وقت مجھے گرم روٹی، بھُنی مچھلی اور کورے گھڑے کا ٹھنڈا پانی مل جائے۔ اس وقت میں دریا کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ ناگہاں مَیں نے دیکھا کہ وسط دریا سے کچھ سیاہ صورتیں نمودار ہوئیں۔ جب وہ میرے قریب آئیں تو وُہ تین بڑی مچھلیاں تھیں اور اُن میں سے ایک کی پشت پر دو روٹیاں تھیں۔ اور دُوسری کی پشت ایک برتن میں بھنی ہوئی مچھلی، اور تیسری کی پشت پر جدید رنگ کا سُرخ برتن تھا۔ موجیں انھیں دائیں بائیں ہچکولے دے رہی تھیں۔ حتیٰ کہ وُہ میرے پاس تک پہنچ گئیں۔ اور ہر چیز اپنی اپنی کمر پر سے میرے سامنے ڈال دی۔ اُن کا انداز بالکل ایسا تھا جیسے کوئی انسان کسی انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ میرے سامنے کھانا رکھ کر وُہ اُلٹے قدم واپس ہو گئیں۔ اور جب مَیں نے روٹیاں اٹھائیں تو اُن میں سے بھاپ نکل رہی تھی۔ مَیں نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب اُس برتن کا پانی پیا تو وُہ ایسا شیریں اور ٹھنڈا تھا کہ اس سے قبل

کبھی نہیں پایا تھا۔ میرے شکم سیر ہوکر کھانے پینے کے بعد اس کھانے کا دسواں حصہ بھی ختم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ میں اس کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا۔

آپ سے متعلق ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے تو دیکھا کہ ایک شیر نے ایک نوجوان پر حملہ کر کے اس کی پنڈلی توڑ دی ہے۔ یہ دیکھتے ہی آپ نے شیر کو ڈانٹا جس سے گھبرا کر وہ بھاگا۔ تب شیخ نے لوبیہ کے برابر کنکریاں ہاتھ میں لے کر شیر کو ماریں تو وہ ان کی ضرب سے مرگیا۔ پھر آپ نے نوجوان کے قریب جا کر اس کی شکستہ پنڈلی کا ٹکڑا اسی کے مقام پر رکھ کر اپنا ہاتھ پھیرا۔ تو وہ بالکل جڑ گئی اور وہ نوجوان اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔

آپ بسا اوقات مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے تھے ؎

عَوَّدُوْنِی الْوِصَالَ وَالْوَصْلُ عَذْبٌ ۔۔۔ وَرَمَوْنِی بِالصَّدِّ وَالصَّدُّ صَعْبٌ

مجھ کو وصال کا عادی بنا دیا اور وصال شیریں ہوتا ہے اور ہجر نے مجھ کو مار دیا کیونکہ ہجر دشوار ہوتا ہے۔

زَعَمُوْا حِیْنَ عَاتَبُوْا اَنَّ جُرْمِیْ ۔۔۔ فَرْطُ حُبِّیْ لَهُمْ وَمَا ذَاكَ ذَنْبٌ

انھوں نے یہ تصور کر کے مجھ پر غصہ کیا کہ میرا جرم ان کی محبت کی زیادتی ہے حالانکہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

لَا وَحَقِّ الْخُضُوْعِ عِنْدَ التَّلَاقِیْ ۔۔۔ مَا جَزَا مَنْ یُّحِبُّ اِلَّا یُحِبُّ

ملاقات کے وقت عاجزی کے حق کی قسم کہ محبت کرنے والے کی جزا صرف محبت ہے۔

آپ کی وفات شیخ منصور بطائحی سے قبل ہوئی لیکن ولادت اور وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہوسکی ؞

شیخ کبیر منصور البطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بطائح کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ نہایت حسین و جمیل تھے ادیب اور اسلاف کے طریق پر کاربند تھے۔ فراخی و تنگی ہر حال میں احکام الٰہیہ کے پابند رہتے۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی دعائیں مستجاب ہوتیں۔

جب آپ شکم مادر میں تھے اور آپ کی والدہ شیخ ابو محمد شنبکیؒ کے پاس جاتیں تو وہ اُن کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب انھوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ

"میں اس بچّے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہوں جو تمھارے شکم میں ہے کیونکہ وہ مقربین میں سے ہے۔"

آپ نے شیخ شنبکیؒ سے علم حاصل کیا۔ آپ سے جب محبّت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"محبّت کرنے والا محبّت کے نشہ میں مدہوش ہوتا ہے۔ اور شراب محبّت کے نشہ میں حیران وہ سُکر سے حیرت کی طرف اور حیرت سے سُکر کی طرف راجع ہوتا ہے۔"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

اَلْحُبُّ سُکْرٌ خُمَارُہُ التَّلَفُ ــــ یَحْسُنُ فِیْہِ الذُّبُوْلُ وَالدَّنَفُ

محبّت وہ نشہ ہے جس کا خمار فنا ہو جاتا ہے اور محبّت میں کمزور و لاغر ہونا بہت اچھا ہے۔

وَالْحُبُّ کَالْمَوْتِ یُفْنِیْ کُلَّ ذِیْ شَغَفٍ ــــ وَمَنْ تَطْعِمُہٗ اَوْدٰی بِہِ التَّلَفُ

---

۱ عجز و انکسار۔

محبّت محب کو موت کی طرح فنا کر دیتی ہے اور جس کو لقمہ بنا لیتی ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے

فِی الْحُبِّ مَاتَ اِلَّا اِلَی اَصْفُوا مُحِبَّتَهُمْ ۔۔۔ وَلَوْ لَمْ یُحِبُّوا لَمَا مَاتُوا وَمَا تَلِفُوا

خالص محبّت کرنے والے محبّت میں فنا ہو گئے کیونکہ محبّت نہ کرتے تو فنا نہ ہوتے۔

پھر وہیں ایک سرسبز و شاداب درخت کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے آہ کی۔ تو وہ خشک ہو گیا اور تمام پتّے جھڑ گئے۔ اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

اِنَّ الْبِلَادَ وَمَا فِیْهَا مِنَ الشَّجَرِ ۔۔۔ لَوْ بِالْهَوٰی فِیْهَا عَنِ الثَّمَرِ!

بلاشبہ شہروں اور جن میں جتنے درخت ہیں اگر محبّت میں ناکارہ ہو جاتے تو بارش سے ہرگز سیراب نہ ہوتے۔

وَلَوْ ذَاقَتِ الْاَرْضُ حُبَّ اللّٰهِ لَاشْتَعَلَتْ ۔۔۔ اَشْجَارُهَا بِالْهَوٰی فِیْهَا مِنَ الثَّمَرِ

اگر زمین خدا کی محبّت کا مزہ چکھ لیتی تو اس کے درخت پھل سمیت جل کر راکھ ہو جاتے۔

وَعَادَ اَغْصَانُهَا جُرْدًا بِلَا وَرَقٍ ۔۔۔ مِنْ حَرِّ نَارِ الْهَوٰی یَرْمِیْنَ بِالشَّرَرِ

اور اُس کی ٹہنیاں بغیر پتّوں کے رہ جائیں اور عشق کی آگ سے جل کر چنگاریاں پھینکنے لگتیں۔

لَیْسَ الْحَدِیْدُ وَلَا صُمُّ الْجِبَالِ اِذَا ۔۔۔ اَقْوٰی عَلَی الْحُبِّ وَالْبَلْوٰی مِنَ الْبَشَرِ

لوہا اور ٹھوس پہاڑ بھی بارِ محبّت برداشت کرنے میں انسان سے زائد قوی نہیں ہیں۔

آپ بطائح کے علاقے میں مقام وقاما میں مقیم تھے۔ وہیں وفات پائی۔ اور اُن کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ آپ نے اپنے بھانجے شیخ احمد رفاعی کے حق میں وصیّت کی۔ جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔ جب آپ کی بیوی نے کہا کہ اپنے لڑکے کے لئے بھی کچھ وصیّت کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ

"نہیں میں صرف اپنے بھانجے کے لئے ہی وصیّت کرنا چاہتا ہوں۔"

اور جب آپ کی بیوی نے مسلسل اصرار کیا تو آپ نے اپنے بیٹے اور بھانجے کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے لئے پتّے توڑ کر لے آؤ۔

چنانچہ آپ کے صاحبزادے تو بہت سے پتّے توڑ لائے۔ لیکن آپ کے بھانجے احمد رفاعی خالی ہاتھ پہنچے۔ آپ نے پوچھا کہ

"تم خالی ہاتھ کیوں آ گئے؟"

جواب دیا کہ

"مَیں نے ہر پتّہ کو خدا کی تسبیح میں مشغول پایا۔ اس لئے پتّے توڑنے کی ہمّت نہ ہوئی۔"

یہ سُن کر آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ

"مَیں نے ان دونوں کے بارے میں معلوم کیا تھا۔ تو مجھے بھانجے کے بارے میں بتایا گیا تھا۔"
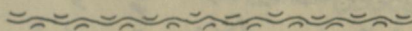
شیخ محی الدین ابو العباس احمد فاعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑی شان کے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا مقام بہت بلند اور آپ کے احوال مشہور ہیں۔ منقول ہے کہ آپ اِن چار ہستیوں میں سے ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو بینا، کوڑھیوں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ ہر شہر اور قریہ میں آپ کے بیشمار شاگرد موجود ہیں۔ ممالکِ اسلامیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی۔ جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو۔ بکثرت مجاہدات کی وجہ سے اپنے احوال پر غالب اور اپنے باطن پر حاوی تھے۔ علومِ طریقت میں اپنے دَور کے استادِ کامل تھے۔ قوم کے پورے احوال آپ پر روشن تھے۔ لوگوں کی مشکلات کو آسانی سے حل فرما دیتے آپ کا کلام بہت پاکیزہ ہوتا اور صوفیہ میں آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بہت متواضع اور وسیع القلب تھے۔ دُنیا سے ایسے تہی دست گئے کہ کوئی شے بھی اپنے پاس جمع نہیں کی۔

کسی نے آپ سے آپ ہی کے اِس قول کے متعلق دریافت کیا:۔

اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الْجَلِیْسِ السُّوْءِ۔ یعنی تنہائی بُرے لوگوں کی صحبت سے بہتر ہے۔

— تو آپ نے فرمایا کہ:

"اِس دَور میں تو تنہائی ایسے صالح لوگوں کی صحبت سے بھی بہتر ہے، جو اہلِ نظر نہ ہوں۔ کیونکہ ان کی نظر ہی تو شفا دہ ہوتی ہے"

آپ کا قول ہے کہ:

"توحید کے سوا کوئی دُوسرا راستہ نہیں۔ اور توحید یہ ہے کہ تمام چیزوں سے قطع تعلق کر کے غیر اللہ سے فرار اختیار کرے"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

فَلَيْتَكَ تَحْلُوْ وَالْحَيَاةُ مَرِيْرَةٌ ! وَلَيْتَكَ تَرْضٰى وَالْاَنَامُ غِضَابُ

کاش تو ہمیشہ شیریں رہے، خواہ زندگی تلخ ہی کیوں نہ ہو جائے اور کاش تو سدا راضی رہے خواہ ساری مخلوق خفا ہو جائے۔

وَلَيْتَ الَّذِىْ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ عَامِرٌ وَبَيْنِىْ وَبَيْنَ الْعَالَمِيْنَ خَرَابُ

کاش وہ شے جو میرے اور تیرے درمیان ہے ہمیشہ قائم رہے، خواہ میرے اور سارے جہان کے درمیان خرابی قائم رہے۔

اِذَا صَحَّ مِنْكَ الْوُدُّ فَالْكُلُّ هَيِّنٌ وَكُلُّ الَّذِىْ فَوْقَ التُّرَابِ تُرَابُ

جب تیری محبت سچی ہو جائے تو پھر سب کچھ آسان ہے اور ہر وہ شے جو مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہی ہے۔

ابن جوزی کے نواسے شمس الدین ابوالمظفر یوسف نے اپنی تاریخ میں بعض شیوخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں شیخ احمد رفاعیؒ کے پاس شعبان کی پندرھویں تاریخ کو حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک لاکھ کا مجمع ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا مجمع ہے! آپ نے فرمایا کہ

"اگر میرے دل میں اس جماعت کی قیادت پر تکبر کا شائبہ بھی ہو تو میرا حشر ہامان جیسا ہوگا۔"

آپ کے بھانجے ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی رفاعی فرماتے ہیں کہ ایک دن جب شیخ تنہا بیٹھے تھے تو میں بھی آپ کے ملفوظات سننے کی نیت سے قریب بیٹھ گیا۔ لیکن اسی وقت ایک شخص آسمان سے اتر کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور آپ نے مرحبا کہا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ:

"میں نے بیس یوم سے کچھ کھایا پیا نہیں۔ اور میری خواہش ہے کہ

اپنی خواہش کے مطابق کھاؤں پیوں "
شیخ نے پُوچھا کہ
" آخر تمھاری خواہش کیا ہے ؟
اُس نے جب فضا پر نظر ڈالی تو پانچ مُرغابیاں اڑتے ہوئے جا رہی تھیں۔
اُس نے فرمائش کی کہ
" کاش اِن میں سے ایک بھُنی ہوئی مجھے مِل جاتی اور گیہوں کی روٹیوں
کے ساتھ ٹھنڈے پانی کا ایک کوزہ ہوتا "
یہ سُن کر شیخ نے فرمایا کہ
" یہ پرندے تو تیرے ہی لئے ہیں "
پھر آپ نے پرواز کرتے ہوئے پرندوں کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ :
" اِس شخص کی خواہش پُوری کر دو "
ابھی آپ کا جملہ پُورا بھی نہ ہُوا تھا کہ اُن مرغابیوں سے ایک بھُنی ہوئی آپ کے سامنے آگری اور آپ نے اپنے پہلو میں رکھے ہوئے دو پتھروں کو جب اپنے ہاتھ سے کھینچا تو وُہ بہترین قسم کی گیہوں کی گرم روٹیوں میں بدل گئے۔ پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تو ایک سُرخ رنگ کا کوزہ آپ کے ہاتھ میں آگیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ پھر وُہ شخص کھا پی کر ہوا میں پرواز کر گیا۔ اور شیخ نے پرندے کی ہڈیوں کو بائیں ہاتھ میں لے کر جب اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ :
" اَے ہڈیو اور اُٹھو ! خدا کے حکم سے آپس میں جُڑ جاؤ "
جب آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو وُہ مُرغابی ہوا میں پرواز کرتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب التنویر فی مکان رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدی الشیخ احمد رفاعی اپنے حجرے کے سامنے کھڑے مندرجہ ذیل دو شعر پڑھ رہے تھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا | تقبل الارض عنی وھی نائبتی

حالت فراق میں اپنی روح کو بھیجتا رہا تھا تاکہ زمین کو میری جانب سے بوسہ دے اور میری نیابت کرے۔

وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت | فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

اور جو مثالی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اُن کے لئے اپنا داہنا ہاتھ بڑھا تاکہ اس کے ساتھ میرے ہونٹوں کو حصہ مل جائے۔

اسی وقت ایک پاکیزہ ہاتھ ظاہر ہوا جس کو آپ نے بوسہ دیا۔ آپ کے ایک خادم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ مکان میں حضرت شیخ ابوالعباس موجود ہیں۔ اور اس مکان میں آپ کی ظالم بیوی داخل ہوئی، جو آپ کو بے حد اذیت پہنچاتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں تنور کی جلی ہوئی لکڑی تھی جس کو وُہ آپ کے کاندھوں پر مار رہی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کے کپڑے بھی سیاہ ہو گئے لیکن اس کے باوجود آپ خاموش بیٹھے رہے۔ بیداری کے بعد اس منظر سے مجھے بہت غصہ آیا۔ اور میں نے آپ کے تمام مصاحبین کو جمع کر کے کہا کہ شیخ پر تو یہ مصیبت گزرتی ہے اور تم سب خاموش ہو۔

اُن میں سے ایک نے کہا کہ

"اس کے مہر پانچ سو دینار ہیں اور شیخ میں ادائیگی کی ہمت نہیں۔"

یہ سُن کر میں گھر پہنچا اور پانچ سو دینار لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ یہ آپ کی بیوی کا مہر ہے جو آپ کو اذیتیں پہنچاتی ہے۔ لیکن آپ نے

مسکرا کر فرمایا کہ
"اگر میں اُس کی بدزبانی اور مار کو برداشت نہ کرتا تو تم مجھے خواب میں عمدہ مکان کے اندر نہ دیکھتے"

علامہ ابن جوزی کے صاحبزادے شیخ شمس الدین اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ ابوالعباس بن رفاعی امّ عبیدہ میں مقیم تھے۔ جہاں آپ سے بیشمار کرامتوں کا ظہور رہوا۔ آپ کے اصحاب ایسے مقامات پر فائز تھے۔ جو درندوں پر سوار ہو کر سانپوں کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو بہت بلند درخت پر چڑھ کر نیچے کود جاتے تھے اور انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا۔ اور ہر موسم میں آپ کے پاس لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔

مجیر الدین عبدالرحمٰن اپنی تاریخ (المعتبر فی ابناء من عبر) میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ شافعی مسلک کے پیرو اور مغربی علاقے میں مقیم تھے۔ پھر بطائح میں ام عبیدہؓ کے مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی۔

شمس الدین ناصر نے کہا ہے کہ آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اور نہ ہمیں یہ صحیح علم ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ البتہ آپ کے والد مغربی علاقے سے آکر قریہ امِ عبیدہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، اور شیخ منصور زاہد کی صاحبزادی سے نکاح کر لیا تھا جن کے بطن سے آپ پیدا ہوئے لیکن ابھی بطنِ مادر ہی میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کی کفالت آپ کے ماموں نے کی۔ ماموں کے علاوہ آپ نے ابوالحسن قاری سے تعلیم حاصل کی اور مشہور اولیاء وعارفین میں سے ہوئے۔

آپ کی وفات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات سے سترہ سال بعد بروز پنجشنبہ ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

شیخ عدی بن مُسافر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عدی بن مسافرؒ کا اصل وطن ہکار ہے اور آپ بلادِ مغرب کے مشائخ میں عظیم المرتبت شخصیت کے حامل ہوئے۔ آپ علماء اہلِ طریقت کے ان سرداروں میں سے ہیں جنھوں نے ابتداء ہی سے مجاہدات میں بہت صعوبتیں برداشت کیں۔ ہمارے شیخ عبدالقادرؒ بھی احترام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور آپ کے سلطان الاولیاء ہونے کی شہادت دیتے اور یہ فرماتے:

"اگر مجاہدات کے ذریعہ کسی کو نبوّت حاصل ہو سکتی تو شیخ عدی بن مسافرؒ کو حاصل ہوتی۔"

آپ ابتدائی دور ہی سے غاروں، پہاڑوں اور صحراؤں میں پھرتے تھے اور اپنے نفس کو طرح طرح کے مجاہدات میں مشغول رکھتے تھے۔ سانپ، کیڑے مکوڑے اور درندے آپ سے بہت مانوس تھے۔

آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جنھیں تربیت مریدین کے لئے بلادِ مشرق میں نگران بنایا گیا تھا۔ بہت سے اولیاءِ کرامؒ نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا آپ کی صحبت سے بیشمار صاحبِ احوال پیدا ہوئے۔ آپ وہ بزرگ ہستی تھے جنھیں تاج العارفین نے غسل دیا۔ آپ کی وفات پر ہر سمت کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ آپ کے ملفوظات زبان زدِ خاص و عام تھے۔

آپ کا ایک قول ہے کہ:

"شیخ وہی ہے جو تمھیں عالمِ حضوری میں پہنچا کر غیبوبت میں حفاظت کرے۔ اخلاق کو سنوارے۔ باطن کو اس درجہ منوّر کر دے کہ اس کے

نور سے مُریدین منور ہوجائیں۔ فقراء کے ساتھ انس و محبت سے پیش آئے۔ صوفیائے کرام کا ادب کرے۔ بہتر بن اخلاق و تواضع کا مالک ہو۔ علماء کی باتیں اچھی طرح سنتا ہو۔ اہل معرفت سے طمانیت کے ساتھ پیش آتا ہو۔"

آپ کا ایک قول ہے کہ

"کھانے پینے اور سونے سے ابدال نہیں بنتا بلکہ مجاہدات و ریاضت سے مقام ابدالیت حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ مُردے کو زندہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ جس کی زندگی راہِ مولا میں کام آجائے وہی زندہ رہتا ہے۔ جو اپنے نفس کو مار کر اللہ کا تقرب حاصل کر لے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ

"اے لوگو! اگر تم راہ خدا میں قتل ہو گئے تو ہمارے لشکر میں سے ہو، اگر خود کو حقیقت میں فنا کر دیا تو ہمارے نزدیک ہو گئے۔ لہٰذا اگر زندگی چاہتے ہو تو سعید لوگوں جیسی زندگی اختیار کرو۔ اور اگر مرنا چاہتے ہو تو شہید کی موت مرو۔"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے ؎

سَتَرْمِي النُّفُوسَ عَلٰى هَوْلِهَا　　　　فَاَمَّا عَلَيْهَا وَ اَمَّا لَهَا

عنقریب ہم اپنے نفوس کو فنا کے مقام پر پھینک دیں گے پھر یا تو وہ مقام نفوس کے موافق ہو گا یا مخالف۔

فَاِنْ سَلِمَتْ سَتَنَالُ الْمُنٰى!　　　　وَاِنْ تَلِفَتْ فَبِآجَالِهَا،

اگر وہ نفوس ہلاکت سے بچ گئے تو آزادی حاصل ہو جائے گی اور اگر تلف ہو گئے تو اپنی

اجل معینہ کی وجہ سے تلف ہوں گے۔[1]

کہا جاتا ہے کہ ابو اسرائیل یعقوب بن عبدالمقتدر سائح مسلسل تین سال تک تنہا ایک پہاڑ پر کھڑے رہے۔ حتّٰی کہ آپ کے جسم پر دوسری نئی کھال پیدا ہو گئی پھر آپ کی کھال کو ایک بھیڑیئے نے چاٹ کر صاف کر دیا، اور سُرخ سفید کھال نکل آئی۔ جو آپ کو اچھی بھلی معلوم ہوئی۔ اور جب آپ نے بھیڑیئے کو گھورا تو اُس نے آپ کے اُوپر پیشاب کر دیا۔ اس وقت آپ کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے کسی ولی سے ملا دے۔ اُسی وقت آپ کو شیخ عدی نظر آئے۔ اور انھوں نے نہ اُن کو سلام کیا اور نہ مرحبا کہا۔ اس صورتِ حال سے یہ غمگین ہو گئے۔ لیکن شیخ عدی نے فرمایا کہ:

"ہم اُس کو سلام نہیں کرتے جس پر بھیڑیا پیشاب کرتا ہے۔"

اس کے بعد شیخ عدی نے آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ رخصت ہوتے وقت شیخ عدی نے پاؤں سے ایک ٹھوکر زمین پر ماری تو اُس جگہ سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ پھر دُوسری ٹھوکر ماری تو وہاں سے انار کا درخت ظاہر ہُوا۔ آپ نے اُس درخت سے کہا کہ:

"مَیں عدی ہوں اور تجھے حکم دیتا ہوں کہ حکمِ الٰہی کے تحت ایک دن میٹھا پھل پیدا کر اور دُوسرے دن کھٹا۔"

پھر ابو اسرائیل سے فرمایا:

---

[1] اِن اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے اپنے نفوس پر قابو حاصل کر لیا تو بہادروں میں شامل ہو جاؤ گے۔ زندہ رہے تو مجاہد اور موت بھی تو شہادت نصیب ہو گی۔ قرآنِ کریم میں ہے:

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا۔

"جو لوگ ہماری راہ میں جدّوجہد کرتے ہیں، انھیں ہم اپنے راستے دکھلاتے ہیں۔"

"تم اس جگہ مقیم رہ کر اس درخت کے پھل کھاؤ اور اس چشمے کا پانی پیتے رہو۔ اور جس وقت مجھ کو یاد کرو گے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ لیکن ابو اسرائیل چند سال وہیں مقیم رہے۔

شیخ عمر قیس فرماتے ہیں کہ میں سات سال شیخ عدی کی خدمت میں رہا اور اس کا شاہد ہوں کہ آپ سے اکثر خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔

ایک مرتبہ آپ نے حکم دیا کہ

"جزیرہ ساوسہ کی جانب بحرِ محیط میں چلے جاؤ۔ وہاں تمھیں ایک مسجد ملے گی اور جب تم اس میں داخل ہو گے تو تمھیں ایک شیخ نظر آئیں گے، ان سے کہنا کہ شیخ عدی نے کہا ہے کہ اعتراض سے گریز کرو۔ اپنے نفس کے لئے کوئی ایسی شے اختیار نہ کرو جس میں تمہارے ارادے کو دخل ہو۔"

اور یہ فرما کر میرے دونوں کاندھے پکڑ کر دھکا دے دیا۔ مجھے فوراً وہ جگہ نظر آنے لگی، جہاں مجھے جانے کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ جب میں نے ان شیخ کو شیخ عدی کا پیغام سنایا تو وہ زار و قطار رونے لگے اور شیخ عدی کے حق میں دعا کر کے مجھ سے فرمایا کہ

"میں سات خواص میں سے ہوں اور اس وقت حالتِ نزع میں ہوں میری یہ تمنا تھی کہ میں شیخ عدی کی جگہ ہوتا۔"

اس کے بعد ان بزرگ نے مجھ کو دھکا دیا تو میں نے خود کو آپ کی خانقاہ میں پایا۔

اولیاء کا عالمِ برزخ سے تعلق

شیخ رجا بارستقی فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ عدیؒ کھیتوں کی جانب جا رہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"اے رجا! کیا تم اس صاحبِ قبر کی آواز سُن رہے ہو جو مجھ سے مخاطب ہے اور دُعا کا طالب ہے؟"

اور یہ فرما کر ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔

مَیں نے دیکھا کہ اس قبر سے بہت گہرا دھواں نکل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ آگے بڑھ کر قبر کے قریب کھڑے ہو گئے اور بہت دیر تک دُعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وُہ دھواں بالکل ختم ہو گیا۔ اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما کر عذاب ختم کر دیا۔"

پھر آپ نے اَور قریب ہو کر مُردے سے فرمایا کہ

"حسین خوشا خوشا" (خوش ہو جا کہ تُو پاک ہو گیا)۔

اِس کے جواب میں اندر سے آواز آئی کہ

"میرے اوپر سے عذاب ختم کر دیا گیا۔"

رجا فرماتے ہیں کہ مَیں نے بذاتِ خود اس آواز کو اچھی طرح سُنا۔ اِس کے بعد مَیں آپ کے ساتھ خانقاہ واپس آ گیا۔

کائنات زیرِ فرمان اولیاء

ابو اسرائیل بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں نے شیخ عدی سے عباد ان کی طرف سفر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ

"اگر تمہیں راستے میں شیر مل جائے اور کوئی مصیبت درپیش ہو اَور تم خوفزدہ ہو جاؤ تو اس سے کہنا کہ عدی بن مسافر کا حکم ہے کہ تُو میرے

لئے سبب مصیبت نہ ہو۔"

چنانچہ جب میں سفر پر روانہ ہوا تو دریا میں زبردست طوفان آگیا۔ اُس وقت میں نے کہا:

"اے موجو! ساکن ہو جاؤ کیونکہ شیخ عدی نے تمھیں ساکن ہونے کا حکم دیا ہے"

یہ کہتے ہی طوفان ختم ہو گیا۔

پھر جب مجھے سانپوں اور درندوں نے گھیر لیا تو میں نے اُن سے بھی وُہی جُملہ کہا۔ اور وُہ میرا جملہ سُن کر بھاگ گئے۔ پھر جب میں دریائے بصرہ سے گزرنے لگا تو اتنی تیز ہوائیں چلنے لگیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے مجھے ہلاکت کے قریب پہنچا دیا۔ میں نے پھر کہا کہ

"اے ہواؤ! ٹھہر جاؤ۔"

چنانچہ ہوا ٹھہر گئی اور دریا کا پانی ساکن ہو گیا۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

شیخ عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن شیخ عدیؒ کے ساتھ نمازِ عصر ادا کی اور فراغتِ نماز کے بعد آپ نے حادی نامی ایک شخص سے کہا "کچھ اشعار سناؤ"۔ اس وقت درویشوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کے پاس موجود تھی۔ اُس وقت آپ کبھی کھڑے ہوتے کبھی بیٹھ جاتے۔ اور اسی کیفیت میں نمازِ مغرب کا وقت آگیا۔ اور جب مؤذّن نے اذان دی تو آپ نے اس کو جھڑکا اور اُس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

"اے شخص! تُو نے اذان دینے کا قصد کیوں کیا؟ ہم تو اس وقت عرش پر تھے لیکن تُو نے فرش پر کھینچ لیا"

شیخ عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ کی

زیارت کے لئے کرد اور بوزبیہ کے لوگوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ اس جماعت میں خطیب حسین نامی ایک شخص تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ

"اے حسین! پوری جماعت کو لے کر چلو تاکہ ہم سب پتھر اُٹھا اُٹھا کر باغ کی تعمیر کر لیں"

یہ سُن کر پوری جماعت آپ کے ہمراہ روانہ ہو گئی۔ اور شیخ نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر کاٹ کاٹ کر نیچے پھینکنا شروع کئے۔ جن کو لوگ اٹھا اٹھا کر جائے وقوع پر پہنچاتے جاتے تھے۔ لیکن ایک شخص کو اوپر سے ایک پتھر آ کر اس زور سے لگا، کہ اُس کا گوشت ہڈی سے جُدا ہو گیا اور وہ زمین پر گر کر فوت ہو گیا۔ تو حسین نے شیخ کو آواز دے کر کہا کہ فلاں شخص جوارِ رحمت میں پہنچ گیا تو یہ آواز سنتے ہی آپ فوراً نیچے اُترے اور مُردے کے پاس پہنچ کر دُعا کرتے رہے جس کے بعد وہ شخص زندہ ہو گیا۔ اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اُس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

ایک اور واقعہ اس طرح منقول ہے کہ قلعۂ جرآمیہ کا قلعدار امیر ابراہیم نامی درویشوں سے عموماً اور شیخ سے خصوصی محبّت رکھتا تھا۔ آپ کی خدمت میں فقراء و صوفیاء کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہُوا۔ لیکن امیر کے پاس جتنے صوفیاء حاضر ہوتے۔ وہ ان سے شیخ عدی کی بے حد تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ایک دن ان فقراء نے کہا کہ ہم بھی ایک دن حاضر ہو کر بطورِ امتحان اُن سے بعض مسائل دریافت کریں گے چنانچہ جب سب لوگ سلام کر کے شیخ کے پاس بیٹھ چکے تو اُن میں سے ایک نے شیخ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ جس کو اس درویش نے آپ کے عجز پر محمول کیا۔ لیکن شیخ نے اپنی روحانیت سے اُس کے خدشات کو محسوس کر کے جماعت سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے بھی پیدا کئے ہیں جو اگر دو پہاڑوں سے کہہ

دیں کہ باہم مل جاؤ تو وہ آپس میں مل جائیں "۔
اُدھر شیخ کی زبان سے یہ فقرہ ادا ہوا اُدھر جب صوفیاء کی نظر دونوں پہاڑوں پر پڑی تو وہ آپس میں مل چکے تھے۔ جن لوگوں نے یہ کرامت دیکھی وہ آپ کے قدموں میں گر پڑے۔ بعد میں آپ نے اپنے ہاتھ سے دونوں پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ دونوں پھر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔ جس کو دیکھ کر صوفیائے کرام بہت خوش ہوئے اور توبہ کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر واپس ہوئے۔

اولیاءِ امّتی کانبیاء بنی اسرائیل

شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ عدی کی خدمت میں موجود تھا صلحاء کا تذکرہ چھڑ گیا۔ اِس پر شیخ عدی نے فرمایا کہ
"یہاں ایک ایسا مسافر بھی موجود ہے جو اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کر دینے کے باوجود نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا"۔
لیکن آپ کا یہ قول مجھے ناگوار محسوس ہوا اور میں وہاں سے واپس آگیا۔ پھر چند یوم کے بعد جب حاضر ہوا تو اُس وقت بھی میرے قلب پر اس قول کا اثر تھا۔ اور میرے سلام کرنے پر آپ نے فرمایا کہ
"اے عمرو! تم میرے ساتھ اس شرط پر کہ کسی سلسلہ میں مجھ سے گفتگو نہیں کرو گے سفر میں چلو"۔
میں نے آپ کی شرط منظور کر لی اور ہم ایک مقام کی طرف چل پڑے۔ میں آپ کے پیچھے چلتا رہا۔ حتیٰ کہ ہم ایک بہت گھنے جنگل میں پہنچ گئے اور اُس وقت مجھے شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا میں آپ سے الگ ہو گیا۔ لیکن آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ۔
"تم مجھ سے الگ ہٹ کر رُک کیوں گئے؟"

مَیں نے جواب دیا کہ مجھے تو بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔ یہ سُن کر آپ نے زمین پر سے ایک شاخ یا گھاس اُٹھائی جو ببول کی طرح خشک تھی اور اس کو میرے مُنہ میں رکھ دیا اور جب مَیں نے اس کو چبایا تو وُہ کھجور کی طرح شیریں تھی وہ میری تقویّت کے لئے کافی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ پھر چل پڑے۔ اور مَیں نے اپنے دِل میں یہ خیال کر کے کہ یہ تقویّت مجھے اس گھاس سے حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا پھر زمین سے اُٹھا کر اپنے مُنہ میں رکھ لیا لیکن اب کی مرتبہ اس کی تلخی سے میرا مُنہ کڑوا ہو گیا اور مَیں نے مُنہ سے نکال پھینکا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ:

"اے دبیر!"

مَیں نے کہا کہ جی ہاں۔

پھر ہم بہت دیر تک چلنے کے بعد ایک دیہات میں پہنچ گئے۔ جس کے قریب ایک چشمہ تھا اور وہاں بہت مدّت سے ایک کوڑھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کو دیکھتے ہی مجھے شیخ کا قول یاد آ گیا اور مَیں نے سوچا کہ اگر آپ کا قول سچا تھا تو یہ کوڑھی ضرور صحت یاب ہو گا۔ اُسی وقت شیخ نے پُوچھا کہ

"تمھارے دِل میں کیا خیال آیا؟"

مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ عقیل منجی اور شیخ مسلمہ کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس نوجوان کو تندرست کر دے۔

یہ سُن کر آپ نے حکم دیا کہ

"اے عمرو! کسی پر ہمارا بھید ظاہر نہ کرنا۔"

اور جب مَیں نے بھید نہ ظاہر کرنے کی قسم کھائی تو آپ نے چشمے پر پہنچ کر وضو کیا۔ اور قبلہ رُو ہو کر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ

"جب مَیں دُعا کروں تو میری دُعا پر آمین کہنا۔"

چنانچہ جب آپ نے دُعا کی تو مَیں نے آمین کہا۔ پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اس نوجوان پر پھیر کر فرمایا:

"اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔"

یہ کہتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور اس طرح بھاگنے لگا جیسے اُس کو کوئی مرض ہی نہیں تھا اور اہلِ بستی سے جا کر کہا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ اُن میں سے ایک نے میرے اُوپر ہاتھ پھیرا جس کے بعد مَیں مکمل صحت یاب ہو گیا۔ یہ سُن کر اہلِ قریہ ہمارے پاس پہنچ گئے اسوقت آپ نے مجھے اپنی آستین سے ڈھانپ لیا۔ حتیٰ کہ کسی نے مجھ کو نہیں دیکھا۔ پھر تھوڑی دور چل کر ہی آپ خانقاہ پر پہنچ گئے۔

مرنے کے بعد ارواح کا استمداد

آپ کا ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع بارستق کے قریب اپنی خانقاہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ اور اس مجلس میں بہت سے لوگوں کے سامنے حاوی نامی ایک شخص اشعار پڑھ رہا تھا جس کو سب لوگ کھڑے سُن رہے تھے۔ اُسی وقت شیخ خانقاہ کے اندر گئے اور اپنی چھڑی اٹھا کر جامع مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور آپ کے پیچھے دُوسرے لوگ بھی چل دیئے۔ حتیٰ کہ آپ چلتے چلتے بروق کے قبرستان میں جا پہنچے اور ایک قبر کے نزدیک کھڑے ہوئے۔ اور اپنا سر کھول کر مصروفِ دُعا ہو گئے۔ آپ کے سر کھولتے ہی تمام حاضرین نے بھی اپنے سَر کھول لئے اور آپ کی دُعا پر آمین کہتے رہے۔ پھر آپ اپنا سر ڈھانپ کر لوگوں کے ہمراہ اپنی خانقاہ پر واپس آ گئے۔ اور جب لوگوں نے اس واقعہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

"جب میں سماع میں مشغول تھا اس وقت بنو نفل کا ایک متوفی فرد جس کو مَیں نے نہیں پہچانا، کفن میں لپٹا ہوا میرے پاس آیا۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ یہ تو فلاں مرحوم شخص ہے اور کہیں لوگ اس کو دیکھ کر

سماع میں خلل نہ ڈالیں۔ لیکن جب مَیں نے تمہارے اندر کوئی تغیر نہیں پایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ حضرات اس کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ پھر اُس نے کھڑے ہو کر کہا کہ "یا شیخ! مجھے گزشتہ شب ایک کُردی شخص کے پاس دفن کر دیا گیا جس کا نام داؤد ہے۔ اب مجھے اس کے اُوپر عذاب دیکھ کر کسی طرح قرار نہیں آتا۔ یا تو آپ حکم دیں کہ اُس کو میرے پاس سے ہٹایا جائے، یا خدا سے دُعا فرمادیں کہ اُس پر سے عذاب ختم کر دیا جائے۔" چنانچہ مَیں نے اس کی قبر پر پہنچ کر دُعائے مغفرت کی۔ جس کو خُدا نے قبول فرما کر اس پر سے عذاب ختم کر دیا۔"

شیخ اسمٰعیل تونسی فرماتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ کثیر جماعت کے ہمراہ تونس سے شیخ عدی کی زیارت کے لئے پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اُس وقت کراماتِ اولیاء کے متعلق بحث ہو رہی تھی۔ شیخ عدی نے فرمایا:

"جس شیخ کو یہ علم نہ ہو کہ اُس کے مُرید کا قلب ایک شب میں کتنی مرتبہ لوٹتا پلٹتا ہے، تو اُس کو شیخ نہیں کہا جاسکتا۔ خواہ اُس کا مُرید مشرق میں ہو یا مغرب میں۔"

اُس وقت مجھے خیال ہُوا کہ یہ تو بہت ہی سخت مرحلہ ہے، کیونکہ میں تو اپنی بیوی سے مجامعت بھی کرتا ہوں، لہٰذا میرا شیخ یہ بھی دیکھتا ہے۔ اسی خوف سے گھر واپس آ کر مکمل ایک ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا۔ اور جب باطنی طور پر شیخ عدی کو اس کا علم ہُوا تو میرے ملاقاتی درویشوں سے فرمایا کہ

"جب تم میں سے کوئی تونس پہنچے تو اسمٰعیل سے کہنا کہ وہ میرے پاس حاضر ہو۔"

جب مجھے آپ کا پیغام ملا تو مَیں فوراً روانہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے مجھے ڈانٹ کر فرمایا کہ

"شیخ سے تمہاری یہ کیسی محبت ہے کہ تم حلال و حرام میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔"

چنانچہ مَیں اشارہ کو سمجھ گیا اور آپ کے حکم کی تعمیل کی اور وطن واپس آگیا۔

قبر میں منکرین کے سوال کا جواب

شیخ عمر قبیصی کا بیان ہے کہ ایک دن شیخ عدی کی خدمت میں بیٹھا ہُوا تھا کہ ایک جماعت حاضر ہوئی۔ اُن میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ

"جب تمہارے پاس منکر نکیر آئیں گے تو تم کیا کہو گے؟"

اُس نے جواب دیا کہ

"مَیں اُن سے کہوں گا کہ مَیں تو شیخ عدی کے مقربین میں سے ہوں۔"

یہ سُن کر شیخ عدی نے بہت خوش ہو کر فرمایا کہ

"اس نے بالکل سچ کہا ہے۔"

محمد بن رشا کا مشاہدہ

شیخ محمد بن رشا بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب مَیں شیخ عدی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ اپنے برادر زادہ ابی البرکات کی بیوی کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ہم لوگ جب چلے تو ایک ایسی سرزمین سے گزرے جہاں کثرت سے کانٹے ہی کانٹے تھے۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ کچھ لوگ تو سواریوں پر ہیں۔ کچھ جوتے پہنے ہوئے ہیں لیکن شیخ عدی برہنہ پا چل رہے ہیں۔ یہ سوچ کر مَیں رونے لگا اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے باطنی بصیرت عطا فرمائی۔ اور مَیں نے دیکھا کہ شیخ ایک نورانی سواری پر سوار ہیں جو زمین سے سات گز اوپر چل رہی ہے۔

شیخ عمر قبیصی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں شیخ عدی کی خدمت میں حاضر ہُوا تو اس وقت شیخ علی متوکّل اور شیخ محمد بن رشا آئے اور شیخ رشا آپ کی دائیں جانب شیخ علی کی جگہ بیٹھ گئے۔ یہ بات شیخ علی پر شاق گزری۔ چنانچہ کچھ دیر دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ اور کسی نے بھی گفتگو نہیں کی۔ اس بات کو شیخ عدی نے محسوس کر لیا۔ اور جب شیخ علی نے اجازت طلب کی کہ مَیں اپنے بھائی شیخ محمد سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے اجازت دے دی۔ پھر شیخ علی نے شیخ محمد سے سوال کیا

"کیا تم گزشتہ شب درکات میں تھے؟"

اُنھوں نے جواب دیا:

"ہاں مَیں وہاں موجود تھا۔

پھر اُنھوں نے پُوچھا کہ

"وہاں کتنے لوگ کِس کِس قبائل کے حاضر تھے؟"

اُنھوں نے کہا کہ

"سترہ ہزار تو وُہ لوگ تھے جو خود کو عرب کہتے ہیں اور پچیس ہزار قبیلہ کرد کے لوگ تھے، سات ہزار تُرک تھے۔ تین ہندی مسلمان تھے تین ہندو تھے۔"

شیخ علی نے جواب سُن کر فرمایا کہ:

"تم واقعی صحیح کہتے ہو۔"

یہ سُن کر شیخ عدی بھی بہت مسرور ہوئے۔

شیخ عدی اپنی مجلس میں جب مخصوص مصاحبین کے ساتھ ہوتے تو اکثر خوش طبعی سے کام لیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ متوکّل سے پوچھا کہ

"تم کتنے روز بھوکے پیاسے رہ سکتے ہو؟"

انھوں نے جواب دیا کہ
"مَیں ایک سال تک تو صرف کھا سکتا ہوں۔ پانی نہیں پیوں گا۔ اور ایک سال صرف پانی پیوں گا کھاؤں گا کچھ نہیں۔ اور ایک سال نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا"۔
یہ سُن کر شیخ عدی نے فرمایا:
"تمھارے اندر قوّتِ برداشت بہت زیادہ ہے"۔
پھر آپ نے شیخ محمد سے یہی سوال کیا، انھوں نے جواب دیا کہ
"مَیں اپنے بھائی شیخ علی سے قوّت میں کم ہُوں۔ کیونکہ مَیں صرف سات ماہ کھاتا ہوں پانی بالکل نہیں پیتا۔ سات ماہ پانی پیتا ہوں کھاتا کچھ نہیں۔ اور سات ماہ بغیر کھائے پیے گزارتا ہُوں"۔
پھر آپ نے شیخ عمر سے بھی یہی سوال کیا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ
"مَیں صرف چھ ماہ کی قوّت برداشت رکھتا ہُوں"۔
یہ سُن کر شیخ عدی نے فرمایا:
"الحمدللہ میری جماعت میں تم جیسے افراد بھی ہیں"۔
پھر شیخ محمد نے بڑے ناز کے ساتھ اپنا سر کھول کر کہا کہ:
"مَیں اللہ تعالیٰ کو اُس حُرمت کے تحت جو آپ کے قلب میں ہے سوال کرتا ہُوں کہ آپ بھی تو ہمیں بتائیں کہ اللہ کے ساتھ آپ کا کیا معاملہ ہے؟"
شیخ عدی نے فرمایا کہ:
"اے کردی! بیٹھ جا، فضول باتیں نہیں کیا کرتے"۔
پھر کچھ وقفہ کے بعد فرمایا:

"میں تمھیں ضرور بتا سکتا ہوں لیکن تمھیں قسم کھانی پڑے گی کہ میری زندگی میں یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گے"۔

جب ہم نے قسم کھالی تو آپ نے فرمایا کہ:

"ابنِ رفتا یہ وہ شخص[1] ہے جس کو اللہ تعالیٰ غذا دیتا ہے۔ اس کو حق کھلاتا اور حق پلاتا ہے اور حق ہی اس کی تربیت کرتا ہے۔ اور وہ اپنے اللہ پر اس طرح نازاں ہے جس طرح بچہ اپنے باپ پر ناز کرتا ہے، اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا فرد ایسا ناز بردار نہیں ہوتا"۔

پھر آپ نے یہ تین اشعار پڑھے ع

شَرِبْنَا عَلٰی زَهْرِ الرَّبِیعِ الْمُفَهْفَهِ   وجادلنا الساقی بغیر تکلف

ہم موسمِ ربیع کے خوبصورت پھولوں پر شراب پیتے رہے اور بلا تکلف ساقی سے جھگڑتے رہے۔

فَلَمَّا شَرِبْنَاهَا وَدَبَّ دَبِیبُهَا   اِلٰی مَوْضِعِ الْاَسْرَارِ قُلْتُ لَهَا قِفِی

اور جب پینے کے بعد اُس کا خمار دِل تک پہنچ گیا تو میں نے اس سے کہا اب ٹھہر جا

مَخَافَةَ اَنْ یَبْدُوْا عَلٰی شُعَاعِهَا   وَتَظْهَرُ حَلَاقِی عَلٰی سِرِّیِ الْخَفِی

اس خوف سے کہ اس کی شعاعیں مجھ پر ظاہر نہ ہو جائیں اور میرے ہمنشین میرے راز سے واقف نہ ہو جائیں۔

مُرغِ عرش کی اذان

شیخ عمر فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عدی نے فرمایا کہ "مرغِ عرش نماز کے وقت عرش کے نیچے اذان دیتا ہے"۔

میں نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی اس کی آواز سنوا دیجئے۔

---

[1] صیغہ غائب سے اپنی ذات مراد لی جا رہی ہے۔

چنانچہ نمازِ ظہر کے وقت آپ نے فرمایا کہ:

"اپنے کان میرے کان کے قریب لاؤ۔"

اور جب مَیں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس وقت مَیں نے مرغِ عرش کی آواز سنی، جس کی وجہ سے مجھ پر بہت دیر تک غشی طاری رہی۔

شیخ مُسافر کی مراجعت

شیخ تقی الدین محمد واعظ نے آپ کی ولادت کے واقعات اس طرح لکھے ہیں کہ آپ کے والد ماجد مسافر بن اسماعیل غابہ کے مقام پر جا کر چالیس سال مقیم رہے۔

ایک دن خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے:

"جاؤ اور جا کر اپنی بیوی سے ہمبستری کرو، جس کے بعد تمھارے یہاں ایک ایسا فرزند تولّد ہوگا جس کی شُہرت مشرق سے مغرب تک ہوگی۔"

چنانچہ وہاں سے واپسی پر جب آپ نے بیوی سے ہمبستری کی خواہش ظاہر کی تو انھوں نے کہا کہ:

"مَیں تب تک اجازت نہیں دے سکتی جب تک تم مینار پر چڑھ کر باقاعدہ اہلِ شہر کے سامنے یہ اعلان نہ کرو کہ مَیں مسافر بن اسماعیل ہوں اور مجھ کو یہ حکم ملا ہے کہ اپنی بیوی سے ہمبستری کروں۔ اور آج جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہوگا اس کے یہاں ولی پیدا ہوگا۔"

چنانچہ آپ کے اس اعلان کے نتیجہ میں تین سو تیرہ اولیائے کرام پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کے دورانِ حمل شیخ عقیل اور شیخ مسلمہ کا اس علاقے سے گزر ہُوا، تو وہ لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ اُس وقت شیخ مسلمہ نے شیخ عقیل سے پُوچھا:

"کیا تم وُہ چیز دیکھ رہے ہو جو مجھے نظر آ رہی ہے؟"

آپ نے پوچھا: "وُہ کیا چیز ہے؟"

شیخ مسلمہ نے جواب دیا کہ

"ایک چمکدار نور اس عورت کے بطن سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے"

شیخ عقیل نے فرمایا کہ

"یہ تو ہمارا بچہ عدی بن مسافر ہے۔"

شیخ مسلمہ نے کہا:

"چلو چل کر اس کو سلام کریں"۔

چنانچہ دونوں نے جا کر السلام علیک یا عدی۔ السلام علیک یا عدی ولی اللہ کہا۔ اور اس کے بعد وہاں سے چلے گئے۔

سات سال کے بعد جب دونوں شیخ واپس ہوئے تو شیخ عدی بچوں میں کھیل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ

"مَیں عدی بن مسافر ہوں"۔

اِن دونوں شیوخ نے ان کو قریب بلا کر سلام کیا تو انھوں نے تین مرتبہ سلام کا جواب دیا۔ اور جب دونوں شیوخ نے تین مرتبہ جواب دینے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ:

"جب مَیں بطنِ مادر میں تھا تو آپ دونوں حضرات نے مجھے سلام کیا تھا۔ اور اگر میں عیسیٰ بن مریمؑ کا لحاظ نہ کرتا، تو بطنِ مادر ہی میں سے تم کو سلام کا جواب دیتا"۔

جس وقت شیخ عدیؒ سنِ بلوغ کو پہنچے تو ہاتفِ غیبی نے آپ سے کہا کہ:

"تمھارا مقام "الش" ہے اور تمھارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مردہ قلوب کو حیاتِ نو عطا کرے گا"۔

درویش خدمتِ شیخ میں

شیخ ابوالبرکات بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے چچا شیخ عدیؒ کی خدمت میں تیس درویش

حاضر ہوئے۔ اُن میں سے دس نے کہا کہ آپ ہمیں محبّت کی حقیقت سے باخبر کریں۔ جب آپ نے محبّت کی حقیقت بیان کی تو دس افراد اُسی جگہ مر گئے۔ پھر دُوسرے دس افراد نے عرض کیا کہ ہمیں حقیقتِ فقر سے باخبر کر دیں۔ جب آپ نے فقر کی حقیقت بیان فرمائی تو سب کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف بھاگ پڑے۔

اِس واقعہ کے بعد ایک اور جماعت حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ ہماری تمنّا یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی کرامت دکھائیں۔ پہلے تو آپ نے فرمایا کہ ہم فقیر لوگ ہیں لیکن اُن لوگوں کے زیادہ اصرار پر فرمایا کہ

"اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو درختوں کو حکم دے دیں کہ خدا کو سجدہ کرو، تو وُہ ....."

— ابھی آپ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ تمام درختوں کی شاخیں سربسجود ہو گئیں۔ مصنّف فرماتے ہیں کہ اب تک ان درختوں کی جو نئی شاخ نکلتی ہے وُہ خانقاہ عدی کی جانب جھکی ہوئی ہوتی ہے۔

شیخ عدی کا وطن

حافظ ابنِ کثیر اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عدی بن مسافر کا اصل وطن بقاع تھا۔ جو مغربی دمشق کی ایک بستی ہے، جس کو بیت الفآ بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن آپ ترکِ وطن کر کے بغداد آ گئے۔ اور حضرت شیخ عبد القادرؒ جیلانی۔ شیخ حمادؒ۔ شیخ عقیل منبجی۔ شیخ ابوالوفا حلوانی اور شیخ نجیبؒ کی صحبت اختیار کر لی۔ اس کے بعد تنہا جبل ہکار کی طرف چلے گئے اور وہیں اپنی خانقاہ تعمیر کر لی۔ وہاں کے لوگ آپ سے نہایت درجہ حسنِ عقیدت رکھتے تھے۔

حافظ ذہبی اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ حافظ عبد القادرؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ شیخ عدی نے برسوں کی سیاحت کے بعد مشائخِ کرام کی صحبت حاصل کر لی اور

طرح طرح کے مجاہدات کرتے رہے۔ پھر موصل کے پہاڑوں میں قیام کیا جہاں نہ کوئی مونس تھا نہ غمگسار۔ لیکن اللہ نے آپ کی وجہ سے اس پہاڑ کو آباد کر دیا۔ اور وہاں ڈاکوؤں کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا حتیٰ کہ کردوں کے قبیلے کی ایک مفسد جماعت آپ کی جانب رجوع ہوگئی۔ آپ بہترین مصلح و ناصح بھی تھے۔ اور سختی سے شریعت کے پابند بھی۔ خدا کی راہ میں کسی کی ملامت کی قطعاً پرواہ نہ کرتے تھے۔ آپ کی عمر اسّی سال ہوئی۔ لیکن ہمیں یہ علم نہیں کہ آپ نے کبھی کوئی شے فروخت کی ہو۔ یا دنیاوی ضروریات کو اپنے اوپر مسلط کیا ہو۔

آپ کے پاس زرعی زمین کا ایک قطعہ تھا جس کے ذریعہ آپ اپنی روزی حاصل کرتے اور روئی کاشت کر کے اس سے اپنا لباس تیار کرتے۔ کبھی کسی شخص کا مال نہ کھاتے اور نہ کبھی کسی کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ اتنی کثرت سے روزے رکھتے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے کہ شاید آپ کچھ کھاتے ہی نہیں ہیں۔ لیکن جب کوئی ہدیہ پیش کرتا تو سب کی موجودگی میں اُس میں سے کچھ کھا لیتے۔

ابنِ خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ اس قدر عابد و زاہد تھے کہ تمام عالم میں آپ کو شُہرت حاصل ہوئی۔ حُسنِ عقیدت میں تجاوز کی حد تک لوگ آپ کے معتقد ہوئے۔ اور سرمایۂ آخرت جمع کیا۔ اطراف کے لوگوں کا آپ کی جانب ایسا رجحان تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ کی پیدائش بیت الفاء میں ہوئی اور آج تک آپ کا پیدائشی مکان وہاں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۵۵۵ھ میں ہوئی۔ اور آپ کے مزار کے قریب معدودِ چند قبریں اور بھی ہیں ؂

شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ عراق میں بڑے صاحبِ کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ اور ان شیوخ میں سے ایک ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ "میں بہرا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے مجھے سماعت عطا فرما دے"۔ یہ کہتے ہی اس کی سماعت بحال ہو گئی۔

آپ کے پاس وہ دونوں خرقے موجود تھے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے خواب میں شیخ مواد کو عطا فرمائے تھے۔ اور ان سے شیخ شنبکیؒ نے حاصل کئے۔ شیخ شنبکی سے شیخ ابوالوفا کے پاس پہنچے اور ان سے شیخ بن الہیتیؒ نے حاصل کئے۔

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ اسّی سال تک زندہ رہے۔ لیکن اپنے آرام کیلئے کوئی جگہ نہیں بنائی۔ درویشوں کے ہمراہ سویا کرتے تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ خدمتِ خلق کے لئے ظاہر کر کے قبولیت عام عطا فرما دیتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی ہیبت و محبت کے ملے جلے جذبات تھے آپ اکثر غیب کی خبریں[1] بھی بتا دیتے تھے۔ اور آپ سے لاتعداد خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت واحترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ:

"بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ ابن الہیتیؒ کے مہمان رہتے ہیں"۔

---

[1] انبیاء علیہم السلام کے وسعتِ علم کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ۱۲۔

شیخ علی خباز کا قول ہے:

"ہم نے نہیں دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے آپ پر کسی دُوسرے

کو ترجیح دی ہو"

آپ اکثر شیخ علیؒ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

جب شیخ علیؒ نے حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی زیارت کا قصد کیا تو آپ نے

اور آپ کے اصحاب نے دریائے دجلہ میں غسل کیا۔ پھر فرمایا کہ

"اپنے قلوب کو خطرات سے پاک کرلو اس لئے کہ ہم ایک سلطانِ دوراں

کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں"

اور جب آپ کے مدرسہ میں پہنچے تو مدرسہ کے دروازے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے

اور اس وقت آپ نے شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کو یہ کہتے سُنا کہ:

"اے بھائی! اندر آجاؤ"

چنانچہ آپ لرزتے کانپتے اندر جا کر ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ یہ دیکھ کر حضرت

شیخ عبدالقادرؒ جیلانی نے پوچھا کہ:

"اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟ آپ تو عراق کے سردار ہیں"

اس پر انھوں نے جواب دیا:

"اے سردار! آپ تو سلطان ہیں۔ میں آپ کے خوف سے کیونکر مامون

رہ سکتا ہوں"

حضرت شیخ نے فرمایا کہ:

"آپ کو قطعاً خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے"

آپ کی حکومت باطنی مریدین صادق کی تربیت اور اُن کی مشکلات کو حل

کرنے میں انتہاء تک پہنچی اور بیشمار اکابر آپ کی صحبت سے نکلے ہیں۔ مثلاً شیخ علی محمد

بن ادریس یعقوبی وغیرہ۔ ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مشائخ وعلماء آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کی بزرگی پر سب کا اجماع تھا۔ شیخ تاج العارفین بھی آپ کے بہت مدّاح تھے۔ اور آپ کو دُوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔ آپ کا کلام اہلِ حق کی زبانوں پر رہتا اور آپ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

ان رحت اطلبہ لاینقض سفری   او جئت احضرہ غیبت فی الحضر

اگر مَیں چل کر اس سے ملنا چاہوں تو میرا سفر ختم نہیں ہو سکتا، اور اگر میں حاضر ہونا چاہوں تو حضوری میں بھی غیبت رہے گی۔

فلا اراہ ولا ینفک عن نظری   وفی ضمیری ولا القاہ فی عمری

اب نہ تو مَیں اُس کو دیکھتا ہوں نہ وُہ میری نظر سے جُدا ہوتا ہے۔ گو وُہ میرے قلب میں ہے لیکن ملاقات عمر بھر نہیں ہوئی۔

فلیتنی غیبت عن جسمی بِرؤیتہ   وعن فوادی وعن سمعی وعن بصری

کاش اس کے دیدار کے وقت مَیں اپنے جسم، قلب وسماعت اور بصارت سب سے بیگانہ ہو جاؤں۔

آپ کا ایک ملفوظ

شریعت نام ہے مکلّف ہونے کا اور حقیقت وُہ ہے جس سے معرفت حاصل ہو۔ لہٰذا شریعت مؤیّد حقیقت ہے اور حقیقت مؤیّد شریعت کیونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کے افعال کے وجود کا نام ہے اور حقیقت احوال کے شہود کا۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص نے آکر بہت آہستہ آہستہ بات کرنی شروع کی۔ کیونکہ اس وقت وہاں حکومت کا دیوان بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ علی رح نے درمیان میں کھڑے ہو کر دیوان کو باندھ دیا۔ اور جب دیوان نے پوچھا کہ آپ نے

ایسا کیوں کیا، تو آپ نے کہا کہ

"اگر خلیفہ تجھ کو کوئی حکم دے اس وقت تو کیا کرے گا؟"

دیوان نے جواب دیا کہ جو آپ نے میرے ساتھ کیا کیونکہ میں خلیفہ کے حکم کا پابند ہوں۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا:

"خبر دار ہو جا! میرے پاس حضرت خضرؑ کے ذریعہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہی حکم پہنچا ہے۔ انھوں نے مجھ سے دو ویل طلب کئے ہیں حالانکہ وہ خود سلطان الاولیاء اور اقلیم معرفت کے شہنشاہ ہیں۔"

ایک مرتبہ شیخ علیؒ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو سوتا ہوا پایا لیکن بیدار نہ کر کے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ:

"خدا کی قسم! میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ جیسا حواری اور کوئی نہیں۔"

جب غوثِ اعظم بیدار ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ

"بھائی میں تو محمدی ہوں، حواری تو عیسیٰ علیہ السّلام کے تھے۔"

شیخ علی کا قول ہے:

"تاریک شب میں سیاہ پتھر پر کوہ قاف میں بھی اگر چیونٹی چلتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی اطلاع مجھ کو دیتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ کو اطلاع نہ دے تو میرا پتہ پھٹ جائے۔"

شیخ ابو محمد حسن نورانی اور ابو حفص عمر بن مزاحم دھیسوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ علیؒ نہر ملک کے علاقہ میں لوگوں سے ملاقات کے لئے پہنچے اور ایک شخص کے یہاں قیام فرمایا۔ آپ سے ملاقات کے لئے بہت سے لوگ آئے۔ آپ نے میزبان سے کہا کہ

"اس مرغی کو ذبح کر ڈالو۔"

اور جب اس کو ذبح کیا گیا تو اُس کے پیٹ میں سے سونا برآمد ہُوا۔ اِس پر اہلِ خانہ کو یہ گمان ہوا کہ شیخ نے یونہی بِلا کسی مقصد کے مرغی ذبح کرنے کا حکم دیا ہو گا۔ لیکن غیر متوقع طور پر یہ واقعہ پیش آگیا۔ شیخ نے ان کے دلوں کے خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا:

"اللہ نے تمھاری بہن کو بری فرما دیا اور تمھاری بدگمانی کو دُور کرنے کے لئے اس واقعہ کی اطلاع مجھے دے دی اور یہ بھی مطلع فرما دیا کہ وُہ سونا مُرغی کے پیٹ میں ہے۔ چنانچہ اظہارِ واقعہ کے لئے میں نے رب العالمین سے اجازت حاصل کر لی تاکہ تمھیں حقیقتِ حال سے آگاہ کر دوں۔ اور تمھیں مصیبت سے بچاؤں۔"

سماع کے دوران ایک واقعہ

ایک مرتبہ شیخ علیؒ سماع میں مشغول تھے، اور جب تمام مشائخ محظوظ ہونے لگے تو بعض فقہاء و فقراء نے اس کیفیت پر انقباض ظاہر کیا۔ شیخ نے اس بات کو کشف سے معلوم کر کے اس فعل کو معیوب تصوّر کر کے کھڑے ہو کر اُن کے چاروں طرف گھومنا شروع کر دیا۔ اور وُہ جن فقہاء و فقراء کے قریب جاتے تو اُن کے تمام عِلم سینوں سے محو ہو جاتے۔ حتیٰ کہ آخری فرد کے پاس تک آپ اسی طرح گھومتے ہوئے پہنچ گئے پھر وُہ ایک ماہ تک اس حالت میں رہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے آکر آپ کے قدم چُومے اور اپنی حرکتوں پر اظہارِ ندامت کیا۔ جب آپ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور اُن کے ہمراہ کھانا کھاتے ہوئے ہر ایک کے مُنہ میں ایک ایک لقمہ دیا، جس کے بعد وُہ علم جو اُن کے سینوں سے محو ہو چکا تھا، واپس آگیا۔

مُردے سے گفتگو

ایک مرتبہ آپ نہر ملک کے ایک دیہات میں پہنچے، تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ برہنہ شمشیریں لئے ہوئے ایک دوسرے سے آمادۂ قتال ہیں۔ اور اُن کے درمیان ایک مُردہ پڑا ہوا ہے۔ اور

دونوں فریق ایک دوسرے پر قتل کا الزام عائد کر رہے ہیں۔ چنانچہ کچھ دیر شیخ مقتول کے پاس کھڑے رہے۔ اور اس کی پیشانی پکڑ کر پوچھا:

"اے اللہ کے بندے! تجھ کو کس نے قتل کیا؟"

یہ سنتے ہی مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور قاتل کا نام بتا کر پھر مردہ ہو گیا۔

شیخ کی خادمہ کا عتاب

شیخ ابوالحسن جوسقی بیان کرتے ہیں کہ شیخ علیؒ کے پاس ایک خادمہ تھی جس کا نام ریحانہ اور لقب (عرفیت) بنت البھا تھا۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو شیخ سے عرض کیا کہ مجھے کھجوروں کی خواہش ہے۔ جبکہ قریۂ وزیراں میں کھجور کا وجود تک نہ تھا۔ البتہ قریۂ قطفا میں عبدالسلام نامی ایک نیک شخص کے پاس کھجوریں موجود تھیں۔ چنانچہ شیخ علیؒ نے اس قریہ کی طرف منہ کر کے فرمایا:

"اے عبدالسلام! ریحانہ کے لئے کھجوریں پیش کرو۔"

اس آواز کو خدا نے اس کے کانوں تک پہنچا دیا۔ اور اس نے سفر کر کے وہ کھجوریں ریحانہ کی خدمت میں پیش کیں۔ جن کو ریحانہ نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور جب عبدالسلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھیں شیخ سے بھی زیادہ کھجوریں عزیز ہیں؟ اس نے کہا کہ

"میں تو دین و دنیا کو خیر باد کہہ کر صرف شیخ علیؒ کی خادمہ بن چکی ہوں۔

جا تیرا انجام تو نصرانی ہونا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ فوت ہو گئی۔ اور جب عبدالسلام بغداد واپس ہوئے تو راستہ میں کچھ نصرانی عورتوں سے ملاقات ہو گئی جن میں سے ایک کے ساتھ انھوں نے نکاح کا اظہار کر دیا۔ لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ اگر تم نصرانیت قبول کر لو، تو میں تم سے نکاح کر سکتی ہوں۔" چنانچہ انھوں نے نصرانی مذہب قبول کر لیا۔ اور میں

سکونت پذیر ہو گئے۔ اور اس عورت سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

جب عبدالسلام شدید بیمار ہوئے۔ تو کسی نے شیخ علی سے جا کر پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"اِس کے اوپر ریحانہ کی ناراضی کی وجہ سے خُدا کا غضب نازل ہُوا ہے۔ اور اب وُہ چونکہ اس سے راضی ہو گئی ہے، اس لئے مَیں خُدا سے دُعا کرتا ہوں وُہ اس کو اپنے اصلی دِین پر لوٹا دے۔ کیونکہ مجھے یہ گوارا نہیں کہ اس کا حشر نصاریٰ کے ساتھ ہو"

پھر آپ نے عمر بزاز کو حکم دیا کہ

"اُس بستی میں جا کر اُس کے اُوپر ایک گھڑا پانی بہا دو اور اُس کو میرے پاس لے آؤ"

چنانچہ جب اس کے اوپر پانی بہایا گیا تو وُہ صحت یاب ہو گیا اور تائب ہُوا۔ اُس کے ساتھ اُس کے تمام بیوی بچوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور جب سب لوگ شیخ علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبدالسلام کی وُہ تمام صلاحیتیں جو مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے ختم ہو گئی تھیں، پھر عود کر آئیں۔

شیخ علیؒ نہایت ذی وقار ہنس مکھ، بیحد خوبصورت۔ بہترین اخلاق و اوصاف کے مالک اور جلیل القدر مناقب کے حامل تھے۔ اپنے دَور کے تمام لوگوں میں سب سے نایاب کریم و ذی فہم تھے دیہاتیوں کی طرح سادہ لباس پہنتے تھے آپ کے فضائل اس قدر مشہور ہوئے کہ آج تک اہل طریقت کیلئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ کی وفات وزیراں کے مقام پر ۵۶۴ھ میں ہوئی۔ اور آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

شیخ ابویعزٰ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ مغرب کے سردار اور بزم اولیاء کے صدر تھے۔ اور آپ سے بیشمار خارق عادات کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ آپ کے مقامات واوصاف بہت اعلیٰ اور احوال جلیل الشان تھے۔ آپ مغرب کے اوتاد اور بڑے عارفین ومحققین میں منفرد تھے۔ آپ کے ارادت مندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اہلِ مغرب خشک سالی کے مواقع پر بارانِ رحمت کے لئے دُعائیں کراتے تو بارش ہو جاتی۔ اپنی مشکلات میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دُور دراز مقامات سے بے شمار لوگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے۔ آپ ہمیشہ مراقبہ میں مشغول رہ کر اپنے نفس سے لڑتے جھگڑتے۔ اور طویل مجاہدے کرتے رہتے تھے۔ آپ کی صُحبت سے لاتعداد شیوخ فیض یاب ہوئے۔ معرفت کے متعلق آپ کے اقوال بہت مشہور ہیں:

(۱) اُن میں سے ایک قول یہ ہے کہ صاحبِ احوال ابتدائی منازل طے کرنے والوں کے سردار ہوتے ہیں۔ اور وُہ اُن کے زیرِ تصرف رہتے ہیں۔ اور یہی لوگ اہلِ نہایت کے زیرِ نگیں رہتے ہیں، جو اُن پر تصرف تام رکھتے ہیں۔"

(۲) وُہ کیفیت جو بندے کی رسمِ بندگی کو ختم نہ کرے۔ اُس کو حقیقت نہیں کہا جاسکتا۔

ایک اور قول اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ

جو شخص حق کو اس کی فضیلت کی وجہ سے طلب کرتا ہے، وہ اس

تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اور جو کسی کا نہیں ہوتا وہ کسی کے ساتھ نہیں ہوتا۔ زیادہ فائدہ مند کلام وُہ ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوا ہے۔"

آپ ابتداء میں مسلسل پندرہ سال تک اس طرح صحراؤں میں مقیم رہے کہ سوائے تخم خبازی کے کچھ نہیں کھایا۔ شیر چیتے وغیرہ آپ کے پاس جمع رہتے۔ اور پرندے آپ کے اطراف اڑتے رہتے۔ جب شیر کسی کو زخمی کرتا یا اُس کی وجہ سے کسی علاقے میں آمدورفت بند ہو جاتی تو آپ شیر کا کان پکڑ کر فرماتے:

"اے اللہ کے کتے! میرے پاس سے چلا جا اور کبھی یہاں لوٹ کر نہ آنا۔"

یہ سُن کر وُہ چلا جاتا اور اس علاقے میں واپس نہیں آتا تھا۔

ایک مرتبہ لکڑہاروں نے آپ سے شکایت کی کہ جنگل میں شیر بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ

"جنگل میں یہ منادی کر دو کہ اے شیروں کے گروہ! ابو یعزؒ تمھیں حکم دیتا ہے کہ اس جنگل سے کہیں اور چلے جاؤ۔"

اس کے بعد شیر وہاں سے ایسے غائب ہوئے کہ کبھی اُن کا بچہ تک نظر نہ آیا۔

قحط کے دوران وحوش کیلئے خوراک کا انتظام

شیخ ابومدین کہتے ہیں کہ جب مغربی علاقوں میں قحط پڑا تھا، اُس وقت میں شیخ ابو یعزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صحرا میں مقیم تھے اور آپ کے گرد وپیش تمام درندے اس یگانگت کے ساتھ جمع تھے کہ اُن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچاتا تھا۔ اور بے شمار پرندے اُدھر اُدھر رہے تھے

نہ صرف یہ بلکہ بعض درندے تو اپنی زبان میں آپ سے کچھ باتیں بھی کر رہے تھے۔ اور آپ اُن سے فرماتے جاتے تھے کہ تمہارا رزق فلاں فلاں مقام پر ہے۔ اور جب وُہ درندے چلے جاتے تو دُوسرے اُن کی جگہ آجاتے۔ جب سب جانور چلے گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

"وحوش و طیور میرے پاس آکر بھوک کا شکوہ بھی کر رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کے قرب کو چھوڑ کر بلادِ مغرب سے کسی اور طرف جانا نہیں چاہتے۔ لہٰذا خُدا نے مجھ کو اُن کے رزق پر مقرر فرما دیا تاکہ مَیں بتاؤں کہ اُن کا رزق فلاں فلاں مقام پر مقدر ہے۔ اور یہ سب اُن مقامات پر چلے گئے ہیں۔"

شیخ ابومدین کے اصحاب میں سے ایک شخص قحط کے زمانے میں شیخ ابویعزیٰ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ میرا قطعہ زمین جو میری روزی کا سہارا ہے خشک اور ناقابلِ کاشت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر شیخ اس کے ہمراہ چل پڑے۔ اور جب اس کی زمین پر پہنچے تو صرف اسی مخصوص ٹکڑے پر بارش ہونے لگی۔ اور دوسرے مغربی علاقے میں کہیں بھی بارش نہیں ہوئی۔

آپ علاقہ تاس کے قصبہ باعیت کے باشندے تھے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ وہاں کے لوگ آپ کو بلآد کے نام سے یاد کرتے تھے، جس کا مطلب "بڑے بابا" ہے۔
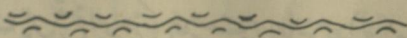
شیخ ابو نعمہ مسلمہ بن نعمہ سروجی[1] رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور کے سیدالاولیاء، رئیس الاصفیا، زعیم الاتقیا، بہت اولوالعزم وراسخ العقیدہ شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔ آپ سے بہت خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ آپ اُن ہستیوں میں سے ایک تھے جن کے تصرّف میں اللہ تعالیٰ تکوینی نظام دیتا ہے۔ آپ کو مقبولیت عام حاصل تھی۔ اور لوگوں کے قلوب پر آپ کی ہیبت بھی تھی۔ آپ بہت سخی وشفیق اور مہمان نواز تھے غرباء کی تکریم کرتے اور فقراء سے شفقت سے پیش آتے۔ ضعیفوں پر مہربانی کرتے اور مساکین پر شفقت فرماتے تھے۔

آپ کے ارادت مندوں میں صاحبِ احوال لوگوں کا ایک جمِ غفیر ہے۔ بیشمار لوگوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس دور کی حکومتِ باطنی آپ کے علم وعمل اور حال ومقام کی وجہ سے انتہائی عروج کو پہنچی۔ آپ کی جماعت میں بہت جلیل القدر بزرگ ہوئے ہیں۔ مثلاً شیخ عقیل منجبی جن کا ذکر آگے آئے گا آپ کی بزرگی پر مشائخ وعلماء کا اجماع رہا۔ جو ہر طرف سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے رہتے تھے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"مَیں نے چالیس انڈے سیہے۔ لیکن اُن میں سے سوائے عقیل منجبیؒ کے اور کوئی بچہ نہیں نکلا۔"

پھر شیخ عقیل کے چالیس مُرید ہوئے۔ جن میں شیخ عدی بن مسافر، شیخ موسیٰ زولی

---

[1] سروج ایک جگہ کا نام ہے۔

اور شیخ ارسلانی دمشقی جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

کتاب الارواح کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ مسلمہ سروجی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اُن کی حیات میں کفار فرنگ اور اہلِ آرمن نے مل کر سروج کے شہر پر حملہ کر کے وہاں کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور جس وقت آپ کی خانقاہ کی جانب بڑھے تو لوگوں نے آپ کو اطلاع دی کہ دشمن خانقاہ کے قریب تک پہنچ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"صبر سے کام لو۔"

پھر جب دوبارہ لوگوں نے عرض کیا کہ اب صرف اتنا فاصلہ رہ گیا ہے، جتنی دور ہاتھ سے پتھر پھینکا جا سکتا ہے۔ اُس وقت آپ نے خانقاہ سے نکل کر ہاتھ کے اشارے سے غنیم کو واپس لوٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اس اشارے کے ساتھ ہی اُن کے گھوڑے انھیں لے کر اس طرح الٹے پاؤں بھاگے کہ قابو میں نہ آئے۔ اس بھگدڑ کی وجہ سے اُن کی جمعیت بھی منتشر ہو گئی اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور وُہ شہر پناہ تک بہت ہی بدحالی کے عالم میں پہنچے۔ وہاں ٹھہر کر معذرت خواہی اور تقصیر کی مُعافی کے لئے شیخ کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا۔ لیکن آپ نے قاصد کو جواب دیا کہ

"اُن سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے اُس کا جواب اِن شاء اللہ تم تمھیں صبح کو دیا جائے گا۔"

لیکن وُہ آپ کے اشارے کو نہیں سمجھے۔ صبح کو اسلامی لشکر آ گیا، اور اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا جس کے وُہ مستحق تھے اور اس جُرم کی پاداش میں اُنکی نسل ختم ہو گئی۔

جانوروں کا تابع فرمان ہونا

آپ کی ایک کرامت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اس منہزم لشکر والے نعمت نامی عورت

کا لڑکا قید کر کے لے گئے تھے۔ چنانچہ وہ عورت عید کی شب آپ کے پاس روتی ہوئی حاضر ہوئی۔ اور دُعا کی درخواست کے ساتھ عرض کیا کہ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ اُس ماں کا کیا حال ہوگا جس کا بچہ قید میں ہو۔ آپ نے پوچھا:

"تم کیا چاہتی ہو؟"

اُس نے عرض کیا کہ شیخ کا صدقہ چاہتی ہوں"۔ آپ نے فرمایا:

"اِن شاء اللہ صبح تک وہ آجائے گا"۔

چنانچہ صبح کے وقت لوگوں سے فرمایا کہ حرّل کے ٹیلے پر چلے جاؤ۔ اور جب لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا وہ لڑکا وہاں موجود ہے۔ اور اُس کے قریب ہی ایک شیر کھڑا ہے۔ اُس لڑکے نے بتایا کہ یہ شیر مجھ کو قید خانے سے اپنی کمر پر لاد کر یہاں تک لایا ہے۔ اُس کے بعد لوگوں کو دیکھ کر شیر واپس ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حرّل اس قصبہ سے ایک گھنٹہ کی مسافت[1] پر تھا۔

ایک اور واقعہ منقول ہے کہ آپ کا کوئی معتقد حج کو گیا۔ اُس کی ماں نے عید الضحیٰ کی شب شیخ سے عرض کیا کہ مَیں نے پُوریاں اور پراٹھے پکائے ہیں لیکن دِل یہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا بھی اس کو کھاتا۔ آپ نے فرمایا کہ

"لاؤ اس کا حصّہ مجھے دے دو۔ مَیں اس کو پہنچا دُوں گا"۔

جب عورت نے اُس کا حصّہ پیش کر دیا تو آپ نے اپنی چادر میں رکھ دیا۔ پھر جب وہ شخص حج سے واپس آیا تو اس کی ماں نے شیخ کی چادر اس کے پاس دیکھی اور پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آئی ہے۔ اُس نے بتایا کہ یہ چادر مجھے بقر عید کی شب میں ملی اور اس میں ٹکیاں اور پراٹھے بندھے ہوئے تھے۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی تنور سے نکل کر آئے ہیں۔ آپ کی وفات ماہِ رجب ۴۶۶ھ اسی قریہ میں ہوئی۔ اور وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ۞

---

[1] اللہ والوں کے لئے حجابات دنیاوی کوئی حیثیت نہیں رکھتے وہ اپنی جگہ سے دُور دراز مقامات کی خبر رکھتے ہیں ۱۲۔

شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے دور میں مشائخ شام کے شیخ تھے۔ آپ کی صحبت سے بیشمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ جن میں چالیس تو صاحب نسبت بزرگ ہوئے ہیں۔ جیسے شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسیٰ زولی وغیرہ۔ آپ خرقہ عمر یہ لے کر سرزمین شام گئے تھے۔ شیخ عقیل کو شیخ طیار کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے قصبہ کے بینارہ سے اڑ کر بلادِ شرق میں پہنچے تھے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ منبج میں ہیں تو لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے تھے۔

آپ کے شیخ مسلمہ آپ کو غواص کے نام سے بھی یاد کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ آپ شیخ مسلمہ کے مریدوں کی جماعت کے ہمراہ بیت المقدس کی زیارت کو نکلے تو دریائے فرات پر پہنچ کر سب لوگوں نے تو اپنا مصلیٰ بچھایا، اور اس پر بیٹھ کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے لیکن شیخ عقیل نے مصلے پر بیٹھ کر دریا میں غوطہ لگایا اور جب دوسرے کنارے پر پہنچے تو آپ کے کپڑے تک نہیں بھیگے تھے۔ واپسی پر جب یہ واقعہ شیخ مسلمہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"عقیل غواصین میں سے ہونے کے علاوہ اُن چار شیوخ میں سے ہے جو زندوں کی طرح اپنی قبروں میں رہ کر بھی تصرف کرتے ہیں اور وہ چار شیوخ یہ ہیں:۔
شیخ عبدالقادر جیلانی۔ شیخ معروف کرخیؒ۔ شیخ ابن قیس حرانیؒ اور شیخ عقیل منبجیؒ۔"

شیخ عقیلؒ کے اقوال معارف سے لبریز ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے اجداد کے

نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا تھا اور تا حیات اس پر قائم رہے۔ آپ کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ

"جو شخص اپنے نفس کے لئے مقصد و مطلب کا طالب ہو، وُہ معرفت سے بہت دُور رہتا ہے۔ اور وُہ فرد جو حال کے بغیر اپنے نفس کی جانب توجہ کرے وُہ دروغ گو ہے۔"

شیخ کا مرتبہ

شیخ عثمان بن مرزوق فرماتے ہیں کہ سلوک کے ابتدائی دَور میں شیخ عقیل مسلمہ کے سترہ مریدوں کے ساتھ ایک غار کے اندر بیٹھ گئے۔ اور ہر ایک نے غار کے اندر ہی ایک قریب جگہ پر اپنے عصا رکھ دیے۔ اسی دوران کچھ لوگ ہوا میں پرواز کرتے ہوتے آئے اور تمام عصا اٹھانے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ آخر میں جب شیخ عقیل کا عصا اُٹھانا چاہا تو اس کو نہ اٹھا سکے۔ چنانچہ ناکام واپس چلے گئے۔ اور واپسی پر جب مُریدین نے یہ واقعہ شیخ مسلمہ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"وُہ موجودہ دَور کے اولیاء کرام تھے اور جن لوگوں نے جس جس کا عصا اٹھایا ان کا مقام صاحبِ عصا سے بلند تھا۔ لیکن شیخ عقیل کا عصا اس لئے نہیں اٹھا سکے کہ اُن میں کسی کا مقام و مرتبہ شیخ عقیل سے بلند نہیں تھا۔"

صادق و متصرّف کی تعریف

شیخ ابو المجد منبجی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد کی زبانی دادا کا بیان کردہ یہ واقعہ سُنا ہے کہ ایک مرتبہ بیرونِ شہر ایک پہاڑ کے دامن میں شیخ عقیل کی زیارت کو حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس صلحاء کی ایک جماعت موجود تھی۔ اور ایک شخص یہ سوال کر رہے تھے کہ صادق کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"اگر وہ پہاڑ سے حرکت کرنے کو کہہ دے تو پہاڑ حرکت میں آجائے۔"
آپ کے اتنا کہتے ہی پہاڑ میں حرکت شروع ہو گئی۔
پھر سائل نے سوال کیا کہ متصرّف کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ:
"اگر متصرّف بحر و بر کے وحوش و طیور کو حاضری کا حکم دے دے تو وہ
حاضر ہو جائیں۔"
ابھی یہ جملہ پُورا نہ ہوا تھا کہ پرندے آنا شروع ہو گئے اور فضا پرندوں سے لبریز
ہو گئی۔ حتّٰی کہ دریا کے شکاریوں نے بتایا کہ مچھلیاں سطحِ آب پر آگئیں تھیں۔
سائل نے ایک اور سوال کیا کہ مقدس اور اہلِ برکت کی کیا علامت ہے؟
آپ نے فرمایا کہ:
"صاحبِ برکت اگر اس پتھر میں ٹھوکر مار دے تو چشمے اُبل پڑیں۔"
زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے آپ نے ٹھوکر ماری اور اُس پتھر سے چشمہ
پھوٹ پڑا۔ پتھر پھر اپنی اصلی شکل میں تبدیل ہو گیا۔
ایک مرتبہ آپ اپنی خانقاہ سے سفر کے ارادے سے نکلے تو دیکھا کہ مریدین
اور شاگردوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے استقبال کے لئے کھڑی ہے۔
جب اُن کے کھڑے ہونے کی وجہ معلوم کی تو بتایا گیا کہ آپ کے استقبال کے لئے
آئے ہیں۔ لیکن آپ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے کہ یہ سب لوگ نہ جانے میری وجہ
سے کتنی دیر سے کھڑے ہیں۔ اُس وقت آپ نے مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے ؎

تَعَدَّيْتُ قَدْرِيْ بِحُبِّيْ لَكُمْ   وَاَيْقَنْتُ اِنِّيْ بِكُمْ اَنْعَمُ

میں نے تمہاری محبت کی وجہ سے تم پر ظلم کیا لیکن مجھے یقین ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔

مُحِبُّ الْكِرَامِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ   كَرِيْمًا وَلٰكِنْ بِحُبٍّ لَكُمْ يَكْرُمُ

اے محبانِ کرام اگرچہ میں کریم نہیں ہوں لیکن تمہاری محبت نے مجھے تکریم عطا کر دی ہے۔

سنہ ۴۹۰ھ میں بلخ کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ اور طویل عمر میں وہیں انتقال فرمایا۔

راوی حدیث نے جوانی میں شیخ کے مزار اقدس کی زیارت کی اور حاضری دی ہے۔ اور آپ کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام ہے ؎
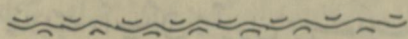
عارف باللہ شیخ علی بن وہب ربیعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے جلیل القدر اولیاء میں سے ہوئے ہیں۔ آپ سے بہت سی خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ علوم معرفت و حقیقت کے اعتبار سے آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ آپ اُن ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی ہیبت اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے قلوب میں ڈال دی تھی۔ اور جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے علوم غیبیہ کو ظاہر فرمایا۔[1]

آپ نے سنجار اور اُس کے قرب وجوار میں اپنے مریدین کی تربیت کو منتہائے کمال تک پہنچایا۔ اُن میں شیخ سوید اسنجاوی، شیخ ابوبکر خباز اور شیخ صنائحی وغیرہ شامل ہیں۔ اِن کے علاوہ مشرق کے بیشمار لوگ آپ سے منسوب ہوئے۔

آپ کے اکہتر صاحبِ احوال مریدین میں سے جب ایک کا انتقال ہوا تو تمام لوگ خانقاہ کے باغ میں جمع ہو گئے اور اُن میں سے ہر ایک شخص باغ کی گھاس توڑ کر جب اُس پر پھونک مارتا تو اُس میں سے مختلف اقسام کی خوشبو پھیل جاتی۔ اور مختلف رنگ نمودار ہونے لگتے اور شیخ علی بن وہب یہ فرماتے جاتے کہ

"اللہ نے مجھے اپنے کرم سے امورِ مخفیہ پر مطلع فرمایا ہے"۔

آپ کا لقب راد الغائب تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی جب کسی شخص کا روحانی سلسلہ

---

[1] انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیائے کرام کو بھی رب العالمین نے علوم غیبیہ پر مطلع فرما دیتا ہے جسکو وہ مصالح کے مطابق وقتاً فوقتاً ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔

منقطع ہو جاتا تو آپ کی زیارت کے بعد اس کی سابقہ کیفیت بحال ہو جاتی تھی۔
آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنھیں خواب میں حضرت صدیق اکبرؓ نے خرقہ عطا فرمایا
اور (دُوسرے شخص اس خرقہ کو حاصل کرنے والے شیخ بن ہوارا ہیں جن کا بیان
پہلے ہو چکا ہے) ان حضرات نے خواب سے بیدار ہو کر خرقہ کو عالمِ دنیا میں اپنے
جسم پر پایا۔

ایک مرتبہ شیخ بن ہوارا، شیخ عدی بن مسافر، شیخ موسیٰ زولیؒ جبل شکریہ
کے ایک بڑے پتھر کے قریب جمع ہوئے۔ اس وقت شیخ علی بن وہب سے سوال
کیا گیا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے اُس پتھر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا "اللّٰہ"۔
یہ کہتے ہی پتھر بیچ میں سے شق ہو گیا۔ اور مشہور یہ ہے کہ لوگ اس شق شدہ پتھر
کے درمیان نماز پڑھتے تھے اور اس نے اس علاقہ میں شہرت حاصل کر لی تھی۔

عمر بن عبد الحمید بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے والد کے حوالے سے
سُنایا کہ ہم نے چالیس سال تک شیخ علی بن وہب کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔
جب ہم نے اُن سے ابتدائی زندگی کے حالات دریافت کئے تو انھوں نے بتایا
کہ سات سال کی عمر میں تو میں نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد بغداد جا کر علماء سے
تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں قرأت سیکھی اور وہیں مقیم ہو کر حصولِ علم میں مشغول ہو گیا اور
شہر سے باہر ایک مسجد میں عبادت کرتا رہا۔ چنانچہ ایک شب میں نے خواب
دیکھا کہ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے آ کر فرمایا کہ

"اے علی تمھیں طاقیہ[1] پہنانے کا حکم مجھے دیا گیا ہے۔"

اور یہ فرما کر اپنی آستین میں سے ٹوپی نکال کر میرے سر پر رکھ دی۔ پھر چند ایام کے
بعد میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام نے آ کر حکم دیا کہ:

---

[1] ایک قسم کی ٹوپی۔

سے علی نکل کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو۔"

لیکن مَیں نے وعظ شروع نہ کیا۔ اگلی شب مَیں نے پھر حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور آپ نے بھی وہی فرمایا جو حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔ اب مجھ پر حقیقت آشکارا ہوئی۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور آپ نے بھی وہی حکم دیا جو اس سے قبل وُہ دونوں حضرات دے چکے تھے۔

اس خواب سے بیدار ہو کر مَیں نے باہر نکل کر تبلیغِ دین کا قصد کر لیا۔ اسی رات کو جب دوبارہ سویا تو دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اے میرے بندے! مَیں نے تجھے اپنی صفات کا مظہر بنا دیا ہے، تمام احوال میں تجھ کو میری تائید حاصل رہے گی۔ اور تو میری مخلوق کے لئے سببِ رحمت بن جائے گا۔ لہٰذا مخلوق کے پاس پہنچ کر اپنے علم کے مطابق میرے احکام کی تبلیغ کر اور انھیں میری نشانیاں دکھا۔"

صبح کو جب مَیں گھر سے چلا تو عوام و خواص، علماء و صُلحاء میرے گرد جمع ہو گئے اور میرا احترام کرنے لگے اور میرے پاس نذرانے لے کر آنے لگے، اور میری شہرت زبان زدِ عام ہو گئی۔

آپ کا یہ فرمان شہرتِ عام حاصل کر گیا کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے یا اس کا حصول چاہتا ہے اُس کے اضطرابِ قلبی دُور ہو جاتے ہیں۔

مُرید کی تعریف مُرید وُہ ہے جو محب اور طالب ہو۔ مراد وُہ ہے جو مطلوب اور محبوب ہو۔ اور جب اُسے بارگاہِ قدس کی جانب پکڑ کر کھینچا جائے تو اُس پر شوق کا غلبہ طاری ہو۔ کیونکہ وُہ جس شے

کا طالب ہے وُہ شے اُس کو حاصل ہو جاتی ہے اور راستوں کی طوالت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کا نفسانی امر زائل ہو جاتا ہے اور کائنات کو اس سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔

زُہد

دُوسرا قول یہ ہے کہ زُہد نام ہے فریضہ فضیلت اور قربت کا۔ فریضہ نام ہے حرام سے گریز کرنے کا۔ فضیلت نام ہے متشابہات میں تمیز کرنے کا۔ قربت نام ہے حلال اختیار کرنے کا۔ اور زہد عام ہے ورع سے کیونکہ زہد ہر شے سے منقطع ہو جانے کا نام ہے۔ لیکن ورع مکمل تقویٰ ہے۔

اخلاص کی علامت

اخلاص کی علامت یہ ہے کہ مشاہدۂ حق کے سبب مخلوق نظروں سے دور ہو جائے اور تمہاری فنا کو بقائے ابدی حاصل ہو جائے۔ جو لوگ اپنے باطن کو ماسوائے اللہ سے آراستہ کر لیتے ہیں۔ اُن کے قلوب سے رحمت کا اخراج ہو جاتا ہے اور اُن کے قلوب کو حرص و ہوس سے ملبوس کر دیا جاتا ہے۔ آپ اکثر مندرجۂ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

مَنْ اَظْهَرُوْهُ عَلٰى سِرِّ دَبَاحَ بِهٖ ۔۔۔ لَمْ يَطْلَعُوْهُ عَلَى الْاَسْرَارِ مَا عَاشَا

جس کو وہ کوئی بھید بتا دیں اور وُہ اس کو عام کر دے تو پھر زندگی بھر اس کو کوئی راز نہیں بتایا جاتا۔

وَالْمبعَدُ دُوْهُ فَلَمْ يَنْعَمْ بِقُرْبِهِمْ ۔۔۔ وَاَبْدَلُوْهُ مَكَانَ الْاِنْسِ اِيحَاشَا

جس کو وُہ اپنی بارگاہ سے دھتکار دیں پھر اس کو کبھی قرب نصیب نہیں ہوگا اور اُس کو انس کے بجائے وحشت عطا کی جائے گی۔

لَا يَصْطَفُوْنَ مُذِيْعًا بَعْضَ سِرِّهِمْ ۔۔۔ حَاشَا جَلَالِهِمْ مِنْ ذٰلِكُمْ حَاشَا

وہ کبھی راز فاش کرنے والے کو اپنا محرم راز نہیں بناتے کیونکہ اُن کی جلالت شان

سے بعید ہے۔

کیفیت و احوال کی واپسی

شیخ محمد علی بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے دور میں ایک شخص محمد بن ہمدانی تھا۔ جس کے مشاہدات و احوال اس سے پوشیدہ کر دیے گئے۔ اس کے احوال و مشاہدات کی ایک کیفیت یہ بھی تھی کہ وہ ملائکہ عرش کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ تمام شہروں میں گھومتا پھرا لیکن کوئی اس کو ایسا نہ ملا جو اس کی حالت کو درست کر دیتا۔ لہٰذا وہ شیخ علی بن وہب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے نہایت تکریم کے ساتھ اس سے ملاقات کر کے فرمایا کہ:

"اے شخص محمد میں تیری کیفیت کو مزید اضافہ کے ساتھ واپس لا سکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ اور جب اس نے آنکھیں بند کر لیں تو واقعی عرش کے فرشتوں کا مشاہدہ کرنے لگا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ

"یہ تو تیرا پہلا حال تھا۔ اب میں اس میں دو چیزوں کا مزید اضافہ کرتا ہوں۔"

اور آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ جب اس نے آنکھیں بند کر لیں تو عالم ملکوت کے اسفل سے اعلیٰ درجہ تک عالم بہموت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ پھر فرمایا کہ:

"دوسرا اضافہ یہ ہے کہ تو ایک قدم میں دنیا کے کسی بھی حصہ میں پہنچ جائے گا۔"

جب اس نے ایک قدم اٹھایا تو شیخ کے پاس پہنچ گیا۔ اور دوسرے قدم میں شیخ کی برکت سے ہمدان پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فقرا کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور میٹھی چیز کھانے کی فرمائش کی۔ چنانچہ آپ نے گھر میں جا کر انار کا رس نکالا۔ اس کو آگ پر

پکا کر دوسرے برتن میں ڈال کر ان فقراء کے سامنے رکھ دیا۔ اُس جماعت کا بیان ہے کہ ہم نے دُنیا میں اس سے زیادہ عُمدہ اور شیریں چیز نہیں کھائی۔

قطب ماہیت کا ایک واقعہ

مغرب[1] کا ایک شخص عبدالرحمٰن نامی شیخ علی بن دہب کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ایک چاندی کا ٹکڑا آپ کے سامنے رکھ کر کہا کہ اِس کو مَیں نے فقراء کے لئے تیار کیا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا:

"تمھارے اور دُوسروں کے پاس جتنے تانبے کے برتن ہوں لے آؤ"

اور جب لوگ بہت سے برتن لے آئے تو شیخ نے برتنوں کو وسط خانقاہ میں رکھ کر اُن پر چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد اس میں سے بعض نے سونے کی شکل اختیار کر لی اور بعض نے چاندی کی۔ پھر شیخ نے برتن لانے والوں سے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے وُہ سب سونا چاندی اٹھالیا۔ پھر فرمایا کہ

"اے عبدالرحمٰن! خدا نے مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے لیکن مَیں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ لہٰذا اپنا چاندی کا ٹکڑا اٹھالو۔"

عبدالرحمٰن نے اُن برتنوں کے مختلف شکل اختیار کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ

"جو شخص بلا کسی غرض کے تانبہ لایا تھا وُہ تو سونا بن گیا اور جس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ تھی، اُس نے چاندی کی شکل اختیار کر لی۔ اور جو لوگ بدنیتی سے لائے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔"

---

[1] مراکش کا علاقہ مغرب کہلاتا ہے۔

بیل کا زندہ ہونا آپ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے پاس کھیتی باڑی کے لئے دو بیل تھے جو بغیر ہاتھ لگائے صرف اشارے سے چل پڑتے اور ٹھہر جاتے تھے۔ اُن میں سے ایک بیل مر گیا تو آپ نے اس کا سینگ پکڑ کر اللہ سے زندہ کر دینے کی دُعا کی۔ لہٰذا وہ بیل دُعا کے دوران کان جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

آپ سنجار کے مضافات میں بدریہ نامی بستی میں قیام پذیر تھے۔ وہیں اسّی سال سے زیادہ عُمر میں انتقال ہُوا اور وہیں مدفون ہیں۔ اور آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ عالم فاضل فصیح و متواضع تھے۔ نہ کبھی قسم کھاتے نہ کبھی آسمان کی جانب سر اُٹھاتے۔

آپ بدویوں کے قبیلہ بنی ربیعہ شبستان سے متعلق تھے۔

میری معلومات کے مطابق یہ قطبِ کامل، عالم، فاضل، صاحبِ مناقب اور ہمارے ہی قبیلہ بنو ربیعہ کے ایک ممتاز فرد تھے۔ لیکن اُن کا ذکر میرے چچازاد بھائی علامہ محقق رضوی رضی الدین محمد حنفی نے اپنی کتاب آثار رفیعہ فی مآثر بنی ربیعہ میں نہیں کیا ہے ۔

شیخ موسیٰ بن ماہان زولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ کبار میں سے بڑے جلیل القدر شیخ ہوئے ہیں۔ آپ کا شمار ان شیوخ میں ہے جن کی ہیبت و صولت اللہ تعالیٰ نے عوام و خواص کے دلوں میں ڈال دی تھی اور اُنھیں غیب کا علم عطا فرمایا تھا۔ آپ سے بہت خارق عادات کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔ آپ کی صحبت سے بلادِ مشرق کے بہت سے مشائخ فیض یاب ہوئے۔ اور آپ کے شاگردوں میں بہت سے صاحب معرفت ہوئے غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی آپ کی بہت تعریف و تعظیم کرتے تھے۔

ایک مرتبہ غوثِ اعظمؒ نے فرمایا:

"اے اہلِ بغداد تمھارے اوپر ایسا سورج طلوع ہونے والا ہے کہ اس سے پہلے کبھی طلوع نہیں ہُوا اور وُہ سورج شیخ موسیٰ زولی ہیں"۔

یہ فرما کر سب لوگوں کو حکم دیا کہ

"اگر تمھیں دو یوم کی مسافت طے کر کے بھی جانا پڑے تب بھی اُنکی زیارت کو جایا کرنا۔

جس وقت شیخ موسیٰ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے۔

شیخ موسیٰ کے بہت سے اقوال زبان زدِ خاص و عام تھے۔ آپ کی دعائیں اس قدر زود اثر ہوئیں کہ اگر آپ کسی اندھے کے لئے دُعا کر دیتے تو فوراً بصارت واپس آجاتی۔ کسی فقیر کے لئے تونگری کی دعا کرتے تو وُہ فوراً مالدار ہو جاتا۔ کسی کو فقر کی

ا؎ بعض حضرات نے ماہان کے بجائے ابن ماہین لکھا ہے ۱۲۔

بددُعا دیتے تو فقیر ہوجاتا۔ اگر مریض کے حق میں دعا کرتے تو وُہ صحت یاب ہو جاتا۔ کسی کے لئے برکت کی دعا کرتے تو اُس کو برکت حاصل ہوجاتی۔ غرضیکہ آپ کی ہر دعا فورًا قبول ہوجاتی تھی۔

احمد ماردینی کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے سُنا ہے کہ شیخ موسیٰ کو کثرت کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ اور حالات سے اکثر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو آگاہ فرماتے تھے۔

آپ کی ایک کرامت بہت مشہور تھی کہ جب آپ لوہے کو چھوتے تو وُہ پانی بن جاتا تھا۔

آپ کی خدمت میں ایک عورت چار ماہ کا بچّہ لے کر حاضر ہوئی اور آپ نے جب اس بچّہ کے لئے دُعا فرمائی تو وُہ دوڑنے لگا۔ پھر آپ نے اُس کو پکڑ کر فرمایا کہ :

"سورۂ اخلاص پڑھو"۔

چنانچہ بچّہ نے شروع سے آخر تک پوری سورۃ سُنا دی۔ اور اُس کے بعد وہ ہمیشہ گفتگو کرتا رہا۔ شیخ کی وفات کے وقت اس بچّہ کی عمر تیس سال تھی۔ اور وہ نہایت فصیح و بلیغ کلام کرتا تھا۔ اور اُس کی کنیّت ابومسرور تھی۔

شیخ نے ماردین کو اپنا وطن بنالیا تھا اور وہیں آپ کا مزار ہے، جہاں لوگ زیارت کے لئے حاضری دیتے رہتے ہیں۔ جب آپ کو قبر میں اتارا گیا تو قبر اس قدر وسیع ہوگئی کہ آپ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور جس نے آپ کو قبر میں اتارا تھا۔ اُس کے اُوپر آپ کے رُعب وجلال کو دیکھ کر غشی طاری ہوگئی ۞

شیخ رُسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ شام میں آپ کی شخصیت عظیم المرتبت تھی۔ آپ عارفوں کے سردار تھے۔ اپنے ارشاداتِ عالیہ اور مقاماتِ معرفت کے اعتبار سے بھی عالی مرتبت تھے۔ معرفت و حقائق میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ آپ سے اکثر خارقِ عادات کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ قربِ حق کا منصب بھی آپ کو حاصل رہا ہے۔ آپ کا کشف بہت ہی واضح اور آپ کا تصرف سب پر نافذ تھا۔ آپ علم و عمل اور تحقیق و معرفت کے امام ہوئے ہیں۔ آپ اِن ہستیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر فرما کر قبولیت کامل عطا کر دیتا ہے اور انھیں ولایت کے ان مقامات پر فائز کرتا ہے جہاں کائنات کے تمام اسرار کُھل جایا کرتے ہیں۔ ایسے حضرات کے ذریعہ حیرت انگیز کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور اُن کو سالکین کا امام بنا دیا جاتا ہے

شام میں آپ نے مُریدین کی تربیت کو منتہائے کمال تک پہنچایا۔ مشائخ کی بہت بڑی جماعت آپ سے منسوب ہوئی۔ تمام مشائخ و علماء کا آپ کی بزرگی پر اجماع ہے۔ رجوعات کا سلسلہ بہت طویل تھا۔ آپ ہنس مکھ، خوبصورت، مؤدب صاحبِ خشوع و خضوع تھے۔ اور بہترین اخلاق و آداب اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ آپ کا کلام حقیقت سے لبریز ہوتا تھا۔

منازل

آپ کا ایک قول ہے کہ عارف کا مشاہدہ اسے تمام چیزوں سے آزاد کر دیتا ہے اور اس پر معرفت کا ظہور ہونے لگتا ہے اور اسی وجہ سے عارف اِس طرح واصل باللہ ہو جاتا ہے کہ اس پر بالجملہ اسرار خداوندی وارد ہونے لگتے ہیں اور بالکلیہ اس پر انوار باری کا اس طرح ظہور

ہوتا ہے کہ وہ اسرارِ غیب کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ اور اپنے نفس کی تمام چیزوں کو ٹھکرا کر صرف انہی چیزوں کو اپنے نفس کے لئے اخذ کرنے لگتا ہے جس سے تخصیص حاصل ہوتی ہے اور نفس کے لئے اخذ کرنے کا نام ہی تقریب ہے۔ اور نفس کی چیزوں کو رد کر دینے کا نام تہذیب ہے۔ اور اپنے نفس میں کسی ہستی کو جاگزیں کر لینے کا نام تخصیص ہے۔

تقریب تو سالک کو مشاہدے کی منزل میں پہنچا دیتی ہے۔ تہذیب اس کو موحد بنا دیتی ہے۔ تخصیص اس میں انفرادیت پیدا کر دیتی ہے اور وہی اُس کا وجود بن کر رہ جاتی ہے اور وجود مجسّم شہود بن جاتا ہے اور شہود کے بعد پھر کوئی منزل باقی نہیں رہ جاتی۔ جیسا کہ کلامِ الٰہی میں ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ — لوگوں کی آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں

يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ — لیکن وہ اُن کی نظروں کو پا لیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نظروں کو پا لینے کی وجہ سے بندوں کی نظریں مشاہدہ باری کے لائق ہو جاتی ہیں۔

شیخ عارف ابو محمد یعلی فرماتے ہیں کہ شیخ رسلان موسم گرما میں دمشق کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ مریدوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ احکامِ الٰہی پر ثابت قدم رہنے والا ولی کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"اے صابر! اُس ولی کو اللہ تعالیٰ تصرف تام عطا کرتا ہے۔"

سائل نے جب اُس کی علامت پوچھی تو آپ نے چار شاخیں ہاتھ میں لے کر اُن میں سے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے فرمایا "یہ موسم سرما کے لئے ہے۔" دوسرے ٹکڑے کو جدا کر کے فرمایا "یہ موسم خریف کے لئے۔" تیسرے کو علیحدہ کر کے فرمایا "یہ موسم گرما کے لئے

ہے۔" اور چوتھے کے متعلق فرمایا "یہ موسم ربیع کا ہے"۔ پھر جب آپ نے پہلی شاخ
کو ہاتھ سے پھینکا تو سرد ہوائیں چلنے لگیں اور شدید سردی محسوس ہونے لگی۔ اور
جب دُوسرا ٹکڑا پھینکا تو خریف کی فصل کے آثار اپنے تمام اوصاف کے ساتھ
ظاہر ہوئے۔ جب تیسری شاخ کو پھینکا تو سخت گرمی کا موسم شروع ہوگیا۔ اور
چوتھی شاخ پھینکتے ہی موسم ربیع اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ شروع ہوگیا۔
درخت سرسبز و بار آور ہوگئے اور موسم ربیع کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اس کے بعد
شیخ نے باغ کے درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندوں پر نظر ڈالتے ہوئے ایک درخت
کے نیچے کھڑے ہو کر فرمایا کہ

"اپنے خالق کی تسبیح کرو"۔

یہ کہتے ہی اُس پر بیٹھے ہوئے پرندوں نے اتنے شیریں لہجے میں تسبیح شروع کی، کہ
سامعین پر وجد طاری ہوگیا۔ اسی طرح آپ ہر درخت کے نیچے پہنچ کر فرماتے رہے
اور جب آخری درخت کے نیچے پہنچ کر اُس پر بیٹھے ہوئے پرندوں سے تسبیح
کرنے کے لئے فرمایا تو وہ خاموش رہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

تمہارے لئے ہلاکت ہو"۔

یہ کہتے ہی وہ پرندے مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑے۔

برکتِ طعام ایک مرتبہ آپ کے پاس پندرہ مہمان آئے۔ اُس وقت شیخ
کے پاس صرف پانچ روٹیاں تھیں۔ بسم اللہ پڑھ کر وُہی آپ نے
سب کے سامنے رکھ کر دعا کی:

"اے اللہ ہمارے رزق میں برکت عطا فرما تو بہترین رزق عطا کرنے
والا ہے"۔

اُن مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا لیکن کھانا پھر بھی بچ گیا۔ جس میں سے ایک

ایک ٹکڑا آپ نے ہر فرد میں تقسیم کر دیا۔ اور یہ ٹکڑے بغداد کے طویل سفر میں زادِ راہ کے طور پر کام آئے۔

طے ارض ابو احمد بن کردی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ کو ہوا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ کبھی آپ ہوا میں قدم رکھتے اور کبھی دو زانو بیٹھ کر چلتے اور کبھی پانی کے اُوپر سے گزرتے۔ پھر میں نے آپ کو میدانِ عرفات میں تمام مناسکِ حج ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور جب میں نے دمشق پہنچ کر لوگوں سے شیخ کے متعلق دریافت کر کے یہ واقعہ سنایا تو انھوں نے قسم کھا کر بتایا کہ آپ تو ایک دن بھی ہم سے غائب نہیں رہے۔ سوائے یومِ عرفہ، یومِ نحر اور ایامِ تشریق[1] کے۔

وُسعتِ نظر اور تصرّف ایک مرتبہ میں نے شیخ کو اس حالت میں دیکھا کہ شیر آپ کے قدموں میں لوٹ رہا ہے۔ اور آپ ایسے مستغرق ہیں کہ اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔

پھر ایک مرتبہ اس حال میں دیکھا کہ آپ کنکریاں اٹھا اٹھا کر دمشق سے باہر پھینک رہے ہیں۔ میں نے تعجب سے اس کی وجہ معلوم کی تو آپ نے بتایا کہ

"یہ وہ تیر ہیں جو میں افرنگیوں پر پھینک رہا ہوں کیونکہ اس وقت اہلِ فرنگ کا لشکر ساحلِ دمشق پر پہنچ چکا ہے۔ اور اسلامی لشکر اُن کے تعاقب میں ہے۔"

پھر اس واقعہ کے ثبوت میں اسلامی لشکر کے افراد نے واپسی پر بتایا کہ ہم نے بچشمِ خود یہ مشاہدہ کیا کہ آسمان سے کنکریاں افرنگیوں کے سروں پر اس طرح پڑ رہی ہیں کہ اُن کے بیشمار افراد ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ شاہ فارس کے سر

---

[1] ایامِ تشریق: ۹ ذی الحجہ سے غروبِ آفتاب تک ہوتے ہیں۔

پر ایک ایسا پتھر گرا کہ (شیخ کی برکت سے) وہ سواری سمیت اسی جگہ گر کر ہلاک ہو گیا۔

آپ نے دمشق میں سکونت اختیار کر کے اسی کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اور وہیں وفات پا کر شہر سے باہر مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ جب آپ کا جنازہ کاندھوں پر اٹھایا گیا تو سبز رنگ کے پرندے آپ کی نعش پر منڈلانے لگے۔ اور بہت سے ایسے لوگ نظر آئے جو عوام کی نظروں سے اوجھل سفید گھوڑوں پر سوار جنازے کے ہمراہ چل رہے تھے جو اس سے پہلے اور بعد میں پھر کبھی نظر نہیں آئے۔
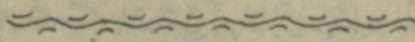
شیخ ضیاء الدّین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے بہت بڑے شیخ، عارفین کے صدر، محققین کے سردار، علامۃ العلماء، صاحبِ کرامت، بہترین احوال کے حامل، صدق و صفا کے پیکر اور صاحبِ معرفت ہوئے ہیں۔ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں، جنھوں نے بغداد کے مدرسہ میں درس و افتاء کے فرائض انجام دیے۔ اس کے علاوہ آپ نے شریعت و طریقت پر بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے پاس اہلِ بغداد بھی حصولِ علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح آپ عراق و بغداد دونوں مقامات کے مفتی بھی تھے۔ بڑی فصاحت کے ساتھ قومی حالات پر تبصرہ فرماتے تھے۔ علماء جیسا لباس پہنتے اور خچر پر سواری کرتے۔ آپ کی شان ان سادات و ائمہ اور قائدین جیسی تھی جن کے قدم راسخ کو استقامت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی عظمت و بزرگی پر مشائخ و علماء کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب کو آپ کی محبت سے سرشار کر دیا تھا۔ آپ کی صحبت سے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ عبد اللہ بن مسعود بن مطر وغیرہ جیسے شیوخ فیض یاب ہوئے۔ مشائخ و صوفیاء کی بڑی جماعت کو آپ سے نسبت حاصل ہے۔

احوال کی تعریف آپ کے ملفوظات کی ایک جھلک یہ ہے کہ احوال قلوب کے معاملات ہیں جو صفات افکار سے شیریں ہو جاتے ہیں۔ انہی احوال میں سے مراقبہ، قربِ الٰہی، محبت، خوف، حیا، انس، یقین اور مشاہدہ ہے۔ جو لوگ حالتِ قرب میں عظمتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اُن پر محبت و رجا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

تصوّف دوسرا الملفوظ۔ تصوف کی ابتداء علم ہے، درمیان عمل ہے، اور آخری منزل خوف ہے۔ علم تو مرادوں کو منکشف کرتا ہے۔ عمل طلب کا معاون ہوتا ہے اس طرح خوف امید کی آخری منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اور جو لوگ اِن چیزوں کے اہل ہوتے ہیں۔ اُن کے تین درجہ ہیں۔ اوّل مرید جو طالب ہوتا ہے۔ دوّم متوسط جو سیر کرتا رہتا ہے۔ سوّم منتہی جو واصل باللہ ہو جاتا ہے اِس اعتبار سے مرید صاحبِ وقت ہوتا ہے۔ متوسط صاحبِ احوال اور منتہی صاحبِ یقین۔ اِن حضرات کے نزدیک انفاس شماری ہی سب سے افضل شغل ہے۔ مُرید کا کام مجاہدات و ریاضت کرنا اور لذتوں سے کنارہ کشی کرنا ہے۔ اس کو کوئی وُہ حظ نفس اور لذات سے دُور رہتا ہے۔ متوسط کا مقام راہِ طلب میں سختیاں برداشت کرنا اور تمام احوال میں صدق وصفا کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا اور مقامات ادب کو ملحوظ رکھنا اور احوال پر نظر رکھنا ہے۔ منتہی کا مقام صحو[1] ثبات اور اجابت حق ہے اور وُہ مقامات سے تجاوز کرتا ہُوا استقامت کی ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں تغیر احوال ختم ہو جایا کرتا ہے اور اُس کے لئے سختی و نرمی کی حالت مساوی ہو جاتی ہے۔ وُہ عطا و منع وفا و جفا ہر شئے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور فاقہ بیداری اور سونا سب برابر ہو جاتے ہیں۔ گو وُہ بظاہر مخلوق سے وابستہ معلوم ہوتا ہے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ ذاتِ نبوی علیہ السلام کا پرتو ہے۔ اس سلسلے میں شیخ موصوف کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

یَا سَادَۃً عَمَرُوا الْقَلْبِیْ مَنْزِلًا ۔۔۔ یَتَعَوَّضُوْنَ بِہٖ عَنِ الْجُدْرَانِ

اے سردارو میرے قلب میں ایسا مکان تعمیر کرو جو دیواروں سے بے نیاز ہو۔

---

[1] صحو کے لغوی معنی باطل کو چھوڑنا، صاف شفاف ہونا ہیں۔

فتحملوا مادمتم سکانہ — فعمارۃ الاوطان بالسُّکّانِ

جب تک تم اس مکان میں رہو خیریت سے رہو کیونکہ مکان کی رونق مکین کے دم سے ہے۔

وتعجبوا من شجو قلبی المبتلیٰ — سبحٰن من عافاکم وبلالیٰ

اور تعجب کرو میرے قلب پر جو غم سے بھرا ہوا ہے اور پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے تمہیں عافیت عطا کی اور مجھ کو مبتلا کیا۔

پوشیدہ حالات کا علم

شیخ شہاب الدین سہروردی کا بیان ہے کہ جب میرے چچا شیخ ضیاء الدین کسی مُرید پر توجہ فرماتے تو وہ کامل ہو جاتا۔ اور جب آپ کسی مرید کو خلوت نشینی کا حکم دیتے تو ہر روز اُس کے پاس جا کر اُس کے احوال معلوم کرتے اور اُس کو پہلے ہی آگاہ کر دیتے کہ تجھ کو آج رات یہ احوال پیش آئیں گے۔ تیری حالت فلاں مقام سے فلاں مقام تک رسائی حاصل کرلے گی۔ اور تیرے پاس شب کے فلاں حصّہ میں شیطان ایسی ایسی صورت بنا کر آئے گا۔ لہٰذا اس سے احتراز کرنا۔ کیونکہ اس کا کام ورغلانا ہے۔ چنانچہ جو حالات شیخ بیان کر دیتے بعینہٖ وُہی مرید پر پیش آتے۔

ایک دن مَیں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک کاشتکار ایک بچھڑا لئے ہوئے آیا اور عرض کیا کہ یہ آپ کی نذر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"یہ بچھڑا تو مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مَیں وُہ بچھڑا نہیں ہُوں جو آپ کے لئے نذر کیا گیا ہے بلکہ مجھے تو شیخ علی بن الہیتی کے لئے نذر کیا گیا ہے اور جو بچھڑا آپ کو نذر کیا گیا ہے وُہ دُوسرا ہے۔"

چنانچہ کچھ ہی دیر میں دُوسرا کاشتکار ایک بچھڑا لئے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اشتباہ کی وجہ سے بچھڑا تبدیل ہو گیا ہے، درحقیقت یہ بچھڑا آپ کیلئے

نذر شدہ ہے اور پہلا بچھڑا شیخ علی بن الہیتی کے لئے تھا۔

مذبوحہ بکری کی کیفیت کا اظہار شیخ عبداللہ بن مسعود رومی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ کے ہمراہ بازار سوق الشیاطین سے گزرا تو شیخ کی نظر ایک مذبوحہ بکری پر پڑی جو قصائی کی دکان پر لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"یہ بکری مجھ سے کہہ رہی ہے کہ مجھے ذبح نہیں کیا گیا بلکہ میں مردار ہوں۔"

یہ سُن کر قصائی بیہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد اُس نے واقعہ کی صحت کا اعتراف کیا اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا۔

ایک اور کرامت دوسری کرامت آپ کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ ایک پُل پر سے گزر رہا تھا کہ دُوسری جانب سے ایک شخص پھل لئے ہوئے آ رہا تھا۔ شیخ نے فرمایا:

"یہ پھل میرے ہاتھ فروخت کر دو۔"

اس نے پوچھا آپ کیوں خریدنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

"یہ پھل مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اس شخص سے نجات دلا دیجئے کیونکہ اس نے ہمیں شراب کے بعد کھانے کے لئے خریدا ہے۔"

یہ سُن کر وہ شخص بیہوش ہو گیا۔ اس کے بعد شیخ کے ہاتھ پر توبہ کر کے بتایا، کہ خدا کی قسم میری نیّت کا خدا کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔

تیسری کرامت تیسری کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ کرخ سے گزر رہا تھا کہ ہم نے ایک مکان کے اندر سے نشہ کرنے والوں کی آوازیں سنیں۔ شیخ نے اُن کی دہلیز پر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے

بعد مکان میں سے جو لوگ برآمد ہوئے وہ سب صالح ہو چکے تھے۔ اور جب ہم اندر داخل ہوئے تو شراب پانی بن گئی تھی اور سب نشہ بازوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آپ کا وطن وفات آپ سہروردی میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کا انتقال ۱۸ رجمادی الاوّل بروز ہفتہ ۵۶۳ھ میں ہوا۔

بہجت الاسرار کے مصنّف شیخ نورالدّین تحریر کرتے ہیں کہ آپ کو نجیب الدین ابوالنجیب عبدالقاہر کے نام سے بھی موسوم کیا گیا۔

ایک روایت کے مطابق آپ کی ولادت شہر رود میں ۴۹۰ھ میں ہوئی۔

شیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے عارفین اور مقربین عراق میں بہت بلند مقام پایا۔ آپ کی کرامتیں بہت مشہور ہیں اور آپ کے مدارج منازل قرب میں بہت ہی بلند تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپ کو بارگاہِ قدس میں رفعتیں حاصل تھیں بلکہ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہر کر کے عالم تکوینی کے نظام میں تصرف کا فرض تفویض کر دیتا ہے۔ اسی لئے ان سے مسلسل خارق عادت کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو قبولیت تامہ عطا کر کے لوگوں کے قلوب میں ان کی ہیبت و دبدبہ قائم کر دیتا ہے۔ آپ ان باعمل علماء میں سے تھے جو شریعت و طریقت کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

آپ مالکی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ کو عراق کے قرب و جوار کیلئے فتاویٰ نویسی کا قلمدان سپرد کر دیا گیا تھا۔ علم و عمل حال و قال کے اعتبار سے باطنی حکومت آپ پر ختم ہو گئی۔ بصرہ اور اس کے قرب و جوار کے مُریدین کی آپ نے مکمل تربیت فرمائی۔ آپ کی تربیت میں بے شمار صاحبِ احوال لوگ ہوئے آپ کے مریدین میں بڑے بڑے مشائخ و علماء ہوئے جو آپ کا احترام بھی کرتے اور آپ ہی کے قول کی طرف رجوع بھی کرتے تھے۔

مشاہدہ کی تعریف

آپ بصرہ میں مشاہدۂ حق کی تعریف اسرار شریعت و حقیقت بیان فرماتے تھے۔ آپ کا کلام حقائق سے لبریز ہوتا تھا۔

چنانچہ آپ کا ایک قول یہ ہے کہ شاہد حق اپنے مشہود وجود کو فنا کر دیتا ہے

اور اپنی آنکھوں سے نیند کو قطعاً ختم کر دیتا ہے کیونکہ مشاہدۂ حق میں شراب سے کہیں زیادہ نشہ ہے، جس سے اہلِ وجد و کیف کی روحیں معطر و لطیف ہو جاتی ہیں۔ ان کا کلام مردہ قلوب کو حیاتِ نو عطا کر دیتا ہے۔ عقلوں میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اہلِ وجد سے ہر شے میں تمیز کرنے کو اس طرح ختم کر دیا جاتا ہے کہ وہ بہت سے مکانوں کو ایک ہی مکان تصوّر کرنے لگتے ہیں اور بہت سی اشیاء انھیں ایک ہی شے نظر آنے لگتی ہیں۔

شاہدِ حق کی ابتدائی منزل یہ ہے کہ اس سے تمام حجابات اُٹھا دیے جائیں تاکہ وہ اپنے نگران کا بذاتِ خود مشاہدہ کرنے لگے وہ اس طرح حضوری فہم کے ساتھ غیب کا بھی ملاحظہ کرنے لگتا ہے۔ اپنے باطن سے گفتگو کرتا ہے اور یاس و حرماں اس سے مفقود ہو جاتے ہیں۔

صحت وجد کی علامت یہ ہے کہ سالک اوصافِ بشریت کے باوجود تمام علائق سے قطع تعلق کر کے احاطۂ وجد میں آجاتا ہے۔ کیونکہ کھوئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اہلِ وجد کے دو مقام ہیں اوّل ناظر دوم منظور۔ ناظر تو وہ مخاطب ہوتا ہے جو مشاہدۂ حق کرتا رہتا ہے۔ اور منظور وہ مغیب ہے جس کو پہلی ہی مشقت میں اچک لیا جاتا ہے۔ کیونکہ وجود بندے کے لئے موجبِ ہلاکت ہوتا ہے۔ صاحبِ وجود مدہوش بھی ہوتا ہے اور باہوش بھی۔ باہوشی اس کی بقا ہے۔ اور مدہوشی حق سے حق کی طرف فنا ہے اور یہ دونوں حالتیں متواتر ہوتی رہتی ہیں۔

اسی طرح وجود کی تین قسمیں ہیں: اوّل وجودِ علم، جو علم شواہد کو اپنے وجود کی وجہ سے مکاشفہ حق سے منقطع کر دیتا ہے۔ دوم وجود حق، یہ غیر منقطع ہونے

والا وجود ہے۔ سوم ایسا وجود، جس میں علامتِ وجود پائی جاتی ہو۔ ایسی حالت میں جب بندے پر وصفِ جمال منکشف ہوتا ہے تو اُس کے قلب میں نشہ کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ رُوح گنگنانے لگتی ہے اور باطن حیران و سرگشتہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اِس مفہوم کو اشعار میں اس طرح ادا کیا گیا ہے ع

فصحوک من لفظی ھو الاصل کلہ   وشکرک من لحظی یبیح لک الشربا

تیرے نشہ کا اترنا تیری گفتگو سے ہے اور اصل یہی ہے اور تیرا شکر ادا کرنا تیرے دیدار سے تیرے لئے شراب کو مباح کرتا ہے۔

فما کل ساقیھا و ما مل شاربٍ   لحاظ جمالٍ کاسہ یلبس کرا لبا

نہ تو اس کا ساقی تھکا اور نہ ہی پینے والا تھکا۔ اس کے جام کا حسن عقل کو مدہوش کر دیتا ہے۔

ہر وہ شے جو غیر حق ہو مشاہدہ کے نور کی عزت و حیرت سے خالی نہیں اور جو حق ہو اُس پر غلبہ تبدیل نہیں ہوتا۔ پھر ہوش زندگی کی ایک منزل ہے۔

اقسامِ زندگی

زندگی تین چیزوں کا نام ہے:

(۱) عِلمی زندگی: اس میں تین نفوس ہیں، خوف[۱]، امید[۲]، محبت[۳]۔

(۲) دُوسری زندگی، ہجر کے خوف سے وصل۔ اس کی بھی تین نفوس ہیں، ہیبت[۱]، وجود[۲] انفراد[۳]۔ جس میں نہ تابِ نظارہ ہے اور نہ قوتِ اشارہ۔ وجدانیات وظائف و اوراد کے نتائج ہیں۔

احوال کا ترک اس وقت سے قبل ہونا چاہیئے۔ جب بندہ اللہ کو ہر جگہ موجود پائے۔ جس نے اللہ کے رازوں کو چھپانے میں احتیاط سے کام نہ لیا تو اللہ اسی کی زبان سے اس کے عیوب کا اعلان کرا دیتا ہے۔

آپ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

کَادَتْ سَرَائِرُ سِرِّیْ اِنْ تَسِیْ بِمَا	اَوْلَیْتَنِیْ مِنْ جَمِیْلٍ لَا اُسَمِّیْہٖ

میرے روح کے بھید تیرے عطیات کو چھپانے لگے اور میں انھیں ظاہر نہیں کروں گا

فصاح بالسّر سرّ امنک یرقبہٗ	کیف السّرور بسرٍّ دون مبدیہٖ

تو بھید کا اعلان کرتا اس بھید کا جو تجھ سے ملنے والا تھا اور جب تک بھید ظاہر کرنے والا نہ ملے تو خالی بھید میں کیا خوشی ہے۔

فَظَلَّ یَلْحَظُنِیْ سِرِّیْ لِاَلْحَظَہٗ	وَالْحَقُّ یَلْحَظُنِیْ لِاَ لَا اُرَاعِیْہٖ

میرا بھید مجھے دیکھنے لگا تاکہ میں بھی اس کو دیکھوں اور حق مجھے دیکھنے لگا کہ میں اسکی حفاظت نہیں کرتا۔

وَاَقْبَلَ الْوَجْدُ یَنْفِیْ اَلْکُلَّ مِنْ صِفَتِیْ	وَاَقْبَلَ الْحَقُّ یُخْفِیْنِیْ وَاُبْدِیْہٖ

اور وجد تیری تمام صفات کی نفی کرنے لگا اور حق مجھے چھپانے لگا اور میں اسے ظاہر کرنے لگا

خطراتِ قلب پر آگاہی

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ ابومحمد قاسم کی زیارت کو بصرہ روانہ ہوا تو راستہ میں بہت سے مویشی۔ گھوڑے اور کھیتیاں نظر پڑیں۔ جن کو شیخ کی ملکیت بتایا جاتا تھا۔ اس وقت میرے قلب میں یہ خیال آیا کہ یہ تو بادشاہوں جیسا ٹھاٹ ہے، بھلا فقراء کو ان چیزوں سے کیا تعلق۔ اور جب میں بصرہ میں داخل ہوا تو سورۂ انعام کی تلاوت اس نیت سے شروع کر دی کہ شیخ کے مکان پر جس آیت کی انتہا ہوگی۔ اس کو میں اپنے لئے فال تصوّر کروں گا۔ چنانچہ جب میں نے آپ کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو یہ آیت تلاوت میں تھی:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔	یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت عطا کی لہٰذا ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔

اس آیت کے خاتمہ پر میری ملاقات آپ کے خادم سے ہوئی۔ جس نے میری اجازت طلب کرنے سے قبل ہی بتایا کہ تمھارے لئے شیخ نے اندر آنے کی اجازت دے دی ہے۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی آپ نے اس طرح ابتدا فرمائی:

"اے عمر! جو کچھ زمین پر ہے وہ زمین پر ہے اور میرے قلب میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔"

یہ سُن کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ آپ کو اس بات کا علم کیسے ہو گیا جس کو میرے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

قلب ماہیت کا ایک واقعہ شیخ علی خباز بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں اپنے ایک دوست کے باغ میں مقیم تھا۔ یکایک ایک غبار آلود بالوں والا فقیر باغ میں آیا اور باغ کے مالک سے کہا کہ میں شکم سیر ہو کر انجیر کھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وزن کر کے اس کے سامنے انجیر رکھ دیے گئے۔ لیکن ان کو کھا کر اُس نے مزید اور طلب کئے۔ اسی طرح وہ کئی مرتبہ طلب کرتا رہا۔۔۔ حتیٰ کہ ایک ہزار رطل انجیر کھا گیا۔ اس کے بعد نہر پر جا کر چلو سے پانی پینا شروع کیا اور بہت زیادہ مقدار میں پانی پی گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد باغ کے مالک نے مجھے بتایا کہ اس فقیر کے کھانے کے بعد سے میرے باغ کی پیداوار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

پھر جس سال میں حج پر گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص میری سواری کے آگے آگے چل رہا ہے۔ چنانچہ میرے قلب میں اس کا حال معلوم کرنے کی خواہش ہوئی اور جب وہ میری داہنی جانب آیا تو میں اس کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہی فقیر تھے جنھوں نے انجیر کھائے تھے۔ چنانچہ میں اس کو سلام کر کے اسی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جب وہ ٹھہرتا تو تمام قافلہ ٹھہر جاتا اور جب چلتا تو سب چلنے لگتے۔ پھر ایک دن ہم ایک بہت بڑے حوض پر پہنچے جس کا پانی ختم کے قریب تھا۔

اِس میں سے اُس فقیر شخص نے مٹی نکال کر خود بھی کھائی اور مجھے بھی کھلائی، تو وہ نہایت خوش ذائقہ تھی جس کا ذائقہ ایک مخصوص گھاس کی طرح تھا جس میں سے مشک و زعفران جیسی خوشبو نکل رہی تھی۔ پھر انھوں نے مجھے بتایا:

"اے علی! میرا یہ کھانا انجیر کھانے کے بعد سے پہلی مرتبہ ہے۔ اور میں نے اس درمیانی حصہ میں نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے۔"

یہ سُن کر میں نے پوچھا کہ آپ کی یہ حالت کیسے ہو گئی۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے اوپر شیخ ابو محمد قاسم کی ایسی نظر کرم پڑی کہ میرا قلب محبت سے معمور اور میرا باطن میرے رب سے وابستہ ہو گیا اور پوری کائنات کو میرے سامنے لپیٹ کر رکھ دیا گیا تمام چیزیں میرے لئے تبدیل کر دی گئی ہیں اور مجھ سے دوری ختم کر کے قرب عطا کر دیا گیا ہے۔ اور میں ان کی ایک نظر سے اپنی مُراد تک پہنچ گیا مجھ کو معافی کا ایسا لباس پہنایا گیا ہے کہ خورد و نوش سے قطعاً بے نیاز ہو گیا ہوں۔ بس کسی وقت محض بر تقاضائے بشریت کچھ کھا پی لیتا ہوں۔ یہ واقعہ بیان کر کے وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

شیخ عبداللہ بلخیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں جس زمانے میں خانہ کعبہ کا مجاور تھا اس وقت شیخ محمد بن عبدالبصری خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ اُن کے ہمراہ چار افراد بھی تھے۔ مقام ابراہیم پر ان سب نے چند رکعات نماز ادا کیں، پھر بہت عجلت کے ساتھ سات مرتبہ طواف کر کے باب بنی شیبہ کی طرف سے باہر نکل گئے تو میں نے اُن کا پیچھا کیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ کر واپس ہو جانے کے لئے کہا لیکن شیخ نے فرمایا کہ اِس کو مت روکو۔ پھر شیخ بلخی نے رفقاء سے فرمایا کہ

"میرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آجاؤ"

چنانچہ ہم شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قطع مسافت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ

دیر میں اچانک ہم لوگ مدینۂ طیّبہ پہنچ گئے۔ اور بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضری کے بعد نمازِ ظہر ادا کر کے روانہ ہوئے اور عصر کی نماز بیت المقدس میں ادا کی۔ پھر مغرب کی نماز یاجوج ماجوج کی دیوار کے قریب جا کر پڑھی اور عشاء کی نماز کوہِ قاف میں ادا کی۔ اس وقت شیخ پہاڑ کی ایک چوٹی پر بیٹھ گئے اور تمام لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اسی دوران پہاڑ کے اطراف سے لوگ شیر کی طرح نمودار ہوئے۔ جن کی آمد سے شمس و قمر کے نور کی طرح فضا منوّر ہو گئی۔ اسی طرح بہت سے لوگ اترے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ سے کچھ فرمانے کی درخواست کی اور جب شیخ نے گفتگو شروع کی تو بعض افراد بیہوش ہو گئے اور بعض لرزہ براندام اور بعض ہوا میں پرواز کرتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور سب آپ کے ہمراہ نمازِ فجر ادا کر کے روانہ ہوئے اور ہم سب ایک وادی میں پہنچے جہاں نور ہی نور تھا اور مشک و زعفران جیسی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور وہاں انسانی شکل میں ایک جماعت بھی موجود تھی جو نہایت شیریں آواز سے ذکرِ الٰہی میں مشغول تھی اور شیخ بھی مسلسل تسبیح پڑھ رہے تھے اور وجد کے عالم میں کبھی داہنی جانب گھومتے اور کبھی بائیں جانب اور کبھی ہوا میں پرواز کرنے لگتے کبھی فرماتے:

"اے اللہ رحم فرما تیرے ہی دستِ قدرت میں سب کی باگ ڈور ہے۔"

اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر اسی پہاڑ کی چوٹی پر آئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک ایسے شہر میں داخل ہوئے جس کی عمارتیں سونے چاندی کی طرح تھیں، اور اس میں نہریں رواں تھیں اور بکثرت پھل دار درخت موجود تھے۔ یہاں سب لوگوں نے کھایا پیا اور ہر ایک نے ایک ایک سیب وہاں سے ساتھ لے لیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا:

"یہ اولیاء کرام کی بستی ہے اور یہاں ولی کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔"

پھر ہم لوگوں نے وہاں سے واپسی پر مکہ معظمہ میں نمازِ ظہر ادا کی۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ میری زندگی میں اس واقعہ کا کسی سے اظہار نہ کرنا۔

آپ بصرہ میں مقیم رہے اور ۵۰۰ھ میں طویل عمر پاکر وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ آپ کی نمازِ جنازہ کے وقت پرندے فضا میں اپنے پر مار رہے تھے۔ اور اُسی دن یہود کی ایک بڑی جماعت مشرف باسلام ہوئی۔
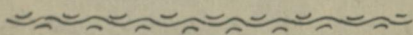
شیخ ابوالحسن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے مشائخ عظام اور صاحبِ کرامات عارفین میں سے تھے آپ کے احوال خارق عادات کرامتوں پر مبنی تھے۔ آپ سے امور غیبیہ کا اظہار ہوتا رہتا تھا۔ صاحب استقامت ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہِ قدس میں آپ کو بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ آپ اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے ظاہر فرما کر وجودِ مخلوق میں تصرف کا حق عطا کر دیتا ہے۔ آپ اسرار ولایت کے حامل بھی تھے اور انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ زبانِ خلق پر آپ کی حکمت کا چرچا اور قلوب میں جذبات محبت موجزن تھے۔ آپ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز اور انوکھی شان کے مالک تھے۔ آپ نے شیخ علی بن الہیتی کی صحبت اختیار کر کے خود کو انہی سے منسوب کیا، گو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں بھی بہت عرصہ رہے۔

آپ کی جماعت میں ابو محمد عبدالرحمٰن بغدادی جیسے بزرگ پیدا ہوئے۔ اور آپ کی صحبت سے صلحاء و تلامذہ نے بہت نفع حاصل کیا۔ آپ کا کلام معرفت سے لبریز ہوتا تھا۔ آپ کا ایک قول ہے کہ

"علماء کی تباہی دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ جس شے کا علم ہوتا ہے اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور جس چیز کو جانتے نہیں اُس پر عمل کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ جن چیزوں سے دوسروں کو روکتے ہیں اُن سے خود نہیں رکتے اور لاحاصل باتیں بناتے رہتے ہیں۔"

ادبار و شقاوت کی علامتیں

آپ نے فرمایا ہے کہ "ہر چیز سے محبت کرنا ادبار کی علامت ہے اور ادبار و شقاوت کی تین علامتیں ہیں :-
اول یہ کہ علم حاصل ہونے کے بعد بھی عمل سے محرومی رہے۔
دوم یہ کہ عمل تو ہو لیکن اخلاص سے محرومی رہے۔
سوم یہ کہ عارفین کی صحبت نصیب ہو لیکن اُن کا احترام نہ کیا جاوے
یاد رکھئے کہ علم حفاظت ہے۔ جہل غرور ہے۔ صدق امانت و قوت ہے۔ صلہ رحمی بقا ہے۔ اعزاء سے قطع تعلق مصیبت ہے۔ صبر شجاعت ہے۔ کذب کمزوری ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کا معاملہ تمھارے ساتھ صاف ہو۔ جو تمھیں شریعت سے باخبر رکھیں اور غفلت کے وقت تمھارے حال کی حفاظت کریں۔"
آپ اکثر مندرجہ ذیل دعا پڑھا کرتے تھے :-

دُعائے مستجاب برائے دفع مصائب و قضائے حاجات

اَللّٰھُمَّ یَامَنْ لَیْسَ فِی السَّمٰوٰتِ مِنْ قَطَرَاتٍ وَّلَا فِی الْاَرْضِ مِنْ حَبَّاتٍ وَّلَا فِی ھُبُوْبِ الرِّیْحِ مِنْ وَّلَجَاتٍ وَّلَا فِیْ قُلُوْبِ الْخَلْقِ مِنْ خَطَرَاتٍ وَّلَا فِیْ اَعْضَائِهِمْ مِنْ حَرَکَاتٍ وَّلَا فِیْ اَعْیُنِهِمْ مِنْ لَحَظَاتٍ اِلَّا وَھِیَ لَکَ شَاھِدَاتٌ وَعَلَیْکَ دَالَّاتٌ وَبِرُبُوْبِیَّتِکَ مُعْتَرِفَاتٌ وَفِیْ قُدْرَتِکَ مُتَحَیِّرَاتٌ فَاَسْئَلُکَ یَا اللّٰهُ بِالْقُدْرَةِ الَّتِیْ تَحَیَّرَ بِھَا مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ ؁
(اس دعا کے متعلق مشہور ہے کہ جو شخص اپنی کسی حاجت میں بھی اس دُعا کو پڑھ کر

کرے گا۔ وہ انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی)۔

شیخ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

أَشَارَ قَلْبِي إِلَيْكَ كَيْمَا ۔۔۔ يَرَى الَّذِي لَا تَرَاهُ عَيْنِي

میرا قلب تیری نشاندہی کرتا ہے اس لئے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے لیکن آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

وَأَنْتَ تُلْقِي عَلَى ضَمِيرِي ۔۔۔ حَلَاوَةَ السُّؤَالِ وَالتَّمَنِّي

تو ہی میرے قلب میں القاء کرتا ہے کہ میں تجھ سے سوال و تمنا کی حلاوت حاصل کروں۔

تُرِيدُ مِنِّي اخْتِبَارَ شَيْءٍ ۔۔۔ وَقَدْ عَلِمْتَ الْمُرَادَ مِنِّي

تو مجھ کو آزمانا چاہتا ہے حالانکہ تجھے میری مراد و تمنا کا علم ہے۔

وَلَيْسَ لِي فِي سِوَاكَ حَظٌّ ۔۔۔ فَكَيْمَا شِئْتَ فَاخْتَبِرْنِي

مجھے تیرے سوا کسی شے میں حلاوت نہیں ملتی تو جیسے چاہے مجھے آزما کر دیکھ لے۔

اولیاء کا ادب شیخ عمر بزار بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ علی بن الہیتی وزیران کے مقام پر بیمار تھے تو ان کی عیادت کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لے گئے اور آپ کے پہنچنے سے قبل ہی وہاں شیخ بقا بن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی اور شیخ جوستی وغیرہ موجود تھے۔ چنانچہ شیخ بن الہیتی نے اپنے خادم کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ اور وہ دستر خوان بچھا کر روٹیاں ہاتھ میں لئے اس فکر میں مبتلا ہو گیا کہ کس شیخ کے سامنے سے روٹیاں رکھنے کی ابتداء کرے۔ آخر کار اُس نے بہت سی روٹیاں لے کر تقدیم و تاخیر کے تصور کے بغیر دستر خوان پر ہر طرف پھیلا دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے شیخ بن الہیتی سے فرمایا کہ آپ کا خادم بہت سمجھ دار ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ تو آپ کا ہی غلام ہے۔ پھر شیخ علی نے خادم کو حکم دیا کہ شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لو۔

یہ سن کر وہ رونے لگا تو حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ

ابوالحسن کو یہ بات پسند نہیں کہ جن چھاتیوں سے اس نے دودھ پیا ہے اُن کو چھوڑ کر کسی اور کی چھاتیوں سے دُودھ پیئے"۔

یہ فرما کر حکم دیا کہ تم اپنے ہی شیخ کی خدمت کرو۔

شیطان کو پا بہ زنجیر کر دیا

شیخ مسعود حارثی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن بن ابی الحسن شیخ عمران ہو یدی درانی نے ایک مرتبہ شیخ جوستی سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ہم دریائے دجلہ کے سامنے سے گزرے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بدشکل اور گندہ شخص بیڑیوں میں مقید پڑا ہوا ہے اور ہمیں آوازیں دے رہا ہے اور جب ہم لوگ اُس کے قریب پہنچے۔ تو اس نے کہا کہ جب آپ لوگ شیخ ابوالحسن جوستی کی خدمت میں پہنچیں تو اُن سے میری رہائی کے لئے سفارش کر دیں، کیونکہ انھوں نے ہی مجھ کو قید کیا ہے۔

چنانچہ جب ہم شیخ جوستی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے کچھ کہنے سے قبل ہی فرمایا کہ

"وہ شیطان ہے اس کے متعلق مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا، کیونکہ وہ فقراء جو منقطع ہو کر میرے پاس آتے ہیں، اُن کے قلوب میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور سب کو فساد میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اور جب مَیں اس سے عہد لیتا ہوں تو قسم کھا کر کہتا ہے کہ اب کبھی نہیں آؤں گا لیکن پھر وعدہ خلافی کر کے دوبارہ آجاتا ہے۔ اس لئے مَیں نے اس کو مقیّد کر دیا ہے جیسا کہ تم دیکھ کر آئے ہو"۔

یحییٰ بن محفوظ بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں دوپہر کے وقت جوستی نامی مقام سے گزرا تو دیکھا کہ شیخ ابوالحسن ایک پتھریلی زمین پر تنہا بیٹھے ہوئے ہیں اور

حالت وجد میں دائیں بائیں گھوم گھوم کر مندرجہ ذیل شعر پڑھ رہے ہیں ؎

تدبان بینی ببین   فبنت عن بین بینی

جب مجھ پر اپنی جدائی ظاہر ہوگئی تو میں جدائی کی جدائی سے جدا ہوگیا۔

ونهت فی کل تفر   وجد بقرة عینی!

میں اپنی آنکھوں میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہر چٹیل میدان میں حیران و سرگرداں رہا ہوں۔

یہ شعر پڑھ کر بہت روئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؏

رُوحِی اِلَیْکَ بِکُلِّهَا قَدْ اَجْتَمِعَتْ   لَوْ اَنَّ فِیْكَ هَلَاکُهَا مَا اَقْلَقَتْ

مجھے اپنی روح پر مکمل اختیار حاصل ہے، اگر تو ہلاک کرنا چاہے تو مجھے بالکل قلق نہ ہوگا۔

تَبْکِی اِلَیْهَا لِکُلِّهَا نِی کُلِّهَا   حَتّٰی یُقَالُ مِنَ الْبُکَاءِ تَقَطَّعَتْ

میں ہر وقت تیرے لئے روتا رہتا ہوں، حتٰی کہ میری گریہ زاری کو پارہ پارہ ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔

اجلك ان اشکو الهوی منك انّنی   اجلك ان ترمی الیك الاصابع

تیری شان اس سے بہت بلند ہے کہ میں تجھ سے اپنی خواہشات کا شکوہ کروں اور تو اس سے بہت بلند ہے کہ تیری طرف انگلی سے اشارہ کیا جا سکے۔

وَاَصْرِفُ طَرْفِی نَحْوَ غَیْرِكَ عَامِدًا   عَلٰی اَنَّنِی بِالرَّغْمِ مَحْوَكَ رَاجِعُ

جب میں تیرے سوا اپنی نگاہ کو دوسری طرف موڑتا ہوں تو ذلیل ہو کر تیری ہی جانب رجوع ہو جاتا ہوں۔

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد چہرے پر بشاشت کے آثار ہویدا ہوئے تو آپ نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے ؏

تَبَادَرَتْ لِیْ اِذَا مَا تَبَادَرَتْ   مَعَانِیكَ فِی مَعَانِی اَدْهَشَنِی عَنِّی

تو میری جانب سبقت کرتا رہتا ہے لیکن جب میں اپنے فہم میں تیرے معانی کی طرف سبقت کرتا ہوں تو دہشت زدہ ہو جاتا ہوں۔

وَعَرَّفْتَنِي اِيَّاكَ حَتّٰى كَانَّنِيْ　　اَرٰى كُلَّمَا اَلْقَاهُ مِنْ دَهْشَتِيْ مِنِّيْ

تو نے مجھے ایسی معرفت عطا کی کہ میں گویا دہشت کی وجہ سے ہر چیز کو اپنا ہی جز تصور کرتا ہوں۔

فوا اسفا اِنْ فَاتَنِيْ مِنْكَ نَظْرَةٌ　　وَوَا اسفاه اِنْ حَلَّتْ عَنْ موضع الظن

کتنی افسوسناک ہے یہ بات کہ مجھ سے تیری ایک نظر بھی فوت ہو جائے اور کتنا تاسف ہے کہ یقین گمان میں تبدیل ہو جائے۔

جنابِ شیخ کی برکتیں

شیخ یحییٰ بن محفوظ کہتے ہیں کہ اس جگہ دو درخت بھی تھے ایک پھل دار اور دوسرا خشک۔ چنانچہ پھل دار درخت نے شیخ کو آواز دی اور قسم دے کر پھل کھانے کی درخواست کی لہٰذا آپ نے اس درخت سے پھل توڑ کر کھائے۔ اس کے بعد خشک درخت نے قسم دے کر عرض کیا کہ آپ میرے نیچے صرف وضو کر لیں۔ چنانچہ اسی وقت اس درخت کے نیچے سے ایک چشمہ نمودار ہوا اور شیخ نے اس سے وضو کر کے پانی پیا وہ درخت بھی سرسبز و شاداب اور بار آور ہو گیا۔ اس کے بعد وہ چشمہ غائب ہو گیا۔ اور آپ فرماتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے کہ

"اے میرے رب جس کی جانب تیری توجہ ہو جائے اس کی طرف ہر شے متوجہ ہو جاتی ہے۔"

آپ کی واپسی کے بعد میں نے اسی درخت کے نیچے جا کر تبرک کے طور پر اس کا پھل کھایا۔ اور وہ پھل عراق کے تمام پھلوں سے زیادہ لذیذ اور شیریں تھا۔

آپ جوسق میں سکونت پذیر رہے جو عراق کی نہر اور پہاڑی پر ایک شہر ہے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کی عمر بھی بہت کافی ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ سنہ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکا ۔
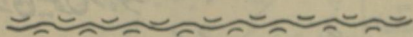
شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کی دُعا کا اثر

آپ مشائخ کے اُن سرداروں میں سے ہیں جو غیب کے حالات بتا دیتے تھے۔ آپ جو بات بھی کہہ دیتے وُہ ضرور پوری ہوتی خواہ برسوں کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا درخت گیارہ سال سے بار آور نہیں ہُوا، اور میری گائیں تین سال سے دُودھ نہیں دیتیں۔ چنانچہ جب آپ نے دُعا فرمائی تو اُسی سال اس کے درخت میں پھل بھی آ گئے اور اسی ماہ اس کی گائیں کثرت سے دُودھ بھی دینے لگیں۔ چنانچہ وُہ آپ کی دُعا کے اثر سے دُودھ فروشوں کی مالدار شخصیت ہو گیا۔

کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مُرید یہ کہتا ہے کہ جس قدر شیخ کو عطا کیا گیا ہے اُسی قدر مجھ کو بھی عطا ہوا ہے۔ یہ سُن کر شیخ نے فرمایا:

”جس نے مجھ کو عطا کیا ہے اُس نے اُس کو بھی عطا کیا ہے لیکن جتنا مجھے عطا کیا گیا ہے اُس کو عطا نہیں ہُوا۔“

پھر آپ نے فرمایا:

”مَیں اُس کو ایک تیر مارتا ہُوں“۔

یہ کہہ کر گردن جھکا لی اور فرمایا کہ

”مَیں نے تیر مارا لیکن اُس نے پکڑ لیا۔ اب مَیں اُس کو دُوسرا تیر مارتا ہوں۔“

یہ کہہ کر پھر گردن جھکا لی اور فرمایا:

"دوسرے تیر کو بھی اُس نے پکڑ لیا۔ اب میں تیسرا تیر چلاتا ہوں،
اگر اس کو بھی اُس نے گرفت میں لے لیا تو میں یقین کر لوں گا کہ
جس قدر مجھکو عطا ہُوا ہے اُس کو بھی عطا کیا گیا"۔
یہ کہہ کر کچھ دیر گردن جھکائی اور فرمایا کہ "وہ مر گیا"۔ چنانچہ ہم لوگ فوراً ہی اُس کے
گھر پہنچے تو واقعی وہ مر چکا تھا۔

مُرید کی تربیت

آپ کا مُرید درجہ بدرجہ ترقی کرتا جاتا لیکن آپ یہی فرماتے رہتے کہ
"کل تیری مُراد پوری ہو گی"۔
اور جب وہ انتہائی مقام پر پہنچ جاتا تو فرماتے:
"خبردار ہو جا، اب تیرا پروردگار تجھ کو کافی ہے"۔

جنابِ شیخ کی تسبیح و تقدیس

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ
"پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح
درندے کرتے ہیں"۔
یہ کہتے ہی اتنی کثرت سے وحشی جانور نکل پڑے کہ آس پاس کی زمین بھر گئی۔ اور وہ
سب اپنی اپنی بولی بولنے لگے حتیٰ کہ شیر اور خرگوش ایک ساتھ بیٹھے۔ پھر فرمایا کہ
"پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح پرندے اپنے گھونسلوں میں کرتے ہیں"۔
یہ فرماتے ہی لاتعداد پرندے جمع ہو گئے۔ پھر فرمایا:
"پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح تیز و تند ہوائیں بھی کرتی ہیں"۔
یہ کہتے ہی ایسی پُرکیف و لطیف ہوائیں چلنے لگیں کہ اُن سے زیادہ لطیف ہوا کسی
نے نہیں دیکھی ہو گی۔ پھر فرمایا:
"پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح بلند پہاڑ بھی کرتے ہیں"۔
یہ فرماتے ہی پہاڑ حرکت میں آگئے اور اُن پر سے چٹانیں گرنے لگیں۔

اپنے شیخ کا ادب

ایک مرتبہ آپ نمازِ جمعہ کے لئے نکلے اور اپنے خچر پر سوار ہو رہے تھے کہ قدم نیچے اتار لیا۔ پھر کچھ توقف کے بعد اس پر سوار ہوئے۔ اور جب لوگوں نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ

"میں نے اس لئے قدم نیچے اتار لیا کہ اُس وقت میرے سردار اور رہبر شیخ عبدالقادرؒ جیلانی بغداد میں اپنے خچر پر سوار ہو رہے تھے اور میں نے پیش قدمی کو احترام کے منافی تصوّر کیا۔"

آپ کے صاحبزادے شیخ ابو حفص بیان کرتے ہیں کہ میں نے والد کے ہمراہ ایک سفر کا قصد کیا تو آپ نے اپنی سواری پر قدم رکھ کر نیچے اتار لیا اور گھر میں چلے گئے اور میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ

"اب میرے قدموں کے لئے کہیں جگہ نہیں۔"

اس کے بعد زندگی بھر طفسونج سے باہر نہیں گئے۔

غوثِ اعظم کا مرتبہ

آپ اُن بزرگوں میں سے تھے جو یہ فرماتے تھے کہ:
"اولیائے کرام میں میری حیثیت ایسی ہے جیسی پرندوں میں بگلے کی ہوتی ہے۔ یعنی لمبی گردن والا ہوں۔ اور جس مُرید کے اُوپر کوئی بار ہو وُہ میرے اوپر رکھ دے۔"

جس وقت آپ نے یہ فرمایا تو شیخ ابوالحسن علی الحسینی نے جو خود بھی صاحبِ معرفت تھے اپنی گدڑی اتار کر کہا کہ یہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ سُن کر آپ خاموش ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ

"اس گدڑی میں مجھے ایک دھاگہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جو عنایتِ الٰہی سے خالی ہو۔"

یہ فرما کر اُن کو گدڑی پہن لینے کا حکم دیا لیکن انھوں نے کہا کہ میں جس لباس کو اتار

چکا، اُس کو واپس نہیں لیتا۔ اور یہ کہہ کر جنّت نامی قریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دے کر کہا کہ اے فاطمہ میرا لباس لے کر آؤ۔ چنانچہ اس آواز کو انھوں نے اپنی بستی میں سُنا اور لباس لے کر روانہ ہوگئیں۔ راستہ ہی میں شوہر سے ملاقات ہوگئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر شیخ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ تمھارا شیخ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ شیخ عبدالقادرؓ جیلانی۔ یہ سُن کر شیخ عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ:

"اُن کا ذکر صرف زمین ہی پر ہے کیونکہ مَیں چالیس سال سے حق تعالٰی کے نزدیک منزلِ درکات میں ہوں، لیکن وہاں مَیں نے اُن کو کبھی آتے جاتے نہیں دیکھا۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسی وقت اپنے دربان ساربان اور حرم کے غلاموں کو حکم دیا کہ

"طفسونج کی جانب روانہ ہو جاؤ۔ راستہ میں تمھیں شیخ عبدالرحمٰن کے خدّام کی ایک جماعت ملے گی جس کو فلاں فلاں مقصد کیلئے بھیجا ہے اُن سے ملاقات کر کے انھیں واپس شیخ عبدالرحمٰن کے پاس لے جانا۔ اور شیخ عبدالرحمٰن سے سلام کر کے کہنا کہ شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا ہے کہ آپ چونکہ منزلِ درکات میں ہیں اور اہلِ درکات بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے والوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ حضوری میں رہنے والے اہلِ خلوت کو نہیں دیکھ سکتے اور مَیں تو باطنی دروازے سے اس طرح آتا جاتا ہوں کہ تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے، اس کی علامت یہ ہے کہ فلاں خلعت فلاں وقت جو تم کو عطا کی گئی تھی۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکلی تھی۔ اور وہ خلعت رضا تھی۔ دُوسری علامت یہ ہے کہ فلاں شب کو جو تم کو فلاں اعزاز عطا کیا گیا تھا وُہ بھی میرے ہی

ذریعہ سے پہنچا تھا اور وہ شرفِ فتح ہے۔ تیسری علامت یہ ہے
کہ منزل درکات میں ایک ہزار اولیاء کی موجودگی میں جو خلعت
ولایت عطا ہوئی تھی اس کا رنگ سبز تھا اور اس پر سورۂ اخلاص
منقش تھی۔ وہ بھی میرے ہی ہاتھوں سے نکلی ہے۔"

یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن نے تصدیق کی کہ واقعی شیخ عبدالقادرؒ نے تمام باتیں سچ فرمائیں اور وہ واقعی سلطان الاولیاء اور صاحبِ تصرف ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن نے کافی عمر پائی۔ مضافات عراق میں طفسونج کے نام سے ایک بستی ہے وہیں آپ کا مزار ہے۔ انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کا ہمیشہ احترام کرنا اور اُن کی خدمت گزاری لازم کر لینا۔

چنانچہ وفات کے بعد جب آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو غوثِ اعظمؒ اُن کے ساتھ انتہائی اعزاز کے ساتھ پیش آئے اور اپنی صاحبزادی کی شادی بھی ان کے ساتھ کر دی۔ لیکن ایک مرتبہ یہ صاحبزادے علماء جیسا لباس پہنے شیخ کے مدرسہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک درویش وہاں پہنچے اور حیرت زدہ ہو کر آپ ہی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ کے جبّہ کی آستین کو اُلٹ پلٹ کر طعنہ دیا کہ

"کیا یہ آستین شیخ عبدالرحمٰن کے بیٹے کی ہے؟ مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے ہبیرہ نامی وزیر کی آستین ہو۔"

یہ سن کر صاحبزادے گھر میں گئے اور ٹاٹ کا لباس پہن کر باہر نکلے اور عبادان کی جانب روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے دو افراد کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ "اُن کو فوراً میری خدمت میں حاضر کرو۔" اور جب وہ حاضر ہو گئے، تو حضرتِ شیخ نے انہیں وہی لباس پہنایا جس کو وہ اتار کر چلے گئے تھے۔

شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی اکابر اولیاء میں سے صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ اور اُن چار ہستیوں میں سے ایک ہیں جو بحکمِ الٰہی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا اور مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی آپ کے مداح بھی تھے اور تعظیم و تکریم بھی کرتے تھے اور اکثر یہ فرمایا کرتے کہ

"تمام مشائخ کو تو وزن کر کے دیا جاتا ہے لیکن آپ کو جھولی بھر کر عطا کیا گیا ہے۔"

ایک مرتبہ شیخ بقا کرامت کے سلسلہ میں کچھ فرما رہے تھے کہ ایک صاحبِ کشف و حال شخص نے عرض کیا کہ ہمارے دور میں ایک ایسا صاحبِ حال بھی ہے کہ جب پیاس بجھانے کے لئے کوئیں میں ڈول ڈالتا ہے تو اُس کا ڈول سونے چاندی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ کسی جانب متوجہ ہوتا ہے تو وہاں سونا ہی سونا بکھر جاتا ہے۔ جب وہ نماز ادا کرتا ہے تو قبلہ اُس کے سامنے ہوتا ہے۔" پھر اس نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا۔ یہ سن کر شیخ نے جب اس پر نظر ڈالی تو اُسی وقت اُن کا حال سلب ہو گیا اور جب اُس نے توبہ کی تو آپ نے فرمایا:

"جو گذر گیا وہ لوٹ کر نہیں آتا۔"

ایک مرتبہ تین فقہا نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی لیکن آپ کی قرأت کو اپنے معیار کے مطابق نہ پاکر کچھ بدظن سے ہو گئے۔ اور جب رات کو سوئے تو تینوں کو احتلام ہو گیا۔ اور جب نہر میں غسل کی نیت سے داخل ہوئے تو ایک بہت بڑے شیر نے اُن کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ سردی کی شدت سے تینوں کو

ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ان حضرات کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اپنے دلوں میں ندامت محسوس کر کے توبہ کی تو شیر نے کپڑے چھوڑے اور یہ پہن کر واپس ہوئے۔ اور جب شیخ خانقاہ سے برآمد ہوئے تو وہ شیر آپ کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ آپ نے اُس کو مارتے ہوئے فرمایا کہ

"تُو نے ہمارے مہمانوں سے کیوں تعارض کیا، گو انھیں ہماری ذات سے بدظنی تھی"۔

اور جب وہ شیر چلا گیا تو تینوں فقہا نے آپ کے سامنے توبہ کی تو آپ نے اُن سے فرمایا:

"تم زبانوں کی اصلاح کرتے ہو اور ہم قلوب کے مُصلح ہیں"۔

ایک مرتبہ آپ کی بستی میں شدید آگ لگ گئی جو کسی طرح نہیں بجھ رہی تھی۔ آپ نے آگ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

"اے آگ! بس یہیں تک رہ"۔

یہ فرماتے ہی آگ فوراً بجھ گئی۔

آپ نہر ملک کے نزدیک یا بنوس نامی بستی میں سکونت پذیر تھے۔ اسّی سال سے زائد عُمر پائی اور اسی بستی میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔
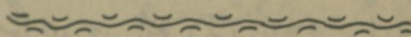
ا۔ یہی واقعہ اس انداز سے بھی مروی ہے کہ شیر نے اُن علماء کے کپڑے نگل لئے تو شیخ نے اُن کے لئے کپڑے بھجوائے تو وہ واپس ہوئے۔ محمد اطہر نعیمی

شیخ شریف ابو سعید علی قیلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے صاحبِ حال و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا شمار ان چار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی دعائیں ہمیشہ قبول ہوتی تھیں۔ اگر کسی مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا تھا۔ آپ معتبر فقہاء و مفتیانِ شرع میں سے تھے آپ کی صحبت سے اکابر اولیاء و علماء فیض یاب ہوئے مثلاً شیخ ابوالحسن قرشیؒ۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد مدنیؒ۔ خلیفہ بن موسیٰؒ اور مبارک بن علیؒ۔

آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے قیلویہ کی بستی میں ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اذان دی تو وہ شق ہو کر پانچ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور زمین بھی ہیبتِ تکبیر سے شق ہو گئی۔

آپ کی ایک کرامت

ایک مرتبہ کسی مرید نے قضائے حاجت کے لئے آپ سے لوٹا لیا لیکن وہ اتفاق سے گر کر ٹوٹ گیا۔ اور جب آپ نے اس لوٹے کو ہاتھ لگایا تو وہ صحیح و سالم تھا۔ اور اس میں پہلے کی طرح پانی بھرا ہوا تھا۔

باہمی تعلقات

شیخ عراق عمر برازی اور ابو مسعود ناصری سے ایک روایت منقول ہے کہ ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ بقا بن بطوؒ، شیخ قیلویؒ اور شیخ علی بن الہیتی چاروں باب الازج کے ایک مکان میں جمع ہو گئے تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے شیخ علی بن الہیتی کو کچھ کہنے کا حکم دیا۔ لیکن انھوں نے یہ عرض کر کے معذرت کر لی کہ میں بھلا آپ کے سامنے کیا لب کشائی کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے شیخ بقا سے فرمائش کی لیکن انھوں نے بھی معذرت کر لی۔

آخر میں جب شیخ قیلوی کو حکم دیا تو وہ چند باتیں کہہ کر خاموش ہو گئے اور عرض کیا

"در تعمیلِ ارشاد میں کچھ عرض کر دیا۔ اب آپ کے جاہ و مرتبت کی وجہ

سے مزید کچھ کہنے کی ہمت نہیں۔"

یہ کہہ کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے کچھ اشعار سنانے کی اجازت چاہی۔ اور

مندرجہ ذیل اشعار سنائے ؎

دَبَدَا لَہٗ مِنْ بَعْدِ مَا اندَمَلَ الْھَوٰی ۔۔۔ بَرْقٌ تَالِقُ مُوْھِنٌ لِمَعَانِہٖ

محبت کا زخم مندمل ہو جانے کے بعد اس کے لئے ایسی بجلی ظاہر ہوئی جس چمک

بہت ہی ۔۔۔ ہے۔

یبدو کحاشیۃ الرداء ودونہٗ ۔۔۔ صَعْبُ الذری متمنع ارکانہٗ

وُہ بجلی چادر کے حاشیوں کی طرح نمودار ہوئی اور اُس کے اطراف میں دشوار گذار

چوٹیاں ہیں اور اُس کی حدود محفوظ ہیں۔

فَبَدَا اُینظر کَیْفَ لَاحَ فَلَمْ یطق ۔۔۔ نَظْرًا اِلَیْہِ وَرَدَّہٗ اَرْجَانَہٗ

پھر وہ بجلی ظاہر ہوئی تاکہ دیکھے موجودہ احوال کو لیکن نظر میں دیکھنے کی طاقت نہ رہی

اور عشق کے غم نے نڈھال کر دیا۔

فَالنَّارُ مَا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ ضُلُوْعُہٗ ۔۔۔ وَالْمَآءُ مَا سَمَحَتْ بِہٖ اَجْفَانُہٗ

آگ درحقیقت وُہ ہے جو اس (عاشق) کے سینہ میں ہے اور پانی درحقیقت وُہ

ہے جو اس کی آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔

اِن اشعار کو سُن کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ کبھی

زمین کے گرد چکر لگاتے اور کبھی فضا میں۔ حتّٰی کہ آپ کے مکان کی چھت نظر آنے لگی

اور آپ اپنے مدرسہ میں پہنچ گئے۔

شیخ علی قیلوی ایک دن لوگوں سے گفتگو میں مصروف تھے کہ کچھ لوگ آگئے

خدمت میں دو سربند تھیلے لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے سلسلۂ کلام منقطع کر کے فرمایا کہ

"تم لوگ رافضی ہو اور یہ امتحان لینے آئے ہو کہ میں تمھیں بتاؤں کہ ان تھیلوں میں کیا ہے؟"

پھر آپ نے ان تھیلوں کی بابت بتا کر ایک تھیلا کھولا تو اُس میں سے ایک اپاہج بچّہ نکلا۔ آپ نے فرمایا:

"کھڑا ہو جا"

یہ سُن کر وُہ دوڑنے لگا۔ پھر جب دُوسرا تھیلا کھولا گیا تو اُس میں سے تندرست بچّہ نمودار ہوا۔ آپ نے حکم دیا "بیٹھ جا" یہ سُنتے ہی بچّہ اپاہج ہو گیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر وُہ لوگ فوراً تائب ہو گئے اور قسم کھا کر بتایا کہ اُن کے حال کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

آپ کی وفات ۵۸۰ھ میں نیلکوریہ میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ علماء کے شایانِ شان لباس پہنتے تھے اور خچر پر سواری کیا کرتے تھے۔

آپ نہایت منکسر اور بہترین اخلاق و عادات کے مالک تھے۔ وفات کے وقت اپنے صاحبزادے ابوالخیر سعید کو یہ وصیّت فرمائی کہ "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا احترام کرتے رہنا اور ہمیشہ ان کی خدمت کرنا" یہ سُن کر شیخ مدینی نے کہا کہ ہمیں بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے احوال سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

"وُہ اس دَور میں اولیاء کرام کے باطنوں کی خوشبو ہیں اور اس وقت اہلِ زمین میں سب سے زاید قربِ الٰہی انہیں کو حاصل ہے۔"

شیخ مطر باذرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے جلیل القدر اور صاحبِ کرامات شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔
شیخ احمد ہروی کا قول ہے کہ جس گنہگار پر آپ کی نظر پڑ جاتی وہ نیک و صالح ہو جاتا۔
اور جو شخص آپ کی خدمت میں حاضری دیتا اس کا باطن بیدار ہو جاتا۔ جو یہودی
یا نصرانی آپ سے ملتا وہ مشرّف بہ اسلام ہو جاتا۔ کوئی خشک سرزمین ایسی نہیں تھی
جو آپ کی دعا سے سرسبز نہ ہوئی ہو۔ آپ کے تصرّفات اظہر من الشمس تھے[۱]۔
شیخ احمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مَیں پانچ افراد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا
تو آپ نے سب کو مرحبا کہہ کر تقریباً تین رطل دودھ منگایا جس کو پینے کے بعد ہم پانچوں
افراد سیراب ہو گئے۔ پھر مزید دس افراد حاضر ہوئے تو وہ بھی اسی دودھ سے شکم سیر
ہو گئے لیکن اس دودھ میں پھر بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔
ایک مرتبہ شیخ مطر نے اپنے شیخ تاج العارفین کے دور میں یہ خواب دیکھا کہ
"ایک بہت بڑا درخت ہے جس کی شاخیں باذرانی نامی بستی تک
پہنچی ہوئی ہیں"۔
شیخ مطر کا یہ خواب سُن کر حضرت تاج العارفین نے فرمایا کہ:
"وہ درخت تو مَیں ہوں اور تم اس کی شاخ۔ لہٰذا اب تمہیں چاہیئے
کہ باذرانی بستی کو اپنا وطن بنا لو جو سرزمین عراق میں ہے جہاں اب
دریا واقع ہے"۔
چنانچہ آپ وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

---

[۱] نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

شیخ بقا بن بطو سے قبل ہی آپ کا انتقال ہوا۔ شیخ بقا بن بطوؒ آپؒ کی بے حد تعریف کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

"شیخ مطر میرے حال وقال کا وارث ہے۔"

اور آپ کو جبل راسخ کا خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ آپ نے بھی اپنے صاحبزادے کو حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے اتباع کا حکم دیا تھا۔
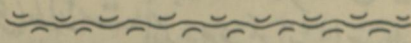
شیخ ماجد کروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق میں قوسان نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ آپ بھی صاحبِ حال اور تنہائی پسند بزرگ تھے۔ آپ خانقاہ سے بستی تک اکثر آجایا کرتے تھے اور شیخ تاج العارفین کے مخصوص لوگوں میں شامل تھے۔

مہمانوں کی غیبی مدارات آپ کے صاحبزادے شیخ سلیمان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں تنہا اپنے والد کے پاس تھا۔ اور اس وقت ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس دوران بیس مہمان آگئے اس وقت والد نے مجھے حکم دیا کہ گھر میں جاکر کھانا لے آؤ۔ لیکن مجھ میں یہ عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ اِس وقت کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں۔ لیکن مَیں محض تعمیلِ حکم کی خاطر باورچی خانے میں پہنچا تو وہاں انواع واقسام کے کھانے موجود تھے۔ چنانچہ مَیں تمام کھانا اٹھا کر لے آیا اور مطبخ میں کچھ نہیں چھوڑا۔ ابھی سب لوگ کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ تیس مہمان اَور آگئے۔ انھیں دیکھ کر والد نے پھر کھانا لانے کا حکم دیا۔ حسبِ سابق جب مَیں مطبخ پہنچا تو وہاں کھانا موجود تھا۔ اس وقت آپ نے دو خادموں پر اس انداز سے نظر ڈالی کہ وُہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور آپ نے انھیں لکڑی کی طرح اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر چھ ماہ بعد یہ دونوں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ واقعی ہمارے قلب میں یہ وسوسہ پیدا ہوا تھا کہ یہ سب کچھ جادوگری ہے۔

تصرّف کا ایک واقعہ آپ کے صاحبزادے دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ میرے والد شیخ ماجد نے مجھے حکم دیا کہ:

"فلاں پہاڑی پر چلے جاؤ۔ وہاں تمھیں تین افراد ایسے ملیں گے جو ہواؤں میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ انھیں میرا سلام پہنچانا اور جن چیزوں کی انھیں خواہش ہو اُس سے مجھے مطلع کرنا۔

چنانچہ جب مَیں وہاں پہنچا تو اُن میں سے ایک نے انار کی خواہش کی۔ دوسرے نے سیب کی اور تیسرے نے انگور کی۔ الغرض مَیں نے اپنے والد سے آکر اُنکی خواہشات کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا:

"فلاں درخت کے نیچے جاکر ہر ایک کی خواہش کے مطابق پھل توڑلو۔"

اور جب مَیں وہاں پہنچا تو واقعی ایک درخت میں تینوں پھل موجود تھے۔ یہ دیکھ کر میرے تعجّب کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ ایک ہی درخت سے تین مختلف پھل حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور جب مَیں پھل توڑ کر والد کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ یہ اُن تینوں افراد تک پہنچا دو۔ اُن میں سے دو افراد تو پھل کھا کر ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ لیکن جن صاحب نے سیب طلب کیا تھا۔ انھوں نے نہیں کھایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پرواز نہیں کر سکے۔ میرے والد کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے ان کو توبہ کا حکم دے کر اُس سیب میں سے کچھ حصّہ تو خود کھایا اور باقی اُن کو کھلا کر ان کے کاندھوں پر ہاتھ مارا، جس کے بعد وُہ بھی ہوا میں پرواز کر گئے۔

غوثِ اعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانی بھی آپ کے بہت مداح تھے۔

آپ کا انتقال ماہ جمادی الاولیٰ ۵۶۴ھ میں ہوا۔ لیکن آپ کی جائے پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

شیخ ابومدین شعیب مغربی رحمۃ اللہ علیہ
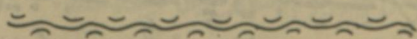
آپ مشائخ مغرب کے سردار اور صدر بزم کبار عارفین تھے۔ آپ سے بہت سی خارقِ عادات کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ آپ بہت عالی ہمت اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ آپ کے کشف بہت ہی واضح ہوتے۔ آپ کو بارگاہ قدس میں مقاماتِ عالیہ تک رسائی حاصل تھی۔ راسخ العقیدہ اور ثابت قدم ہی نہیں بلکہ پیکرِ استقامت بھی تھے۔ تصرفات میں یدِ طولیٰ اور احکام ولایت میں یدِ بیضا حاصل تھا۔ مقامات علیا تک رسائی تھی۔ آپ ائمہ و محققین کے سربرآوردہ فرد تھے۔ اور ان ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرّف کی قوت عطا فرمائی تھی۔ اور جن کے دستِ تصرّف میں مملکت باطنی کی عنان تھی۔ آپ کے ہاتھوں عجیب و غریب کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ کو علم و حکمت پر بھی مکمل دسترس حاصل تھی۔ لوگوں کے قلوب آپ سے ہیبت زدہ رہتے۔ آپ کی شہرت مشرق و مغرب میں اس درجہ پھیل چکی تھی کہ دور دراز سے لوگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے۔ آپ کو شریعت و حقیقت پر عبور حاصل تھا اور اُن پر یکساں طور پر عمل پیرا تھے۔ آپ امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

بے شمار لوگ حصول علم کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس چشمۂ علم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ کی صحبت سے مغرب میں بہت سے مشائخ نے فیض اٹھایا۔ اُن میں سے شیخ عبدالرحمٰن بن جحون مغربی، شیخ محمد بن احمد قرشی شیخ عبداللہ قشتانی اور شیخ نکالی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے مریدین اور شاگردوں کی

جماعت بہت بڑی تھی۔ بڑے بڑے علماء وصلحاء آپ سے منسوب ہوئے۔ علماء ومشائخ کا آپ کی عظمت واحترام پر اجماع ہے۔ اکابر علماء اُن کے فتویٰ پر گردن اطاعت خم کرتے تھے۔

آپ بہت خوبصورت، ہنس مکھ، متواضع، زاہد، متورع، محقق اور بہترین اخلاق واوصاف کے حامل تھے۔ آپ کے ملفوظ زبان زدِ خاص وعام تھے۔

آپ کی دعاؤں میں ایک مشہور دُعا مندرجہ ذیل ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعِلْمَ عِنْدَ کَ	اے اللہ بلاشبہ ہر شے کا علم تیرے پاس
وَھُوَ مَحْجُوْبٌ عَنِّیْ وَلَا اَعْلَمُ اَمْرًا	ہے، اور وہ پوشیدہ ہے اور
فَاخْتَارُہٗ لِنَفْسِیْ فَقَدْ	میں نہیں جانتا کس امر کو اپنے نفس کے لئے
فَوَضْتُ اِلَیْکَ اَمْرِیْ	اختیار کروں۔ پس میں اپنے تمام امور تیرے
وَرَجُوْتُکَ لِفَاقَتِیْ وَفَقْرِیْ	سپرد کرتا ہوں اور اپنے فقر وفاقہ میں تجھ
فَارْشِدْنِیْ۔	سے لولگاتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ اِلٰی اَحَبِّ الْاُمُوْرِ دَ	اے اللہ مجھے ہدایت دے ایسے کاموں
اَرْضٰھَا عِنْدَکَ وَاَحْمَدِھَا	کی طرف جو تیری رضا کا باعث ہوں اور
عَاقِبَۃً عِنْدَکَ فَاِنَّکَ	جن کا انجام تیرے نزدیک بہتر ہو۔
تَفْعَلُ مَاتَشَاءُ بِقُدْرَتِکَ	بلاشبہ تو جو چاہتا ہے اپنی قدرت سے
اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ	کرتا ہے۔ یقیناً تو ہر شے پر قدرت رکھتا
قَدِیْرٌ	ہے۔

شیخ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔

یَا مَنْ عَلَا فَرَای مَافِی الْغُیُوْبِ وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی وَظَلَامُ اللَّیْلِ مُنْسَدِلُ

اے وہ ہستی جس نے غیب کی چیزوں کو دیکھا اور ان چیزوں کو جو زیر زمین رات کی

تاریکیوں میں پوشیدہ ہیں۔

أَنْتَ الْغِيَاثُ لِمَنْ ضَاقَتْ مَذَاهِبُهُ　　أَنْتَ الدَّلِيلُ لِمَنْ حَارَتْ بِهِ الْحِيَلُ

تو اس کا معاون ہے جس کی راہیں مسدود ہو جائیں، اور تو اُن کا رہنما ہے جن کی تدبیریں ناکام ہو جائیں۔

إِنَّا قَصَدْنَاكَ وَالْآمَالُ وَاثِقَةٌ　　وَالْكُلُّ يَدْعُوكَ مَلْهُوفٌ وَمُبْتَهِلُ

ہم نے بھی پوری امیدوں کے ساتھ آپ سے رجوع کیا۔ کیونکہ تمام غمزدہ اور عاجزی کرنیوالے آپ ہی کو پکارتے ہیں۔

فَإِنْ عَفَوْتَ فَذُو فَضْلٍ وَذُو كَرَمٍ　　وَإِنْ سَطَوْتَ فَأَنْتَ الْحَاكِمُ الْعَدْلُ

اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر گرفت کر لیں تو آپ حاکم و عادل ہیں۔

دنیا میں جنّت کی بشارت

شیخ عبدالرحیم تناوی فرماتے ہیں کہ شیخ شعیب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کر کے دریافت فرمایا:

"اے شعیب! تیری داہنی جانب کیا ہے؟"

میں نے عرض کیا۔ عطا بخشش۔ پھر دریافت فرمایا:

"تیری بائیں جانب کیا ہے؟"

میں نے عرض کیا۔ قضاؤ قدر۔ پھر فرمایا کہ

"ہم تم کو دنیا ہی میں مغفرت کی بشارت دیتے ہیں اور تمھیں یہ اعزاز عطا کرتے ہیں کہ وہ شخص جس نے تمھیں یا تمھارے دیکھنے والے کو دیکھا اُس نے مجھ کو دیکھا۔"

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم تیرے احباب اور تجھ

سے محبّت کرنے والوں کو خیر کثیر عطا فرمائیں گے۔"

ایک مرتبہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں ان دونوں مقامات کی شہادت دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے یہ دونوں مقامات دکھائے گئے ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ نے نماز میں یہ آیت پڑھی:

وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا — وہ جنّت میں ایسے جام (شراب) سے سیراب کئے جائیں گے جس میں ادرک (یا سونٹھ) کی ملاوٹ ہے۔"

اس وقت آپ نے اپنی زبان چوسی اور فرمایا کہ

"آیت کی تلاوت کے وقت وہ جام مجھ کو پلایا گیا تھا۔"

بیک وقت دو مقامات پر موجودگی

شیخ صالح زکائی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسلمانوں اور فرنگیوں میں جنگ چھڑ گئی تو شیخ شعیب تلوار لے کر اپنے اصحاب کے ہمراہ جنگل میں پہنچ کر ایک پہاڑ پر بیٹھ گئے۔ اچانک لاتعداد سوّر نکل پڑے۔ جن سے جنگل بھر گیا۔ اُسی وقت فرنگیوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا۔ چنانچہ شیخ تلوار لے کر ان خنازیر کے سروں پر کود پڑے اور بے شمار خنزیروں کو مار ڈالا اور جب ہم نے اس واقعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"یہ خنازیر وہی فرنگی تھے۔ خدا انھیں ذلیل کرے۔"

بعد میں میدانِ جنگ سے فرنگیوں کی شکست کی اطلاع ملی۔ جب مجاہدین میدان جنگ سے واپس آئے تو شیخ کے قدموں کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ اگر اس وقت

صفوں میں آپ نہ ہوتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے کیونکہ جس وقت آپ نے اُن کے رُوبرُو تلوار اٹھائی تو اُن کے گھوڑے اُن کو لے کر بھاگ پڑے۔ اور اُن کے لاتعداد لوگ قتل ہو گئے۔ البتہ جنگ کے خاتمہ کے بعد آپ نظر نہ آئے۔ یہاں یہ بات قابلِ توجّہ ہے کہ شیخ اور میدانِ جنگ کے درمیان تقریباً ایک ماہ سفر کی مُسافت تھی۔

امراء کی صحبت سے پرہیز

ایک مرتبہ دریا کے کنارے وضو کرتے ہوئے شیخ کی انگوٹھی دریا میں گر گئی تو آپ نے کہا کہ

"اے اللہ میں اپنی انگوٹھی چاہتا ہوں۔"

اُسی وقت ایک مچھلی مُنہ میں انگوٹھی دبائے نمودار ہوئی۔ اور آپ نے وہ انگوٹھی اُس سے لے لی۔

ایک مرتبہ آپ کے ستّو کا برتن گر کر ٹوٹ گیا اور تمام ستّو زمین پر بکھر گیا۔ اس وقت آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ

"اے رب میں چاہتا ہوں کہ ستّو کے ساتھ میرا برتن بھی واپس مل جائے"

چنانچہ آپ کو ستّو اور برتن دونوں مل گئے۔

ایک مرتبہ آپ کو اُس دَور کے خلیفہ نے دُعائے برکت کے لیے بلایا۔ جب آپ روانہ ہو کر تلسان کے مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ

"ہمارے اور سلطان کے درمیان صِرف ایک رات باقی رہ گئی ہے۔"

پھر آپ نے سواری سے اتر کر قبلہ رُو ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ

"مَیں تیرے پاس آ رہا تھا تاکہ تیری رضامندی حاصل ہو۔"

یہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوئے تھے کہ آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کو گورِ غریباں نامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

شیخ ابو البرکات صخر بن مسافر اموی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بلاد مشرق میں سرزمینِ عراق کے بہت بڑے شیوخ میں سے ہیں۔ آپ کی کرامات و مقامات انفاس روحانیہ و فتوحات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ نے شیخ شرف الدین عدی بن مسافر سے بیعت کرنے کے بعد اپنی بستی بیتِ فار کو خیرباد کہہ کر جبل ہکار میں سکونت اختیار کرلی اور بے شمار مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ جب مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے تو لاتعداد علماء و صلحاء آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوگئے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مرقع تھے۔ اہلِ دین کا بہت احترام فرماتے اور اہلِ علم کی بہت تواضع کرتے تھے۔ آپ کے اقوال زبان زدِ خلائق تھے۔

شرابِ محبت کا نشہ اور محبت کی بنیاد

آپ کا ایک مشہور قول محبتِ الٰہی سے متعلق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"جو محبتِ الٰہی کی شراب پیتا ہے اُس کا نشہ بغیر مشاہدۂ محبوب کے نہیں اترتا۔"

آپ نے فرمایا کہ

محبتِ الٰہی کی شراب کا نشہ وُہ شب ہے جس کی صبح مشاہدۂ جمالِ محبوب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صدق وُہ درخت ہے جس کا پھل مجاہدہ و ریاضت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

خطرات کی مراعات و حفظ اوقات اور ماسوائے اللہ سے انقطاع کرنا ہے۔ مروّت یہ ہے کہ قولاً، فعلاً، صدق رضا کے ساتھ ذکر اللہ پر اور ظاہر و باطن میں اغیار سے روگردانی کرکے اسرارِ الٰہی پر ثابت قدم رہے۔

محبت کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ اوّل وفا۔ دوم ادب۔ سوم مروّت۔
وفا تو یہ ہے کہ اپنے قلب کو انفرادیت کے لئے اس طرح منفرد کرے
کہ مشاہدۂ الٰہی میں ثابت قدم ہو جائے اور نور ازلی سے موانست پیدا کرلے۔
ادب یہ ہے کہ خطرات کی مراعات اور حفظ اوقات کے ساتھ مشغول ہو جائے
اور اپنے باطن کو ظاہری و باطنی طور پر غیر اللہ سے خالی کر دے تاکہ اوقات کی رعایت
سے ہر آنے والے وقت کا استدراک بھی حاصل رہے۔ اور جس بندے میں یہ تینوں
خصلتیں جمع ہو جائیں۔ وہ فراق کی آگ میں جلنے کے بجائے وصال سے ہمکنار ہو
جاتا ہے اور اپنے باطن میں آتش شوق کو فروزاں دیکھتا ہے۔
شیخ ابوالفتح نصر بن رضوان بیان کرتے ہیں میں ایک مرتبہ شیخ ابوالبرکات کے
ہمراہ خریف کی فصل میں خانقاہ سے پہاڑ کی جانب روانہ ہوا تو اس وقت آپ کے
ہمراہ فقراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ اُن میں سے ایک نے عرض کیا کہ میری طبیعت
ترش و شیریں انار کھانے کو چاہتی ہے۔ ابھی اُس کا جملہ مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ وادی
کے تمام درخت انار سے بھر گئے۔ اور شیخ نے ہم سے فرمایا کہ
"تم لوگوں نے انار کا قصد کیا تھا۔ لہٰذا حاضر ہیں"
چنانچہ ہم نے سیب وغیرہ کے درختوں سے بھی بڑی تعداد میں انار توڑے۔ اور
ہر درخت سے ہمیں ترش و شیریں دونوں قسم کے انار حاصل ہوتے رہے۔ جن کو
ہم نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور کچھ وقفہ کے بعد جب ہم وہاں سے واپس ہونے
لگے تو کسی درخت میں ایک انار بھی موجود نہ تھا۔

ہوا پر تصرّف

ایک مرتبہ شیخ نصر اللہ بن علی حمیدی ہکاری پہاڑ کی چوٹی پر چل
رہے تھے۔ اچانک ہوا کے اس قدر تند و تیز جھکڑ چلنے لگے۔ اور
ایسا معلوم ہونے لگا کہ پہاڑ بھی ہل رہا ہے اور اس پر ہوا غالب ہو گئی ہے۔ ہوا کی

تیزی کی وجہ سے نصر اللہ پہاڑ سے گر پڑے۔ اس وقت شیخ ابوالفتح پہاڑ کے دامن میں تشریف فرما رہے تھے۔ آپ نے پہاڑ کی جانب انگلی سے اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ اور شیخ نصر اللہ زمین اور پہاڑ کے درمیان اس طرح معلق ہو گئے کہ نہ داہنی جانب حرکت کر سکتے تھے اور نہ بائیں جانب۔ کچھ دیر تک اسی طرح بے حس و حرکت ہوا میں معلق رہے۔ پھر شیخ نے ہوا کو حکم دیا کہ ان کو اسی کی جگہ پہاڑ پر اتار دے۔ چنانچہ ہوا نے اس طرح آہستہ سے پہاڑ کی سطح پر اتار دیا جس طرح کوئی اٹھا کر رکھ دیتا ہے۔

ابوالفضل معالی بیان کرتے ہیں کہ میں مسلسل سات سال تک شیخ ابوالبرکات کی خدمت میں رہا۔ ایک دن جب کھانے کے بعد آپ کے ہاتھ دھلا رہا تھا تو شیخ نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے صرف یہ دعا فرمادیں کہ میں آسانی سے قرآن حفظ کر لوں۔ آپ نے جواب فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے آسان کر دیا اور وہ تلاوتِ قرآن میں تیری مدد فرمائے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر مشکل کو تیرے لئے آسان کر دے گا۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے حفظِ قرآن کو ایسا آسان کر دیا کہ میں نے صرف آٹھ ماہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ جبکہ اس سے قبل ایک ایک آیت کو تین تین رات دن یاد کیا کرتا تھا، لیکن پھر بھی مجھے دشواری محسوس ہوتی تھی۔ لیکن آپ کی برکت سے نہ صرف حفظِ قرآن بلکہ ہر مشکل میرے لئے آسان ہو گئی۔

نماز کا احترام نہ کرنے کی سزا آپ کے صاحبزادے ابوالمفاخر فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میرے والد نے کسی کو اس طرح نماز ادا کرتے دیکھا کہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دے رہا ہے، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے آپ نے اس کو منع فرمایا۔ لیکن وہ آپ کے منع کرنے پر بھی باز نہ آیا بلکہ بطور ضد کے اس

حرکت میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ اس وقت شیخ نے اس کے لئے فرمایا کہ
"اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں کو جن سے تُو یہ حرکات کرتا ہے، بیکار کردے"
یہ کہتے ہی اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ شیخ کی خدمت میں روتا ہوا حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ
"اب تجھے کوئی بھی شے فائدہ نہیں پہنچا سکتی، کیونکہ خدا کے قہر نے تجھے ہلاکت میں ڈال دیا ہے"
چنانچہ اس کے ہاتھ زندگی بھر بیکار رہے اور وُہ اسی حالت میں مر گیا۔

شیخ ابوالبرکات زندگی بھر جبل ہکار کے قریب قصبہ لالش میں قیام پذیر رہے اور طویل عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار آپ کے چچا عدی بن مسافر کے مزار کے قریب ہے۔ جہاں زائرین حاضر ہوتے ہیں ÷
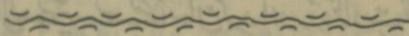
شیخ ابوالمفاخر عدی بن ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے سربر آوردہ مشائخ میں تھے۔ صاحبِ کرامت تھے۔ اور آپ کو روحانیت کا بہت بلند مقام حاصل تھا۔ تصرف میں یدِطولیٰ اور احکام ولایت میں یدِ بیضا حاصل تھا۔ انتہائی منازل تک قوّت تامہ کے مالک تھے۔ آپ اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ظاہر احوال عطا فرمائے تھے اور جن کی زبان سراپا حکمت و موعظت تھی۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی صحبت میں علم و حکمت حاصل کی اور بے شمار مشائخِ مشرق سے ملاقات کی۔ اپنے دَور میں مریدین کی تربیت کو انتہائی منازل تک پہنچایا۔ جبلِ ہکار اور قرب و جوار کے بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ بہت کریم النفس اور صاحبِ حیا تھے۔ اہلِ علم و شریعت کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ صاحبِ فراست اور متواضع تھے۔ تمام مشائخ آپ کی بزرگی کے معترف تھے۔ تمام اطراف میں آپ کا شہرہ تھا اور ہر سمت سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ لیکن آپ کی تاریخِ ولادت و وفات معلوم نہیں ہے۔

شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعیانِ مشائخ اسلام میں سے تھے۔ خراسان کے مریدین کی تربیت فرمائی آپ کی خانقاہ میں لاتعداد علماء فقہاء اور مشائخ کا اجتماع رہتا تھا۔ آپ کے مواعظ سے لوگوں نے بے حد نفع حاصل کیا۔ آپ بچپن سے وفات تک عبادت و ریاضت اور خلوت کے دلدادہ رہے۔ زاہدین کی صحبت اختیار کی اور علماء کی ایک عظیم جماعت سے فقہ حاصل کیا۔ خراسان میں آپ کے بہت سے شاگرد ہوئے۔ مشائخ آپ کی تعظیم کے ساتھ آپ کے احکامات کی پابندی بھی کرتے تھے۔

گستاخی کی سزا

شیخ علی جوفی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ ہمدانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ لوگوں کو نصیحتیں فرما رہے تھے لیکن حاضرین میں سے دو فقیہوں نے آپ کو بیتدع کہہ کر خاموش ہونے کیلئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ

"تم دونوں خاموش رہو۔ خدا تمہیں زندہ نہ رکھے۔"

اور وہ دونوں اسی مجلس میں فوت ہو گئے۔

اللہ والوں پر تنقید کرنے والوں کا حشر

ابنِ خلقان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ اور بہت سے علماء کا اجتماع تھا۔ اثنائے وعظ ابنِ سقا نامی فقیہ نے ایک مسئلہ غلط انداز سے دریافت کر کے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ چنانچہ امام یوسف نے اس فقیہ سے کہا کہ

"تمہارے کلام میں کفر کی بو آتی ہے اور تم یقیناً کسی دوسرے مذہب پر

مر و گے:

چنانچہ جب شاہِ روم کا قاصد خلیفۂ وقت کے پاس آیا تو یہی فقیہ ابنِ سقاء اس کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں نصرانی ہو کر مر گیا۔ حالانکہ وہ حالتِ اسلام میں بہترین قاری تھا۔ بعض لوگوں نے اس کا واقعہ بیان کیا کہ حالت مرض میں اس کو قسطنطنیہ کی ایک دکان میں اس حالت میں دیکھا گیا کہ پنکھا ہاتھ میں لئے اپنے چہرے سے مکھیاں اڑا تا رہتا تھا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا اب بھی تجھ کو قرآن یاد ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ سوائے ایک آیت کے اور کچھ یاد نہیں اور وہ آیت یہ ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ۔ بسا اوقات کافر تمنا کریں گے کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

لہٰذا اے عزیزو! تمہیں اللہ والوں پر تنقید ترک کر کے اولیاء کرام پر اعتقاد رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ ان کی دعا تیر بہدف اور سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ لہٰذا ان پر اعتراض نہ کرو کیونکہ تنقید اور ترک اعتقاد سے جو انجام ابن سقا کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس انجام سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

امورِ تکوینی میں تصرف

ایک مرتبہ کسی عورت نے عرض کیا کہ میرے لڑکے کو فرنگیوں نے قید کر لیا ہے۔ میں اللہ سے صبر کی دعا کرتی ہوں لیکن اپنی محبت کی وجہ سے جذبات پر قابو نہیں پا سکتی۔ آپ میرے لڑکے کی بازیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ جب عورت نے اصرار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ

"جاؤ انشاء اللہ اپنے لڑکے کو گھر میں پاؤ گی"

چنانچہ جب وہ گھر پہنچی تو واقعی اس کا لڑکا مکان میں موجود تھا۔ ماں نے جب

حیرت زدہ ہو کر اس سے کیفیت پوچھی تو اُس نے بتایا کہ مَیں اس وقت قسطنطنیہ میں قید تھا۔ اچانک ایک شخص جس سے میں واقف نہیں آیا۔ اور مجھ کو اٹھا کر چشم زدن میں یہاں پہنچا دیا۔ پھر جب اس کی ماں نے اس واقعہ کی اطلاع شیخ کو دی۔ تو آپ نے فرمایا کہ

"تمھیں اللہ کے امور میں حیرت کیوں ہے؟ وُہ اپنے مخلص اور باعمل بندوں کو تصرفات عطا کرتا ہے اور اُن کا ہر ارادہ پُورا ہو جاتا ہے"

آپ ہمدان کے ایک قریہ بوزنجرد میں پیدا ہوئے۔ اور ماہ ربیع الاوّل ۵۳۵ھ میں بن یاتین کے مقام پر وفات پائی۔ اور وہاں دفن کئے گئے۔ لیکن بعد میں آپ کی نعش کو نکال کر سنجار کی ایک نواحی بستی میں دفن کیا گیا۔ جہاں زائرین پہنچتے رہتے ہیں۔
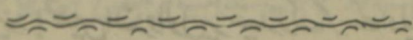
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے اُن بزرگوں میں سے ہیں۔ جن پر حکومت باطنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آپ عالم و فاضل تھے اور بہت فصیح و بلیغ کلام فرماتے تھے۔ نہ صرف آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ بلکہ آپ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارق عادات کرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب و سنّت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت و طریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے پاس غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بذاتِ خود تشریف لائے اور فرمایا کہ:

"اے شہاب الدین تم مشاہیرین کے آخری فرد ہو۔"

آپ کے ملفوظات اسرار و رموز کا خزینہ تھے۔ آپ کے مصاحب شیخ نجم الدین نقطیسی فرماتے ہیں کہ میں شیخ سہروردی کے حجرہ عبادت میں داخل ہوا، وہ ان کے چلّہ کا آخری دن تھا۔ اُس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں۔ اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے۔ اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اُٹھا رہے ہیں۔ جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے۔ جب آپ چلّہ سے باہر آ گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے قبل ہی فرمایا کہ

"صاحبزادے تم نے جو کچھ دیکھا وہ درست ہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا فیض اور اُن کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔"

جناب سہروردی کو تصرف تام اور خارق عادات کرامتوں میں شہرت تام حاصل تھی۔ آپ مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے:۔

وَقَائِلَةٍ لِیْ نِمْتَ لَیْلَۃَ وَصْلِنَا! فَقُلْتُ لَہَا لَا عِلْمَ لِیْ بِرِضَاکِ

مجھے بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ تو ہمارے وصال کی شب میں سو جاتا ہے، تو میں نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی رضا کا علم ہی نہیں ہوا۔

وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّہَا لَیْلَۃُ الرِّضَا سَہِرْتُ اللَّیَالِیْ کُلَّہَا لِلِقَاکِ

اگر مجھے پتہ چل جائے کہ یہ رضا کی رات ہے تو پوری رات آپ کی ملاقات کی خاطر جاگ کر گزار دوں۔

عَسٰی لَیْلَۃً اُخْرٰی تَمُرُّ بِجُنَّا وَیَهْجَعُ قَلْبِیْ مِنَ اَلِیْمِ جَفَاکِ

کاش کبھی دوسری شب میں آپ کا گزر میرے قبیلہ پر ہو، اور میرے دل کو آپ کی جفاؤں کے درد سے قرار میسر ہو۔

آپ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰہُمَّ بَصِّرْنَا بِعُیُوْبِ	اے اللہ ہمارے نفوس کے عیوب کے لئے
اَنْفُسِنَا لِنَنْظُرَ عُیُوْبَنَا وَلَا	بصیرت عطا فرما تاکہ ہم اپنے عیوب کو دیکھ
تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ	سکیں اور ہمارے نفوس کو چشم زدن کیلئے
عَیْنٍ وَانْصُرْنَا عَلٰی اَعْدَآئِنَا	بھی مشقت میں نہ ڈال اور ہمیں دشمنوں
وَلَا تَفْضَحْنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	پر فتح دے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا
اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝	نہ کر۔ بلاشبہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ابن نجار بیان کرتے ہیں کہ علم شریعت، حقیقت اور طریقت کے اعتبار سے آپ شیخ کامل تھے اور تربیت مریدین کے سلسلہ میں آپ کو بہترین صلاحیتیں حاصل تھیں۔ مخلوق کے سلسلہ میں ہمیشہ خالق سے دعا فرماتے رہتے تھے۔ اور خود

زہد کی راہوں پر گامزن رہے۔ اور دُوسروں کو بھی تبلیغ کرتے۔ آپ نے اپنے چچا اور دیگر مشائخ کی صحبت اختیار کی۔ مجاہدات و ریاضت کی منزلیں طے کرتے ہوئے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مخلوق سے انقطاع کر کے گوشہ نشینی اختیار کر کے ذکر و شغل میں مشغول رہے۔ اس کے بعد یہ خیال آیا کہ اب ظاہر ہو کر لوگوں میں پند و نصائح کرنا چاہیے۔ لہٰذا اپنے چچا کے مدرسہ میں درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور مجلس وعظ کا اجراء کیا جس کو روز بروز مقبولیت حاصل ہوتی گئی۔ اور دُور دراز تک شہرت حاصل ہو گئی۔ لوگ شرکت کے لئے آنے لگے۔ جن گنہگاروں پر اُن کی توجہ ہو گئی وہ تائب ہو کر مصروفِ عبادت ہوئے اور واصل الی اللہ ہو گئے۔ بادشاہ آپ کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ سلطان خوارزم کی جانب سے بھی اکثر قاصد آیا جایا کرتے تھے۔

آپ نے رباطِ ناصری، رباطِ بسطامی اور رباطِ مامونیہ کے نام سے تین خانقاہیں بنائیں۔ پھر آخری عمر میں علالت کی وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کر کے ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے شب چہار شنبہ ماہ محرم ۶۳۲ھ میں وفات پائی اور اپنی ہی مسجد میں مدفون ہوئے۔ لمص کی جامع مسجد میں نمازِ جنازہ ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے ملتا ہے۔ اور آپ شافعی مسلک کے متبع تھے۔ اُس دور میں آپ جیسا کوئی شیخ نہیں تھا۔ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں مدفون ہیں ؛

شیخ جاکیر کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ کے سردار عارفین کے اکابر اور ائمہ حق میں صاحب کشف و کرامات ہونے کے ساتھ معرفت کی دنیا میں بلند مقام پر فائز تھے اور بارگاہِ قدس میں بھی آپ کو مراتبِ قرب حاصل تھے۔ آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جن کے تصرف میں لوگوں کے قلوب دے دیے جاتے ہیں۔ آپ سے نہ صرف عجیب و غریب کراماتوں کا ظہور ہوتا بلکہ اکثر و بیشتر غیب کے حالات بھی بتا دیتے تھے۔ آپ کے حکیمانہ اقوال زبان زدِ خلائق ہوئے۔ شیخ تاج العارفین بھی آپ کے بےحد مداح تھے۔ نہ صرف مداح بلکہ شیخ علی بن الہیتی کے ذریعے آپ کے پاس عمامہ بھیج کر حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھوں سے اُن کے سر پر رکھیں۔ مگر آپ کو حاضری کی تکلیف نہیں دی آپ نہایت متواضع منکسر المزاج تھے۔ اور شریعت کے احکام کا پُورا پُورا لحاظ کرتے تھے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی کہ جاکیر کا پُورا علاقہ میری بیعت کر لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی۔ مشائخ عراق کا آپ کے بارے میں فرمانا تھا کہ

"جس طرح سانپ کینچلی اتار دیتا ہے اسی طرح شیخ جاکیر نے بھی اپنے نفس کی کینچلی اتار پھینکی ہے"

مُریدین کے لئے نعمتِ عظمیٰ آپ نے فرمایا کہ:

"مَیں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ مَیں اپنے ہر مُرید کا نام لوحِ محفوظ پر مرقوم دیکھنا چاہتا ہوں"

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

"مجھ کو ایک ایسی تلوار عطا کی گئی ہے جس کا ایک سرا مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں۔ اور اگر میں اس تلوار کے ذریعے مستحکم پہاڑ کو بھی اشارہ کروں تو وہ ختم ہو جائے۔"

قرب و جوار میں آپ کے تصرفات باطنی انتہا کو پہنچے اور صلحاء کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ نہ صرف صلحاء بلکہ عوام و مشائخ نے آپ کے دستر خوانِ معرفت سے ریزہ چینی کی اور آپ کے فضل کا اعتراف کیا۔

غیب سے کفالت

شیخ صالح ابو محمد بیان کرتے ہیں کہ شیخ جاکیر کے اخراجات غیب سے پورے ہوتے تھے۔ ایک دن میں خود آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک گوالا اپنی گائیں آپ کے سامنے سے لے کر گزرا۔ اُس وقت آپ نے ایک گائے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

"یہ فلاں جگہ راستہ میں سُرخ رنگ کا بچھڑا جنے گی۔ اور وہ بچھڑا مجھے نذر کیا جائے گا۔ جس کو فلاں دن فقراء ذبح کر کے کھائیں گے۔"

پھر دوسری گائے کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ

"یہ فلاں رنگ کا بچھڑا جنے گی۔ اور پھر وہ مجھے نذر کر دی جائے گی۔ جس کو فقراء میں سے فلاں شخص ذبح کرے گا اور پھر فلاں فلاں لوگ اُس کو کھائیں گے۔ لیکن اس میں سُرخ رنگ کے کُتے کا بھی حصّہ ہو گا۔"

چنانچہ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آنکھوں نے دیکھا کہ جب اس گائے کو ذبح کیا گیا۔ اس وقت ایک سُرخ رنگ کا کتا خانقاہ میں داخل ہوا۔ اور ایک گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر چلتا بنا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یا شیخ! آج میں ہرن

کا گوشت کھانا چاہتا ہوں"۔ اسی وقت اچانک سامنے سے آکر ایک ہرن کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کو ذبح کر کے پکوانے کا حکم دیا۔ اور اس شخص نے شکم سیر ہو کر گوشت کھایا۔

اس واقعہ کے بعد میں سات سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ لیکن آپ کی خانقاہ کے قریب پھر کبھی ہرن نہیں دیکھا۔

آپ عراقی صحراء کے رہنے والے تھے۔ بعد میں رصاص کے پُل کے قریب خانقاہ بنالی۔ کافی عمر پاکر وہیں وفات پائی اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

شیخ عثمان بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ
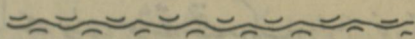
آپ مصر کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے اقوال وارشادات بہت ارفع اعلیٰ ہوتے تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ تصرفات کی طاقت عطا فرما دیتا ہے۔ آپ علوم شریعت و حقیقت کے مظہر تھے۔ اور حنبلی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ کا لطیف کلام صاحبانِ معرفت کی زبانوں پر جاری رہتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

صفات باری تعالیٰ کی معرفت کے لئے فکر کی ضرورت ہے۔ اور اس کی آیات کی حکمتوں پر اعتقاد رکھنا فرض ہے، کیونکہ اہل عقل کے لئے ذات باری کی کنہ معرفت تک رسائی حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر حکمتِ الٰہی متناہی ہو کر حدود عقل میں آجائے۔ یا قدرت ربانی علوم کے ادراک میں آسکے تو پھر یہی چیز قدرتِ کاملہ میں نقص کا باعث بن جائے گی اور اسرار ازلی آنکھوں سے اس طرح پوشیدہ رہ جائیں گے۔ جس طرح اسرار جلالی آنکھوں سے نہاں ہیں۔ ہم تو صرف اس کا وصف ہی بیان کر سکتے ہیں کیونکہ حقیقت تک رسائی محال ہے۔ اس اعتبار سے ادراک اپنے مقام پر مجبور ہو جائے گا اور مخلوق اپنی اصل کی جانب لوٹے گی اور شدتِ طلب اس کی اعانت کریگی لہٰذا تمام مخلوق ذرّے سے لے کر عرش تک معرفت الٰہی تک پہنچا دینا کا ذریعہ ہیں۔ اور اسکے

لہ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ وَاحِدٌ
یہ تمام کائنات اور اس کے ذرے وحدانیت الٰہی کی منہ بولتی نشانیاں اور دلیلیں ہیں۔

ازلی ہونے پر زبردست دلیل ہیں۔ یہ پوری کائنات اس کی وحدانیت کی شہادت دینے والی زبان ہے۔ اور یہی کائنات اہلِ بصیرت کیلئے ایسی کھلی کتاب ہے جس کا مطالعہ وہ اپنی بصیرت کے اعتبار سے کرتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص اپنے قلب میں کسی معصیت سے روکنے والے کو نہیں پاتا۔ وہ برباد ہے۔ اور جس کے قلب پر فہم و معرفت کی بارش نہ ہو۔ وہ صرف خالی بادل ہے۔ اور جو شخص اپنے آقا کی صحبت پر قانع نہیں ہوتا۔ اس کو غلاموں کی صحبت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ کیونکہ مخلوق سے وحشت انس مولا کی دلیل ہے۔

پھر آپ نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے:

یَا غَارِسَ الْحُبِّ بَیْنَ الْقَلْبِ وَالْکَبِدِ وَمَنْ یَحِلُّ مَحَلَّ الرُّوحِ فِی الْجَسَدِ

اے قلب و جگر کے درمیان محبت کا پودا لگانے والے اور اے وہ کہ جسم میں روح کے قیام کی جگہ جلوہ فرما ہوتا ہے۔

یَا مَنْ یَقُومُ مَقَامَ الْمَوْتِ فُرْقَتُهُ هَتَکْتَ بِالصَّدِّ سِتْرَ الصَّبْرِ وَالْجَلَدِ

اے وہ ذات جس کی فرقت موت کے قائم مقام ہے۔ جس نے اپنی فرقت سے صبر و شجاعت کے پردوں کو پھاڑ دیا ہے۔

قَدْ جَاوَزَ الْحُبُّ بِی أَعْلَی مَرَاتِبِهِ فَلَوْ طَلَبْتَ مَزِیدًا مِنْهُ لَمْ أَجِدُ

میری محبت ان مراتب اعلیٰ تک تجاوز کر چکی ہے کہ اگر اس سے زیادہ چاہے تو مجھ میں سکت باقی نہیں ہے۔

إِذَا دَعَا النَّاسُ قَلْبِی عَنْکَ مَالَ بِهِ حُسْنُ الرَّجَاءِ فَلَمْ یَصْدُرْ وَلَمْ یَرِدُ

جب لوگ میرے دل کو تیری جانب سے ہٹانا چاہتے ہیں تو حسنِ امید اس کو ہٹنے سے روکے رکھتا ہے۔

اِنْ تَرضَنِی لَمْ اَدرِمَا دُمْتُ بِی بَدَلاً　　　وَاِنْ تَغَیَّرتَ لَمْ اَسکُنْ اِلَا اَحَدً

اگر تو مجھ سے راضی ہو جائے تو مجھے اس کے علاوہ اور کیا صلہ چاہئے، اور اگر تو نے اعراض کیا تو مجھے کہیں چین نہیں ملے گا۔

صاحب بہجت الاسرار نے لکھا ہے کہ آپ نے مصر کو مستقل وطن بنا لیا تھا۔ اور ۵۶۴ھ میں ستر سال سے زاید عمر میں وہیں وفات پائی۔ اور امام شافعیؒ کی قبر کے پاس مشرقی حصہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

شیخ سوید سنجاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشائخ مشرق کے سردار اور عارفین و محققین کے اکابر میں سے تھے۔ دیار بکر میں آپ کا شمار صاحب کرامات بزرگوں میں سے ہوتا تھا۔ امام العارفین اور حجۃ السالکین تھے۔ اور مراتب قرب میں وہ مقام حاصل تھا کہ مدارج اعلیٰ میں معراج کمال تک پہنچے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تصرف تام عطا فرما دیتا ہے۔ آپ عجیب و غریب طریقے سے احوال غیب بتا دیتے تھے۔ آپ کو فنونِ حکمت پر مکمل عبور عطا کیا گیا تھا۔ اور شریعت و حقیقت دونوں آپ کے اندر مجتمع تھیں۔ لوگوں کے سینوں میں آپ کی محبت اور قلوب میں ہیبت موجزن تھی۔ سنجار اور قرب و جوار کے مریدین کی تربیت منتہائے کمال تک پہنچائی۔ اور بے شمار اکابر علماء نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا اور لاتعداد صلحاء آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ آپ کی بزرگی پر مشائخ و علماء کا اجماع ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی آپ کے بے حد مداح تھے اور اکثر آپ کے فضائل بیان کرتے تھے۔ آپ بہت ہنس مکھ، حسین و جمیل اور بہترین اوصاف و اخلاق کے مالک تھے۔ ہر سمت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ علمِ معرفت کے بارے میں آپ کے اقوال بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے۔

اقسامِ علم علم کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل علم من اللہ تعالیٰ۔ دوم علم مع اللہ تعالیٰ۔ سوم علم باللہ تعالیٰ۔ علم من اللہ تعالیٰ: یعنی وہ علم جو منجانب اللہ ہو۔ علم مع اللہ تعالیٰ: جو علم اللہ کے ساتھ وابستہ ہو۔ علم باللہ تعالیٰ: جو علم اللہ تعالیٰ کے لئے ہو یعنی علم ظاہری و باطنی اور علمِ حکمت۔ کیونکہ جب خواہشات عقل پر غالب آجاتی ہیں تو

عقل کو ڈھانپ لیتی ہیں۔"
آپ فرماتے تھے کہ خموشی اعلیٰ وصف ہے، اور جب خواہش نفسانیت پر غلبہ کرتی ہے تو عقل زائل ہوجاتی ہے۔

گستاخی کی سزا شیخ ابوعبداللہ محمد بن الحسن مخزومی بیان کرتے ہیں کہ اہلِ سنجار میں سے ایک شخص بلاوجہ اسلافِ صالحین پر نکتہ چینی کیا کرتا تھا۔ اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اُس سے کلمہ شہادت پڑھنے کے لئے کہا گیا تو وہ ہر قسم کی بات تو کرلیتا تھا لیکن کلمہ اس کی زبان سے ادا نہ ہوتا تھا۔ اور لوگوں سے کہتا کہ کلمہ پڑھنے کی مجھ کو تکلیف نہ دو۔

یہ واقعہ لوگوں نے جب شیخ سے بیان کیا تو آپ کچھ دیر سرنگوں رہے اور اُس کے پاس تشریف لائے اور اُس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی تلقین سے اُس نے متعدد بار کلمہ پڑھا۔ پھر شیخ نے بتایا کہ

"یہ اسلاف کو بُرا بھلا کہنے کی سزا تھی اور جب مَیں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی تو مجھ سے فرمایا گیا کہ "اگر وہ اولیاء جن کی اہانت کا یہ مرتکب ہوا ہے راضی ہوجائیں، تو ہم تیری شفاعت قبول کرلیں گے"۔ چنانچہ مَیں نے معروف کرخیؒ۔ سری سقطیؒ اور جنید و شبلی رحمتہ اللہ علیہم سے عالمِ روحانیت میں اس کی خطا معاف کردینے کی سفارش کی، جس کو ان نیک لوگوں نے قبول فرمالیا۔ اور اس کے بعد اُس کے منہ سے کلمہ جاری ہوگیا۔"

پھر اس مریض شخص نے بتایا کہ جب مَیں کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا تو ایک سیاہ سی چیز کود کر میرا مُنہ بند کردیتی تھی۔ اَور مجھ سے کہتی کہ مَیں اولیاءِ کرام کی طرف سے تیرے لئے ایک سزا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہُوا جس نے اس سیاہی کو سرنگوں کردیا۔ اور اُس

لے اولیائے کرام کی اہانت کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف رہتا ہے۔

وقت مَیں نے زمین و آسمان کے درمیان ایک نورانی لشکر دیکھا جو سواریوں پر "سبوح قدوس" اور "رب الملائکۃ والروح" کا ذکر کر رہا تھا۔ پھر وہ شخص مرتے دم تک کلمۂ شہادت کا ورد کرتا رہا۔

شیخ کی دُعا سے بصارت مل گئی

شیخ عثمان بن عاشور سنجاوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ سوید مسجد میں تھے کہ ایک نابینا شخص آیا اور قبلہ کی مخالف سمت میں نماز پڑھنے لگا تو آپ نے اس کے لئے خدا سے بصارت کی دُعا فرمائی۔ چنانچہ جس وقت وُہ شخص مسجد سے نکلا تو اُس کی بصارت واپس آچکی تھی۔ جس کے بعد وُہ اسی حالت میں بیس۲۰ سال تک زندہ رہا۔

ہاتھ کا لمس دافع اسقام

شیخ ابو منعہ بن سلامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بلا کسی وجہ کے کسی نے ناک کاٹ دی۔ جب شیخ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ناک کے کٹے ہوئے ٹکڑے کو اپنی جگہ پر رکھ کر بسم اللہ پڑھی۔ جس کے بعد اس کی ناک جُڑ گئی اور اصلی حالت پر آگئی۔

النجابتِ دُعا

ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک ایسے کوڑھی کے پاس ہوا جس کے جسم سے کیڑے جھڑ رہے تھے۔ اور خون پیپ جاری تھا اور برسوں ایسی حالت میں گزر چکے تھے۔ اس کو دیکھ کر شیخ نے فرمایا کہ

"اے رب تُو اس کا عذاب ختم کر دینے پر قادر ہے۔ اب اِس کو صحت عطا فرما دے۔"

یہ کہتے ہی وہ شخص بالکل تندرست ہو گیا اور تاحیات صحتمند رہا۔

آپ نے سنجار کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور وہیں طویل عمر میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں آپ کا اسمِ گرامی نصر اللہ تھا اور لقب سوید تھا۔ حالانکہ آپ سُرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔

شیخ حیات بن قیس حرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عظیم المرتبت عارفین اور محققین شیوخ میں سے تھے۔ اور آپ سے بے شمار خارقِ عادات کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ آپ کے احوال قابلِ فخر اور مقامات بہت اعلیٰ وارفع تھے۔ ابتدا ہی سے مراتبِ علیا کے مالک تھے۔ صاحبِ کشف تھے اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ معرفتِ حق اور قربِ الٰہی حاصل تھا۔ اور ہمیشہ استقامت حاصل رہی۔

آپ اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرّف کا حق عطا کر کے اس کی جانب سرداروں کے قلوب پھیر کر خارقِ عادات کرامتوں کا ظہور کراتا ہے۔ اُن کی زبان لسانِ غیب بن جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انھیں مخلوق کیلئے حجت بنا دیتا ہے اور جو اہلِ طریقت اقتدار اور اجتہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں، انھیں تصرّفات میں یدِطولیٰ اور حکمتوں میں یدِ بیضا حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وُہ صاحبِ تواضع اور صاحبِ کرم ہو جاتے ہیں۔ طبقۂ علماء و ائمہ میں آپ کی نرالی شان تھی آپ اُن چار برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ دنیا کی طرح عالمِ آخرت پر بھی تصرف عطا فرما دیتا ہے۔

زہد کے اعتبار سے آپ کی باطنی حکومت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ تربیتِ مریدین میں بھی آپ بے حد سعی فرماتے تھے۔ اکابر علماء و صُلحاء نے آپ کے سامنے زانوئے علم تہ کیا ہے۔ مشائخ و علماء آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے اور آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ اہلِ زمانہ آپ کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔ تمام عوام و خواص آپ کی فضیلت کے معترف تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ اہلِ حرّان اور قرب و جوار

کے لوگ آپ کے چشمۂ علم و معرفت سے سیراب ہوتے اور اپنی مشکلات میں آپ سے طلبِ اعانت کرتے۔ آپ کے اقوال اہلِ معرفت کی زبانوں پر رہتے تھے۔

ملفوظات ایک نشست میں آپ نے فرمایا کہ

"محبت ہیبت و انس کے درمیان قلب کو معلق کر دینے کا نام ہے اور گروہِ صوفیاء کی یہی علامت ہے۔ طریقت کی علامت یہ ہے کہ تعلقِ محبوب اور لقائے مطلوب عقلِ جلی پر اس طرح غالب آجائے کہ موت کو بھی شیریں بنا دے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں حق کا ظہور ہو جاتا ہے۔"

دُوسرا قول یہ ہے کہ

"چھلکوں کی قیمت مغز سے ہوتی ہے لوگوں کی قدر و قیمت عقل سے اور مکان کی قدر و قیمت اُس کے مکین سے ہوتی ہے۔"

تیسرا قول یہ ہے کہ

"جب آتشِ محبت فروزاں ہوتی ہے تو جماعتوں کو بھی خاکستر کر دیتی ہے۔ سن و سال کو زندہ کرتی اور اشرار کو فنا کر کے اسرار کو باقی رکھتی ہے۔"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے :-

اِذَا الرِّیَاحُ مَعَ الْعِشَاءِ تَنَاوَحَتْ مِنْهُنَّ حَاسِدَۃٌ دَّهِجُنَ غُیُوْرًا!

جب رات میں تیز و تند ہوائیں چلیں تو حاسدوں کو توبہ کرا دی اور غیرت مند کو برانگیختہ کر دیا۔

وَامِنْ ذَالْوَجُوْدِ وَجْدَ دَائِمٍ دَاَقْهَنْ ذَاوَكَشفن، عَنْكَ مَسْتُوْرًا

اس کو وجود اور وجد دائم عطا کیا۔ اس کو اٹھایا اور اُس کا پردہ کھولا۔

باطنی آنکھیں کھل گئیں

حیات بن قیس حرانی بیان کرتے ہیں کہ شیخ رغیب حران سے میرے والد بزرگوار کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اور نماز فجر کے بعد اس حال میں ملاقات کی، جب وہ اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک بکری کا بچہ اُن کے سامنے تھا۔ لیکن میرے والد نے نہ تو اُن کے سلام کا جواب دیا اور نہ کوئی بات کی بلکہ بکری کے بچے کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر شیخ رغیب کو خیال ہوا کہ میں تو اتنی دور سے آپ کی ملاقات کو حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ بکری کے بچے میں پھنسے ہوئے ہیں یہ خیال پیدا ہوتے ہی والد نے اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا،

"اے رغیب! مجھے یہ اختیار ملا ہے کہ تیرے قلب میں جو وسوسہ پیدا ہوا، اس کی وجہ سے میں تیرے اندرونی یا ظاہری جسم کی کوئی شے بیکار کردوں۔ اب تو بتا کہ ظاہری شے کو بیکار کردوں یا باطنی شے کو؟"

رغیب نے کہا، کوئی ظاہری شے بیکار کر دیجئے۔ چنانچہ والد نے آہستہ سے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک انگلی سے اُن کی طرف اشارہ کیا، جس کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا اور بہتا ہوا رخساروں تک پہنچ گیا۔ اِس کے بعد شیخ رغیب والد کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر واپس ہو گئے۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد میری اُن سے ملاقات ہوئی تو اُن کی دونوں آنکھیں ٹھیک تھیں۔ اور جب میں نے پوچھا کہ یہ آنکھیں کس طرح ٹھیک ہوئیں؛ تو انھوں نے بتایا کہ شہر کی ایک مجلس سماع میں آپ کے والد کے ایک مرید سے ملاقات ہو گئی اور انھوں نے جب اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا تو یہ ٹھیک ہو گئیں۔ لیکن جب سے آپ کے والد نے میری ظاہری آنکھیں بیکار کی تھیں اُس وقت سے میری باطنی آنکھیں کھل گئی تھیں، جس کے ذریعہ میں عجیب و غریب اسرارِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا رہتا تھا۔

حراں میں خانہ کعبہ دکھا دیا شیخ عبداللطیف بن ابی الفرح کا بیان ہے کہ حرانی میں ایک مسجد تعمیر ہوئی اور جب شیخ حیات کی موجودگی میں محراب قائم کرنے کا قصد کیا گیا تو شیخ سے مہندس نے عرض کیا کہ قبلہ فلاں سمت ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"نہیں، بلکہ فلاں سمت ہے اور تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھو۔"

چنانچہ جب مہندس نے نظر ڈالی تو بیت اللہ اس طرح اُس کے سامنے تھا کہ درمیان سے تمام حجابات اُٹھ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر وُہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

ببول کے درخت سے کھجوریں شیخ نجیب الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ حیات اور آپ کی جماعت نے ایسی منزل پر پڑاؤ کیا جہاں ببول کے درخت تھے۔ اُس وقت خادم نے عرض کیا کہ اس وقت میری طبیعت کھجور کھانے کو چاہتی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ

"اس درخت کو ہلا دو۔"

جس پر انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو ببول کا درخت ہے۔ آپ نے پھر ہلانے کا حکم دیا اور جب انھوں نے ہلایا تو اُس میں سے تازہ کھجوریں گرنے لگیں اور سب نے شکم سیر ہو کر کھائیں۔

شیخ حراں کے باشندے تھے اور وہیں مقیم رہے۔ جمادی الآخر کے اختتام پر بدھ کے دن ۵۸۱ھ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق بطائحی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کرامات ظاہر تھیں اور قابلِ فخر احوال تھے۔ آپ کو طریقت کی ابتدائی منزل میں کاشف ہونے لگے تھے۔ آپ کی انتہا بہت ہی افضل و اعلیٰ تھی۔ باطنی مشاہدات میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور اعلیٰ مقامات کے حصول میں ثابت قدم تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے اسرار کو ظاہر فرماتا ہے۔ اور لوگوں کے قلوب کو اُن کی محبت سے لبریز کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے مشائخ آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ لیکن لوگوں سے اکثر اجتناب فرماتے۔ آپ معرفت سے لبریز اقوال کی وجہ سے مرجع خاص و عام تھے۔ آپ کے ملفوظات زبان زد خلائق تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ

"اولیاء کے قلوب معرفت کا ظرف ہوا کرتے ہیں۔ قلوب عارفین ظرفِ محبت اور قلوبِ محبین ظرفِ مشاہدہ اور قلوبِ شاہدین ظرف فوائد ہوا کرتے ہیں۔ پھر ان حالات کے کچھ آداب بھی ہیں۔ اور جو شخص اِن آداب سے غافل ہو جاتا ہے وہ اپنی ہلاکت کا اہتمام کرتا ہے۔"

دُوسرا قول یہ ہے کہ

"غافل لوگ اللہ کے حکم میں زندگی گزارتے ہیں اور ذکر کرنے والے روحانی زندگی بسر کرتے ہیں اور عارفین اللہ کے لطف و کرم میں زندہ رہتے ہیں۔ اور صدیقین قربِ الٰہی میں حیاتِ تازہ پاتے ہیں۔ اور محبت کرنے والے بساطِ الٰہی پر اس طرح جیتے ہیں کہ وُہی اُن کو کھلاتا پلاتا ہے۔"

مجاہدہ شیخ ابو حفص عمر بن مصداق فرماتے ہیں کہ شیخ عثمان بن مروزہ مسلسل گیارہ سال تک . . . . . بطائح کے اندر اس طرح گھومتے پھرے کہ کسی کو بھی آپ کا پتا اور ٹھکانہ معلوم نہ رہتا۔ آپ مباح چیزیں کھا کر زندگی گزارتے اور ہر سال ایک شخص آ کر آپ کو اُونی جُبہ پہنا دیا کرتا تھا۔ آخر ایک رات آپ کے اُوپر تجلیات جلالی کا ظہور ہُوا لیکن اس کے بعد مکمل سات سال تک آسمان کی جانب نظریں اٹھائے کھڑے رہے۔ نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ پھر جب بشری تقاضوں کی جانب رجوع ہوئے تو باطنی طور سے حکم ملا کہ اپنے قریہ میں جا کر اپنی بیوی سے ہمبستر ہو۔ چنانچہ قریہ میں پہنچ کر جب اپنی بیوی کو پُورا واقعہ سُنا کر صُحبت کا قصد کیا تو بیوی نے کہا کہ

"اگر تم ایسا فعل کر کے واپس ہو گئے اور کسی کو اس کا علم نہ ہُوا تو لوگ میرے متعلق کیا خیال کریں گے۔ لہٰذا چھت پر کھڑے ہو کر اپنی واپسی کا اعلان کرو۔"

چنانچہ آپ نے چھت پر کھڑے ہو کر بآوازِ بلند اعلان کیا کہ

"اے اہلِ قریہ! مَیں عثمان بن مروزہ واپس گھر آگیا ہوں۔ مجھے بشارت ہوئی ہے کہ مَیں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کروں، لہٰذا تم بھی ایسا ہی کرو۔"

اس آواز کو اللہ نے تمام لوگوں تک پہنچا دیا۔ اور سب لوگ آپ کے مفہوم کو بخوبی سمجھ گئے۔ اس اعلان کو سُننے کے بعد جس نے بھی اُس رات اپنی بیوی سے صُحبت کی، اللہ نے اس کو صالح بیٹا عطا کیا۔ پھر آپ غُسل فرما کر بطائح سے اپنے مقام پر واپس چلے گئے۔ اور دوبارہ سات سال تک آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے بال اس قدر بڑھ گئے کہ شرمگاہ کو بھی چھپا لیا۔

آپ کے چاروں طرف جھاڑیاں اُگ آئیں اور وحشی درندے اور پرندے بھی آپ سے بے حد مانوس ہو گئے اور یہ عالم ہو گیا کہ کُتّے اور شیر ایک ساتھ کھیلتے رہتے اور ایک دوسرے سے مزاحم نہ کرتے۔ اس کے بعد آپ پھر حقوق العباد کی جانب متوجہ ہوئے تو مکمل چودہ سال ان فرائض کا مداوا کرتے رہے۔

کمزور بیل کی بجائے توانا بیل ملنا

شیخ ابوالفتح بن غنائم واسطی فرماتے ہیں، کہ ایک شخص بوڑھا بیل لے کر شیخ احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے اور میرے بال بچّوں کی زندگی گزارنے کے لئے اس بوڑھے بیل کے سوا کوئی اور سہارا نہیں ہے لیکن یہ ضعیف اور بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے کسی کام کے قابل نہیں رہا۔ لہٰذا آپ دُعا فرمائیں کہ اس میں قوّت عود کر آئے اور مجھے برکت حاصل ہو۔ یہ سُن کر شیخ احمد رفاعی نے فرمایا کہ

"اس بیل کو لے کر شیخ عثمان بن مروزہ کی خدمت میں چلے جاؤ۔ اور میرا سلام عرض کر کے اُن سے دُعا کی درخواست کرنا"

چنانچہ جب یہ شخص وہاں حاضر ہُوا تو آپ کے گرد شیر جمع تھے۔ آپ نے اس شخص سے پہلے تو یہ فرمایا کہ

"شیخ احمد ولی کو میرا سلام پہنچے اور اللہ تعالیٰ اُن کا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر فرمائے"

پھر آپ نے ایک شیر کو حکم دیا کہ اس بیل کو پھاڑ کر اس میں سے کچھ حصّہ کھالے۔ پھر دوسرے شیر کو کچھ حصّہ کھانے کا حکم دیا۔ حتّٰی کہ یکے بعد دیگرے ہر شیر کو کھانے کا حکم دیتے رہے۔ اور جب اس بیل کا تمام گوشت پوست ختم ہو گیا تو اس کی جگہ کسی طرف سے ایک جوان بیل آ کر شیخ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ

"اپنے بیل کے بدلہ میں یہ بیل لے جاؤ"

اُس نے بیل تو لے لیا لیکن اُس کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بیل کی وجہ سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اسی وقت ایک شخص بھاگ کر آپ کے سامنے آیا اور ہاتھوں کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ یا شیخ بطائحؒ! مَیں ایک بیل آپ کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے لا رہا تھا۔ راستہ میں وُہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا اب معلوم نہیں کہ وُہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

"اے فرزند! وُہ بیل یہی ہے"۔

یہ سُن کر اس نے عرض کیا کہ رب تعالیٰ نے ہر بات کی معرفت آپ کو عطا کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے تمام چیزوں کو آپ پہچانتے ہیں۔ حتّٰی کہ جانوروں کو بھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ

"حبیب اپنے حبیب سے کوئی شے پوشیدہ نہیں رکھتا اور جس شے کا علم خدا کو ہے وُہ اپنے حبیب کو بھی عطا کر دیتا ہے"۔

پھر آپ نے اس شخص کے قلب میں جو خیال پیدا ہوا تھا اس کی وضاحت فرمادی۔ یہ سُن کر وہ شخص رونے لگا تو آپ نے فرمایا:

"تمھیں اس شے کا احساس نہیں جو تمھارے قلب میں ہے لیکن مجھے اُس کا بھی علم ہے۔ جاؤ یہ بیل لے جاؤ، اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھارے بیل میں برکت عطا فرمائے"۔

پھر آپ نے ایک شیر کو حکم دیا کہ اس کو اور اس کے بیل کو بخیریت اس کے ٹھکانے تک پہنچا دو۔ چنانچہ وہ شیر تعمیلِ حکم میں اس طرح اُس کے ہمراہ چلنے لگا کہ کبھی داہنی طرف چلتا اور کبھی بائیں طرف۔ حتّٰی کہ وُہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ جب شیخ احمد رفاعی سے پورا واقعہ بیان کیا گیا تب انھوں نے فرمایا کہ

"عورتیں اس بات سے عاجز ہو چکی ہیں کہ ابنِ مروزہ کے بعد اُس جیسی

ہستی پیدا کریں"۔
پھر اُس شخص کو برکت کی دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔

احیاءِ موتٰی کا واقعہ شیخ عبداللطیف بن احمد قریشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سات شکاری آپ کے وطن بطیحہ میں پہنچ گئے۔ اور بہت سے پرندوں کا شکار کیا۔ لیکن جو پرندہ بھی زمین پر گرتا وہ مرا ہوا ہوتا۔ ان لوگوں سے شیخ نے فرمایا کہ

"ان پرندوں کا کھانا تمھارے لئے حرام ہے، کیونکہ یہ سب مردہ ہیں"۔
اُن شکاریوں نے بطورِ استہزاء کہا کہ پھر آپ ہی ان کو زندہ کر دیں۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کہا

"یَا مُحْيِ الْمَوْتٰی وَیَا مُحْيِ الْعِظَامِ وَهِيَ رَمِیْمٌ"۔
یہ پڑھتے ہی تمام پرندے زندہ ہو کر ہوا میں پرواز کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہ شکاری دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور سب تائب ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک مرتبہ بطائح کے دو افراد جن میں ایک نابینا تھا اور دُوسرا کوڑھی۔ آپ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک بھلا چنگا شخص مل گیا۔ اور جب دونوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اُس نے کہا کیا شیخ، عیسیٰ بن مریمؑ ہیں؟ جو اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیں۔ یہ کہہ کر وہ شخص بھی اُن دونوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا:

"اے اندھے اور کوڑھی اپنا مرض اِس شخص کے اندر منتقل کر دو"۔
یہ کہتے ہی وہ دونوں تندرست ہو گئے اور وہ شخص اسی وقت اندھا اور کوڑھی ہو گیا۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ

"اب خواہ تصدیق کر یا تکذیب"

پھر یہ تینوں آپ کے پاس سے واپس آ کر زندگی بھر اپنی اپنی حالت پر قائم رہے اور اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شیخ ابو عمرو عثمانؒ بطائح کے باشندے تھے۔ اور بہت کافی عمر میں انتقال ہوا، اور وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ انتقال کے وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

"لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔"
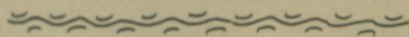
شیخ ابو الثنا محمود بن عثمان بغدادی ازجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت عابد و زاہد اور متواضع تھے اور آپ کے پاس بیٹھنے والے پوری طرح آپ کے زیر اثر ہوتے تھے۔ بیشمار لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا، آپ بارعب، لطیف الطبع، ذہین اور صائم الدہر تھے۔ ایک دن رات میں پورا قرآن ختم کر لیتے۔ اور آپ حلال غذا کا اتنا اہتمام فرماتے کہ آپ کی پھوپھی سوت کات کر جو حاصل کرتیں۔ اُس سے غذا حاصل کرتے۔

حافظ ابن رجب نے اپنی طبقات میں لکھا ہے کہ آپ کو ابو الشکر بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کا لقب ناصر الدین بھی تھا۔ ۵۲۳ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور تعلیم قرآن کے بعد حدیث کی سماعت ابو الفتح ابن بطی سے کی۔ بہت عرصہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں حاضر رہے۔ اکثر تفسیر و فقہ کے مطالعہ میں مشغول رہتے اور خانقاہ میں وعظ فرماتے جس میں دیندار حضرات فقراء و فقہا شرکت کرتے تھے۔

ابو الفرج حنبلی بیان کرتے ہیں کہ میں جب بغداد آیا، اُس دن آپ کی خانقاہ میں کوئی حجرہ خالی نہیں تھا چنانچہ میں خانقاہ سے باہر ایک جگہ مقیم ہو گیا اور شیخ کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔ لوگوں کو بُری باتوں سے روکتے اور ممنوعاتِ شرعیہ شراب وغیرہ کو لوگوں کے سامنے سے اٹھا کر پھینک دیتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں تمام خطرات و حوادثات کا مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار رہتے۔ ایک مرتبہ جب امراء کی ایک جماعت کو بُرا بھلا کہا اور اُن کی شراب اُٹھا کر پھینک دی تو وہ لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے اور مار پیٹ کی نوبت آ گئی جسکے نتیجہ میں آپکے چوٹیں بھی آئیں لیکن آپ دین کے معاملے میں اس قدر سخت تھے کہ ہر لمحہ جہاد کیلئے تیار رہتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۰ صفر بروز چہار شنبہ ۶۰۹ھ میں ہوا اور اپنی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔

شیخ قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحبِ کرامت اولیاء میں بہت شہرت رکھتے ہیں۔ آپ صاحبِ حال و قال تھے۔ اور آپ کا شمار اُن بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ قبولیت تامہ عطا کر دیتا ہے اور تکوینی نظام اُن کے سپرد کر دیتا ہے۔ تمام مشائخ و اولیاء آپ کے مدّاح تھے۔ آپ کے اوپر اکثر استغراق کا عالم طاری رہتا۔ اور اکثر خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوتی رہتیں۔ علمِ حقائق کے بارے میں آپ کے اقوال بہت مشہور ہیں۔ آپ کا ایک قول یہ ہے کہ

"تعمیلِ حکم کے لئے سنّت کو حکم بنا لیا جائے اور مشائخ کے افعال کا بلا اعتراض اتباع کیا جائے۔"

آپ نے فرمایا کہ

"اپنے عمل کو حقیر تصور کرنا موت کا شعور ہے۔ اخلاص کے دستہ کو مضبوط پکڑنا باعثِ نجات ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ انتہائی احوال تک رسائی ابتدائی تحقیق سے قبل نہیں ہو سکتی۔"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:۔

یَا نَاھِرِی لَمَّا وَقَفْتُ بِبَابِہٖ   وَالرِّفْقُ بِالشَّاکِیْ ھُوَ الْاَوْلٰی بِہٖ

اے جھڑک دینے والے جب مَیں اس کے در پر کھڑا ہوں تو شکایت کرنے والے کیلئے نرمی زیادہ مناسب ہے۔

اَکَذَا اُجْرِیَ رَسْمُ الَّذِیْنَ تَقَدَّمُوْا   یَشْکُوْا الْمُحِبُّ الْجَوْرَ مِنْ اَحْبَابِہٖ

کیا یہ رسم پہلے ہی سے جاری ہے کہ محبّت کرنے والا اپنے محبوب کے ظلم کی شکایت کرتا ہے۔

قَالَ اَشْتکانِی بعدَ مَا قرّبتہٗ وَجَعلتُ لَحْمُ الظّرافِ بعْض ثَوابِہٖ

جواب ملا کہ قربت کے بعد شکایت کرتا ہے کیونکہ میرا ایک نظر دیکھ لینا ہی اس کا اجر و ثواب ہے۔

فوحقِّ حَاجتہٗ اِلیّ وَفقرُہٗ ! لَاوا صلف نَعیمَہٗ بعدَ ابہٖ

قسم ہے میری طرف سے اس فقر و حاجت کے حق کی کہ میں اس کی نعمت کو تکالیف سے مخلوط کر دوں گا۔

لا یتعب المحبوب قتل محبہ فلدَیہ مَا یُغنیہِ عَنِ التعابہٖ

محبوب کو محب کے قتل میں اس لئے کوئی تکلیف نہیں ہوتی کہ اُس کے پاس وہ شے ہے جو تکلیف سے مستغنی کر دیتی ہے۔

وحیاتہٗ لوسل سیف لحاظہٖ بلَغَ المنیٰ وَیَدَاہ تحتَ ثِیَابِہٖ

اور اُس کی زندگی نے اس کے لحاظ سے تلوار کو تیز کر دیا ہے لیکن وہ مقصد کو حاصل کر لیگا درآں حالیکہ اس کے ہاتھ کپڑوں سے باہر نہ نکلے ہوں گے۔

مُشاہدہ کے دوران کیفیات

شیخ ابو الحسن قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کے موصل والے مکان میں حاضر ہوا تو دیکھا حجرہ بھرا ہوا ہے اور آپ کا جسم خلافِ عادت بہت بڑا ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں خوفزدہ ہو کر واپس آگیا اور جب دوبارہ لوٹ کر آیا تو دیکھا آپ کا جسم چڑیا کی طرح چھوٹا ہو گیا ہے۔ اور جب تیسری مرتبہ گیا تو اپنی اصلی حالت پر آگئے تھے۔

چنانچہ جب میں نے آپ سے اِن کیفیات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"تجھے اِن کیفیات کو دیکھ کر اندھا ہو جانا چاہیئے تھا"

پھر فرمایا کہ :

"پہلی حالت مشاہدہ باری کی جمالی کیفیت تھی۔ اور دُوسری مشاہدہ کی جلالی حالت تھی۔

شیخ قرشی نے آپ کی حیات میں اِس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کیا۔

ایک عجیب مشاہدہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے ابنِ یونس موصلی کی مجلس میں شیخ قضیب البان کی کچھ برائیاں کیں اور شیخ یُونس نے بھی اُن کی ہمنوائی کی۔ ابھی یہ تذکرہ جاری تھا کہ شیخ قضیب البان اچانک داخل ہوئے اور سلام کے بعد ابن یونس سے سوال کیا کہ

"کیا تمھیں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے؟"

انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ

"اگر میرا وجود بھی اس علم میں داخل ہو جس کو تم نہیں جانتے؟"

یہ سن کر ابنِ یونس خاموش ہو گئے۔ شیخ عبداللہ باروبی کہتے ہیں کہ مَیں بھی اس مجلس میں شامل تھا۔ لہٰذا مَیں نے یہ طے کر لیا کہ ایک دن میں شیخ قضیب البان کی خدمت میں رہ کر یہ دیکھوں گا کہ آپ کا عمل کیا ہے؛ چنانچہ میں نے پورا دن اُن کے ہمراہ گزارا اور عشا کے وقت آپ نے ایک مشکیزہ پھاڑ کر اُس کے سات ٹکڑے کئے اور ایک دروازے پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، تو اُس میں سے ایک عورت نے آ کر آپ سے عرض کیا کہ آپ نے آنے میں بہت تاخیر کر دی۔ پھر آپ اُس عورت کو وہ ٹکڑے دے کر باب موصل پر پہنچے لیکن وہ بند ہو چکا تھا۔ آپ اس کو کھول کر باہر نکل گئے۔ اور مَیں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دُور چل کر ایک نہر آ گئی جس میں آپ نے غسل کی نیّت سے کپڑے اتار کر قریب کے ایک درخت پر لٹکا دیئے۔ اور غسل کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور طلوعِ فجر تک نماز میں مشغول رہے۔ لیکن میرے اُوپر نیند کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ مَیں سُورج کی حدت سے بیدار ہُوا تو آپ وہاں موجود نہیں تھے۔

اور مَیں لق و دق میدان میں تنہا رہ گیا تھا۔ پھر وہاں سے کچھ سوار گزرے تو مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں موصل جانا چاہتا ہُوں۔ لیکن میرے اس کہنے پر انھیں تعجب ہُوا، اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ اپنا واقعہ بیان کرو۔ جب میں نے اُن کو پورا واقعہ سنایا تو انھوں نے بتایا کہ اس جگہ سے موصل چھ ماہ کی مسافت پر ہے۔ لہٰذا تم یہیں ٹھہرو، شاید شیخ پھر یہاں آجائیں۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ چنانچہ رات کے وقت پھر شیخ وہاں تشریف لائے اور وُہی عمل کیا جو پہلی رات کیا تھا۔ پھر جب آپ روانہ ہوئے تو مَیں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا۔ جب ہم موصل میں داخل ہوئے تو لوگ نمازِ فجر کی تیاری میں مشغول تھے۔ وہاں پہنچ کر شیخ نے میرے قریب ہو کر محبّت سے کان کھینچے اور فرمایا کہ

"اب کبھی ایسا مت کرنا اور نہ یہ راز کسی کو بتانا۔"

شیخ ابوالبرکات صخر بن مسافر بیان کرتے ہیں کہ شیخ قضیب البان ہمارے یہاں خانقاہ میں مکمل ایک ماہ تک مقیم رہے۔ لیکن اُن پر ہر وقت استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی، نہ کچھ کھاتے تھے نہ کچھ پیتے تھے۔ ایک دن میرے چچا عدی بن مسافرؒ نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ

"اے قضیب البان مبارک باد قبول کرو کہ تمھیں شہودِ الٰہی حاصل ہو گیا۔ اور تمھارا وجود وجودِ ربّانی میں غرق ہو گیا ہے۔"

پھر ہر آنے والے سے شیخ عدیؒ نے فرمایا کہ "اس ولی اللہ کو سلام کرو۔"

ایک مرتبہ شیخ قضیب البان جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے لیکن ایک رکعت پوری کر کے دوسری رکعت میں نماز توڑ دی۔ اور جب اُن سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ

"اے ابوالبرکات مَیں تمھارے امام کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک گیا

کیونکہ وہ یہاں سے احرام باندھ کر شام پہنچا۔ پھر بغداد آیا بغداد سے مکہ معظمہ پہنچا۔ وہاں سے جب عقبہ عظمیٰ پہنچا تو میں تھک چکا تھا اس لئے دوسری رکعت نامکمل چھوڑ دی۔

نماز کے بعد جب امام سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ واقعی شیخ نے صحیح فرمایا کیونکہ نماز میں میرے وسوسوں کا یہی عالم تھا۔

بدگمانی اور توبہ شریف محمد بن خضر الحسینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ موصل کے قاضی یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ قضیب البان کی مبالغہ آمیز کرامات و مکاشفات کی وجہ سے مجھ کو اُن سے بدظنی ہو گئی تھی۔ اور میں نے بادشاہ سے شکایت کرنے کا قصد کر لیا تھا کہ ان کو موصل سے نکال دیا جائے۔ لیکن میرے اس ارادے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔

ایک دن میں ایک گلی میں سے گزر رہا تھا کہ شیخ قضیب البان سامنے آ گئے۔ اس وقت گلی میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اُس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت یہاں کوئی دوسرا موجود ہوتا تو میں اُن کی گرفتاری کا حکم دیتا۔ اس خیال کے آتے ہی چند قدم چلنے کے بعد دیکھا تو شیخ قضیب البان نے کردیوں جیسی شکل اختیار کر لی تھی۔ پھر چند قدم چل کر بدویوں جیسی صورت تبدیل کر لی۔ پھر چند قدم چل کر فقیہوں جیسی صورت ہو گئی۔ اس کے بعد اپنی اصلی شکل اختیار کر کے پوچھا کہ:

"اے قاضی! ان چار صورتوں میں سے قضیب البان کی کونسی صورت ہے جس کو شہر بدر کرنے کے لئے بادشاہ سے کہنا چاہتے ہو۔"

قاضی صاحب کا بیان ہے کہ یہ کیفیت دیکھ کر میں نے ادب کے ساتھ جھک کر شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اور اللہ سے اپنے سوئے ظن پر استغفار کیا۔

شیخ عبداللہ یونس بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ ایک خچّر کے پاؤں میں نعل ٹھوک رہا تھا کہ اس نے میرے سر پر اتنی زور سے لات ماری کہ مَیں بیہوش ہوگیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں نے یقین کر لیا کہ مَیں مر چکا ہوں۔ اور جب لوگوں نے میری والدہ کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے شیخ قضیب البان سے جا کر عرض کیا کہ میرے بیٹے کی موت کی خبر آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"وہ مرا نہیں بلکہ خچر کے لات مارنے کی وجہ سے بیہوش ہوگیا ہے۔"

اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ہوش آگیا۔

ایک مرتبہ آپ کا ذکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مجلس میں ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ

"وہ ایسے مقرب بارگاہ ولی ہیں جو صدق و اخلاص پر قائم رہتے ہیں۔"

یہ سُن کر کسی نے اعتراض کیا کہ ہم نے تو انھیں کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرتِ شیخ نے فرمایا کہ

"وہ اس طرح نماز پڑھتے ہیں جو تمھیں دکھائی نہیں دیتی اور شب و روز میں اُن کی کوئی فرض نماز کبھی ترک نہیں ہوئی۔ البتہ میں کبھی ان کو موصل میں اور کبھی دنیا کے کسی دوسرے حصّہ میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اور اُن کا سجدہ ٹھیک بیت اللہ کے دروازے پر ہوتا ہے۔"

شیخ قضیب البان موصل کے باشندے تھے اور ۵۷۰ھ میں وہیں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزاز رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مقربین بارگاہ میں سے تھے۔ ظاہری و باطنی احوال قابلِ رشک تھے۔ دور دراز سے لوگ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے علماء وصلحاء کی ایک بڑی جماعت آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئی۔ آپ بڑے عابد اور ظاہری و باطنی مجاہدہ کرنے والوں میں سے تھے۔ شستہ وشائستہ کلام فرماتے اور چہرے پر نورانیت برستی تھی اور اثر انگیز گفتگو فرماتے تھے۔ جب آپ محبت کے بارے میں کچھ بیان فرماتے تو آپ کے چہرہ پر ایک نور ہویدا ہوتا اور چہرے پر سُرخی دوڑ جاتی لیکن جب خوف کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے تو چہرے کا رنگ متغیر ہو کر گلا گھٹنے لگتا۔ آپ نے سعید بن البنا وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔

ابن نجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ طویل عرصہ تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صحبت میں رہے۔ اور آپ ہی سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور آپ ہی کے اخلاق و آداب پر اپنے اخلاق و آداب کو ڈھالا اور سلوک میں انہی کا راستہ اختیار کیا۔

آپ کی بازار ثلاثہ کے خان صفر میں ایک دکان بھی تھی جس میں آپ کپڑا فروخت کر کے حلال روزی حاصل کرتے تھے۔ بعد میں آپ نے دکان بھی چھوڑ دی اور مسجد طیبہ کے قریب اپنی خانقاہ کی مغربی جانب خانقاہ نشین ہو گئے۔

آپ کے متبعین کی تعداد بہت کثیر تھی۔ اور انھوں نے اس قدر شہرت حاصل کی کہ دور دراز مقامات سے لوگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے تھے۔ آپ تمام زرو مال فقراء پر خرچ کر دیتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر بادشاہوں اور خلفاء کے مخصوص مصاحبین

وعمّال بیعت ہوئے اور خرقہ بھی حاصل کیا۔ آپ کے متبعین میں سے بعض افراد مقام زہد تک پہنچے۔ چنانچہ ابنِ نجار کہتے ہیں کہ مَیں نے کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ اور تحریر کے ذریعہ بھی استفادہ کرتا رہا۔

آپ مندرجہ ذیل شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

اِلٰھِی لَکَ الْحَمْدُ الَّذِی اَنْتَ اَھْلُہٗ ؎ عَلٰی نِعَمٍ مَا کُنْتُ قَطُّ لَھَا اَھْلًا

اے اللہ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں کیونکہ تو اس کا اہل ہے اور میرے اوپر بیشمار نعمتیں ہیں جن کا میں اہل نہیں تھا۔

اِذَا زِدْتُ تَقْصِیْرًا تَزِدْنِیْ تَفَضُّلًا ؎ کَاَنِّیْ بِالتَّقْصِیْرِ اَسْتَوْجِبُ الْفَضْلَا

جب میری لغزشیں زیادہ ہوتی ہیں تو تیرا فضل بھی مجھ پر زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے مَیں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے فضل کا مستحق ہو چکا ہوں۔

آپ نے ۱۴ رمضان المبارک ۶۰۸ھ بروز ہفتہ وفات پائی اور اپنی خانقاہ کے مغربی حصہ میں مدفون ہوئے۔ اور آپ کا سنہ پیدائش ۵۳۲ھ ہے۔

شیخ ادریس بن مکارم رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے مشہور مشائخ وعارفین کے سربرآوردہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی کرامات ظاہر و باہر تھیں۔ آپ کے اشارات اعلیٰ عالمِ ملکوت سے متعلق ہوتے تھے۔ آپ کے مکشوفات بہت ہی واضح ہوتے منازل سلوک کے سلسلہ میں آپؒ کو یدطولیٰ اور مشاہدات میں یدِ بیضا حاصل تھا۔ آپ خود ثابت قدم بھی تھے اور مشکلات میں دوسروں کی مدد فرماتے تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ رب العٰلمین عالم میں تصرفات کے اختیار عطا کر دیتا ہے۔ آپ اپنے احوال پر استقامت کے ساتھ قائم تھے۔ اور آپ سے مشائخ کی کثیر جماعت نے فیض حاصل کیا۔ جس کی مثال آپکے ہمعصروں میں نہیں ملتی۔

شیخ علی بن الہیتی آپ کے بے حد مدّاح اور دُوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ

"میرا بھائی شیخ ادریس بن مکارم ہے تو مکمل انسان، لیکن میرے بعد اس کو شہرت حاصل ہوگی۔"

چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

شیخ ابنِ مکارم نے بلادِ عراق اور اُس کے نواحی علاقے کے مریدین کی تربیت مکمل فرمائی۔ آپ کے چچازاد بھائی عبدالمولیٰ اور عبدالخالق بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں سے بہت سے اپنے دَور کے مشائخ وصلحاء کے سردار ہوئے۔

آپ کے حقیقت آمیز اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ

"مُریدِ صادق وُہ ہے جو اپنے قلب میں عالمِ بالا کی حلاوت محسوس کرے۔

اور اپنے نفس سے غم و آلام کو نکال پھینکے ۔ قضا و قدر کے فیصلوں پر جبینِ نیاز خم کر دے ۔ اور فقیر وُہ ہے جو صبر کرے اور کم کھائے اور حسنِ اخلاق کو ملحوظ رکھ کر اپنے رب سے مراقب رہے ۔ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھ کر خدائے تعالیٰ سے خائف رہے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھے اور منجانب اللہ جو تکالیف پہنچیں اُن کا کبھی شکوہ نہ کرے ۔ اپنے احوال میں تضرعِ اختیار کرے ۔ اور زُہد یہ ہے کہ جو راحت و امارت کو ترک کر کے شہوات نفسانی سے باز رہے ۔ اور نفس کو خواہشات پر زجر و توبیخ کرتا رہے ۔ اور اپنے باطن کو مولیٰ کے سپُرد کرے ۔ مجاہدہ وُہ ہے جو غفلت نہ برتے اور تدبّر و تفکّر کو سینے سے لگالے ۔ خشوع کو لازمی قرار دے اور حقیقت سے صفائی باطن کو حیاتِ تازہ عطا کرے ۔ قضا و قدر کے فیصلوں پر ساکت و صامت رہے ۔ اپنے مالک سے حیا کر کے عیش و آرام میں کمی کر دے ۔ مراقب وہ ہے جو غم و اندوہ کے باوجود غصّہ کو پیتا رہے اور اپنے رب سے خائف رہے ۔ مُخلص وُہ ہے جو رحمت خداوندی کے ذریعہ مخلوق سے نجات حاصل کرے اور کائنات کے جھگڑوں سے باطن کو پاک و صاف رکھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کرتا رہے ۔ شاکر وُہ ہے جو اپنی حاجت پر صبر کر کے طرف مالک الملک سے لَو لگائے ، اور اس سلسلہ میں عوام و خواص کسی سے بھی رجوع نہ کرے ۔ تدابیر سے اپنے قلب کو خالی کرلے ۔"

آپ اکثر مندرجہ ذیل شعر پڑھا کرتے تھے :

اَحِبَّائُ اَصْنَافًا مِّنَ الْحُبِّ لَمْ اَجِدْ ‏ ‏ لَھَا مِثْلاً فِیْ سَائِرِ النَّاسِ یُعْرَفُ

میں تجھ سے اتنی اقسام کی محبت کرتا ہوں، جتنی قسمیں کہ عام لوگوں میں مروج ہیں۔

فَمِنْهُنَّ حُبٌّ لِلْحَبِيبِ وَرَحْمَةٌ — لِمَعْرِفَتِي مِنْهُ الَّذِي يَتَكَلَّفُ

ان میں ایک تو محبت و راحت ہے محبّ کے لئے۔ کیونکہ میں اس تکلیف سے واقف ہوں جس کو وہ برداشت کرتا ہے۔

وَمِنْهُنَّ أَنْ لَا يَخْطِرَ الشَّوْقُ ذِكْرُكُمْ — عَلَى الْقَلْبِ إِلَّا كَادَتِ النَّفْسُ تَتْلَفُ

اور ایک یہ ہے کہ عشق جب تمہاری یاد قلب پر وارد کرتا ہے تو جان نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔

وَحُبٌّ بَدَا بِالْجِسْمِ وَالشَّوْقِ ظَاهِرٌ — وَحُبٌّ لِذَا نَفْسِي مِنَ الرُّوحِ أَلْطَفُ

اور ایک محبت یہ وہ جو جسم و شوق کے ساتھ ظاہر ہو۔ اور ایک محبت یہ ہے کہ میرا نفس رُوح سے بھی زیادہ لطیف ہو جائے۔

وَحُبٌّ هُوَ الدَّاءُ الْعُضَالُ بِعَيْنِهِ — لَهُ قَدَمٌ يَعْلُو عَلَى فَاذْرِفُ

اور محبت ایک لاعلاج مرض ہے اس لئے جب وہ مجھ پر غالب آتی ہے تو میں کمزور ہو جاتا ہوں۔

فَلَا أَنَا مِنْهُ مُسْتَرِيحٌ فَمَيِّتٌ — وَلَا أَنَا مِنْهُ مَا حَيِيتُ مُخَفَّفُ

نہ تو مر کر اس سے راحت پاتا ہوں۔ اور نہ زندہ رہ کر اس سے ہلکا ہوتا ہوں۔

شیخ ابو الحسن جوسقی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ ابن مکارم کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے شوق و محبت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "مجلین کے قلوب جب پرواز کرتے ہوئے سلطانِ ہیبت و جلال کی بارگاہ تک پہنچتے ہیں تو اُن کے نور کے مقابلہ میں ہر آنے والا انوار ان کے انفاس سے تاریک ہو جاتا ہے۔"

یہ فرما کر جب آپ نے سانس لیا تو مسجد کی تیس سے زائد شمعیں بجھ گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا

"سبب محبین کا باطن انوارِ انس وجلال سے منور ہو جاتا ہے تو اُن کے نُور سے ہر وہ ظلمت جو اُن کے مقابل آتی ہے۔ اُن کے انفاس سے منور ہو جاتی ہے۔"

یہ فرماتے ہی تمام قندیلیں روشن ہو گئیں۔

ایک مرتبہ شیخ ابنِ مکارم اپنے اصحاب سے دوزخ اور اُس کی آگ کی تپش کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے۔ اُس وقت آپ کے قلب پر خوف کا غلبہ تھا۔ آنکھیں پُرنم تھیں۔ یہ دیکھ کر کسی بیہودہ شخص نے دِل میں یہ خیال کیا کہ دوزخ کا ذکر محض لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے ورنہ اس کی حقیقت تو کچھ بھی نہیں۔ اُس وقت شیخ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِنْ	اگر تمھارے رب کے عذاب کی لپیٹ اُن
عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ	کو چھوئے تو وُہ کہیں گے کہ یا حسرتا ہم
يَاوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ؕ	ظالمین میں سے تھے۔

اِس آیت کی تلاوت پر تمام اہلِ مجلس تو ساکت ہو گئے لیکن وُہ بیہودہ شخص چیخنے چلّانے لگا۔ اور عالمِ اضطراب میں مدد کا طالب ہُوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ناک سے دھواں نکلنا شروع ہُوا اور قریب تھا کہ وُہ بیہوش ہو جائے کہ شیخ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا	اے ہمارے رب ہم سے عذاب کو دور فرما
مُؤْمِنُونَ ؕ	دے۔ بلاشبہ ہم مومن ہیں۔

اِس کے بعد اس شخص کا خوف بھی زائل ہو گیا اور عذاب بھی ٹل گیا۔ پھر اُس نے شیخ کے قدم چُومے اور ہمیشہ حُسنِ عقیدت پہ قائم رہا۔ بعد میں اس نے یہ بتایا کہ میں نے اپنے دل میں شعلوں کی لپٹیں محسوس کیں۔ اور قریب تھا کہ وُہ میرے نفس کو گھیر لیں۔

پھر میرے اندر سے دھُواں نکلنا شروع ہو گیا۔ جس کی بدبُو سے میرا دماغ پگھلنے لگا۔ یکایک مَیں نے کسی کی آواز سنی کہ

"یہ وُہ آگ ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے کیا یہ جادُو ہے اور کیا تم اس کو نہیں دیکھتے ؟ (هٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝)

اگر شیخ کی برکت شاملِ حال نہ ہوتی تو مَیں یقیناً ہلاک ہو جاتا۔

ابوالمجد مبارک بن احمد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش مَیں بھی شیخ کی کوئی کرامت دیکھتا۔ اِس خیال کے ساتھ ہی شیخ نے مسکرا کر میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ

"عنقریب ہمارے پاس پانچ افراد آئیں گے۔ جن کے یہ یہ اوصاف ہونگے"

چنانچہ شیخ کے فرمانے کے مطابق وقوع پذیر ہُوا۔

آپ عراق میں نہر خالص کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ اور وہیں آخر عمر تک مقیم رہے۔ آپ نے طویل عمر پائی اور وہیں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آج بھی آپ کا مزار قدس مرجع خلائق ہے ؞

شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مشائخ عراق کے سرکردہ عارفین میں سے تھے۔ آپ کے معارف وکرامات اظہر من الشمس تھے۔ آپ کا قدم مدارج الٰہیہ میں سبقت لئے ہوئے تھا علم وعمل اور حال وقال کے اعتبار سے بزرگوں کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ شہر اور قرب وجوار کے مریدین کی بہترین تربیت فرمائی۔ آپ کی فیض صحبت سے لوگ مستفیض ہوئے۔ علماء وصلحاء کو آپ سے نسبت حاصل رہی۔ آپ کے مواعظ وغیرہ سے نفع حاصل کرنے کے لئے لوگ دُور دراز مقامات سے حاضر ہوتے۔ آپ بہترین اخلاق واوصاف کے مالک تھے۔ اتباعِ سنّت کے ساتھ اہلِ علم کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ آپ کے اقوال اکثر اہلِ معرفت کی زبانوں پر رہتے۔ آپ کے چند اقوال ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

(۱) :۔ زاہدین کا آخری قدم متوکلین کا پہلا قدم ہوتا ہے اور ہر شے کی ایک علامت ہوتی ہے۔ چنانچہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ قلب گریہ وزاری کی جانب رجوع نہیں ہوتا۔

(۲) :۔ جو شخص اپنے نفس کی مخالفت کر کے تقرب الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نفس کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) :۔ نفس کی مخالفت اور قضاء قدر کے فیصلوں پر راضی رہنا بہترین اعمال ہیں۔ اور جب قلب میں خوفِ خدا راسخ ہو جاتا ہے تو وہ خواہشات نفسانی کو خاکستر کر دیتا ہے۔

(۴) ہر شے کی ایک ضد ہوتی ہے چنانچہ نورِ قلب کی ضد شکم سیر ہو

کر کھاتا ہے۔ جو شخص دنیا سے قطع تعلق کر کے واصل الی اللہ ہو جانے کے بعد کسی شے کا طلبگار ہوتا ہے تو اُس کو حاصل کر لیتا ہے۔ جس نے صدق کو وسیلہ بنالیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا۔

(۵) یقین نام ہے خوف کا جو خدا اور بندے کے درمیان سب سے زیادہ قوی سبب ہے۔ مراقبہ نام ہے علم و ادب اور خواہشات کا اتباع نہ کرنے کا۔ اگر زر و مال اور اہل و عیال کسی بندے کو اللہ تعالیٰ سے دُور کر کے اپنے اندر جذب کر لیں۔ تو یہ انتہائی شقاوت ہے۔

(۶) یاد رکھو کہ بندے کا ہر وہ عمل جس کا کوئی اجر دنیا میں نہیں ملتا۔ اس کا آخرت میں بھی کوئی اجر نہیں ہوتا۔ جب بندہ بھوکا پیاسا رہتا ہے تو اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ لیکن شکم سیری نفس کو اندھا بنا دیتی ہے۔

آپ کا قول یہ بھی ہے کہ رضائے الٰہی پر قناعت کرنا ورع کی منزل ہے۔ اگر کوئی بندہ تین درہم قیمت کا لباس پہن کر اپنے قلب میں یہ تصور کرتا ہے، کہ کاش میں اس سے زیادہ قیمتی لباس پہن سکتا تو وہ کھلم کھلا اپنے نفس کی متابعت کرتا ہے اور جس بندے کے قلب میں کوئی بھی خواہش نہ رہے۔ اس کو چاہیے کہ زہد اختیار کر کے اور بزرگوں کی تقلید خود پر لازم کر لے۔ اور جب وسوسے پیدا ہوں تو خدا سے دعا کرے اس لئے کہ بعض وسوسے شیاطین کی جانب سے پیدا ہوتے ہیں، جن سے بندہ بظاہر سرور حاصل کرنے لگتا ہے۔

پھر آپ نے بطور تمثیل مندرجہ ذیل شعر پڑھے :-

قُلُوبُنَا لِشَرَابِ الْحُبِّ اَقْدَحُ   وَمَجْلِسُ الْاُنْسِ فِیْهِ الرُّوْحُ وَالرَّاحُ

۔ ہمارے قلوب شرابِ محبت کے جام ہیں اور ہماری مجلسِ اُنس میں روح بھی ہے اور شراب بھی۔

وَخَلْوَةُ الْوَصْلِ قَدْ طَابَ السَّمَاعُ بِهَا   حَتَّى وَقَدْ رَقَصَتْ لِلْوَجْدِ أَرْوَاحُ

خلوتِ وصل سماع سے خوشگوار ہو جاتی ہے اور رُوحیں وجد میں آکر رقص کرنے لگتی ہیں۔

وَنَحْنُ فِي خَلْوَةٍ سُكْرَى بِنَا دِمْنَا   أَهْلُ الْحَقِيقَةِ لَوْ صَاحُوا وَلَوْ بَاحُوا

ہم اپنی خلوت میں مست رہتے ہیں، کیونکہ ہمارے ندیم اہلِ حقیقت ہوتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن علی قرشی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوسعید قیلوی سے سُنا ہے کہ میں توحید کے مقامات میں سے ایک ایسے مقام میں داخل ہوا جہاں مجھے بالکل قرار نہ آیا۔ مجھے منزلِ احکام میں داخل کر دیا گیا۔ حالانکہ اس منزل کے طے کرنے کی مجھ میں بالکل سکت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے شیخ خلیفہ سے استعانت کی درخواست کی اور اپنی ہمت و نفس کو اُن کے نفس و ہمت سے وابستہ کر دیا اور وہ تمام مقامات و منازل طے کر لئے جن کے بعد میرے اوپر تمام احکام روشن ہو گئے اور میں نے یہ اندازہ کر لیا کہ میرے بزرگوں میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ صاحبِ ہمت و نڈر ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ نظر بھی ہیں۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں کہ جب اِس واقعہ کا ذکر شیخ خلیفہ سے کیا تو انھوں نے بتایا

"جس وقت میرا نفس اُن کے نفس سے وابستہ ہوا اور باطن اُن کے باطن سے وابستہ ہو گیا تو میرے اوپر احوال کا ایک وسیع باب کُھل گیا۔ اور عالمِ غیب کی تمام اشکال سامنے آ گئیں اور میرا باطن بہت ہی بلند مقامات پر پہنچ گیا۔ لیکن جب میں اپنے شیخ ابوسعید قیلوی کی خدمت میں پہنچا تو یہ تمام چیزیں ختم ہو گئیں اور ہر تنگی دُور ہو کر میرے لئے تمام دروازے کُھل گئے۔"

٭ ٭ ٭

متوکّل بننے کے لئے شرائط

ابنِ توت بیان کرتے ہیں کہ بغداد کے ایک صالح نے یہ واقعہ بیان کیا کہ مَیں نے رات بھر جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ مَیں متوکّل بن کر رصافہ کی جامع مسجد میں گوشہ نشین ہو جاؤں گا۔ اور اہلِ دنیا سے بے تعلق ہو کر وہ کیفیت اختیار کروں گا کہ کسی کی میری طرف توجّہ نہ ہو گی۔ لہٰذا مَیں جامع مسجد میں تین یوم تک اس طرح گوشہ نشین رہا کہ نہ تو کسی کی شکل دیکھی اور نہ کچھ کھایا پیا۔ حتیٰ کہ شدّتِ بھوک سے مَیں ہلاکت کے قریب ہو گیا۔ لیکن باہر نکلنا میرے قلب کو گوارا نہیں ہُوا اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کہیں سے بھُنا گوشت پنیر، گیہوں کی روٹی اور کھجوریں کھانے کو مل جائیں۔ اس تصوّر کے آتے ہی اچانک محراب کی دیوار شق ہوئی اور اُس میں سے ایک حبشی نژاد برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا رومال تھا۔ جس کو میرے سامنے رکھ کر کہنے لگا:

"شیخ خلیفہ نے تمھیں یہ پیغام دیا ہے کہ جس چیز کی خواہش ہو، اس رومال میں سے نکال لو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اس طرح تم مقاماتِ توکّل تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔"

یہ پیغام دے کر وُہ حبشی تو غائب ہو گیا۔ اور مَیں نے جب رُومال کھول کر دیکھا تو اس میں میری خواہش کے مطابق تمام چیزیں موجود تھیں۔ جن کو مَیں کھا پی کر شیخ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا کہ

"کسی فرد کو اُس وقت تک متوکل بننا جائز نہیں جب تک بنیاد مستحکم نہ ہو جائے اور ظاہری و باطنی اعتبار سے مخلوق سے منقطع ہونے کا اہل نہ بن جائے، کیونکہ اس کے بغیر ترکِ اسباب گناہ ہے۔"

آپ قریۂ اعراب کے باشندے تھے اور وہیں وفات پائی۔ موت کے وقت

جب آپ نے کلمۂ شہادت ادا کیا تو آپ کا چہرہ فرطِ مسرت سے منور ہو گیا۔ اور اس وقت آپ نے فرمایا کہ

"یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے صحابۂ کرام ہیں جو مجھے لقائے الٰہی کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔"

پھر فرمایا کہ

"یہ ملائکہ ہیں جو مجھ کو ربِ کریم تک لے جانے کے لئے عجلت کر رہے ہیں۔"

پھر مسکرا کر فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ جب قبضِ روح کے وقت اپنے مومن بندے پر تجلیات ڈالتا ہے تو وہ ایک بشارت ہوتی ہے۔"

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	اے نفسِ مطمئن! اپنے رب کی جانب راضی
ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً	خوشی لوٹ جا۔

ابھی آیت ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ روح پرواز کر گئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ قریہ یعقوبا میں شیخ علی بن ادریس کے آخری خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ سے قبل اور نہ آپ کے بعد اس شان کا کوئی خلیفہ ہوا۔

شیخ صالح ابو عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ مصر کے مشہور مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور عارفین و محققین میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ سلوک و معرفت میں منفرد اور کرامتوں کے اظہار میں یکتا حیثیت کے مالک تھے۔ روحانی اعتبار سے بارگاہِ قدس کے حاضر باش تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنو ہاشم سے ملتا ہے۔ آپ کو نہ صرف علمِ لدنی حاصل تھا بلکہ معارف و مقامات کے اعتبار سے بلند مراتب حاصل تھے۔ آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ موجودات میں تصرّف تام عطا فرما دیتا ہے اور اُن کی ہیبت قلوب میں جاگزیں کر دیتا ہے۔ یہ لسانِ حکمت سے بات کرتے ہیں۔ اور اُن کے اقوال سے لوگوں کے قلوب سرشارِ محبت ہو جاتے ہیں۔

جب آپ بازار سے گزرتے تو لوگ خاموشی سے دیدار میں مشغول ہو جاتے تھے اور بازار میں سنّاٹا ہو جاتا تھا۔ دُور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں آتے، اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ضرورتمند آپ کی کرامتوں سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نے دیارِ مصر میں روحانی حکومت کی مستحکم بنیاد ڈالی۔ آپ کی صحبت سے بڑے بڑے مشائخ و علماء فیض یاب ہوئے۔ مثلاً قاضی القضاۃ عماد الدین۔ شہاب الدین بن ابی الحسن، شیخ ابو محمد انصاری اور شیخ ابو العباس وغیرہم۔ آپ کے بہت شاگرد ہوئے اور علماء و فقراء کی بہت بڑی جماعت آپ سے منسوب ہوئی۔ آپ بہت ہنس مکھ حُسین و جمیل مؤدب و متواضع تھے۔ موت سے بہت دن قبل برص کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔

آپ کا ایک قول یہ ہے کہ:

"عبودیت میں ادب ضروری ہے۔ اور اگر واصل باللہ ہونا چاہتے ہو تو عبودیت میں ادب کو ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر شاکر رہو۔ اور شکوہ زبان پر نہ لاؤ۔"

دُوسرا قول ہے کہ

"جس شخص کو توکّل حاصل نہ ہو وُہ ناقص ہے۔ اور شیخ کے لئے یہ جائز نہیں کہ مرید کو ترکِ اسباب کی اجازت دے۔"

آپ اکثر یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ آمْنُنْ عَلَيْنَا بِصَفَاءِ	اے پروردگار ہمیں صفاتِ معرفت عطا
الْمَعْرِفَةِ وَهَبْ لَنَا صَحِيْحَ	فرما اور ہمیں دین و دنیا میں حسنِ معاملت
الْمُعَامَلَةِ فِيْمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ	کی توفیق عطا فرما۔ صدق و توکل کے ساتھ
وَارْزُقْنَا صِدْقَ التَّوَكُّلِ وَ	حُسنِ ظن پر قائم رکھ اور وُہ وسائل عطا
حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ وَامْنُنْ	فرما تو تجھ سے قریب کر دیں کہ جو دونوں
عَلَيْنَا بِكُلِّ مَا يُقَرِّبُنَا إِلَيْكَ	جہاں میں ہماری رُوحانی اور جسمانی عافیت
مَقْرُوْنًا بِالْعَوَافِيْ فِي الدَّارَيْنِ	کا باعث ہوں۔ آمین! یا ارحم
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝	الراحمین۔

دُعا برائے حلِ مشکلات آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مَیں شیخ معاوری کی خدمت میں حاضر ہُوا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ

"کیا مَیں تجھے کوئی ایسی چیز بتا دُوں جو ہر حاجت میں کام دے۔"

مَیں نے عرض کیا کہ ضرور بتا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ دُعا پڑھا کرو:۔

يَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا وَاجِدُ	اے یکتا پروردگار ہمیں اپنے فضل و کرم
يَا جَوَادُ انْفَحْنَا مِنْكَ بِنَفْحَةٍ	سے بہتر سے بہتر عطیہ عطا فرما۔ بلاشک

خَیْرٍ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ   تو ہر شے پر قادر ہے۔

جب سے میں نے یہ دعا سنی مسلسل ورد کرتا رہتا ہوں۔

علامہ کمال دمیری نے اپنی کتاب "حیات الحیوان" میں تحریر کیا ہے کہ مجھ سے شیخ عبداللہ یافعی نے روایت کی کہ شیخ عبداللہ قرشی نے مجھ سے فرمایا:

"کیا میں تمھیں کوئی ایسا خزانہ بتاؤں جو مسلسل خرچ کرنے کے بعد بھی کم نہ ہو"

میں نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ چنانچہ آپ نے یہ دعا پڑھنے کو بتائی:۔

یَا اللّٰہُ یَا وَاحِدُ یَا مُوْجِدُ یَا جَوَّادُ یَا بَاسِطُ یَا کَرِیْمُ یَا وَھَّابُ یَا ذُوالطَّوْلِ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیُ یَا فَتَّاحُ یَا رَزَّاقُ یَا عَلِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ اِنْفَحْنِیْ مِنْکَ بِنَفْحَۃِ خَیْرٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَمَّنْ سِوَاکَ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ۔ اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۔ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ وَاحْفَظْنِیْ بِمَا حَفِظْتَ بِہِ الذِّکْرَ وَانْصُرْنِیْ بِمَا نَصَرْتَ بِہِ الرُّسُلَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

شیخ ابو ربیع بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو ہمیشہ نماز کے بعد اور خصوصاً ہر نماز جمعہ کے بعد پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مصیبت و بلا سے محفوظ رکھیگا۔ اور دشمنوں پر اس کی فتح کرے گا اور اسے غنی کرے گا۔ اور ایسی جگہ سے اُسے روزی

پہنچائے گا جہاں سے اُسے شان و گمان بھی نہ ہو گا۔ اور اسبابِ معاش اس پر سہل کر دے گا اور اُس پر سے قرض کا بوجھ اتار دے گا۔ گو وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ ابو عبداللہ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے: ؎

احری الملابس ان تلقی الحبیب بہ　　یوم الزیارۃ فی الثوب الذی خلعا

دوست کی ملاقات کے دن زیادہ بہترین وہ لباس ہے جو خود اس کی طرف سے عطا کیا گیا ہو

نقر و صبر ھما ثوبان تحتھما　　قلب یری الفہ الاعیاد و الجمعا

نقر و صبر دو ایسے کپڑے ہیں جن کے نیچے ایسا دل ہے جو محبوب کی ملاقات کو عید اور جمعہ تصور کرتا ہے۔

الدھر لی ماتم ان غبت یا املی　　والعید ما کنت لی مرءی و مستمعا

اگر تو غائب ہو جائے اے محبوب تو زمانہ میرے لئے ماتم کدہ بن جائے اور جب تک تو میرے کانوں اور آنکھوں میں ہے، عید ہے۔

شیخ ابو العباس احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبداللہ قرشی محمد کو یہ کہتے سنا کہ میں شیخ ابراہیم بن ظرف کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت کسی نے آپ سے سوال کیا کہ کیا کسی شخص کے لئے اس قسم کا عہد کرنا درست ہے کہ وہ اپنے مقصود کو حاصل کئے بغیر اپنے عہد کو نہ توڑے گا۔ آپ نے فرمایا:

"ایسا عہد کرنا ٹھیک ہے"۔

اور اس سلسلہ میں ابو البابہ انصاری کی بابت۔ بنی نضیر کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر وہ براہِ راست میرے پاس آجاتا تو میں اُس کے لئے بارگاہِ احدیت میں سفارش کرتا۔ لیکن جب اُس نے خود ہی ایسا کر لیا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، جب تک اللہ تعالیٰ اُس کے بارے

میں فیصلہ نہ فرما دے"۔

شیخ سے یہ حدیث سن کر میں نے عہد کر لیا کہ جب تک قدرت کا ظاہری منشاء نہ ہو گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ تین یوم تک میں نے کچھ نہیں کھایا۔ ایک دن کاروبار کے سلسلہ میں اپنی دکان میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص برتن میں کوئی چیز لے کر آیا اور کہنے لگا کہ عشاء کے وقت تک صبر سے کام لے کر اس کو مت کھولنا۔ الغرض میں مغرب اور عشا کے درمیان وظیفہ میں مشغول تھا تو دیوار شق ہوئی۔ اور اس میں سے ایک بڑی بڑی آنکھوں والی حور شمائل عورت نمودار ہوئی جس کے ہاتھ میں وہی برتن تھا جو مجھے دن میں دکھایا گیا تھا اور اس میں شہد کی طرح کوئی چیز تھی اور اس نے میرے قریب آ کر تین مرتبہ مجھ کو وہ شہد چٹایا اور اس کو چاٹتے ہی مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ اور جب افاقہ ہوا تو مجھے اس کے بعد سے کوئی کھانا اچھا نہیں لگا۔ اور نہ کسی انسان کی جانب رغبت ہوئی۔ نہ میں کسی کی آواز سننا چاہتا تھا اور بہت عرصہ تک میری یہی کیفیت رہی۔

تکمیلِ ضرورت اور قلبِ ماہیت

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ شیخ قرشی نے اپنا ایک اور واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ میں نے جدّہ کے لئے بحری سفر کیا تھا۔ میرے ساتھ اور بھی رفیقِ سفر تھے۔ دورانِ سفر جب شدید پیاس محسوس ہوئی تو میں نے لوگوں سے کہا کہ میرے مصافہ کے بدلے مجھے کوئی پانی پلا دے کیونکہ اس کے سواء میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ لیکن کوئی شخص پانی پلانے پر تیار نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ مصافہ لے کر کشتی کے نگرانِ حال کے پاس چلے جاؤ۔ اور جب وہ پانی کا برتن لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے سختی سے جھڑک کے اس کے ہاتھ سے برتن لے کر پھینک دیا۔ وہ انتہائی ذلیل ہو کر واپس آ گیا۔ پھر میں نے اس سے برتن لے کر سمندر کا پانی بھر لیا۔ اور ہم دونوں نے

ڈہی پانی خوب سیراب ہو کر پیا۔ بلکہ جن لوگوں کے پاس نہیں تھا انھیں بھی پلایا اور اسی پانی سے آٹا گوندھا۔ اور جب ہماری تمام ضروریات پوری ہو گئیں تو مَیں نے پھر دوبارہ برتن بھرا۔ لیکن اب کی مرتبہ اس میں کھاری پانی تھا۔ لہٰذا مَیں نے محسوس کر لیا کہ تکمیلِ ضرورت کے بعد قلبِ ماہیت نہیں ہوتی ہے۔

آپ نے اپنا ایک اور واقعہ سُنایا کہ مَیں ایک مرتبہ انگور کے باغ سے گذرا تو بعض خوشوں سے مجھ کو کراہنے کی آواز آئی۔ چنانچہ جن خوشوں میں سے یہ آواز آرہی تھی مَیں اُن کے نزدیک جا کر ٹھہر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان انگوروں کا نیلام شروع ہُوا اور لوگوں نے اُن کی بولی لگائی۔ اور ایک شراب کشید کرنے والے نے بازار کی قیمت لگادی۔ لیکن مَیں نے اُسی قیمت پر انگور خرید لئے۔ حالانکہ میرے پاس رقم نہ تھی لیکن مَیں نے رقم کے بدلے اپنا لباس دے دیا۔ اس طرح مَیں نے شراب کشید کرنے والے سے انگوروں کو رہائی دلادی تو کراہنے کی آواز بند ہو گئی[۱]

شیخ نے ایک اور واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ ابتدائی دور میں آٹا خرید کر روانہ ہُوا راستہ میں جس سائل نے بھی سوال کیا آٹا تقسیم کرتا ہوا گھر پہنچ گیا اور جب آٹے کا وزن کیا تو وُہ اتنا ہی نکلا جتنا مَیں نے خریدا تھا۔

ایک اور مرتبہ مَیں نے ایک درہم کا آٹا خریدا اور ایک سائل جو سامنے آیا اس کو تمام آٹا دے دیا۔ کچھ دُور چلنے کے بعد میری مُٹھی خود بخود بند ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد جب مٹھی کُھلی تو اس میں ایک درہم موجود تھا۔ لہٰذا مَیں اس درہم کا دوبارہ آٹا خرید کر گھر پہنچ گیا۔

آپ ہی سے ایک اور واقعہ منقول ہے کہ چار سال کی عمر کا ایک بچہ پُوری رات

---

[۱] اس واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر شراب کشید کرنے والا انگور خرید لیتا تو اُن کی شراب کشید کر کے فروخت کرتا۔ جو فعلِ حرام ہے

روتا رہتا، اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوتا تھا۔ چنانچہ جب اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"اے یوسف! آج رات کو مت رونا۔"

اس کے بعد وُہ پھر کبھی رات کو نہیں رویا۔

جب شیخ نے اپنا نکاح کیا تو لوگوں نے آپس میں چہ میگوئیاں کیں کہ فلاں شخص نے شادی کر لی ہے اور عنقریب تم دیکھو گے کہ اُس کے حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اُس سال نہ تو مَیں نے کھانے پینے کو کچھ خریدا اور نہ کچھ جمع کیا، لیکن پُورا سال بابرکت گزرا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ مَیں تین دن سے چالیس دن تک مسلسل روزہ رکھ سکتا ہوں۔ لیکن اس سے زائد کا کبھی اتفاق نہیں ہُوا۔ کیونکہ کم کھانا ہی منزلِ مراد تک پہنچا سکتا ہے نہ کہ زیادہ کھانا۔

شیخ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک سال تک پرانا اُونی جبّہ اس طرح پہنتا رہا جس سے میری ستر پوشی ہوتی رہے۔ اس خرقہ کے اندر مَیں نے تنکے وغیرہ بھی بھر رکھے تھے۔ ایک دِن جب مَیں نے درمیان میں سے ادھیڑا تو اُس میں سے بیشمار جُوئیں جھڑنے لگیں حالانکہ مَیں مدتوں اس اذیت کو برداشت کرتا رہا تھا۔

شیخ ابو العباس قسطلانی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبد اللہ محمد کے ہاتھ میں ایسے شدید رعشہ کی کیفیت پیدا ہوئی کہ کوئی چیز گرفت میں نہیں لے سکتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ بینائی بھی بالکل ختم ہو گئی۔ چنانچہ بعض فطری ضروریات کی تکمیل کے لئے مَیں آپ کی اُنگلیوں کے درمیان اُسترا پکڑوا دیتا تھا۔ اور جب آپ حُجرہ سے باہر نکلتے تو اُسترا اور بال دونوں زمین پر گرے ہوئے ملتے اور مَیں آپ کی یہ کرامت دیکھتا رہ جاتا۔

شیخ ابو العباس احمد فرماتے تھے کہ زمین پر جہاں شیخ کے قدم پڑتے تھے، وُہ

سنہری اور روپہلی ہو جاتی تھی۔

شیخ نے اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میں ایک ساحلی علاقہ سے گذر رہا تھا تو ایک گھاس نے مجھ سے کہا کہ

"میں تمہارے امراض کی شفاء ہوں۔"

لیکن نہ تو میں نے اُسے حاصل کیا نہ استعمال کیا۔ یہ واقعہ سُن کر ابوالعباس نے پوچھا کہ کیا آپ نے وہ گھاس دیارِ مصر میں بھی کہیں دیکھی ہے؟ آپ نے فرمایا:

"نہیں۔ اور اگر میں دیکھتا تو فوراً شناخت کر لیتا۔"

ایک دن کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی بینائی بھی قائم ہے اور جسم بھی چمک رہا ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ

"خدا نے مجھ کو عافیت و بلا کے دو لباس عطا کئے ہیں اور مجھے تصرف کا حق عطا کر دیا ہے۔"

اور جب آپ نے لباس پہنا تو پھر پہلی جیسی حالت عود کر آئی۔ آپ کی بیوی کہتی ہیں کہ جب میں آپ کے قریب ہوتی تھی تو اُن کی بصارت ٹھیک ہوتی اور جسم بھی چمکتا ہوتا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور مصیبت زدہ لوگ جھنڈے اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے قائد حضرت ایوب علیہ السّلام کے پاس جو پرچم ہے اُس پر ایوب لکھا ہوا ہے۔

شیخ کی ایک روایت اس طرح منقول ہے کہ آپ نے بادشاہ اور نائبینِ سلطنت کے ہمراہ ایک ہی برتن میں کھانا چاہا تو نائبین نے برص کی وجہ سے آپ کو اپنے ساتھ کھلانے سے منع کر دیا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ

"مجھے مرض زدہ ہاتھ کی وجہ سے کھانے کو منع کرتے ہو تو پھر دوسرے ہاتھ سے کھانے کی اجازت دو۔"

اور جب آپ نے دُوسرا ہاتھ نکالا تو وُہ چمک رہا تھا اور اس میں مرض کی کوئی علامت نہ تھی۔

آپ مصر کے باشندے تھے اور قاہرہ میں مدتوں قیام کے بعد بیت المقدس چلے گئے اور وُہیں ۶ ، ذوی الحجہ ۵۹۹ھ میں وفات پاکر بیت المقدس کے باہر ماملا کے مقام پر مدفون ہُوئے ۔ جہاں زائرین پہنچتے رہتے ہیں ۔

مجیرالدین علیمی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بیت المقدس کے باہر ماملا میں آپ کا مزار ہے ۔ جہاں ایک جانب شیخ شہاب الدین احمد بن ارسلانی کی قبر ہے ۔ اور دوسری جانب بیت المقدس کے بڑے بڑے مشائخ اولیاء اور سرداروں کے مزارات ہیں ۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ اندلس کے ایک شہر جزیرہ خضراء کے باشندے تھے اور پچپن سال کی عمر میں وفات پائی ۔

آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر زیادہ کھانے کی وجہ سے ہیضہ کا خطرہ ہو ، تو دسترخوان سے اُٹھ کر یہ الفاظ کہے :

"ابو عبداللہ قرشی ! آج کا دِن عید کا دن ہے"

پھر ان شاء اللہ اُس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا ۔ آپ کی قبر کے پاس دُعا کی مقبولیت مجرب ہے ۔
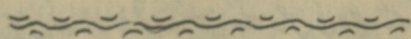
شیخ ابو اسحاق بن علی المعروف بہ اعرب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بطائح کے مشائخ میں بہت بڑے محقق و عارف ہوئے ہیں۔ آپ کی کرامات قابلِ فخر تھیں۔ آپ کو علمِ لدنی بھی حاصل تھا۔ آیات کی حقائق شناسی پر بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو ملکوت و جبروت کے مقام تک رسائی حاصل تھی۔ مشاہدات کے معانی میں یدِ طولیٰ اور منازل کے علوم میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ عالمِ ظاہری تکوینی کا نظام تفویض فرما دیتا ہے۔ آپ سے خارق عادات کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہتا تھا۔ آپ کو انتہائی مدارج طے کرانے کے بعد ولایت باطنی سونپ دی گئی تھی۔ علم و عمل اور زہد و تحقیق میں آپ نرالی شان کے مالک تھے۔ اپنے اموں شیخ احمد بن حسن رفاعی کی صحبت میں علمِ طریقت حاصل کیا۔ نیز مشائخِ عراق کی ایک عظیم جماعت سے بھی تحصیل علم کرتے رہے اور بطائح میں شاندار روحانی حکومت قائم کی اور وہاں کے بیشمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ اور اکابر علماء کی ایک بڑی جماعت آپ سے منسوب ہوئی بہت سے علماء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور مریدین کی ایک عظیم جماعت آپ سے وابستہ رہی۔

آپ بہت خوبصورت، بہت ہنس مکھ، ذی عقل، صاحب حیا تھے۔ اہلِ علم سے محبت کرتے اور اہلِ دین کو معظم گردانتے۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ اور علماء کے شایان شان لباس پہنتے تھے۔ آپ کے معرفت آمیز اقوال زبان زدِ خلائق تھے۔ اُن میں سے ایک قول یہ ہے کہ

"فروع کے استعمال ہی سے اصول کی شناخت ہوتی ہے اور اصول

کا مشاہدہ ان فروع و وسائط کی تعظیم کے بغیر ممکن نہیں۔ جن کو خود اللہ تعالیٰ نے معظم قرار دیا ہے۔ اور ذکر اس تک رسائی کا وسیلہ ہے اور جب تم قدم سے وابستہ ہو جاؤ گے تو فروع ختم ہو کر اصول باقی رہ جائیں گے کیونکہ حدوث و قدم سے کبھی تعاون نہیں ہو سکتا۔ اور جب حدوث فنا ہو جاتا ہے تو قدم ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اور علم انقطاع کے حصول کی سعی کا نام ہی وسیلہ ہے۔"

آپ اکثر مندرجہ ذیل اشعار سے مثال دیا کرتے تھے ؎

تکشف غیم الھجر عن قمر الحب   واسفر نور الحب عن ظلمۃ الغیب

محبت کے چاند سے فراق کا بادل چھٹ گیا۔ تاریکیوں کے پردے سے محبت کا نور جگمگا اٹھا۔

وجاء نسیم الاتصال محققا   فصادفہ حسن القبول من القلب

وصال کی بادِ صبا ضرور آ گئی ہے اور قلب کی طرف سے قبولیت کا مژدہ مل گیا ہے۔

ودبت میاہ الوصل فی روضۃ الرضا   فصار الھوی تھتز کالغض الرطب

خوشنودی کے باغ میں وصال کا پانی چلنے لگا اور محبت شاخِ تر کی طرح جھوم اٹھی۔

ولم یدر من طیب الوصال وحسنہ   انی روضۃ کنا ھنالک ام حرب

اور لذت وصال کے باعث یہ بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ہم باغ میں ہیں یا جنگ میں۔

فیامن مسی عقلی ھواہ ترکتنی   افکر ما بین التعجب والعجب

تو اے وہ کہ جس نے میری عقل کو قید کر دیا۔ اب میں تعجب اور خود پسندی میں غور کر رہا ہوں۔

آپ اکثر اوقات مراقبہ اور خشوع و خضوع کی راہوں پر گامزن تھے۔ کسی ضرورت کے سوا کبھی سر کو اوپر نہ اٹھاتے۔ چالیس سال تک صرف حیاءِ الٰہی سے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ شیر اکثر آپ کے قدموں سے پیشانیاں رگڑا کرتے تھے۔

شیخ احمد بن حسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی شیخ ابراہیم کو شدید گرمی میں اپنی خانقاہ میں اس طرح سوتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے سرہانے ایک بہت بڑا سانپ اپنے منہ میں نرگس کی مورچھل دبائے ہوئے آپ کو پنکھا جھل رہا ہے۔

بیں ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص ایک نوجوان کو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے جو حقوق ادا نہیں کرتا۔ آپ نے اس کی بات سُن کر جب اس نوجوان پر نظر ڈالی تو وہ جنون میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگا اور جنگل میں جا کر آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور مسلسل چالیس یوم اسی طرح کھڑا رہا حتی کہ وحشی درندے بھی اُس سے مانوس ہونے لگے اور جب اُس کے باپ نے شیخ سے اس کی یہ کیفیت بیان کی تو آپ نے اُس کو خرقہ دے کر فرمایا کہ

"اُس کو اپنے بیٹے کے چہرے پر ڈال دو"

جب اُس کے والد نے یہ عمل کیا تو اُس کو فوراً افاقہ ہو گیا۔ بعد میں وُہ شیخ کی خدمت میں مستقل رہنے لگا۔ اور اُس کو آپ کے مخصوص مریدوں میں شمار کیا جانے لگا۔

شیخ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ جب آپ کسی کو نارِ جہنم سے ڈراتے تو اس سے فرماتے کہ "آگ میں چلا جا" اور وہ لاشعوری طور پر یہ محسوس کرنے لگتا کہ وُہ آگ میں ہے اور جب تک اللہ چاہتا اُس کی یہ کیفیت باقی رہتی۔ اُس کو اس حالت میں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ اسی طرح اگر کسی سے فرماتے کہ "شیر پر سوار ہو جا" تو وُہ محسوس کرتا کہ وہ شیر پر سوار ہے۔ اور اس پر کسی قسم کا خوف طاری نہ ہوتا۔

شیخ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ

"موجودات میں مجھ کو تصرفات کا حق عطا کر دیا گیا ہے"

یہ سُن کر ایک شخص کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ ایسا تصرف تو مجھے بھی حاصل ہے میں اپنے ارادہ سے جب چاہتا ہوں کھڑا ہو جاتا ہوں اور جب چاہتا ہوں بیٹھ جاتا ہوں۔

اس وسوسہ کے آتے ہی شیخ نے اس سے فرمایا کہ

"اگر تجھ کو کھڑے ہونے پر قدرت حاصل ہے تو کھڑا ہو جا!"

لیکن وُہ کھڑا نہیں ہو سکا۔ اور ایک ماہ تک بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اور جب شیخ کی خدمت میں اُسے پیش کیا گیا تو اُس نے توبہ کی جس کے بعد وُہ ٹھیک ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ

"جب تک ہم قصد نہ کریں کوئی ہماری زیارت کو نہیں آسکتا۔"

اس وقت ایک شخص کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ مَیں تو جب چاہتا ہوں، آپ کی زیارت کو حاضر ہو جاتا ہوں۔ آپ کے قصد اور میرے ارادہ میں کیا تعلق ہے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ وہ خانقاہ کے دروازہ پر پہنچا تو وہاں ایک بہت ہی ہیبت ناک شیر کو کھڑے دیکھا جو اس کو دیکھتے ہی دھاڑنے لگا۔ وُہ شخص بہت بڑا شکاری ہونے کے باوجود بہت ڈور پیچھے ہٹ کر شیر اور ماحول دیکھنے لگا کہ دوسرے لوگ تو اندر جا رہے ہیں اور باہر آرہے ہیں اور انھیں وُہ شیر کچھ بھی نہیں کہتا۔ لیکن مجھے دیکھ کر دہاڑنے لگتا تھا۔ اس کے بعد ایک ماہ تک اس شخص کو وہاں جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن جب اُس نے غور کیا تو خیال ہوا کہ یہ سب کچھ میرے قلبی وسوسہ کی وجہ سے ہوا ہے چنانچہ وُہ تائب ہو کر جب خانقاہ پر پہنچا تو شیر کھڑا ہو گیا اور اُس کے آگے آگے چل کر شیخ کی خدمت میں پہنچا کر واپس ہو گیا۔ پھر جب میں نے شیخ کے قدم چومے، تو آپ نے فرمایا:

"مرحبا اے توبہ کرنے والے۔"

غانم بن مسعود عراقی تاجر فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ بغرض تجارت بلادِ عجم کی جانب سفر کا قصد کیا تو شیخ اعرب نے رخصت ہوتے وقت فرمایا کہ

"جب تمھیں کوئی سختی پیش آئے تو میرا نام لے کر پکار لینا۔"

چنانچہ جب ہم صحرائے عراق میں پہنچے تو ڈاکوؤں نے ہمارا مال واسباب لُوٹ لیا جب مَیں نے آپ کا نام لے کر پکارا تو مَیں نے دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار ہاتھ میں عصا لئے ڈاکوؤں کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔ آپ کے ایسا کرنے سے ڈاکو تمام سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے اور ہم سب نے اپنا مال جمع کر لیا۔ لیکن بعد میں جب ہمیں احساس ہُوا تو آپ وہاں نظر نہ آئے۔

مقدام بن صالح بطائحی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مَیں شیخ اعرب کے ہمراہ شیخ ابو محمد شنبکی کے مزار پر حاضر ہوا تو شیخ اعرب نے کہا:

"اے قومِ مومنین اور قبر کی بستی والو! تم پر سلام ہو۔"

شیخ محمد شنبکی کی قبر سے آواز آئی کہ

"اے شیخ اسحاق تم پر بھی سلام ہو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ شیخ مقدام بن صالح کو مجھے ہبہ کر دو کیونکہ مجھے اُن کی تلاوتِ قرآن بہت پسند ہے۔"

یہ سُن کر شیخ اعرب نے کہا کہ

"یا سیّدی! مَیں اور مقدام دونوں ہی آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

اس کے بعد قبر سے پھر آواز آئی کہ

"تمھاری اجازت بہت ضروری ہے۔"

پھر شیخ اعرب نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"اے مقدام! تم نے سُن لیا کہ شیخ ابو محمد کیا فرما رہے ہیں؟"

مَیں نے عرض کیا کہ سُن بھی لیا اور اطاعت کے لئے بھی تیار ہوں۔ یہ کہہ کر شیخ اعرب کو مَیں نے رخصت کر دیا اور خود آپ کے مزار پر بیٹھ کر مصروفِ تلاوت ہو گیا۔ اس[1] طرح مَیں نے تین ہزار قرآن آپ کی قبر پر ختم کئے۔

---

[1] قبر کے قریب بیٹھ کر تلاوت قرآنِ کریم اسلاف کا طریقہ کار رہا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ اسحق بن اغرب سے کسی نے خارش کی شکایت کی تو آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ "اس کی خارش تم لے لو"۔ بعد میں وہ شخص تو روبصحت ہو گیا۔ لیکن خادم خارش میں مبتلا ہو گیا اور خارش کی تکلیف کے باوجود شیخ کے ہمراہ سفر کرتا رہا۔ پھر ایک مرتبہ راستہ میں ایک خنزیر پر نظر پڑی تو خادم کو حکم دیا کہ "اپنی خارش اس پر منتقل کر دو"۔ اس کے بعد وہ خادم ٹھیک ہو گیا اور خنزیر خارش میں مبتلا ہو گیا۔

ایک مرتبہ شیخ سماع میں تشریف لائے تو قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے :۔

رَمَانِی بِالصُّدُوْدِ کَمَا تَرَانِیْ وَاَلْبَسَنِی الْغَرَامُ فَقَدْ بَرَانِیْ

اعراض کر کے اس نے مجھے چھوڑ دیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور مجھے عشق میں مبتلا کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

وَوَقْتِیْ کُلُّهٗ حُلْوٌ لَذِیْذٌ اِذَا مَا کَانَ مَوْلَائِیْ یَرَانِیْ!

میرا ہر لمحہ شیریں اور لذیذ ہے، بشرطیکہ میرے آقا کی نظر کرم مجھ پر ہو۔

آپ پر کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے ہوا میں پرواز کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

ان کنت قد اضمرت عذرا او هممت به یوما فلا بلغت روحی امانیها!

اگر میں نے بے وفائی کو چھپایا ہو یا کسی دن چھپانے کا قصد کیا ہو تو میری روح کو اس کی تمنائیں حاصل نہ ہوں۔

او کانت العین مذ فارقتکم نظرت شیئا سواکم خانها اماقیها!

یا تمہاری جدائی کے بعد میری آنکھ نے تمہارے سوا کسی کو دیکھا ہو تو آنکھوں کی پتلیاں مجرم ہو جائیں۔

او کانت النفس تدعونی الی سکن سواک فاحتکمت فیها اعادیها

یا میرے نفس نے تمہارے سوا کسی سے سکون حاصل کرنے کی دعوت دی ہو، تو اس کے

دشمن اس پر مسلط ہو جائیں۔

وما تنفست الا کنت فی نفسی تجری بک الروح منی فی مجاریھا

میرا کوئی سانس ایسا نہیں جس میں تُو موجود نہ ہو اور میری رُوح تیرے ساتھ گردش کرتی رہتی ہے۔

کم دمعۃ فیک لی ماکنت اجریھا ولیلۃ کنت افنی فیک افنیھا

قسم ہے کہ تُو میری آنکھوں کا نور ہے اور میری زندگی تجھ سے وابستہ ہے۔

حاشا فانت محل النور فی بصری تجری بک النفس منی فی مجاریھا

تیری یاد میں بہت آنسو بہاتا رہا اور کتنی ہی راتیں ایسی ہیں جو تیری یاد میں گزری ہیں

مافی جوانح صدر بعد جانحۃ الا وجدتک فیھا قبل ما فیھا

اور سینے میں کوئی پسلی ایسی نہیں ہے جس میں تجھ کو نہ پاتا ہوں۔

ان اشعار کے بعد پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

مجال قلوب العارفین بروضۃ الھیۃ من دونھا حجب الرب

قلوبِ عارفین کی جولانگاہ ایک ایسے خدائی باغ میں ہے کہ اس کے دوسری طرف حجابات ربانی ہیں۔

منکر ما فیھا و یجتنی ثمارھا یسم روح الوصل للہ فی القرب

اور جو کچھ باغ میں ہے اس پر غور کرتا اور اُس کے پھل چنتا ہے اور حالتِ قرب میں روحِ وصال کی خوشبو پاتا ہے۔

جاھا نا و دنا ھا انحار مدی الھوی فلا مدی لآمال ماتت من الحب

پھر اس کو قرب عطا ہوا تو میدانِ محبت میں قلوب حیران رہ گئے کیونکہ اگر امید میں کامیدان ہوتا تو محبت سے مر جاتے۔

یہ اشعار پڑھ کر شیخ نے چیخ ماری، یا اللہ رجال کہہ کر پکارا۔ ادھر یہ الفاظ زبان سے

نکلے۔ اُدھر لبیک کہتے ہوئے تین چار رجالِ غیب فضا سے آ گئے۔

ایک اور روایت کے مطابق بطائح کے مشائخ میں کسی نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ تو آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؏

لاخطبة فرانی فی ملاحظتی فغیبت فی رویتی عنی بمعناہ

جب مَیں نے اس کا ملاحظہ کیا، اور اُس نے مجھے ملاحظہ کی حالت میں دیکھا تو مَیں نے اپنی ہستی کو اس کی حقیقت میں گم پایا۔

وشاھدت ھمتی حقا ملاحظتی لما تحققت معنی کون رویاہ

اور مشاہدہ کر لیا میرے عزم نے اپنے مکمل ملاحظہ کا، جب مجھ کو اس کے دیدار کے مفہوم کی حقیقت معلوم ہو گئی۔

فلا الافرقة وصلا ولا سکنا حاشا مفارقتی ایاہ حاشاہ

بس اب تو نہ وصل ہے نہ جدائی اور نہ سکون ہے، مَیں اس سے جدائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔

آپ علبیدہ کے باشندے تھے اور ۶۰۹ھ میں وفات پا کر وہیں دفن ہوئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت سورج گرہن ہوا۔ اور شیخ علی جواس وقت دمشق میں تھے۔ جب اُن سے سورج گرہن کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ "آج شیخ اغرب کا انتقال ہو گیا"۔
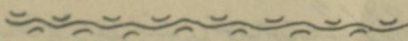
شیخ ابوالحسن بن ادریس یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عراق کے مشائخ و عارفین کے سرداروں میں سے تھے اور صلحاء میں قابلِ قدر شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا کلام عارفانہ ہوتا تھا اور ملفوظات و مکشوفات کے ذریعہ آپ نے تربیت مریدین کو انتہائی مدارج تک پہنچایا۔ بے شمار لوگ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، علماء و صلحاء کی ایک بڑی جماعت کو آپ سے نسبت حاصل رہی ہے۔ آپ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور علی بن الہیتیؒ کی بارگاہ کے حاضر باش لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کا کلام اہلِ حقیقت کی زبانوں پر رہتا تھا۔ جس وقت شیخ عمر بزاز آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کرتے اور اُن کو عزت کے ساتھ بٹھاتے اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

اشم منك نسيما لست انكره　　　　کان لمياء جرت نيك ازياكا!

آپ نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پوری کائنات منکشف فرما دی۔ جنّت، دوزخ، برزخ۔ زمین و آسمان سب ہی مجھ پر عیاں ہیں اور وہ اسرار کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کئے گئے ہیں۔"

کہا جاتا ہے آپ آسمان کے فرشتوں اُن کے مقامات۔ ان کی تسبیحات اور ان وسائل سے جو ذکر توحید الٰہی میں استعمال کرتے ہیں، بخوبی واقف تھے۔ اور اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

غَرَسْتُ الْحُبَّ غَرْسًا فِیْ فُؤَادِیْ　　　　فَلَا اَسْلُوْا اِلٰی یَوْمِ التَّنَادِیْ

میں نے اپنے قلب میں محبت کا ایسا پودا لگا لیا کہ اب قیامت تک بے غم نہیں ہو سکتا۔

جَرَحْتِ الْقَلْبَ مِنِّی بِاتِّصَالٍ   نَشْوَقِی زَائِدًا وَالْحُبُّ بَادِی

اور اپنے قلب کو وصل کے ساتھ اس طرح زخمی کر لیا کہ میرا شوق فزوں تر ہو گیا اور محبت ظاہر ہو گئی۔

سَقَانِی شَرْبَةً اَحْیَا فُؤَادِی   بِکَاسِ الْحُبِّ مِنْ بَحْرِ الْوِدَادِ

اور اس نے ایسا شربت پلا دیا جس نے میرے قلب کو زندہ کر دیا۔ وہ شربت محبت کے دریا سے محبت کے پیالے میں دیا گیا۔

وَلَوْلَا اللّٰهُ بِحِفْظٍ عَارِفِیْهِ   لَهَامَ الْعَارِفُوْنَ بِکُلِّ وَادِی

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے عارفین کی حفاظت نہ فرمائے تو وہ عارفین ہر وادی میں سرگشتہ پھرتے رہیں۔

مذکورہ بالا چار اشعار کے علاوہ آپ مندرجہ ذیل اشعار بھی پڑھتے تھے ؎

اَلْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ وَالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ   وَالْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَالصَّبْرُ مُنْفَرِقٌ

دل جل رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں۔ کرب میں مبتلا ہوں اور صبر رخصت ہو چکا ہے۔

کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَا قَرَارَ لَهٗ   مِمَّا جَنَاهُ الْهَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

اور جس کے لئے قرار ہی نہ ہو اس کو کیسے قرار آئے۔ اور جس کو عشق نے، شوق نے اور قلق نے تکلیف پہنچائی ہو۔

یَارَبِّ اِنْ کَانَ شَیْءٌ فِیْهِ لِیْ رَمَقٌ   فَامْنُنْ عَلَیَّ بِهٖ مَا دَامَ لِیْ رَمَقٌ

اے رب اگر کسی شے کے ساتھ میری زندگی وابستہ ہے تو جب تک میں زندہ ہوں وہ شے عطا کر کے مجھ پر احسان فرما۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کی مسلسل دس سال تک خواہشاتِ نفسانی سے حفاظت کی ہے۔ اس کے بعد دس سال تک قلب کی نفس سے حفاظت کی ہے۔ پھر دس سال تک باطن کی قلب سے حفاظت کرتا رہا ہوں۔

بعض لوگوں نے آپ سے گورنر کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے درخت پر ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ

"مَیں نے اس کو قتل کر دیا۔"

چنانچہ وہ اسی وقت مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

"میرے مالک نے پاکیزگی کی چادر اڑھا کر مجھے ہر شے کی واقفیت عطا کر دی ہے، جو صرف پاکیزہ لوگوں ہی کو عطا کی جاتی ہے۔"

آپ کا انتقال ۶۱۹ھ میں ہوا۔
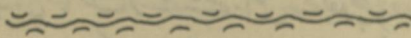
شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مشائخ و محققین کے سرداروں میں سے ہوئے ہیں۔ حافظ ابنِ نجار نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ طرابلس کے نصرانیوں میں سے تھے۔ لیکن بچپن ہی میں مسلمان ہو کر قرآن حفظ کیا اور تحصیل علوم کے لئے بغداد آ گئے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور اپنے استاد کا مسلک حنبلی اختیار کیا۔ بہت سے محدثین سے حدیث کی سماعت کی اور احادیث تحریر بھی کیں۔ پھر اصفہان جا کر وہاں کے محدثین سے حدیث کی سماعت کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ بغداد آ گئے اور وہاں حدیث کا درس دیتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اصفہان چلے گئے اور وفات تک مقیم رہے آپ کو اکابرین بیحد مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ بہت ہی صالح متدین اور صاحب خیر تھے اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

ابوالحسن بن قطیعی بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے شیخ عبداللہ سے ان کا حسب نسب پوچھا تو آپ نے بتایا کہ:

"میں طرابلس کے ایک قریہ جبہ کا باشندہ ہوں اور میری پوری قوم نصرانی تھی میرے والد نصرانیوں کے بڑے علماء میں سے تھے میرے عہد طفولیت میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا

اس دوران ہمارے علاقہ میں جنگ چھڑ گئی اور قبیلہ والوں کے ساتھ میں بھی وہاں سے بھاگ نکلا۔ ہمارے ہمراہ بستی کے مسلمانوں کی بھی ایک جماعت تھی اور جب وہ تلاوت قرآن کرتے تو میں رونے لگتا تھا اور جب ہم اسلامی سلطنت کی حدود میں داخل ہوئے تو میں مسلمان

ہوگیا اس وقت میری عمر ۱۸ سال کی تھی پھر میں ۵۴۰ھ میں بغداد آگیا۔

آپ کا انتقال ۶۰۵ھ میں ہوا اور بہاؤ الدین کی خانقاہ میں مدفون ہوئے

ابن ذہبی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بغداد تشریف لانے کے بعد آپ نے شیخ عبد القادر جیلانی کی صحبت اختیار کر لی اور ان کی وفات کے بعد اصفہان چلے گئے۔ دوسرے مورخین نے بھی آپ کی بہت تعریف کی ہے۔
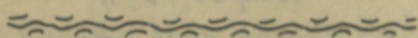
شیخ ابوالحسن علی بن حمید المعروف بہ صباغ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی مصر کے مشہور مشائخ و محققین اور عارفین میں سے ہوئے ہیں آپ سے اکثر کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا تھا انفاس صادقہ اور اشارات عالیہ کے مالک تھے علم لدنی میں مہارت تامہ حاصل تھی علامات قدس کے بارے میں آپ کی اطلاعات درست ہوتی تھیں اور عالم غیب آپ کے سامنے رہتا تھا ثبات و استقلال کی وجہ سے تصرفات کے مالک تھے یہ آپ ہی کا قول ہے کہ:

"مجھ پر اس راہ میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے علاوہ کسی کا احسان نہیں"۔

آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ خدا اور رسول ؐ کے احکام کی تعمیل کرنیوالوں میں آپ کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کی شخصیت کو عالم میں تصرف تام عطا کیا گیا تھا آپ سے بیشمار خارق عادات کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ رموز ولایت پر دستگاہ کامل حاصل تھی اور مملکت ولایت میں آپ کی حیثیت حکم کی تھی۔ آپ سالکین و عارفین کے لئے حجت اور زہد و ورع میں انفرادیت کے حامل تھے۔ آپ شیخ عبدالرحمٰن بن حجون مغربی کی زیر تربیت رہے اور مصر کے بہت سے مشائخ سے ملاقات کی لیکن شیخ عبدالرحیم سے شرف ارادت حاصل کیا جو آپ کے بیحد مداح تھے اور فرمایا کرتے کہ:

"جس دروازے سے ابوالحسن داخل ہوا ہے اس سے ہم بھی داخل نہیں ہوئے"

شیخ عبدالرحیم اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"شیخ ابوالحسن کو بارگاہ الٰہی میں بڑا رتبہ حاصل ہے اور وہ شیخ کامل ہیں"۔

دیارِ مصر میں آپ نے روحانی حکومت قائم فرمائی اور لاتعداد لوگ آپ کی ذات

سے بہرہ ور ہوئے۔ اُن میں شیخ ابوبکر بن شافع قوسی، شیخ علیم الدین منقوطی اور شیخ مجد الدین علی بن وہب وغیرہم شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے صاحبِ حال بزرگ آپ سے منسوب ہوئے اور صلحاء کی بڑی جماعت نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی مجلس میں ہمیشہ علماء فقہاء، صلحاء و فقراء کا مجمع رہتا تھا۔ اور سب آپ کے اقوال سے فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ اہلِ علم و دین کو محبوب رکھتے اور ہمیشہ تربیتِ مریدین کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ بہترین اخلاق و عادات کے حامل تھے۔ اور آپ کے اقوال لوگوں کی زبانوں پر رہتے۔ اُن میں سے ایک قول یہ ہے کہ:

"مُرید وُہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو اور کسی غیر کی جانب مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ کیونکہ یہی تو مقصود ہے کہ قربِ الٰہی حاصل ہو جائے، اشارات سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔ لیکن اگر حقیقت حاصل ہو جائے تو اس کی برداشت کی تاب نہ لاتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑے گا۔ اور اگر اس پر علومِ قدرت و حقیقت منکشف ہو جائیں تو زندہ نہ رہے۔"

پھر آپ نے مندرجہ ذیل شعر پڑھے ؎

تَسَرمَدَ وَقتِی نِیکَ فَھُوَ مُسَرمَدٌ وَ افنیتَنِی عَنِّی فَعُدتُ مُجَرَّدًا

میرا وقت تیرے لئے وقف ہو گیا، اور تو نے میری ہستی کو اس طرح فنا کر دیا کہ مَیں مجرد رہ گیا۔

تَفَرّدَ اَمرِی نَانفرت لِغُربَتِی نصرت غَرِیبًا فِی البَرِیَّۃِ اَوحَدًا

میرا حال غربت کے اعتبار سے سب سے جُدا ہے، اور مَیں مخلوق میں اجنبی بن کر رہ گیا ہُوں۔

وَکُلِّی بِکُلِّ الکُلِّ وَصلٌ مُحَقَّقٌ حَقَائِقُ قُربٍ فِی دَوَامٍ تَجَدَّدًا

مَیں کُلی طور پر کُل الکل سے واصل ہوں اور قرب حقائق کا مجھے دوام حاصل ہے۔

اکثر مندرجہ ذیل اشعار بھی پڑھا کرتے تھے ؎

بَقَائِیْ فَنَائِیْ فِیْ بَقَائِیْ مَعَ الْھَوٰی　　نَیَا وَیْحَ قلب فِیْ فَنَآءِ بَقَاؤُہٗ !

میری بقا میری فنا میں ہے، جو محبت کے ساتھ بقا میں مضمر ہے۔

وُجُوْدِیْ فَنَائِیْ فِیْ فَنَائِیْ فَاِنَّنِیْ　　مَعَ الانس یَا اٰتِیْنِیْ ھَنِیْئًا بلاؤہٗ

میرا وجود میری فنا ہے میری فنا میں، کیونکہ انس کے بعد اس کی مصیبتیں بھی بہت اچھی ہیں۔

نیامن دعا المحبوب سِرًّا لِسِرِّہٖ　　اتاکَ المُنٰی یَوْمًا اَتَاکَ مَنَاؤُہٗ

اے وہ جس کو محبوب نے خفیہ طور پر اپنا محرم راز بنانے کے لئے بلایا۔ اس دن تیری امید بر آئے گی جس دن تجھے فنا حاصل ہوگی۔

شیخ ابو القاسم نصر اللہ بیان کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ خلوت نشینی کا حکم دیتے اُن کے احوال معلوم کرنے کے لئے شب و روز اُن کے احوال کی نگرانی فرماتے۔ اور خلوت کدہ میں ان کی خبر گیری فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ جب ایک شخص کے حالات معلوم کرنے کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں اس کی خلوت کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہا ہے اور جب آپ نے وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ آج شب قدر ہے اور زمین کی ہر شے سجدہ ریز ہے۔ لیکن جب میں سجدہ کرنے کا قصد کرتا ہوں تو فولاد جیسی کوئی سخت چیز مجھے سجدہ کرنے سے روکتی ہے۔ یہ سُن کر شیخ نے فرمایا کہ:

"تم اس کیفیت سے جو تم محسوس کرتے ہو مت گھبراؤ کیونکہ وہ تم پر میری جانب سے مسلّط کی گئی ہے کیونکہ اس کے بغیر قربت حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ جو تم ہر شے کو سجدہ ریز دیکھ رہے ہو۔ یہ سب کچھ شیطانی افعال ہیں جو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی یہ سمجھ کر سجدہ کر لو کہ یہی تمھارے لئے راہِ ہدایت ہے"۔

شیخ کا یہ قول سننے کے بعد اس کو آپ کے قول میں کچھ شبہ سا پیدا ہو گیا۔ اور ابھی وُہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ نے سوال کیا کہ

"کیا تم میرے قول کی دلیل چاہتے ہو؟"

اور یہ کہہ کر جب اپنا داہنا ہاتھ اٹھایا تو وُہ انتہائے سمت مشرق تک پہنچ گیا اور جب بایاں ہاتھ اُٹھایا تو اقصائے مغرب تک منتہی ہُوا۔ اُس کے بعد شیخ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سمیٹ کر ملا یا تو وُہ شخص کہتے ہیں کہ مَیں جس نور اور سجدہ ریز اشیاء کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ وُہ سب اس طرح باہم مِل گئیں کہ اُن میں ایک گز کا فاصلہ بھی قائم نہیں رہا۔ پھر اس نور نے انسانی شکل اختیار کر کے چیخنا شروع کر دیا:

"یا سیدی الغوث الغوث اب نہیں آؤں گا"

اور جب مَیں شیخ کے قریب ہُوا تو دیکھا کہ آپ کے مُنہ میں سے ایسا نور نکل رہا ہے، جس سے ہر شے منوّر ہو گئی ہے اور وُہ شکل انتہائی بھیانک اور بدبودار دھوئیں کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور فضا میں غائب ہو گئی۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ

"یہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا سب تمہارے خیالات تھے۔"

فاضل ابو عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قنا نامی مقام پر مَیں شیخ کی خدمت میں حاضر رہتا اور اہل و عیال کے پاس نو ماہ کے بعد جاتا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مدّتِ معیّنہ سے قبل میرے دل میں اہل و عیال سے ملاقات کا بہت اشتیاق ہوا تو شیخ نے اندر سے تشریف لا کر فرمایا کہ

"اے محمد! کیا تم اپنے اہل و عیال سے ملنا چاہتے ہو؟"

اُور جب مَیں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک حجرہ میں دھکیل کر مجھے سر جُھکانے کا حُکم دیا۔ بعد میں جب مَیں نے آپ کے حکم پر سر اُوپر اُٹھایا۔ تو دیکھا کہ مَیں مصر میں اپنے مکان کے دروازے پر کھڑا ہوا ہوں۔ مَیں گھر میں داخل ہوا

تمام اہلِ خانہ سے سلام و تحیات کے بعد مَیں نے سب سے ملاقات کی۔ اور میں دن بھر گھر میں مقیم رہا اور دونوں وقت اُن کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنے والد کی خدمت میں بیس درہم پیش کئے۔ لیکن جب غروبِ آفتاب کے وقت اپنے گھر سے نکلا تو اچانک شیخ کی خانقاہ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ شیخ نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ:

"گھر والوں سے ملاقات کا شوق پُورا ہوگیا؟"

اس کے بعد مَیں ایک ماہ آپ کے پاس قیام کر کے آپ سے اجازت لے کر مصر کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ اور پندرہ یوم میں مصر پہنچ گیا۔ اُس وقت تمام اہلِ خانہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ تمھارے اچانک چلے جانے کی وجہ سے ہم سخت پریشان ہوگئے تھے۔ اور جب تمھارا پتہ نہ چلا تو تمھاری طرف سے مایوس ہوگئے تھے۔ اور جب مَیں نے مایوسی کی وجہ دریافت کی تو میری والدہ نے ساری باتیں بتائیں۔ لیکن مَیں نے شیخ کی وفات تک اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہیں کیا۔

ایک مرتبہ شیخ وضو کے لئے لوٹا اٹھا کر دریا کی جانب روانہ ہوئے تو قریب ہی سے ایک چیخ کی آواز سنائی دی تو آپ وضو ترک کر کے اس آواز کی طرف چل دیئے۔ وہاں لوگوں سے وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ ایک شخص کو مگرمچھ اُٹھا کر لے گیا ہے۔ چنانچہ جب آپ نے دریا پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مگرمچھ اس شخص کو اٹھائے ہوئے وسط دریا تک پہنچ گیا ہے۔ فوراً آپ نے اُس کو چیخ کر ڈانٹا تو مگرمچھ وہیں ٹھہر گیا۔ پھر آپ بسم اللہ پڑھ کر پانی کے اوپر چلتے ہوئے مگرمچھ تک جا پہنچے اور اُس کو حکم دیا کہ:

"اس کو اپنے منہ سے باہر نکال دے۔"

اور جب اُس نے اُس شخص کو چھوڑ دیا تو آپ نے مگرمچھ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ:

"اللہ کے حکم سے مُردہ ہوجا۔"

یہ الفاظ سنتے ہی وہ مر گیا۔ پھر آپ نے اس شخص سے کہا کہ:

"خشکی کی جانب چلو"
اُس نے عرض کیا کہ مجھے تیرنا نہیں آتا اس لئے پانی کو عبور کرنا میری استطاعت سے باہر ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ:
"اس راستہ پر چلتے رہو۔ یہ تمھیں خشکی تک پہنچا دے گا"
ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی دریا میں ایک پتھریلی سڑک نمودار ہو گئی۔ اور وہ شخص اس راستہ سے شیخ کے ہمراہ خشکی پر پہنچ گیا۔ اور جب دونوں دریا عبور کر چکے تو پانی پھر اپنی اصلی شکل میں آگیا۔ یہ منظر تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

شیخ مجدالدین قشیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ کے پاس اکثر سانپوں اور شیروں کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مَیں نے دیکھا کہ آپ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت آپ کے پاس آسمان سے تین چار افراد نازل ہوئے۔ در حقیقت اُس وقت آپ کے پاس رجالِ غیب کا بہت بڑا مجمع تھا۔ اور جنات کے مشائخ بھی آپ کے پاس موجود تھے جن کو آپ امتثالِ امر کا درس دے رہے تھے۔ اس وقت اگر آپ شیر کو حکم دیتے کہ اپنی جگہ سے مت ہلنا تو وہ کسی کو ایذاء پہنچائے بغیر اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔

ایک قطب عورت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مدتوں آپ سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتی رہی لیکن حکم شرعی کے مطابق نہ تو اُس نے کبھی آپ کو دیکھا، نہ آپ سے ہمکلام ہوئی اور نہ کبھی آپ ہی نے اس کو اُس کے اس طرزِ عمل سے منع فرمایا۔

شیخ ابو حجاج تصری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مُرید نے آپ سے پوچھا کہ انوارِ الٰہی کے مشاہدے کی کیا علامت ہے اور کس طرح اس کے وجود کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ:

اس باطن پر نظر ڈالو جو وجود میں قائم ہے اور جس سے ہر شے کا وجود قائم ہے۔ پھر اگر وہ وجود کسی گناہگار پر نظر ڈال دے گا تو اس کو زندگی عطا کر دے گا اور جس شخص پر بھی اُس کی نظر پڑے گی۔ اس کو فنا کر بنا دے گی اور اگر کسی ناقص پر نظر پڑے گی تو اُس کو مکمّل اور جامع بنا دے گی"۔

یہ جواب سُن کر ایک اور مرید نے پوچھا کہ جو ہستی اس صفت سے متصف ہو، اُس کی شناخت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ

"اگر وُہ پتھر پر نظر ڈال دے گا تو وُہ بھی ہیبتِ نظر سے پگھل جائے گا"۔

یہ فرما کر جب آپ نے قریب پڑے ہوئے پتھر پر نظر ڈالی تو وُہ پگھل گیا۔

ایک مرتبہ دیارِ مصر میں کسی بزرگ کے احوال سلب کر لئے گئے، اور وُہ روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ آپ میرے احوال واپس کر دینے پر مکمل قادر ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"تم اس وقت تک صبر کرو جبتک میں تمھارے احوال کے واپسی کی اجازت حاصل نہ کر لوں"۔

چنانچہ آپ نے تین یوم کے توقف کے بعد جب چوتھے دن اُس کے ساتھ شہد اور دودھ کھایا تو اُس نے محسوس کیا کہ اس کی حالت پہلے سے کہیں بہتر ہو گئی ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ

"میں نے تیرے احوال کی واپسی کے لئے اجازت حاصل کر لی تھی اور جب تو نے میرے ہمراہ شہد اور دُودھ کھایا تو تیرے احوال واپس آ گئے لیکن اس کی وضاحت تیرے اوپر اُس وقت نہ ہو گی جب تک تو میری بستی سے باہر نہیں نکل جائے گا۔ اس وقت تجھے محسوس ہو گا

کہ تیرے احوال پہلے سے دُگنے کر دیے گئے ہیں۔ اور اب اُن میں کسی کو تصرّف کا حق حاصل نہیں۔"

شیخ حجاج اقصر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالحسن صبّاغ دوپہر کے وقت قرص کے باغات میں سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک کبوتری درخت پر بیٹھی بہترین لحن کے ساتھ نغمہ سرائی کر رہی ہے، چنانچہ آپ وہیں ٹھہر گئے اور جب آپ کے اوپر استغراقی کیفیت طاری ہوئی تو آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

حمام الاراك الا فلخبرينا — بمن تهتفين وعن تند بينا

اے درخت اراک کی کبوتری ہمیں بتا کہ تو کس کو پکارتی اور کس کا نوحہ کرتی ہے۔

فقد شق نوحك ويحك القلوب — فاجريت ويحك ماء معينا

تیرے نوحہ نے قلب کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور تُو نے ایک پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔

تعالیٰ نقم ماتما للفراق — ونندب احبابنا الظاعنينا

آجا ہم بھی فراق میں ماتم کریں اور اپنے رخصت ہو جانے والے احباء کو آواز دیں

واسعدك بالنوح تسعدے — كذلك الحزين يواسي الحزينا

میں نوحہ خوانی میں تیری مدد کروں تاکہ تو میری مدد کر سکے کیونکہ اس طرح ایک غمزدہ دوسرے غمزدہ کی غمخواری کرتا ہے۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد آپ پر رقّت طاری ہوئی اور آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

ايبكي حمام الايك من فقد الفه — واصبر عنه كيف ذاك يكون

کیا جھاڑیوں کی کبوتری اپنے محبوب کو روئے اور میں صبر کروں یہ کیونکر ممکن ہے؟

ولم لا ابكي واندب ماضيا — وداء الهوىٰ بين الضلوع مكين

میں گزرے ہوئے کو کیوں نہ روؤں جبکہ محبت کا مرض سینے میں موجود ہے۔

لقد کان قلبی حبك قاسیا — فان دامت البلوی به سیلین

تیری محبت سے قبل میرا دِل سخت تھا، اگر عشق کا روگ اسی طرح لگا رہا تو قلب جلد ہی نرم ہو جائے گا۔

وعدٰ بھم ھم یھیج حزنہ — فنسھم والاحزان نیہ ستون

انھیں غم نے تکلیف دی جس کا غم دل کو ہُوا، تیروں اور غموں نے اس دل کو طرح طرح سے ستایا۔

اِن اشعار کو پڑھنے کے بعد آپ پر پھر غشی طاری ہوئی اور پُر سکون ہونے کے بعد یہ اشعار پڑھے ؎

غنتی فی الفراق صوتا حزینا — ان بین الضلوع داء دفینا

میرا گانا فراق میں غمگین آواز کے ساتھ ہے، اس لئے کہ ہڈیوں میں مرض پوشیدہ ہے۔

کل امر الدنیا حقیر لیسیر! — غیر ان یفقد الفرین القرینا

دنیاوی تمام امور حقیر و قلیل ہیں، لیکن یہ کہ دوست دوست کو گم کر دے۔

ثم جد لی بدمع عینیک باللہ — رکن لی علی البکاء معینا

آنسوؤں کے ساتھ خدارا مجھ پر سخاوت کر اور گریہ و زاری میں میرا معاون بن جا۔

فما بکاء الدماء فضلا عن الدمع — ومثل الفراق یبکی العیونا

مَیں تو عام آنسوؤں کی جگہ خون کے آنسو روتا ہوں۔ کیونکہ فراق جیسی شے آنکھوں کو رلاتی ہی رہتی ہے۔

اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہے اور وُہ کبوتری آپ کے سامنے گری اور پھڑپھڑا کر مرگئی۔ پھر آپ کے اوپر غشی طاری ہوگئی اور افاقہ ہونے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے ؎

وردنا علی الھوئے منھل عذب — وحط بہ للسفر اشواقۃ الرکب

ہم عشق کے شیریں چشمہ پر اترے اور شوق کی سواریوں کے ساتھ سفر کیا۔

فلما وردنا ماؤہ الھب الظما الا من رای ظمآن الھبہ شرب

اور جب ہم چشمے پر اترے تو پیاس بھڑک اٹھی اور جو پیاسے کو دیکھتا ہے اس کی پیاس بھی بھڑک اٹھتی ہے۔

اکب الھوی یزکی علی زنادہ ایا قادحا امسک فقد علق الحب

محبت اس طرح وابستہ ہوگئی کہ اس کا چقماق مجھ پر روشن ہوگیا۔ اور اے ناصح ذرا ٹھہر جا کیونکہ محبت مجھ سے چمٹ گئی ہے۔

ولو انني اخليت قلبي لغيركم من الناس محبوبا لما وسع القلب

اور اگر میں اپنے قلب کو تمہارے سوا کسی دوسرے کی محبت کے لئے خالی کر دوں، تو میرے قلب میں اس کی گنجائش نہیں۔

اعاتبكم لا عن ملال ولا عن قلى ولكن اذا اصح الهوى حسن العتب

میں تمھیں تنگدلی اور ناراضگی کی وجہ عتاب نہیں کرتا لیکن جب محبت اچھی ہوتی ہے تو عتاب بھی اچھا ہوتا ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے حال میں مستغرق ظہر کے وقت جب قنا پہنچے تو وہاں شیخ عبدالرحمٰن بن حجون اور شیخ یوسف قلونسی کو اپنا منتظر پایا۔ اُن کو دیکھ کر پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

خلیلی من طول الملام دعانی لقد جل مافی الھوی وکفانی

اے میرے دوستو مجھ کو ملامت سے معاف رکھو کیونکہ وہ شے بہت عظیم اور کافی ہے جو مجھے محبت میں حاصل ہوئی ہے۔

دعا الحب قلبی فاستجابت جوارحی ونمت دموعی بالذی تریانی

میرے قلب کو محبت نے دعوت دی اور میرے اعضا نے اس کو قبول کیا۔ اور میرے

آنسوؤں نے اس کی چغلی کھائی جیسا تم دیکھ رہے ہو۔

فیا من بجبیدہ بست تذللا　　فصرت دموعی بالذی تریانی

اے وہ ہستی جس کی محبت میں میں نے ذلت کا لباس پہنا اور ایسے حال کو پہنچ گیا کہ زمانے میں میرا ثانی نہیں رہا۔

کان رقیبا منک یرعی خواطری　　وآخر یرعی ناظری ولسانی

گویا رقیب میرے خیالات کی نگرانی کرتا رہتا ہے اور دُوسرا میری آنکھ اور زبان کی نگرانی کرتا ہے۔

اسر واخفی ما بقلبی من الھوی　　علی کل حال فی یدیک عنانی

میں اپنے قلب میں اس کی محبت کو چھپائے ہوئے ہوں، کیونکہ ہر حال میں میری باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔

وانت علی الحالات لاشک ناظر　　علی القرب و البعد البعید ترانی

بلاشبہ تمام حالات تیرے سامنے ہیں کیونکہ قرب و بُعد دونوں حالتوں میں تو مجھ کو دیکھتا رہتا ہے۔

آپ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ حتّٰی کہ آپ کے ساتھ وہ دونوں شیوخ بھی روتے رہے۔ پھر جب آپ فارغ ہو چکے تو شیخ عبدالرحیم نے یہ اشعار پڑھے ؎

ما ان ذکرتک الا الھم بغلقنی　　سری و ذکری و فکری عند ذکراکا

تیرے ذکر کے ساتھ ہی غم نے مجھے بے چین کر دیا، کیونکہ میرا باطن میرے ذکر و فکر تیرے ہی ذکر سے وابستہ ہیں۔

حتّٰی کان رقیبا منک یھتف بی　　ایاک ویحک والتذکار ایاکا

حتّٰی کہ رقیب تیری جانب سے مجھ کو پکار کر کہتا ہے کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تُو یاد سے

بچنا چاہتا ہے۔

اجعل مشہودک فی لقیاک تذکرۃ　　فالحق اذکارہ ایاک لقیاکا

بطورِ یادگار اپنی ملاقات کو حضوری میں تبدیل کر دے اور اپنی یاد کو اپنی ملاقات کے ساتھ وابستہ کر دے۔

اما تری الحق قد لاحت شواھدہ　　واصل الکل من معناک معناکا!

کیا تم حق کو نہیں دیکھتے کہ اُس کے شواہد چمک رہے ہیں اور آپ کی رُوح سے اُس کو وصل حاصل ہوا۔

شیخ عبدالرحیم کے بعد شیخ یوسف نے یہ اشعار سنائے ع

والبین فیہ لمن ذاق الھوی اجل　　بہ النفوس عن الاجساد یرتحل

جس نے محبت کا ذائقہ چکھ لیا۔ جدائی اس کے لئے ایسی موت ہے جس طرح سانس جسم سے کوچ کر جاتا ہے۔

والبین کون لروح المستھام اذا　　ماقیل قد بان من تھواہ واحتملوا

دَورِ فراق اُس کے اعضاء میں برسوں قائم رہتا ہے اور اُس کی سوزش کی آگ روشن رہتی اور بھڑکتی رہتی ہے۔

والبین یسکن فی اعضائہ زمناً　　ونار لوعتہ تذکر و تشمغل!

فراق عاشق کی روح کو اس وقت لاحق ہوتا ہے جب کہہ دیا جائے کہ تیرا محبوب اور اُس کے اہلِ خانہ رخصت ہو گئے۔

یا سائلاً کیف مات العاشقون فما　　ماتوا ولکن باسیاف الھویٰ قتلوا!

اے سوال کرنے والے عشاق کس طرح مرتے ہیں، سُن لے کہ عشاق شمشیرِ خواہشات سے قتل ہو کر مرتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن صبّاغ قنا کے باشندہ تھے جو مصر کی ایک بستی ہے۔ وہیں ماہ شعبان ۶۱۲ھ میں وفات پائی، اور شیخ عبدالرحیم کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار پر بکثرت زائرین حاضر ہوتے ہیں۔

آپ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ

"وہ خاصانِ خدا اور صدیقین میں سے تھے اور آپ کو جو مرتبہ حاصل ہوا۔ وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے تو یہ شعر پڑھا کرتے ؏

حسنك لا تنقضی عجائبه — كالبحر حدث عنه ولا حرج

تیرے حسن کے عجائب ختم ہونے والے نہیں، جیسے سمندر کہ اس کے بارے میں بیان ہی کرتے چلے جاؤ۔
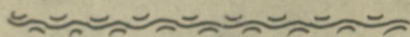
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دیگر حالاتِ زندگی مناقب و ملفوظات وغیرہ!

جائے پیدائش جناب قطب یونینی بیان کرتے ہیں کہ آپ سنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے لیکن حضرت شیخ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ جب میں نے اپنے والد ماجد سے ان کی جائے ولادت کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ

"مجھ کو اس کا صحیح علم نہیں ہے لیکن میں بغداد اُسی وقت آیا ہوں، جس سال تمیمی کا انتقال ہوا ہے اور اُس وقت میری عمر اٹھارہ[1] سال کی تھی۔ اور تمیمی کا انتقال ۴۸۸ھ میں ہوا ہے۔"

علامہ شمس الدین کا بیان ہے کہ آپ سنہ ۴۷۰ھ میں شہر جبل میں تولد ہوئے جو بلادِ دیلم میں بہت عظیم شہر ہے اور اس کو کیل بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن ابنِ حجاج شاعر نے اپنے اشعار میں اس کو کال کہا ہے۔ جو کسریٰ کی حکومت میں ایک مشہور بستی ہے۔

وفات حضرت شیخ کا وصال[2] ۱۸، ربیع الآخر ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ۵۶۱ھ میں ہوا۔ اور رات ہی کو باب الازج کے مدرسہ میں تدفین ہوئی۔

لہ اس طرح آپ کا سنہ ولادت سنہ ۴۷۰ھ ہوتا ہے۔
لہ۲ اس طرح آپ کی عمر اکیانوے ۹۱ سال ہوتی ہے۔

ابنِ جوزی رات کو تدفین کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے تمام سڑکیں، بازار اور مکانات بھر گئے تھے جس کی وجہ سے تدفین ممکن نہیں تھی۔ اِس قسم کے اقوال ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر نے بھی اپنی تواریخ میں نقل کئے ہیں۔ دوسرے مؤرخین سے بھی اسی قسم کے اقوال منقول ہیں۔

نمازِ جنازہ

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نماز میں حضرت شیخ کی اولاد، مریدین اور تلامذہ بھی شامل تھے خانقاہ میں رات کو تدفین کے بعد دوسرے دن جب دن چڑھے۔ مدرسہ کا دروازہ کھولا گیا تو بے تابانہ طور پر لوگ مزار کی زیارت کو دوڑ پڑے۔ یہ خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف کا دورِ حکومت تھا۔

ایک قول شیخ ابوالفضل احمد بن شافع کا یہ ہے کہ آپ ۴۷۱ھ بلادِ جیلان کے ایک قصبہ بنیق میں تولد ہوئے جو طبرستان کے پیچھے بلادِ متفرقہ میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ

"بچپن میں جب میں مکتب جاتا تھا تو ہر روز ایک فرشتہ انسانی شکل میں مجھے گھر سے مکتب تک پہنچانے آیا کرتا تھا۔ جس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ وُہ فرشتہ تمام بچوں کو حکم دیتے کہ میرے لئے مکتب میں بیٹھنے کی جگہ بناتا اور مجھے بٹھا کر واپس چلا جاتا۔

ایک دن جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ "میں ایک فرشتہ ہوں اور اللہ مجھ کو اس لئے بھیجتا ہے کہ جب تک تم مکتب میں رہو میں تمہارے ہمراہ رہوں گا"

حکایت کے طور پر نقل کیا گیا ہے کہ شیخ کے کسی معتقد نے اپنی بیوی کیلئے طلاق مغلظہ کی قسم کے ساتھ کہا کہ میں ابو یزید بسطامی سے افضل ہوں۔ اور جب

علماء عراق سے اس مسئلہ پر فتویٰ طلب کیا گیا تو کسی نے بھی فتویٰ کا جواب نہیں دیا۔ جب وہ شخص زیادہ پریشان ہوا تو لوگوں نے اس کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس نے آپ کے پاس جا کر پورا واقعہ بیان کیا اور معلوم کیا کہ میں اپنی بیوی کو علیحدہ کروں یا ساتھ رکھوں؟ آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ

"ساتھ رکھو کیونکہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تم ابو یزید بسطامی پر فضیلت و سبقت اس اعتبار سے رکھتے ہو کہ تم نے فتویٰ کا علم حاصل کیا۔ اور وہ مفتی نہیں تھے۔ تم نے نکاح کیا اور ان کا نکاح نہیں ہوا۔ تم اپنی اولاد کے رزق کا خیال رکھتے ہو اور وہ اس سے محروم تھے۔"

سلطان العلماء شیخ عزالدین عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ جس تواتر کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات ہم تک پہنچی ہیں۔ اس تواتر سے کسی اور ولی کی کرامتیں نہیں دیکھی گئیں۔ شیخ عبدالعزیز کو علم و عمل کے اعتبار سے جو مقام حاصل تھا وہ بھی محتاجِ تعارف نہیں۔

قاضی مجیرالدین اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عزیزالدین عبدالعزیز اپنے علم و زہد کے اعتبار سے مرتبہ اجتہاد تک پہنچے اسی طرح آپ کے مکاشفات بھی اظہر من الشمس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس دور کے سلطان الاولیاء کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ آپ مجلسِ سماع میں شرکت فرماتے اور آپ پر کیفیت بھی طاری ہوتی تھی۔ آپ نے ۶۶۰ھ میں وفات پائی۔

کسی نے شیخ الاسلام شہاب الدین بن حجر سے سوال کیا کہ کیا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سماع میں شریک ہوتے تھے؟ اور سماع میں فقراء دف یا دوسرے ساز دل کا بھی استعمال کرتے تھے؟ کیا شیخ نے کبھی سماع کے مباح یا حرام ہونے کے متعلق بھی کچھ فرمایا ہے؟

شیخ شہاب الدین نے جواب دیا کہ

"جہاں تک ہمارے پاس شیخ کے صحیح حالات پہنچے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ آپ فقیہہ و زاہد اور عابد و واعظ تھے اور لوگوں کو زہد اختیار کرنے اور تائب ہونے کا درس دیتے تھے۔ گناہ کی سزا سے لوگوں کو ڈراتے تھے

بیشمار لوگ آپ کے ہاتھ پر تائب بھی ہوئے۔ آپ سے اس کثرت کے ساتھ کرامتیں منقول ہیں کہ آپ کے اہل عصر یا آپ کے بعد آنے والے اولیاء سے منقول نہیں۔ لیکن ہمیں مزامیر کے ذریعہ سماع میں شرکت کا علم نہیں۔"

سالک الابصار کے مصنف ابو العباس احمد تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ایسی جماعت کے سردار تھے جو دن میں سست نہیں ہوتے۔ اور آخر شب میں استغفار کرتے ہیں۔

آپ ہاشم بن عبد مناف کے خاندان میں پیدا ہوئے اور انہی جیسی شان و شوکت کے مالک تھے۔ آپ نے ایسے حوض سے پانی پیا جو آزاد جانوروں سے پائمال نہیں کیا جاتا۔ شرف و مرتبہ کے اعتبار سے آپ بہت بلند و برتر تھے۔ اور نسبت علوی کی وجہ آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ آپ کی مجلس میں لوگ مسلسل روتے رہتے تھے اور آپ کے اصحاب ہر وقت اس حالت میں رہتے کہ دیکھنے میں تو وہ جامد پہاڑ معلوم ہوتے لیکن ہر لمحہ پارہ کی طرح متحرک رہتے۔ آپ کا اجتہاد و جہاد دائمی تھا۔

آپ فرمایا کرتے کہ

"اللہ تعالیٰ مجھے مقام محمود عطا فرمائے گا۔"

آپ اپنے جلیسوں میں ممتاز اور توکل علی اللہ کے سلسلہ میں سب سے بلند تھے۔ آپ ایسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے جو رات میں کم سوتے ہیں اور صبح تک مشغول

عبادت رہتے ہیں۔ آپ نے سنسان صحراؤں اور خالی دریاؤں میں قیام کر کے وہ مقام حاصل کیا۔ جس کی وجہ سے عوام و خواص آپ کے رطب اللسان ہوئے۔

شیخ عفیف الدین اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو شریعت کی باریکیوں اور علم کے زیور سے آراستہ کیا گیا تھا۔ آپ شریعت اسلامیہ سے متعلق علوم و فنون سے آراستہ تھے۔ اور آپ کے سر پر علمِ دین کا تاج رکھا گیا تھا۔ ظاہری و باطنی خوبیاں آپ میں مجتمع تھیں۔ آپ نے خدا کی طرف توجہ کر کے تمام مخلوق کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اور اپنے رب کے پاس لے جانے کے لئے بہترین اخلاق و آداب کو زادِ راہ بنایا تھا۔ آپ کا جھنڈا بلندیوں پر نصب کیا گیا تھا۔ آپ کے منازلِ جلالی کو سما۔ قرب میں ستاروں کی بلندیاں عطا کی گئیں۔ آپ کے قلب پر ایسی نظر ڈالی گئی جس نے اسرارِ باطن کو منکشف کر دیا اور آپ کی بصیرت نے غیب کے محلوں میں عروسِ حقائق کا مشاہدہ کیا۔ آپ کا باطن خلوتِ الٰہی میں اس طرح قیام پذیر رہا کہ محبت کو محبوب سے ملا کر آپ کے باطن کو مجد و کمال کے مقامات تک بلند کر دیا۔ آپ عز و جلال کے معاملہ میں اس طرح حاضر ہوئے کہ تمام اسرار آپ پر منکشف ہو گئے اور حق الیقین کی حقیقت آپؒ پر واضح ہو گئی اور آپ کو اسرارِ نہاں مطلع کر کے یہ انفرادیت عطا کی گئی کہ عالمِ مجازی قضاؤ قدر کا مشاہدہ کرنے لگے۔ آپ نے حکمتوں کو کانِ حکمت سے نکال کر ظاہر کیا۔ پھر آپ کے پاس تدنیس و تلبیس سے پاک حکم پہنچا کر حلبۂ نورانیہ میں مجلسِ وعظ قائم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ماہِ شوال ۵۲۱ھ میں آپ نے ایسی مجلس قائم کی جس پر برکت ہیبت و رونق نے سایہ کر رکھا تھا۔ اولیاء و ملائکہ نے اس محفل کے انعقاد پر مبارک بادیں دیں۔ پھر اس مجلس میں آپ نے لوگوں کو علی الاعلان قرآن و سنت کے احکام بیان کر کے دعوت الی اللہ کو عام کیا۔ اور نہ صرف عوام نے آپ کی

دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کی بلکہ آپ کی دعوت کو قلوب عارفین اور ارواحِ مشتاقین نے قبول کیا۔ رویت جمال کی خاطر صحرائے شوق کے متوالوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ آپ نے قلوب کو وصال اور عقول کو شرابِ قدس سے سیراب فرمایا۔ رخِ معرفت سے نقاب اٹھا کر قلوب کو بساطِ انس پر کھڑا کر دیا۔ جمال قدم کی جانب قلوب کو حرکت دی۔ اور کمالِ کرم کی نعت کو سُن کر روحیں رقص کناں ہو گئیں۔ طیورِ اسرار بارگاہ قدس میں حسین آوازوں کے ساتھ نغمہ سرائی کرتے ہوئے شوق و محبت میں اپنے آشیانوں کی جانب پرواز کرنے لگے۔ عروس مواعظ کو وہ آراستگی عطا کی۔ جس کے حسن و جمال سے قلوب مشتاق ششدر رہ گئے۔ مواہب پوشیدہ کو اس طرح سپرد کیا کہ اس کے جمال کی طرف ریاضِ انس کی حکمتوں کے نفوس مائل ہو کر رہ گئے۔ بحرِ علوم کی تلاطم خیز موجوں میں جواہرات توحید حاصل کر کے معانی کے موتیوں اور یاقوت سے ریاضِ حق کو مرصع کیا۔ بساطِ الہام پر فتوحات کے موتی اس طرح بکھیرے کہ صاحبانِ عقل و فہم نے ان کے حصول میں سبقت اختیار کی۔ پھر فوائد ہدایت کا ہار بنا کر اہلِ ہمم کے گلے میں ڈال دیا جن کے ذریعہ وہ لوگ حکمِ الٰہی سے بلند مقامات تک پہنچے۔ صرف انہی لوگوں نے آپ کی بات سُنی اور آپ سے امیدیں وابستہ کیں جن پر توبہ کی اہمیت واضح ہوئی اور جن کے آنسو روتے روتے خشک ہو گئے۔ کتنے ہی معصیت کار آپ کے توسل سے راجع الی اللہ ہوئے۔ کتنے ہی تباہیوں سے محفوظ و مامون رہے۔ کتنے ہی مدہوشوں نے شراب ہوس سے نجات پائی۔ کتنے ہی قیدیوں نے قید حرص سے رہائی حاصل کی۔ کتنے ہی آپ کے ذریعہ برگزیدگی کے اعلیٰ مقامات تک پہنچ کر ابدال و اوتاد بنے۔ اس طرح آپ کے فیوض و برکات زمانے کے لئے جاری و ساری ہوئے۔ چنانچہ آپ کی منقبت میں کسی شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں؛ ؎

عبدك فوق المعال مرتبة — وله المحاسن م انفخار الافخر

تیرا غلام باعتبار مرتبہ بلندیوں سے بھی بلند ہے اور اس کے محاسن نہایت قابلِ فخر ہیں۔

وله الحقائق والطرائق فی الهدیٰ — وله المعارف کالکواکب تزهر

اس کو ہدایت میں محفوظ حقائق اور طریقے حاصل ہیں۔ اور اس کے معارف ستاروں کی طرح روشن ہیں۔

وله فی الفضائل م المکارم والنداء — وله المناقب فی المحافل تنشر!

وُہ فضائل و مکارم اور سخاوت کا حامل ہے اور اس کے مناقب محفلوں میں بیان کئے جاتے ہیں۔

غوث الوریٰ غیث الندیٰ نور الهدیٰ — بل الدجیٰ شمس الضحیٰ بل انور

وہ مخلوق کا مددگار، سخاوت کی بارش اور ہدایت کا نور ہے، وُہ تاریکیوں کا چاند اور صبح کے سورج سے بھی زیادہ منور ہے۔

قطع العلوم جمع العقول فاصبحت — اطوارها من دونه تتحیر

اس نے عقول کے ذریعہ علوم حاصل کئے اور اس کی ہدایت کے بغیر عقلیں متحیر رہتی ہیں۔

مانی علاه عقالة لمخالف — غسائل الاجماع فیه تسطر

اس کے مخالفین کو بھی اُس کی بلندی میں کلام نہیں اور اس پر سب کا اجماع ظاہر ہے۔

اور یہ بات درست ثابت ہوئی کہ آپ نے زمانے کو منور کیا، مناصبِ دین کو آپ سے شرف حاصل ہوا۔ مراتبِ علم آپ ہی کے ذریعہ بامِ عروج تک پہنچے۔ شریعت کو آپ سے نصرت حاصل ہوئی، علماء کی ایک عظیم جماعت آپ سے وابستہ رہی۔ اور آپ کے تلامذہ میں بے شمار فقہاء پیدا ہوئے۔ لاتعداد مشائخ و فقراء نے آپ

سے خرقہ حاصل کیا۔ اور تمام شیوخ یمن آپ کے رجوع ہوئے۔ اُن میں سے بعض نے تو قاصدوں کے ذریعہ خرقہ ارسال کیا۔ (ان کی عزّت افزائی فرمائی)۔

مشائخ کرام نے آپ سے خرقہ حاصل کرنے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اشعار بھی کہے:

وفی منہج الاشیاخ اللباس خرقہ	ومنشور فضل یرجع الفرض الاصل

شیوخ کا طریقہ خرقہ پہننا ہے۔ اور منشور فضل یہی ہے کہ فرع اصل کی جانب لوٹتی ہے۔

یرجع لبس الیمانیین یرجع غالبا	الی سید نسای مختار علی الکل

اور یمانیوں کا خرقہ پہننا رجوع کرتا ہے۔ ایسے سردار کی طرف جسے پوری مخلوق پر فخر حاصل ہے۔

امام الوریٰ قطب الملا قائلا علیٰ	رقاب جمیع الاولیاء قدی اعلیٰ

اور مخلوق کے امام جماعت کے قطب ایسے ہیں جنھوں نے کہا کہ تمام اولیاء کی گردنوں پر میرا قدم ہے۔

فطاطالہ کل لشرق ومغرب	رقابا سوی فرد فعوقب بالعزل

پھر لپیٹ کر دیا ان کے لئے مشرق ومغرب نے اپنی گردنوں کے سوائے اُس کے جس کو معزول کر کے سزا دی گئی ہو۔

ملیک لہ التصریف فی الفردوس فی الکون نافذ	بشرق وغرب لارض والوعر والسھل

وُہ ایسے بادشاہ ہیں کہ اُن کا تصرف کائنات اور مشرق ومغرب کی نرم وسخت زمین پر قائم ہے۔

سراج الھدیٰ شمس علی فلک العلیٰ	بجیلان سبدآھا علاھا بلاافل

وُہ شمع ہدایت اور بلندی کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ جن کا ظہور جیلان میں ہوا، اور جو نہ غروب ہونے کے لئے بلند ہوئے۔

طراز جمال مذھب فوق حلة — غدا الکون منھا الدھر یختال فی ارفل

نقوشِ جمال سونے کے تاروں سے لباس پر منقش ہیں، جس لباس کو پہن کر وہ زمانہ بھر میں ناز سے چلتے ہیں۔

یتیمة در زان عقد ولائه — یھیج علی جید الوجود به مجتلی

وہ ایسے یکتا موتی ہیں جس نے اُن کے ولایت کے ہار کو زینت بخشی اور جس کی وجہ سے وجود کی گردنیں آراستہ ہوگئیں۔

آپ کی کرامات شمار و قطار سے زیادہ ہیں۔ علماء و ائمہ سے تواتر کے ساتھ آپ کی کرامتیں نہ صرف منقول ہیں بلکہ بہت سوں نے اُن کو دیکھا بھی ہے۔ دنیا کے کسی بزرگ سے اتنی کثیر تعداد میں کرامات کا ظہور ثابت نہیں۔

ہم نے اُوپر کے اشعار میں بالا اختصار آپ کے محاسنِ کلام کو بیان کر دیا ہے جو مشہور بھی ہیں اور اس طرح منسلک بھی ہیں جن کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔

حافظ محب الدین بن نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ حلبۂ نورانیہ کا نام حلبہ برانیہ تھا۔ جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ماہِ شوال ۵۲۱ھ حلبہ برانیہ میں مجلسِ وعظ قائم کی تو اس کے بعد سے اس کو حلقۂ نورانیہ کہا جانے لگا۔ شیخ یافعی فرماتے ہیں کہ برانیہ کو نورانیہ کے نام سے اس لئے تبدیل کیا گیا کہ وہ جگہ حضرت شیخؒ کے وعظ کی مجلس سے منور ہو گئی تھی۔

شیخ الاسلام محی الدین نووی اپنی کتاب "بُستان العارفین" میں رقمطراز ہیں کہ جس کثرت سے ثقہ راویوں کے ذریعہ ہم تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات پہنچی ہیں۔ ہمیں علم نہیں کہ کسی اور شیخ سے اس قدر کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ آپ حنابلہ اور شافعیہ کے سادات کے شیخ تھے اور اسی طرح اپنے دور کی روحانی حکومت کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ آپ کے فیضِ صحبت سے بیشمار اکابر فیضیاب ہوئے۔ عراق کے

مشائخ عظام آپ سے منسوب رہے۔ آپ کے ارادت مندوں میں قابلِ فخر صاحبانِ روحانیت کا جمِ غفیر رہا ہے۔ لاتعداد لوگ آپ کے تلامذہ میں سے بلند مقامات تک پہنچے۔ تمام مشائخ کرام کا آپ کی فضیلت پر اجماع ہے۔ بڑے بڑے صاحبانِ عظمت مشائخ آپ کے فرمان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اطرافِ عالم سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نذریں پیش کرتے اور اہلِ سلوک بھاگ کر آپ کی خدمت میں پہنچتے رہتے تھے۔

آپ اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے حامل نہایت متواضع اور بہت زیادہ علم و عقل کے مالک تھے۔ احکامِ شرعیہ پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہتے اور اہلِ علم کی تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ مبتدعین پر غضبناک ہوتے اور طالبانِ حق سے محبت کرتے تھے۔ پوری زندگی مجاہدے اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ اہلِ معرفت کے لئے آپ کا کلام معارف سے بھرا ہوا کرتا تھا۔ جب کوئی حدود اللہ کو توڑتا تو آپ سخت غصہ کرتے۔ سخاوت و کریم النفسی آپ کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ خلاصہ یہ کہ اس دور میں آپ جیسا کوئی شیخ پیدا نہیں ہوا۔

آپ کے مناقب کے بارے میں قاضی ابو بکر ابن قاضی موفق الدین اسحاق کی ایک بہت طویل مدحیہ نظم بھی ہے، جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

قصیدۂ مدحیہ

ذکر الالہ حیات قلب الذاکر　　　فامت بہ کید الغرور الغادر

خالق کا ذکر ذاکروں کے لئے زندہ دلی کا سبب ہے۔ لہٰذا اس ذکر سے غرور و غدر دھوکہ دہی کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔

واذکرہ واشکرہ علی الھامہ　　　ذکر تعنت بالذکور الشاکر

اب جس طرح وہ الہام کرے اس کا ذکر و شکر کرو۔ ایسا ذکر و شکر جو ذاکر کی عاجزی کا مظہر ہو۔

واعد حدیثاً عن لیال قد مضت　　　بالابرقین بالعذیب و حاجر

اور اُن گزری ہوئی راتوں کو یاد کر جو تو نے مقام ابرقین عذیب اور حاجر میں گزاری تھیں۔

سقیا لایام العتیق واھلہ　　　ولکل من ورد الحمی من زائر!

ایام عتیق میں بسنے والوں کو مبارک ہو اور ہر ایک زائر کو جو اس کے جنگل کی بھیڑ سے ہو کر نکلے۔

اخلی من الامن استبان لخائف　　　والوصل بعد تقاطع وھناجر

کیا وہ زائر امن و امان سے علیحدہ ہو کر خوف زدہ ہو جاتا ہے حالانکہ اصل علیحدگی ہجرت کے بعد بھی ممکن ہے۔

ایام لا اقمارھا محجوبۃ　　　عنا ولا غز لانھا بنوافر

اس زمانہ میں جس کے چاند ہم سے پوشیدہ نہیں۔ اور نہ اس کی ہرنیاں ہم سے خوف زدہ ہیں۔

و تعود اعیادی بعود رضاکم　　　عیشی و تملا بالسرور سرائری

میری عید آپ کی خوشنودی سے لوٹ آئے گی اور میرے دل کو سرور سے بھر دے گی۔

لقد وقفت علی الطول سائلا عن اھل ذلک الحی وقفہ حائر

اور میں حیران و سرگردان کھنڈرات پر وہاں کے بسنے والوں کے بارے میں پوچھتا رہا۔

فاجابنی رسم الدیار وقد جرت فیہ دموعی کالسحاب الماطر

تو مجھے کھنڈرات نے جواب دیا۔ دراں حالیکہ میرے آنسو برسات کی طرح برسے۔

ذھبوا جمیعاً فاحسبنھم واصطبر فعساک ان تخلی باجر الصابر

وُہ سب مر چکے ہیں تو اُن پر صبر کر تاکہ تو صبر کرنے والوں کے اجر سے محروم نہ ہو جائے۔

وتزودُ التقوی فانت مسافر وبغیر زاد کیف حال مسافر

اور تُو تقویٰ کو زادِ راہ بنا، مسافر کا حال بلا زادِ راہ کیا ہو گا؟

فالوقت اقصر مدۃ من ان تنی فیہ مسارع بالجمیل وبادر

وقت کم تریں ہے تاخیر کا متحمل نہیں، لہٰذا اس کی طرف سبقت کر۔

واجعل مدیحک ان اردت تقربا من ذی الجلال بباطن وبظاھر

اگر تو خدا کے تقرب کا ارادہ رکھتا ہے تو ظاہر و باطن ہر دو طریقہ پر اپنی مدح کے لئے خاص کر دے۔

فلہ افتخار علی الفخار بفضلہ وانی وبالنسب الشریف الباھر

اللہ کے فضل سے آپ کو فضیلت پر فضیلت حاصل تھی اور اعلیٰ نسبی کو آپ کی ذات پر فخر تھا۔

ولہ مناقب جمعت وتفرقت فی کل ناد ذا شراع عامر

آپ کے مناقب محامد بکثرت ہیں جو قلمبند کئے گئے۔ آپ کے مناقب و فضائل کا ہر مجلس میں تذکرہ رہتا تھا۔

فابن الرفاعی ابن عبد بعدہ ابو الوفاء وعدی بن مسافر

ابن رفاعی اور ابن عبد شیخ عدی بن مسافر سب آپ کے حلقہ بگوش ہیں۔

وکذا ابن قیس مع علی مع بقا معھم ضیاء الدین عبد القاھر

الاثم ابن قیس، شیخ علی و شیخ بقا ابن بطو اور ضیاء الدین عبد القاہر کے علاوہ دیگر شائخ

شھدوا با جمعھم مشاھد مجدہٖ ما بین بادی فضلھم والحاضر

آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور یہ وہ مشائخ ہیں جن کی شہرت قریہ و شہر میں مسلم ہے۔

واقتر کل الاولیاء بانہ فرد شریف ذو مقام ظاھر

الغرض تمام اولیاء نے اس بات کا اعتراف کیا کہ آپ کی ذات فرد کامل اور صاحب مقامات ظاہرہ ہے۔

وبانھم لو یدرکوا من قربہ مع سبقھم علما غبار الغابر

اور ان لوگوں نے اعتراف کیا کہ باوجود اپنی (علمی و روحانی) سبقت کے باوجود آپ کی گرد راہ کو نہ پا سکے۔

کلا ولا شربوا اذا من بحرہ مع ربھم الا کنغبۃ طائر

اور یہ کہ ان لوگوں نے دریائے وصال سے اپنے پروردگار کے ساتھ پرندے کی چونچ کی تعداد پانی نہ پیا۔

اصحابہ نعم الصحاب فضلھم باد لکل مناضل ومناظر

آپ کے احباب و مریدین اس پایہ کے بزرگ تھے جن کی فضیلت و بزرگی کے اپنے اور غیر سب ہی قائل تھے۔

وھم رؤس الاولیاء منھم الا قطاب بین سیامن ومیاسر

وہ سب کے سب انتیس اولیاء تھے اور ان میں سے بعض تو اپنے علاقے میں قطبیت کے مرتبہ پر فائز تھے۔

یامن تخصص بالکرامات التی صحت باجماع ونص تواتر

آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ آپ کی کرامتیں اجماع اور تواتر سے ثابت ہیں۔

وتناقل الرکبان من اخبارھا سیرًا احلت لمسامر ومسافر

سواری پر قطع مسافت کرنے والے مسافروں نے آپ کی کرامتیں اور سیرت اس طرح بیان کی، جس کو سُن کر ہر مقیم و مسافر محظوظ ہوا۔

لما خطوت وقلت ذا قدمی علی کل الرقاب یجدعن مر باقر

جب آپ نے آگے بڑھ کر عزم مستحکم سے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

للمصطفی ولاٰلہ وصحابہ والشیخ محی الدین عبد القادر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل و اصحاب اور شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے لئے،

بحر العلوم الحبر القطب الذی ورث الولایۃ کابر عن کابر

جو علوم کے بحر ناپیدا کنار اور ایسے قطب جنہوں نے منصب ولایت کو بزرگوں سے نسلاً بعد نسلاً حاصل کیا۔

شیخ الشیوخ وصدرھم وامامھم لب بلا قشر کثیر مآثر

شیخ الشیوخ اور صدر امام بزم اولیاء جو خالص نفر کی طرح اور بہت سے فضائل والے ہیں۔

غوث الانام وغیثھم ومجیرھم بدعائہ من کل خطب جائر

مخلوق کے فریادرس اُن کے لئے ابر کرم اور مصائب کے مواقع پر اپنی دعاؤں سے اُن کی مدد کرنے والے ہیں۔

تاج الحقیقۃ فخرھا نجم الھدا یۃ فجرھا نور الظلام العساکر

آپ کی ذات حقیقت کا تاج اور اُس کے لئے فخر و ہدایت کے روشن تارے تھے۔ آپ ہدایت کی صبح اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کا اجالا تھے۔

صدر الشریعۃ قلبھا فخر الطر یقۃ قطبھا تجل النبی الطاہر

وہ شریعت کے سینہ و قلب اور طریقت کے فرد فرید اور قطب اور نبی علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

ودلیلۃ الوقت المخاطب قلبہ   بسرائر و بواطن و ظواھر

آپ کا اکابر وہ وقت ہوتا تھا جبکہ آپ کا سینہ مبارک ظاہر و باطن کے اسرار کا مظہر ہوتا تھا۔

وھوالمقرب المکاشف جھرہ   بغیوب اسرار و سر ضمائر

آپ ایسے مقرب بارگاہ تھے کہ کھلم کھلا اسرار و رموز الٰہی کا اظہار فرماتے تھے۔

وھوالممنطق والموید قولہ   ولہ فتوح الغیب آیۃ قادر

آپ کا قول مدلل اور نوید بالصواب ہوتا تھا اور آپ کی کتاب فتوح الغیب اُسکی روشن دلیل ہے۔

ولہ التحجب والتوددوالرضا   من ربہ بمعارف وجواھر

آپ محبت، الفت اور رضائے الٰہی میں اور معارف و اسرار الٰہی میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

سلک الطریق فاشرقت من نورہ   وعلومہ کضیاء بدر زاھر

طریقت کی راہیں آپ کے علوم کی روشنی سے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گئیں۔

وعلاہ اعلیٰ فی المعالی رتبۃ   وفخارہ مامثلہ لمفاخر

آپ کو وہ بلند مرتبہ حاصل تھا جیسا کہ کسی صاحب فخر کو نصیب نہیں ہوا۔

خلع الالہ علیہ ثوب ولایۃ   وامدہ من جندہ بعساکر

رب کریم نے آپ کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور غیبی لشکروں سے آپ کی مدد فرمائی۔

مدت لھیبتک الرقاب فاذعنت   من کل قطب غائب او حاضر

تو آپ کے فرمان کی ہیبت سے تمام اولیاء غائب و حاضر کی گردنیں جھک گئیں۔

ولشطت حین بسطت فانقبضت   کن الاقطار بین معاضد و مناظر

اور جب آپ نے کلام میں بسط فرمایا تو اکناف عالم مناظروں اور مباحثوں سے بھر گئی۔

وعنت لك الاملاك من كل الورى ما بين مامور لهم وآمر!

عالم کے بادشاہ و سلاطین حاکم و محکوم آپ کے سامنے گردنِ اطاعت خم کرتے تھے۔

وظهرت فضلا واحتجبت جلالة وعلوت مجدا فوق كل معاصر

آپ کی فضیلت و بزرگی تو عیاں تھی لیکن آپ کا مرتبہ و مقام مخفی تھا کیونکہ اس معاملہ میں آپ اپنے تمام ہمعصروں سے آگے تھے۔

وعظمت قدرا فارتقيت مكانة حتى لوت من الكريم الغافر

آپ قدر و منزلت کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ قرب خاص میں پہنچ گئے۔

ورقيت غايات الولا مستبشرا من ربك الاعلى بخير بشائر

مقام ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر اپنے پروردگار سے بہتر سے بہتر بشارتیں پائیں۔

وبقيت لها ان فنيت مجردا وحضرت لها غبت حضرة ناظر

آپ نے فنا کے بعد بقا پائی اور غیبت کے بعد منصب شہود پر جلوہ فگن ہوئے۔

فشهدت حقا اذ دهشت مهابة وكذا الشهود الحق كشف بصائر

جب دہشت زدہ اور متحیر تھے تو آپ نے مشاہدہ حق فرمایا کیونکہ کشفِ بصیرت شہودِ حق سے ہی ہوتی ہے۔

مدحي الطويل مقصد مدين عن وصف بحرك بالعطا الوافر

میری طول طویل مدح و تعریف اپنی طوالت کے باوجود آپ کے دریائے وصف کی عطا کے لئے بہت ہی کم ہے۔

اعددت حبك بعد حب المصطفیٰ والآل والاصحاب خير ذخائر

میں آپ کی محبت کو محبت رسول و اہلِ بیت کے بعد بہترین ذخیرۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

وجعلت فيك المدح خير وسيلة لله لا للجائزة كالشاعر

اور اس (محبت) کو بارگاہِ الٰہی کے لئے بہترین وسیلہ بناتا ہوں اور اس محبت کو شاعروں کی طرح صلہ کا ذریعہ نہیں بناتا۔

ورجوت من نفحات تربك نفحة　　　　یحیی بھا فی العمیت خاطری

جس بادِ نسیم نے کہ آپ کی تربیت کی ہے، میری خواہش یہ ہے کہ وہ بادِ نسیم ایک مرتبہ مجھ پر چلے تو میری مردہ طبیعت کو حیاتِ نو مل جائے۔

ثم الصلوٰۃ علی النبی المصطفیٰ　　　　خیر الوریٰ من اوّل او آخر

میں نبی کریم جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس پر ہدیہ درود و سلام پیش کرتا ہوں، جو اولین و آخرین میں خیر البشر ہیں۔

فلك الرسالة شمسها روح النبوۃ　　　　قد سها للحق اشرف ناصر

آپ کی ذات اقدس روحِ نبوت اور فلکِ رسالت کے آفتاب تابان، بہترین مددگار اور حضرتِ حق کی برگزیدہ ہستی ہیں۔

فی حبه قل ما تشاء فقدرہ　　　　فوق النظام وفوق نثر الناثری

آپ کی محبت اور آپ کی شان میں جو چاہو کہو، کیونکہ آپ کی شان و مرتبہ ارباب شعر و سخن کے ادراک سے بلند ہے۔

والعجز عن ادراکه ادراکه　　　　ولکن الهدیٰ فیه فنون الحائر

آپ کے مرتبہ کے معلوم کرنے میں قاصر و عاجز رہنا درحقیقت اس سے واقف ہونا اور سبب ہدایت ہے۔

اللہ انزل مدحه فی ذکرہ　　　　یتلی فما ذا قول شعر الشاعری

اللہ رب العالمین نے جب آپ کی مدح و ثنا اپنے کلام (قرآن) میں فرمائی جو شب و روز پڑھا جاتا ہے تو اربابِ شعر و سخن کا ذکر ہی کیا ہے۔

مافی الوجود مقرب الابه　　　　من لرسل او من انی شاکر

اُن کے وسیلہ کے بغیر کوئی تقرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا، نہ کوئی نبی و رسول اور نہ کوئی ولی و شاکر۔

کل الخلائق والملائک دونہ　　　　ما فوقہ غیر الملیک القادر

تمام فرشتے اور انسان رتبہ میں آپ سے کمتر ہیں۔ آپ کے مرتبہ سے بجز خالقِ کائنات کے کوئی برتر نہیں۔

صلی علیہ اللہ ما ابتسم الھدٰی　　　　عن جوھر الصبح المنیر السائر

اللہ کریم آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے جب تک کہ راتوں کی اندھیریاں صبح کے چمکتے نُور سے روشن ہوتی ہیں۔

ختم

جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب اولیاءِ کرام بیان کرتے اور آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اور انہی اوصاف و مناقب کی جھلکیاں
ہم نے ناظرین کے ذوق کی تسکین کیلئے
پیش کی ہیں۔ اور ہم اس پر
اللہ رب العٰلمین
کا
شکر ادا کرتے ہیں۔

آخر میں مصنّف لکھتے ہیں کہ مجھے جو کچھ بھی جہاں جہاں سے بھی میسّر آسکا، مَیں نے اس کو جمع کر دیا۔ اور حضرت شیخ کی اولاد اور آپ سے منسوب ہونے والوں کے مناقب کو اپنی استطاعت کے مطابق ناظرین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ تاکہ مختصر طور پر اس کتاب کا مطالعہ کیا جا سکے۔ نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ فضل و کرم اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے اور وُہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ صحابہ کرام کے بعد مشائخ و اربابِ طریقت میں اس کثرت کے ساتھ مناقب و مجاہد کسی شخصیت میں مجتمع نہیں ہوئے جس قدر ہمارے سردار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ آپ میں علم و عمل بھی تھا اور حسب نسب بھی اور عطائے نعمت بھی۔

اللہ ربّ العالمین اپنے فضل و کرم سے ہمیں صدق یقین عطا فرمائے۔ اور ہمیں ایسی توفیق نہ دے کہ ہم دنیا کو دین کے بدلے حاصل کریں اور ہمیں اس زمرہ میں شامل فرمائے جو کراماتِ اولیاء پر یقین رکھتے ہیں۔

آخر میں ناظرین کرام سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی غلطی یا نقص یا نقص نظر آئے تو اس کی اصلاح فرمائیں۔ اس تدوین کے سلسلہ میں مجھے اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا اعتراف ہے۔ میں بارگاہِ الٰہی میں دستِ بدعا ہوں کہ ہمیں اپنی کوتاہیوں کے اعتراف اور انھیں دُور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مستقبل کو ہمارے لئے ماضی سے بہتر بنا دے۔ میرا اور ملّتِ مسلمہ کے افراد کا خاتمہ بالخیر فرمائے ـــ اور عالمِ برزخ (قبر) کے سوالات کو آسان فرمائے اور ہمیں (نجات پانے والوں کو) اصحابِ یمین کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ اور روزِ بے سایہ (قیامت) میں زیرِ لوائے شفیع المذنبین

سایہ عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں رب العالمین اپنے فضل وکرم سے میری، میرے والدین، اور اُن لوگوں کی جن لوگوں کے حقوق میرے ذمہ ہیں، اور وہ ناظرین جو مطالعہ کتاب کے بعد مجھے کلمات خیر سے یاد کریں، اور افرادِ ملّتِ مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد و علی اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم تسلیماً کثیراً دائماً الی یوم الدین ورضی اللہ عن کل الصحابۃ اجمعین ۰

وما توفیقی الا باللہ
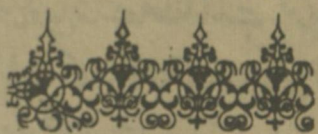
اللہ تعالیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے تصدق میں مترجم کو بھی
راہِ حق پہ گامزن فرمائے اور ایمان پر
خاتمہ بالخیر فرمادے،
آمین

مترجم
مولانا زبیر افضل عثمانی

آج
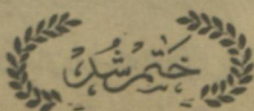
چہارشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۷۷ء کو کتاب

مستطاب "القلائد الجواھر فی مناقب عبد القادرؒ"

کی نظر ثانی مکمل ہوئی۔ رب کریم! اس ترجمہ

کو شرف قبولیت

مولانا

محمد اطہر نعیمی

اعزازی خطیب

جامع مسجد۔ آرام باغ

کراچی

عطا فرما۔ اور ادارہ

مدینہ پبلشنگ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرما۔

مصحح کتاب کی سعی کو قبول فرما۔ اور ممدوح

کتاب سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانیؒ

کے برکات سے حصہ عطا فرما۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔